مکمل و مدلل
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
از افادات
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اول دارالعلوم دیوبند
مرتب
مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب
مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
مکتبہ حقانیہ
ملتان

مکمّل و مدلّل

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

جلد ہشتم

کتاب النکاح نصفِ آخر

افادات
مفتیٔ اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی قدس سرہٗ
مُفتیٔ اوّل دار العلوم دیوبند

مُرتّب
مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب شعبۂ ترتیب فتاویٰ دار العلوم دیوبند

حسب ہدایت
حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم دیوبند
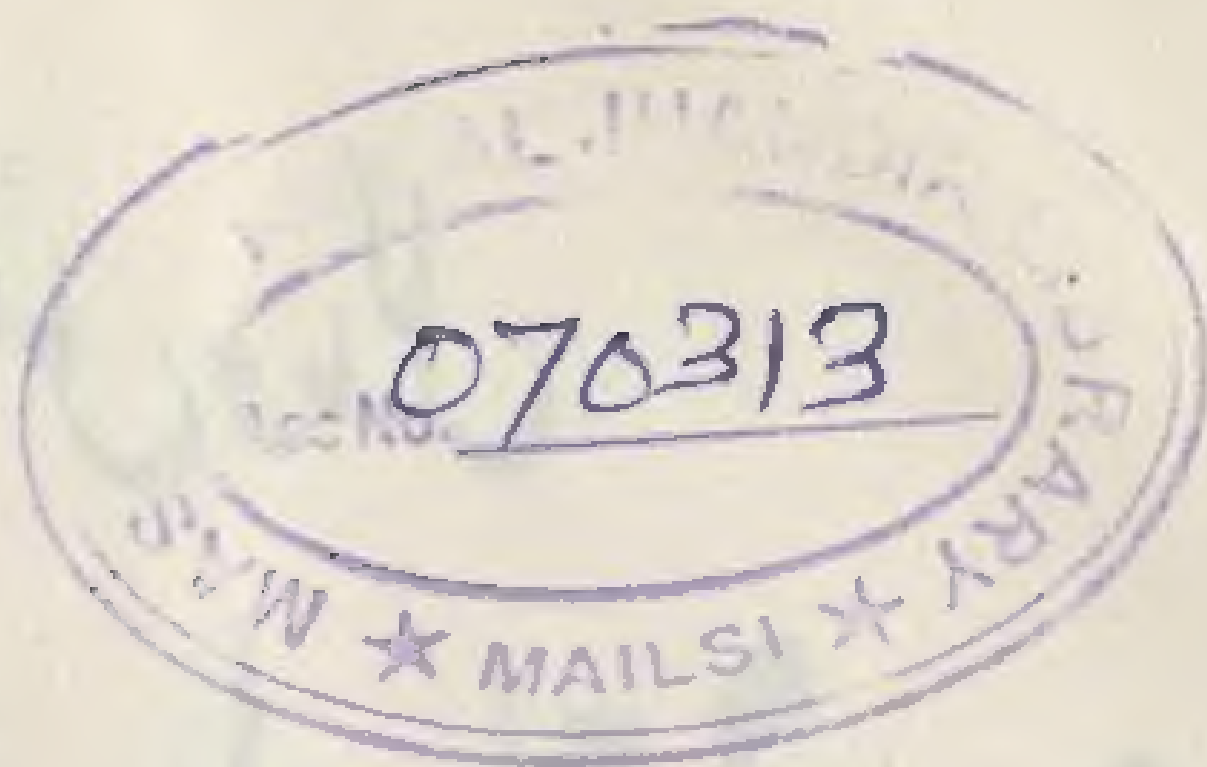
مکتبہ حقانیہ
ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین
فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ہشتم

پانچواں باب
نکاح میں ولایت کن لوگوں کو حاصل ہے
فصل اوّل اس باب سے متعلق مسائل واحکام

فصل دوم

مسائل و احکام فسخ نکاح

فصل سوم

نکاح بذریعہ فضولی اور وکیل

فصل چہارم
متفرق مسائل واحکام نکاح

چھٹا باب
مسائل واحکام کفاءت

ساتواں باب

فصل اوّل۔ مسائل واحکام مہر

فصل دوم
مسائل جہیز و متفرق مسائل

آٹھواں باب نکاح کافر
ارتداد و کفر سے متعلق احکام و مسائل نکاح

نواں باب

بیویوں میں عدل ومساوات اور حقوق الزوجین

دسواں باب
آدمی کا دودھ پینے پلانے سے متعلق احکام و مسائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ہشتم فتاوی دارالعلوم دیوبند

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جلد ہشتم فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتب ہو کر پریس میں جارہی ہے اس جلد پر کتاب النکاح ختم ہے، اگلی جلد کتاب الطلاق سے متعلق ہوگی، خاکسار مرتب برابر اپنی محنت و کاوش میں منہمک ہے، اور وہ جس قدر محنت کر سکتا ہے کر رہا ہے، کامیابی رب العزت کے ہاتھ ہے۔

اس کی پہلی جلد غالباً ۱۳۸۳ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوئی تھی، اس آٹھ نو سال میں اس کی آٹھ ضخیم جلدوں کا مرتب اور حواشی سے مزین ہو کر چھپ جانا رب العالمین کی خصوصی توفیق اور دارالعلوم دیوبند کا فیض ہے، ورنہ دوسرے مشاغل کے ساتھ ایسے اہم کام کا اس طرح انجام پانا تصور سے بالاتر تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم یہ ہے کہ بغیر کسی پروپیگنڈا کے فتاویٰ کی یہ جلدیں ملک و بیرون ملک میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل چکی ہیں اور پھیلتی جارہی ہیں، چار پہلی جلدوں کا جدید اڈیشن بھی آچکا ہے اور عنقریب پانچویں جلد کا جدید اڈیشن نظر نواز ہونے والا ہے۔

مرتب فتاویٰ کا دل حمد و شکر سے لبریز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اُسے اس علمی اور دینی خدمت کی توفیق عطا کی، اور چھتیس سینتیس سو صفحات اہل علم تک پہنچا دیئے جس کا شروع میں مرتب کو وہم بھی نہ تھا، شیخ سعدیؒ نے بہت درست فرمایا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یقیناً یہ گرانقدر علمی اور دینی خدمت مرتب کے لیئے باعث صد عزت و افتخار اور خود دارالعلوم دیوبند کو بھی خوشی ہے کہ اس کے ایک معمولی شعبہ سے ایک بیش قیمت علمی اور دینی خدمت انجام پارہی ہے اس سے دنیا کو بھی اندازہ ہوگا کہ اس کے فرزندوں نے زندگی کے مختلف شعبہ جات میں کیا حصّہ لیا ہے اور مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ کس کس طرح انجام دیا ہے

یہاں ایک جدید مسئلہ کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا، وہ یہ کہ آج کل ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کیا جاتا ہے تو کیا اس سے رضاعت کی طرح حرمت ثابت ہوگی یا نہیں، اس لیئے کہ اس صورت میں بھی انسانی جسم کا ایک حصہ دوسرے انسان میں منتقل ہوتا ہے، خاکسار مرتب کا جواب یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی، اس لیئے کہ رضاعت سے حرمت ثابت ہونے کے لیئے شرط یہ ہے کہ عورت کا

دودھ بچہ دو یا ڈھائی سال کی عمر کے اندر پیئے، لہذا اگر دو یا ڈھائی سال کی عمر کے بعد یہ خون ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا گیا ہے یا خون عورت کا نہیں ہے بلکہ مرد کا ہے تو بظاہر اس شرط مذکور کی بنیاد پر حرمت ثابت نہیں ہوگی، البتہ صرف ایک صورت زیر بحث رہ جاتی ہے وہ یہ کہ عورت کا خون دو یا ڈھائی سال یا اس سے کم عمر بچہ کے جسم میں منتقل کیا جائے تو اس میں حرمت اس لئے ثابت نہیں ہوگی کہ اولاً رضاعت کی حرمت کتاب وسنت میں صراحتاً موجود ہے اور خون کے سلسلہ میں کہیں کوئی صراحت نہیں پائی جاتی، ثانیاً دودھ غذا ہے، اور جسم اور اس کے اجزاء اس سے پرورش پاتے ہیں، یہ بات خون کو حاصل نہیں ہے، پھر دودھ کی تاثیر الگ ہے اور خون کی تاثیر الگ، ثالثاً رضاعت سے قرآن نسب ثابت کرتا ہے وامھاتکم اللاتی ارضعنکم۔ خون سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور نہ کہیں ایسی صراحت ملتی ہے، پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ ظاہری طور پر دودھ پلانے میں حال یہ ہوتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت بچہ کو گود میں اٹھاتی ہے، پیار کرتی ہے، چھاتی سے چمٹاتی ہے اور اپنی محبت اس پر نچھاور کرتی ہے، اور بچہ بھی اس کا اثر قبول کرتا ہے مگر خون منتقل کرنے میں ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی۔

جو کچھ عرض کیا گیا یہ خاکسار کی ذاتی رائے ہے، زیر نظر فتاویٰ میں چونکہ یہ جزئیہ موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے اگر کسی کو یہ صورت حقیقتاً پیش آئے تو اس کو دارالافتاء سے رجوع کرنا چاہئے اور جو جواب ملے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

یہاں پہنچ کر اپنے اساتذہ کرام، رکین مجلس شوریٰ اور سرپرست حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (دامت فیوضھم) کی خدمت بابرکت میں ہدیہ عقیدت واخلاص اور امتنان وتشکر پیش ہے کہ ان حضرات کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے یہ سب کچھ انجام پا رہا ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ پیش کار بھی خاکسار کے شکریہ کے مستحق ہیں جو شروع سے اب تک ان فتاویٰ کی تصحیح، پروف خوانی اور طباعت میں دل چسپی لے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائیں اور اسے دنیاوی اور اخروی زندگی کے لیے ذریعہ صلاح وفلاح بنائیں، اخیر میں دعا رہے کہ مرکز رشد وہدایت اور گہوارۂ علم وفن دارالعلوم دیوبند تاقیامت آباد اور شادکام رہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

طالب دعاء۔ محمد ظفیر الدین غفرلہ

مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

۲۱/ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین ؕ

پانچواں باب
نکاح میں ولایت کن لوگوں کو حاصل ہے
فصل اوّل
اس باب سے متعلق مسائل واحکام

عصبہ اور ماں نہ ہونے کی صورت میں ماموں ولی ہے

سوال (۸۷۰) ہندہ نابالغہ کے کوئی عصبہ نہیں ہے اور نہ ماں ہے بلکہ فقط ذوی الارحام سے ایک ماموں علّاتی اور ایک خالہ عینی ہے۔ پس حق ولایت نکاح کس کو پہونچتا ہے۔؟

الجواب۔ ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں ماموں علّاتی کو ہے کما فی الدرالمختار ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات الخ[1] پس خال بجمیع اقسامہ خالات سے ولایت نکاح میں مقدم ہے لہٰذا ماموں علّاتی خالہ عینی سے مقدم ہے۔ فقط

علّاتی بھائی اور چچا کے ہوتے ہوئے ماں کو نابالغہ کے نکاح کا اختیار نہیں۔

سوال (۸۷۱) ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً گیارہ سال تھی اس کی ولی یہ ہیں۔ والدہ حقیقی اور سوتیلا باپ اور سوتیلے بھائی اور تایا و چچا۔ لڑکی کی والدہ نے اپنے خاوند کو لڑکی کے نکاح کی اجازت دی یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ اب پانچ سال کے بعد لڑکی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ بھائی علّاتی بالغ اور چچا تائے کے ہوتے ہوئے والدہ کو اختیار نکاح

---

[1] الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۳) ۱۲ ظفیر

نابالغہ کا نہیں ہے اور نہ سوتیلے باپ کو اختیار ہے کیوں کہ اس صورت میں اول ولی بھائی علاتی تھا اس کے بعد تایا چچا ولی ہیں[1] لہٰذا وہ نکاح جو والدہ اور سوتیلے باپ نے کیا۔ علاتی بھائی کی اجازت پر موقوف رہا۔ اگر بھائی نے اجازت دی تو وہ نکاح صحیح ہوا[2]۔ ورنہ باطل ہوا۔ بصورت بطلان نکاح کے لڑکی کو بعد بالغہ ہونے کے اختیار ہے کہ کفو میں اپنا نکاح کرے یا اس کا ولی اس کا نکاح کفو میں اس کی اجازت سے کردیں۔ فقط۔

پندرہ سالہ لڑکی بالغہ ہے نابالغہ کا ولی چچا ہے۔

سوال (۸۷۲) کریم جس نے اپنی نواسی شکورن کا کہ جس کی عمر اس وقت تقریب پندرہ سال کی ہے نکاح شیخ محمد سے کردیا ہے اس کی ماں اور چچا کہتے ہیں کہ شکورن کی عمر گیارہ سال کی ہے آیا نانا کو حق نکاح کرنے کا بغیر رضا چچا و ماں ہے کہ نہ؟

الجواب۔ لڑکی جب تک پوری پندرہ برس کی ہو کر سولواں سال شروع نہ ہوجاوے اس وقت تک شرعاً اس کے بالغہ ہونے کا حکم نہیں دیا جاتا جب کہ اور کوئی علامت بلوغ کی مثل حیض وغیرہ ظاہر نہ ہوا اور غیر بالغہ کے نکاح کا ولی بصورت موجود ہونے چچا حقیقی کے نانا نہیں ہے، پس نانا نے جو نکاح شکورن نابالغہ کا بلا اجازت چچا کے کیا وہ موقوف ہے چچا کی اجازت پر۔ اگر چچا اس کو جائز رکھے صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجاوے گا[3]۔ فقط

چچا کے رہتے ہوئے ماں کی ولایت نہیں

سوال (۸۷۳) ہندہ بیوہ ہوگئی اور اس کی دو لڑکیاں نابالغ ہیں ہندہ نے دوسرا نکاح کیا اور اب شوہر ثانی سے لڑکیوں کا عقد کرانا چاہتی ہے، تو لڑکیوں کا چچا مانع ہوتا ہے اگر ماں یا شوہر ثانی لڑکیوں کا عقد کردیویں تو کوئی حرج و گناہ تو نہیں ہے اور ہندہ کے شوہر متوفی کے ذمہ جو قرضہ تھا اس کا دیندار کون ہوگا۔

الجواب۔ اس صورت میں ولی نابالغوں کے نکاح کا ان کا چچا ہے بموجودگی چچا

---

[1] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیھا (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق الخ ثم الاب (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ و ج ۲ ص ۴۲۸) ظفیر

[2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر [3] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (ایضاً ج ۲ ص ۴۲۷ و ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

کے ماں کو ولایت نکاح کی نہیں پہونچتی اور شوہر ثانی کسی حال میں ولی نہیں ہے شرعی مسئلہ یہی ہے[1] اور قرضہ متوفی کا کسی کے ذمہ نہیں ہوتا اگر بہت کچھ ترکہ چھوڑے تو اس میں سے ادا کیا جاوے اور اگر نہ چھوڑے تو وارثوں کے ذمہ ادا کرنا فرض کا لازم نہیں ہے اگر تبرعاً کوئی ادا کردے تو س کو اختیار ہے۔ فقط

نابالغہ کا نکاح ولی کے ذریعہ کیا جائے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے۔

سوال (۸۷۴) ایک لڑکی گیارہ سالہ نابالغہ کی شادی کا انتظام کیا گیا لیکن اس کے اولیاء میں سے سوائے نانی اور نانا کے اور کوئی نہیں وہ بھی یہاں سے چار ہزار میل کے فاصلہ پر افریقہ میں ہیں۔ آیا اس کی چچی ولی ہو کر نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اولیاء کے بعد ولایت نکاح صغیرہ کی بادشاہِ اسلام اور قاضی کے لیئے ہے پس جب یہ نہیں تو انتظار بلوغ کیا جاوے نانا نانی سے بذریعہ تحریر اجازت طلب کی جاوے کمافی الدرالمختار فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الخ وفی الشامی فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد الخ ثم لذوی الارحام الخ ثم للسلطان ثم لقاض نص علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ الخ[2] فقط

بھائیوں کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح کرنا درست نہیں۔

سوال (۸۷۵) ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ[13] سال کی ہے اس کے دو بھائی بالغ موجود ہیں اس کا نکاح بلا رضامندی بھائیوں کے والدہ نے کر دیا ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ لڑکی مذکورہ بالغہ ہے یا نابالغہ۔؟

الجواب۔ اس صورت میں والدہ نے جو نکاح بدون اجازت بھائیوں کے کیا وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نکاح کی دے دی اور اس نکاح کو جائز رکھا تو صحیح ہو گیا اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نہیں دی اور انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا ہکذا فی کتب الفقہ[3] (تیرہ سالہ

---

[1] اقرب الاولیاء الی المرأۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علا الخ ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب وان سفلوا ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم ابن العم الخ (عالمگیری کشوری کتاب النکاح الباب الرابع الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۱) ظفیر [2] دیکھئے رد المحتار مع الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹ وج ۲ ص ۴۳۳) ۱۲ ظفیر [3] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

لڑکی میں جب تک علامت بلوغ نہ پائی جائے حکماً نابالغ ہے۔ ظفیر

بالغہ خود اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے

سوال (۸۷۶) عمر کی نواسی بعمر تخمیناً پندرہ سال ہے اور علامت بلوغ کی موجود ہیں اور لڑکی کی ولی ماں باپ اور بھائی کوئی نہیں ہے لڑکی کے حقیقی دادا کے بھائی زید اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ لڑکی کا ولی میں ہوں بغیر میری رضامندی نکاح نہ ہونا چاہیئے۔ لڑکی بالغہ ہے یا نہیں، اور لڑکی عمر کی رضامندی سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے اور زید جو اپنے کو ولی کہتا ہے وہاں کرنا نہیں چاہتا اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب - علامت بلوغ لڑکی کے لیے حیض وغیرہ کا ہوتا ہے اگر کوئی علامت بلوغ کی موجود نہ ہو تو پورے پندرہ برس کی عمر ہو کر سولہواں سال شروع ہو جاوے اس وقت شرعاً لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے پس اگر علامت بلوغ کی موجود ہے مثلاً اس کو حیض آنے لگا ہے تو وہ بالغہ ہے۔ اس حالت میں خود لڑکی کی رضامندی سے اس کا نانا عمر اس کا نکاح کرسکتا ہے لیکن چوں کہ نانا ولی شرعی نہیں ہے بلکہ ولی شرعی دادا کا بھائی ہے لہذا نانا کے سامنے جب تک وہ لڑکی بالغہ زبان سے اپنی رضامندی کا اظہار نہ کرے اس وقت تک نکاح صحیح نہ ہوگا۔ چپ ہو جانا لڑکی کا جیساکہ ولی کے استیذان پر معتبر اور کافی ہے۔ وہ یہاں معتبر نہ ہوگا۔ کذا فی الدر المختار[۱]۔ فقط

نابالغ کا نکاح ولی کے ایجاب وقبول سے ہوتا ہے۔

سوال (۸۷۷) نابالغ بچوں کا نکاح صرف والد کے ہی ایجاب وقبول سے ہوتا ہے یا ہر جائز ولی بھائی چچا وغیرہ کے ایجاب وقبول سے بھی۔

الجواب - صغیر اور صغیرہ کا نکاح ان کے ہر ولی جائز کے ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے لیکن ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو نکاح کا حق حاصل نہیں ہے۔ پس اس میں اب وجد و دیگر اولیاء حسب درجات یکساں ہیں۔

---

[۱] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل الخ فان لم يوجد فيهما شئ حتى يتيم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الحجر فصل ج ۱ ص ۱۳۲) ظفير ۲ وان فعل هذا غير ولى يعني استامر غير الولى او ولى غيره اولى منه لم يكن رضا حتى تتكلم به اى لم يكن سكوتها دلا ضحكها رضا (فتح القدير باب فى الاولياء ج ۳ ص ۱۶۵) ظفير

باپ اگر اجازت دے تو نانا نابالغہ نواسی کا نکاح کر سکتا ہے۔

سوال (۸۷۸) ایک شخص نے اپنے خسر کو اسٹامپ لکھ دیا اور کہہ دیا کہ میری دختر نابالغہ کا نکاح میرا خسر جہاں چاہے کر دے اب اگر شخص مذکور کا خسر اپنی نواسی کا نکاح کرا دے تو بلا اجازت اس کی والد کے درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب - ولی اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا اس کا باپ ہے لیکن اگر باپ نے نابالغہ کے نانا کو اجازت دے دی اور اس نے نکاح کر دیا تو وہ نکاح صحیح ہے[۱]۔

سولہ سالہ لڑکی کا نکاح جبراً جائز نہیں۔

سوال (۸۷۹) دختر سولہ سالہ کا نکاح ولی نے جبراً کر دیا آیا بالغہ کا نکاح بلا اس کی مرضی کے ولی جبراً کر سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب - بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضا اور اجازت کے صحیح نہیں ہے اور کسی ولی کو اختیار نہیں ہے کہ بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضامندی کے کرے اگر نکاح کر دیا اور بالغہ راضی نہ ہوئی اور اس نکاح کو جائز نہ رکھا تو وہ نکاح باطل ہے اور عمر بلوغ کی شرعاً پندرہ برس ہے۔ پس سولہ برس کی لڑکی شرعاً بالغہ ہے البتہ ولی کے استفسار اور اطلاع پر سکوت کرنا بالغہ کا رضا اور اجازت سمجھا جاتا ہے اور تمکین وطی وغیرہ کو بھی فقہاء نے اجازت شمار کیا ہے۔ ہکذا فی الدر المختار[۲]۔ فقط

جس کا کوئی ولی نہ ہو حاکم ولی ہے۔

سوال (۸۸۰) ایک عورت جو بطور طوائف اپنا پیشہ کرتی تھی اسی اثنا میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا باپ معلوم نہیں بعد اس عورت نے اپنا نکاح ایک شخص سے کر لیا اور آٹھ روز بعد انتقال کر گئی عمر لڑکی کی دس سال ہے سوتیلے باپ نے لڑکی کو ایک طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا۔ اہل محلہ نے مزاحمت کی۔ سوتیلے باپ نے جوائنٹ مجسٹریٹ کے یہاں نالش کر دی۔ حاکم نے بعد تحقیقات لڑکی کو ایک معمر شخص کے سپرد کر کے ہدایت کر دی کہ اس کا نکاح کسی محتاج شخص سے کر دیا جائے لہٰذا اس لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا۔ اب یہ نکاح جو سوتیلے باپ کی بلا اجازت ہوا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

---

[۱] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج۲ ص۴۳۲) ظفیر

[۲] ولا یجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ الخ فان استاذنہا ہو ای الولی الخ فسکتت الخ فہو اذن (ایضاج ۲ ص۴۴۱) ظفیر

الجواب۔ سوتیلا باپ اس لڑکی کا ولی نہیں ہے بلکہ ایسے لاوارث بچوں کے نکاح کا ولی حاکم ہی ہوتا ہے لہذا نکاح مذکور درست[1] ہے۔ فقط

اس صورت میں ولی بھائی ہے لڑکی کی ماں کا شوہر ولی نہیں۔

سوال (۸۸۱) زید نے اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی ہاجرہ نابالغہ کو ذمہ اپنی اخیافی بہن فاطمہ کے کیا اور ہاجرہ فاطمہ کے لڑکے عمر سے منسوب تھی اور وصیت کی زید نے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا فاطمہ موافق وصیت کے ہاجرہ کو مع اس کی ماں حقیقی زینب اور ہاجرہ کے سوتیلا بھائی بکر کے اپنے یہاں لے آئی۔ لیکن ہاجرہ کی ماں زینب چوں کہ جوان تھی اس لیئے فاطمہ نے اُس کا نکاح کر دیا اور اپنے شوہر کے ہاں چلی گئی اور زید کی ماں چوں کہ زندہ تھی اور اس نے بعد انتقال والد زید کے ایک شخص سے نکاح کر لیا تھا وہ اپنے شوہر کے یہاں رہتی تھی بکر بھی وہیں اپنی دادی کے پاس چلا گیا اور ہاجرہ کی ماں زینب اور اس کا بھائی بکر جب تک کہ فاطمہ کے یہاں رہے یہی کہتے رہے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا لیکن جب فاطمہ نے نکاح ہاجرہ کا عمر سے کر دیا تو زینب کا شوہر جدید مخالف ہوا اور اس نے زینب و بکر اور بکر کی دادی کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب۔ زینب کے شوہر جدید کو ولایت نکاح ہاجرہ نابالغہ کا حاصل نہیں ہے لہذا اس کی مخالفت سے تو کچھ نہیں ہوتا البتہ بکر برادر ہاجرہ ولی ہے فاطمہ نے جو نکاح ہاجرہ کا عمر سے کیا تو وہ بکر کی اجازت پر موقوف[2] ہے اگر بکر اجازت دے دے تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جاوے گا اور زید کی وصیت کا در بارہ نکاح بعد وفات زید کے شرعاً کچھ اعتبار نہیں رہا۔

عاقلہ بالغہ کفو میں نکاح خود کر سکتی ہے۔

سوال (۸۸۲) عورت عاقلہ بالغہ کہ در کفو یا غیر کفو نکاح خود کند بلا رضا ولی۔ آیا نکاح جائز است یا نہ۔؟

الجواب۔ اقول قال فی الدر المختار وهو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفة فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی الخ والدلیل فیه قوله علیه

---

[1] ثم للسلطان ثم للقاضی نص له فی منشوره ثم لنوابه (الدر المختار علی هامش رد المختار باب الولی ج۲ ص۳۰۳) ظفیر

[2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۳۲)

الصلوٰۃ والسلام الایم احق بنفسہا من ولیہا رواہ مسلم وغیرہ وفی رد المختار والایم من لا زوج لہا بکراً او لا شامی جلد ۲[1] وبنا ویل لا نکاح الا بولی او فنکاحہا باطل معروف ومذکور فی الفتح والشامی وغیرہما وفی الدر المختار مکلفۃ بالغۃ بلا رضاء ولی در کفو جائز است و در غیر کفو صحیح نیست وھو المفتی بہ فقط

چچا کے ہوتے ہوئے چچا کا لڑکا ولی نہیں ہے۔

سوال (۸۸۳) ماقول العلما الشافعیۃ فی بنت شافعیۃ المذھب غنیۃ عن الصفقۃ وغیرھا عمرھا ثمان سنیین وھی تحت کفالۃ امھا الشافعیۃ الرشیدۃ ولھا ابن عم شافعی المذھب حاضر اراد ان یزوجھا بغیر رضا ھا ولا رضا امھا لما بینھم من التنافر والعداوۃ وحیث انہ لم یجد الی ذلک سبیل فی مذھب الشافعیؒ اراد تقلید الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ فی ھذا الامر المخالف لمذھب الشافعی فھل یجوز لہ ان یزوجھا من نفسہ تقلیداً اذا فرضنا ان مذھب الامام الاعظم یجیز ذلک بغیر ضرورۃ الی ذلک الزواج والتقلید ام لا یجوز۔

الجواب - قواعد الحنفیۃ تقتضی جواز ذلک النکاح ان لم یکن ولی اقرب من ابن عم وان کان اقرب منہ مثلاً یکون عم الصغیرۃ موجوداً فلا ولایۃ لابن العم مع وجود العم ولا یجوز نکاحہ بلا رضائم وقد وقع التصریح بہ فی مواضع عدیدۃ[2] - فقط

بالغہ خود بلا ولی نکاح کر سکتی ہے باپ کا ناجائز لڑکا نہ ولی ہے نہ لڑکا۔

سوال (۸۸۴) بالغہ باکرہ کا عقد شرعاً بلا ولی کے صحیح ہے یا نہ۔ باپ کا ناجائز لڑکا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں نکاح میں کچھ خرابی نہ ہوگی اور باپ کا ناجائز لڑکا اگر باکرہ بالغہ کا عقد کر دے گا تو اس سے وہ باپ کا بیٹا صحیح النسب بن جاوے گا یا نہ اور وارث باپ کا ہوگا یا نہ۔؟

الجواب - باکرہ بالغہ کے نکاح کے لیے عند الحنفیہ ولی کا ہونا شرط

[1] رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷ و ج ۲ ص ۴۰۵ ۱۲ ظفیر [2] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ (در مختار) ثم یقدم الاب ثم الاخ الشقیق ثم لاب الخ ثم ابن الاخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق ثم لاب ثم ابنہ کذلک (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۸) ظفیر

نہیں ہے مسنون ہے کذافی الدرالمختار پس باکرہ بالغہ کی اجازت سے ہر ایک شخص اس کا نکاح کرسکتا ہے[1]۔ باپ کا ناجائز لڑکا بھی اس کام کو باجازت باکرہ بالغہ کرسکتا ہے اور عقد صحیح ہوجاوے گا کچھ خرابی اس میں نہ ہوگی اور جو ناجائز لڑکا باپ کا ہے وہ اس نکاح باجازت باکرہ کردینے کی وجہ سے باپ کا صحیح النسب لڑکا نہ بنے گا لیکن اگر درحقیقت وہ پہلے ہی ثابت النسب اپنے باپ سے ہے تو وہ جائز بیٹا اپنے باپ کا ہے اور وارث ہوگا۔ فقط

بالغہ بیوہ کی اجازت سے جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا

سوال (۸۸۵) ہندہ بیوہ نے زید سے اپنی شادی کردینے کی اجازت بموجود دو عورت اور ایک مرد کے اپنی ماں کو دی س کا عقد زید سے کردیا گیا اور چند تحائف کا استعمال بھی کیا جو کہ زید کی جانب سے موقع عقد پر حسب دستور بھیجے گئے تھے زید کے گھر جانے سے پہلے بوجہ بہکانے مخالفین زید کے ہندہ کہتی ہے کہ میں نے اجازت نہیں دی۔ کیا ہندہ کا انکار صحیح ہے اور کیا زید اس کو زبردستی اپنے گھر لاکر وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے۔؟

الجواب- اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ منعقد ہوگیا اور اب انکار کرنا ہندہ کا لغو ہے مسموع نہ ہوگا اور زید ہندہ کو رخصت کراسکتا ہے اور وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے۔ فقط۔

باپ اپنے لڑکے کو اجازت دے تو اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔

سوال (۸۸۶) والدہ کی موجودگی میں بھائی اجازت نکاح کی دے سکتا ہے اور نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب- اگر باپ نے اپنے پسر یعنی نابالغہ کے بھائی کو اجازت دے دی اور اختیار دے دیا تو بھائی کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔ فقط

بلا ولی اصلی کی اجازت کے نابالغہ کا نکاح درست نہیں

سوال (۸۸۷) محمد بخش فوت ہوگیا ایک لڑکی صغیرہ بعمرہ سالہ اور ایک عورت اور دو چچا زاد بھائی محمد سعید و محمد صالح۔ محمد سعید جو ولی اصلی ہے اس کے فرزند نے بغیر رضا و اجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کردیا۔ جب ولی اصلی کو خبر ہوئی تو اس نے مجلس عام میں کہہ دیا کہ یہ نکاح جو میرے لڑکے نے کردیا ہے اس پر میں راضی نہیں ہوں شرعاً کیا حکم ہے۔؟

[1] ولا تجبر البالغة البکر فی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶ ظفیر)

الجواب ۔ بدون ولی اصلی کی رضامندی و اجازت کے نابالغہ کا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔ پس ولی کے فرزند نے بموجودگی ولی کے جو نکاح نابالغہ کا بدون اجازت و رضامندی ولی کے کیا اور بعد نکاح کے ولی نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور اس کو رد کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا۔ ہکذا فی الدر المختار وغیرہ[1] ۔ فقط

بھائی کے کئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ فسخ کرسکتی ہے مگر قضائے قاضی ضروری ہے

سوال (۸۸۸) نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی نے کر دیا اور وہ بڑی صغرسنی سے اس نکاح پر رضامند نہیں تھی بعد بالغہ ہونے کے بھی عدم رضامندی ظاہر کی۔ آیا اختیار فسخ نکاح لڑکی کے لئے باقی ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ لڑکی کو اس صورت میں بعد بالغہ ہونے کے اختیار فسخ نکاح کا ہے لیکن فسخ کے لئے قضاء قاضی شرط ہے اگر قاضی نہ ہو تو نکاح فسخ نہ ہوگا اس صورت میں شوہر بالغ کی طلاق دینے کے بعد نکاح فسخ ہوسکتا ہے[2] ۔ فقط

ولی اقرب دو سو میل کی دوری پر ہو اور ماں نکاح کر دے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۸۸۹) عبد اللہ ایک دختر نابالغہ اور ایک زوجہ چھوڑ کر فوت ہوا متوفی کے کوئی بیٹا اور بھائی نہیں تھا چچازاد بھائی ہیں دختر نابالغہ اپنی پھوپھی کے پاس پرورش پاتی ہے جو دو سو میل کے فاصلہ پر متوفی کے چچازاد جانوں سے ہے اور دختر نابالغہ کی والدہ ۴۸ یا ۵۰ میل پر ہے اور متوفی نے قبل مرگ چھ ماہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے بیٹے سے نابالغہ کو منسوب کیا تھا۔ اگر دختر نابالغہ کی والدہ حسب وعدہ خاوند متوفی اس کی ہمشیرہ زادے سے تین روز کی مسافت پر جا کر نکاح کر دے تو جائز ہے یا نہیں کیوں کہ متوفی کے بھانجہ سے کفو میں نکاح ہوگا۔؟

الجواب ۔ اس غیبت میں کہ جس کی وجہ سے ولی ابعد کو نکاح کا اختیار ہو جاوے۔ دو قول ہیں ایک مسافت قصر دوسرا یہ کہ اقرب کے انتظار میں کفو فوت ہو جاوے اور اسی کو محققین نے راجح کہا ہے شامی میں ہے۔ اختلف فی حد الغیبۃ فاختار المصنف

---

[1] فلو زوج الولی الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۲۳۲) ظفیر

[2] وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ الخ لھما خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء للفسخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۲۱۹) ظفیر

تبعاً لکنز انہا مسافۃ القصر ونسبہ فی الہدایۃ لبعض المتاخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی آہ وقال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اہ وفی البحر عن المجتبی والمبسوط انہ الاصح وفی النہایۃ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الہدایہ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لاتعارض بین اکثر المتاخرین واکثر المشائخ ای لان المراد من المشائخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی آہ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النہر الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ۔[1]

ان عبارات سے واضح ہے کہ راجح عند المحققین قول ثانی یعنی فوت کفو ہے۔ پس نابالغہ کے پاس جاکر یا اس کو اپنے پاس بلاکر اس کا نکاح کفو سے کردیوے تو صحیح ہوگا۔ فقط

پھوپھی نے نکاح کیا اور ولی نے رد کردیا تو نکاح نہیں ہوا۔

سوال (۸۹۰) ایک یتیمہ کے چار ولی ہیں۔ اس ترتیب سے باپ کا سوتیلا چچا۔ نانا حقیقی۔ بہن حقیقی۔ پھوپھی حقیقی پھوپھی نے اپنے لڑکے سے اپنی اجازت سے یتیمہ کا نکاح پڑھوالیا۔ تینوں ولیوں نے جب سنا تو رد کردیا۔ تو عند الشرع نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ کتب فقہ میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ الخ[2] پس صورت مذکورہ میں ولی نابالغہ یتیمہ کے نکاح کا اس کے باپ کا علاتی چچا ہے پس جب کہ نکاح مذکور کو اس نے رد کردیا وہ نکاح فسخ ہوگیا۔[3] فقط

والدہ سوتیلا باپ اور ماموں میں ولی کون سا ہے۔

سوال (۸۹۱) ایک لڑکی کی والدہ زندہ ہے،

---

[1] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳ ۱۲ ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۴ ۱۲ ظفیر [3] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (در مختار) فلم یجعلوا سکوتہ اجازتہ والظاہر ان سکوتہ ھنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃً لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالۃ (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر

باپ، دادا، چچا وغیرہ مرچکے ہیں، سوتیلا باپ اور ماموں موجود ہے ان تینوں میں لڑکی کا ولی کون ہے۔ لڑکی بالغہ ہے ولایت نکاح کس کو ہے ؟۔

الجواب۔ عصبات کے بعد والدہ ولی نابالغہ کے نکاح کی ہوتی ہے[1] اور صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کی والدہ اس سے اجازت لے کر نکاح اس کا کرسکتی ہے اور لڑکی کا سکوت والدہ کی اجازت لینے پر کافی ہے سکوت بھی اجازت سمجھا جاتا ہے[2]۔ فقط

سوال (۸۹۲) ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی ہے اس کا والد اس کے عقد نکاح سے بالکل بے فکر ہے راجگیری کا پیشہ کرتا ہے اور اعمال بداطوار میں ملوث ہے اور شراب خور ہے۔ ایسی حالت میں اس لڑکی کو اپنی اجازت سے نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔؟

اٹھارہ سالہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔

الجواب۔ درمختار میں ہے وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی الخ الی ان قال ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار الخ[3] پس معلوم ہوا کہ اگر لڑکی بالغہ کفو میں اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کرلیوے تو صحیح ہے۔ فقط

سوال (۸۹۳) ہندہ اور زبیدہ دو حقیقی بہنیں ہیں۔ ہندہ کا ایک لڑکا خالد ہے اور زبیدہ کی بیٹی عائشہ ہے اور عائشہ کی بیٹی ساجدہ ہے۔ زبیدہ کا شوہر اور عائشہ کا شوہر انتقال کرگیا۔ ساجدہ نابالغہ کا بعمر ۹ سال زبیدہ نے اپنی ولایت سے ہندہ کے لڑکے یعنی خالد سے نکاح کردیا۔ حالاں کہ عائشہ کے بھائی تین نفر جو ساجدہ نابالغہ کے ماموں حقیقی ہیں موجود تھے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے۔ کیا ماموں حقیقی کی موجودگی میں نانی کی ولایت سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اب ساجدہ بالغہ ہوتی تو کیا وہ فسخ نکاح خالد سے کرسکتی یا نہیں یا تجدید نکاح کیا جاوے۔؟

ماموں نانی اور ماں میں ولایت کس کو حاصل ہے

الجواب۔ نانی کی ولایت مقدم ہے ماموں سے۔ پس جب کہ کوئی عصبہ نابالغہ

---

[1] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر [2] لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ فان استاذنہا ھو ای الولی وھو السنۃ الخ فسکتت عن ردہ مختارۃ الخ فھو اذن (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹ ج ۲ ص ۴۱۱) ظفیر

[3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷

کا موجود نہ ہو تو ولایت نکاح ماں کو ہے پھر دادی کو، پھر نانی کو۔الخ اور ماموں ذوی الارحام میں سے ہے بموجودگی ذوی الفروض ان کو ولایت نکاح نابالغہ کی نہیں ہے[1]۔ پس صورت مسئولہ میں اگر عائشہ بھی اس نکاح سے راضی رہی تو وہ نکاح منعقد ہو گیا۔ اور ساجدہ بعد بالغہ ہونے کے خود اپنا نکاح فسخ نہیں کر سکتی بلکہ اس کے فسخ کے لیے قضاء قاضی شرط ہے[2] اور قاضی شرعی موجود نہیں ہے[3]۔ اور دیگر شرائط کا تحقیق بھی دشوار ہے لہٰذا فسخ نکاح کا حکم اب نہیں ہو سکتا۔ فقط

مرتد باپ کو نابالغ لڑکا لڑکی پر کوئی حق ولایت نہیں۔

سوال (۸۹۴) (۱) ایک شخص مسلمان آریہ ہو گیا ہے اس کے ایک لڑکی بعمر دس سال اور لڑکا بعمر ۸ سال ہے لڑکی اپنی ماں کے ہمراہ اپنے نانا کے مکان پر پرورش پاتی ہے اور دادا بھی موجود ہے کیا باپ کو کوئی حق اولاد کے بارے میں حاصل ہے۔ لڑکی کا نکاح دادا کی اجازت سے ہو سکتا ہے یا نانا کی اجازت سے۔؟

مرتد مسلمان ہو جائے تو وہ اپنی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں

(۲) اگر باپ پھر مسلمان ہو جاتے اور تائب ہو جائے تو اپنی پہلی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور اپنی اولاد پر قابض ہو سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب - (۱) باپ چوں کہ مرتد ہو گیا اس کو کچھ حق اور تعلق اولاد سے نہیں رہا ولی اولاد نابالغہ کا اس صورت میں ان کا دادا ہے دادا کی اجازت سے نکاح ان نابالغوں کا صحیح ہو سکتا ہے نانا کی اجازت سے نہیں ہو سکتا[4]۔

---

[1] الولی فی النکاح لاالمال العصبۃ بنفسہ الخ بترتیب الارث والحجب الخ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم کلام الاب الخ ثم للجد الفاسد الخ ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) ظفیر [2] بشرط القضاء للفسخ (در مختار) وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱) ظفیر [3] علماء نے جو اس کا حل تجویز کیا ہے اس کے لئے دیکھئے الحیلۃ الناجزۃ للمرشد التھانوی ۱۲ ظفیر [4] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیھا (در مختار) ھذا عندھما خلافا لمحمد حیث قدم الاب الخ ثم یقدم الاب ثم ابوہ الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲ ج ۲ ص ۴۲۸) ظفیر

(۲) اگر باپ مسلمان ہوجاتے اور تائب ہوجاتے تو اپنی زوجہ سابقہ سے نکاح کرسکتا ہے اور اولاد پر بھی اس کا حق ہوجائے گا اور ولایت ثابت ہوجائے گی[1] فقط

بوقت نکاح بھائی بنانے کا رواج غلط ہے۔

سوال (۸۹۵) یہاں کابل اور پشاور میں یہ دستور ہے کہ ماں باپ موجود ہوں یا نہ ہوں نکاح کے وقت غیر آدمی کو بھائی بناتے ہیں بغیر اس کے نکاح نہیں کرتے اور ہمارے ہند کا یہ دستور ہے کہ ماں باپ خود اجازت دیں یا لڑکی خود ہوشیار ہو اور اجازت دے دونوں باتیں درست یا کچھ فرق ہے۔

الجواب۔ جو ہمارے ملک کا رواج ہے کہ نابالغہ کے بیے اس کے اولیاء یعنی باپ دادا وغیرہ اجازت دیتے ہیں اور جو لڑکی بالغہ ہو تو خود اس کے گوش گذار کیا جاتا ہے کہ تیرا نکاح فلاں شخص سے کیا جاتا ہے اس پر وہ سکوت کرتی ہے اور یہ سکوت اجازت ہے شرعاً یہی صحیح ہے اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ بھائی بنانے کی صورت فضول ہے اور اس کی کچھ اصل معلوم نہیں ہوتی۔ فقط

ماں نے نکاح کردیا بھائی خاموش رہا کیا حکم ہے

سوال (۸۹۶) ولی اقرب یعنی برادر کی موجودگی میں ولی البعد یعنی والدہ نے نکاح نابالغہ کا کردیا اور اقرب نے سکوت کیا لیکن کوئی علامت رضا کی ظاہر نہیں ہوئی نہ صراحتاً ورنہ دلالۃً تو یہ نکاح فاسد ہوا یا باطل۔؟

الجواب۔ فی الشامی علی قولہ توقف علی اجازتہ الخ والظاہر ان سکوتہ ہہنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً

---

[1] اس لئے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہوگیا تھا اور سارے حقوق سے محروم ہوگیا تھا جب مسلمان ہوگیا تو پھر سے باپ کے حقوق حاصل ہوجائیں گے اور شادی کا حق بھی حاصل ہوجائے گا۔ اس لئے کہ فقہاء صراحت کرتے ہیں ویبقی النکاح ان ارتدا معاً بان لم یعلم السبق الخ فاسلما کذلک (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۴) ظفیر ۲ھ لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ فان استاذنہا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ فھو اذن (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲ و ج ۲ ص ۴۱۳)

او دلالۃ تامل[1] پس جب تک ولی اقرب راضی نہ ہوگا صراحتاً یا دلالۃً اس وقت تک نکاح موقوف رہے گا نہ صحیح ہوگا نہ باطل۔ فقط

چودہ سالہ لڑکی جو اپنے آپ کو بالغ بتاتی ہے اس نے دادا کے نکاح کو رد کر دیا۔

سوال (۸۹۷) دادا نے اپنی پوتی چودہ سالہ کا نکاح اپنے پوتے کے ساتھ کرا دیا۔ بوقت نکاح لڑکی کسی اور شہر میں تھی لہٰذا دادا نے نہ اجازت نکاح کی لی اور نہ یہ دریافت کیا کہ تم بالغہ ہو یا نہیں، لڑکی کو جب نکاح کی خبر ملی تو اس نے یہ کہا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے۔ میں نکاح کے وقت بالغ تھی۔ مجھ کو مدت سے حیض آتا ہے چنانچہ وہاں دو شخص معتبر عادل بھی موجود تھے کہتے ہیں کہ ہم نے انکار بھی سنا اور دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ زمانہ سے بالغ ہے اور سچ کہتی ہے ایسی عمر میں دعویٰ بلوغ کا جو خلاف ظاہر نہ تھا جیسا کہ گواہان معتبر سے معلوم ہوتا ہے صحیح ہے یا نہیں اور بعد ثبوت بلوغ کے انکار صحیح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ مراہقہ کا قول دربارہ بلوغ معتبر و مصدق ہوتا ہے اور وہ لڑکی جس کی عمر چودہ سال کی ہے بالیقین مراہقہ ہے درمختار میں ہے۔ فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر الخ[2] وقال قبیلہ وادنی مدتہ لہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین الخ[3] اور بالغہ کا نکاح بلا اس کی اجازت کے معتبر و صحیح نہیں ہوتا لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا[4]۔ فقط

قریب کا ولی جب نکاح نہ کرے تو دور کا ولی کر سکتا ہے یا نہ

سوال (۸۹۸) ہندہ اپنے نابالغ لڑکے بکر کا نکاح حمیدہ نابالغہ سے کرنا چاہتی ہے لیکن بکر کا دادا اپنے پوتہ سے ناراض ہے اور اپنے لڑکے کے مرنے کے بعد اس کو اور اس کی والدہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اسی وجہ سے وہ بکر کے نکاح کی اجازت دینے سے انکاری ہے اور چچا حقیقی بکر کا نکاح کی اجازت

---

[1] ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۱ وج ۲ ص ۴۳۳ ۱۲ ظفیر [2] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲ ۱۲ ظفیر [3] ایضاً ج ۵ ص ۱۳۳ ۱۲ ظفیر [4] لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب وسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا عالمگیری کشوری باب الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۵ ظفیر

دینے کو تیار ہے نیز حمیدہ کا ولی چچا حقیقی اور خالہ موجود ہیں مگر اس کی حمیدہ کے باپ سے رنجش تھی اس بنار پر حمیدہ کے نکاح کی اجازت نہیں دیتا اس صورت میں بکر کا حقیقی چچا اور حمیدہ کی خالہ دونوں ان کے نکاح کے ولی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔؟

الجواب - درمختار میں ہے کہ اگر ولی اقرب نکاح صغیر کفو میں کرنے سے مانع ہو تو ولی ابعد کو اختیار نکاح کا حاصل ہو جاتا ہے۔ ویثبت للابعد من اولیاء النسب الخ التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج الخ[1] بنار اً علیہ بکر نابالغ کا نکاح اس کا چچا کر سکتا ہے اور حمیدہ نابالغہ کا چچا اگر نکاح سے مانع ہے تو اس کے بعد حسب ترتیب ولایت جو ولی ہوگا وہ نکاح حمیدہ نابالغہ کا کر سکتا ہے اور ترتیب یہ ہے کہ عصبات کے بعد والدہ ولی ہے اس کے بعد دادی نانی بہن وغیرہ ولی ہیں اگر ان میں سے کوئی نہ ہو اور خالہ سے مقدم کوئی ولی عصبات و ذوی الفروض میں سے نہ ہو تو خالہ نکاح کر سکتی ہے[2]۔ فقط

وصیت کا اعتبار نہیں اور چچا زاد بھائی کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے۔

سوال (۸۹۹) زید نے اپنے مرض الموت میں اپنی عورت سے کہا کہ میری صغیرہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دینا جس کے ساتھ میں قبل اس کے صغیرہ مذکور کی منگنی کر چکا ہوں۔ پھر زید نے عمرو خالد کو کہا کہ اگر میری عورت میری لڑکی صغیرہ کا نکاح بکر کے ساتھ نہ کرے تو تم کر دینا میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ زید کے مرنے کے بعد زید کی عورت نے صغیرہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا۔ اس نکاح کے ہو جانے کے بعد زید کے ابن الاخ نے صغیرہ مذکور کا نکاح بولایت اپنے ساتھ پڑھالیا۔ یہ ابن الاخ زید کا بالغ ہے اس کے سوا اور کوئی جدی رشتہ دار زید کا نہیں۔ زید کی

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳ و ج ۲ ص ۴۲۳۔ ۱۲ ظفیر [2] اقرب الاولیاء الی المرأۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب الخ ثم الاخ ثم ابن الاخ الخ ثم العم الخ ثم ابن العم الخ ثم عم الاب الخ ثم بنوھما الخ وعند عدم العصبۃ کل قریب یرث الصغیر والصغیرۃ من ذوی الارحام یملک تزویجھا الخ والاقرب عند ابی حنیفۃ الام ثم البنت الخ ثم الاخت الخ ثم اولادھن الخ وبعد اولاد الاخوات العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنت الاعمام الخ (عالمگیری کشوری باب الاولیاء ج ۱ ص ۲۹۱)

عورت صغیرہ کی والدہ ہے شرعاً پہلا نکاح جائز ہے یا دوسرا۔؟

الجواب۔ زید کی وصیت کا تو اس بارے میں کچھ اعتبار اور لحاظ نہیں ہے۔ اور زید کے انتقال کے بعد ولایت نکاح ہندہ نابالغہ کی زید کے ابن الاخ کو ہے پس ہندہ کی والدہ نے جو نکاح کیا وہ زید کے ابن الاخ کی اجازت پر موقوف تھا اگر اس نے اس نکاح موقوف کو باطل کر کے اپنا نکاح اس نابالغہ سے کیا ہے تو ابن الاخ کا نکاح صحیح ہوگیا اور پہلا نکاح جو والدہ نے کیا تھا باطل ہوگیا قال فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ[1] الخ فقط

ولی کا سکوت اجازت ہے یا نہیں جب غیر ولی نکاح کردے۔

سوال (۹۰۰) ہندہ نابالغہ کا حقیقی بھائی خالد بالغ مکان پر موجود نہ تھا بوجہ ملازمت ایک روز کی مسافت پر تھا خالد کی عدم موجودگی میں اس کی حقیقی ماں و رسوتیلے باپ نے ہندہ نابالغہ کا نکاح کردیا نکاح کے بعد خالد مکان پر آیا۔ نکاح کی خبر سن کر خاموش ہو رہا۔ نکاح کو قریب دو برس کے ہوئے اس درمیان میں کئی بار خالد اپنے مکان پر آیا اور پھر گیا مگر ہر بار بجز سکوت کے انکار نہیں کیا۔ اب تقریباً دو برس کے بعد کہتا ہے کہ ہم راضی نہیں ہیں ایسی حالت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح جائز ہوا یا بھائی دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے۔؟

الجواب۔ سکوت ولی کا اس صورت میں اجازت نہیں ہے کما فی الدر المختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ وفی الشامی فلم یجعلوا سکوتہ اجازۃ والظاہر ان سکوتہ ھھنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالۃ تامل[2] الخ پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں ماں کا کیا ہوا نکاح نہیں ہوا۔ بھائی دوسری جگہ نکاح اس کا کرسکتا ہے۔ فقط

ماں نے نکاح کردیا باپ بابل نے لکھوایا کہ مجھے پسند نہیں کیا حکم ہے۔

سوال (۹۰۱) ایک ناخواندہ شخص مسمی زید کی نابالغہ لڑکی کا عقد لڑکی کی ماں اور ماموں نے کفو میں ایسی جگہ کردیا کہ جس سے اور بہتر ممکن نہ تھا اور یہ عقد اس حالت میں کیا گیا کہ زید یعنی نابالغہ کا باپ مسافت بعیدہ پر تھا لڑکے والے اتنی مہلت نہیں دیتے تھے کہ نابالغہ کی ماں اپنے شوہر زید

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۳ ۱۲ ظفیر

[2] دیکھئے رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ص ۴۳۳ ۱۲ ظفیر

کی منظوری بذریعہ خط منگوا سکتی۔ کچھ دنوں بعد زید کا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ اس کو یہ نکاح پسند نہیں ہے۔ پس اس خط سے نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں اور ناخواندہ شخص کے خط کا جو ڈاک کے ذریعہ سے آیا ہو باب فسخ نکاح میں معتبر ہے یا نہیں۔؟

الجواب - ایسی حالت میں کہ باپ دور ہو اور ولی ابعد کفو میں نابالغہ کا نکاح کرے نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور پھر ولی اقرب اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ قال فی الدر المختار ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ[1] اور والدہ کی ولایت عصبات کے بعد ہے پس جب کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو اور باپ دور ہو تو والدہ کا نکاح کیا ہوا صحیح ہے اور باپ کے اس لکھنے سے کہ مجھ کو یہ نکاح پسند نہیں ہے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور خط اگرچہ ایسے امور میں معتبر ہوتا ہے لیکن اس موقع پر اس تحریر سے نکاح فسخ نہ ہوگا جیسا باپ کے زبانی کہنے سے بھی نکاح مذکور فسخ نہیں ہو سکتا۔ فقط

صورت مسئولہ میں دادا کا بھائی ولی ہے۔

سوال (۹۰۲) ہندہ کا باپ اور دادا مر گیا مگر دادا کا بھائی زندہ ہے ہندہ کی دادی نے دادا کے بھائی کی عدم موجودگی میں مگر دادا کے بھائی کے لڑکے کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح کر دیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں ہندہ نابالغہ مر گئی شوہر کے پاس نہیں گئی کل مہر پا دے گی یا کم یا بالکل نہیں۔؟

الجواب - ولی نکاح بالغہ ہندہ کا اس صورت میں دادا کا بھائی ہے وہ اگر دادا کا بھائی کہیں دور ہو کہ اس کو اطلاع کرنے اور اجازت لینے میں حرج تھا تو اس کے پسر کی ولایت اور اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے[2] اور زوجہ کے نابالغہ ہونے کی حالت میں انتقال کر جانے سے شوہر کے ذمہ پورا مہر لازم ہوتا ہے[3]۔ نصف اس میں سے شوہر کا حق ہے وہ ساقط جاوے

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۲۳۴ ظفیر [2] اولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب الخ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ الخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲ و ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

[3] والمہر یتاکد باحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین الخ حتی لا یسقط منہ شئ بعد ذلک الا بالابراء (عالمگیری مصری الباب السابع فی المہر فصل ثانی ج ۲ ص ۲۸) ظفیر

گا باقی نصف دیگر ورثا کو ملے گا[1]۔ فقط

دادا کے رہتے ہوئے ماں نکاح کردے تو کیا کیا جائے۔

سوال (۹۰۳) زید کے دو لڑکے حامد و محمود تھے حامد کا انتقال زید کی حیات میں ہوا۔ حامد ایک لڑکی اور بیوہ چھوڑ کر فوت ہوا۔ بیوہ حامد نے حامد کی لڑکی نابالغہ کو ایک دوسرے مقام پر لے جاکر شخص غیر سے بلا رضامندی زید و محمود مسماۃ ہندہ زوجہ زید کے اس کا نکاح کردیا تھا۔ چند روز سے جب سے لڑکی نابالغہ کو ہوش ہوا ہے وہ ایسے نکاح سے نارضامند ہے لہذا ایسا نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں ولی نابالغہ کا اس کا دادا زید ہے بدون اجازت زید کے نکاح نابالغہ کا صحیح نہ ہوگا۔ پس بیوہ حامد نے جو نکاح اپنی دختر نابالغہ کا کیا وہ زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر زید نے اجازت دی تو صحیح ہوا ورنہ باطل ہوا[2] اور ترتیب ولایت نکاح کی اس صورت میں اس طرح ہے کہ اول زید ولی ہے اس کے غائب ہونے کی صورت میں محمود ولی ہے پھر جب کوئی عصبہ نہ ہو تو والدہ اس نابالغہ کی یعنی بیوہ حامد کی ولی ہے[3]۔ پس بیوہ حامد اگر اپنی دختر کو اتنی دور لے گئی کہ زید محمود وہاں سے مسافت شرعیہ یعنی تین دن کے سفر پر ہیں اور یا بقول ثانی جو کہ معتمد ومفتی بہ ہے اتنی دور ہے کہ کفو خاطب انتظار زید و محمود کے جواب کا نہیں کرسکتا اور وہاں جاکر بیوہ حامد نے اس لڑکی کا نکاح کفو میں کیا ہے تو صحیح ہو جاوے گا۔ کما فی الدر المختار وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب الخ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتویٰ[4] الخ فقط

ہندہ مجنونہ کا ولی کون ہے اور اس کا جہیز کس کی ملکیت ہے

سوال (۹۰۴) زید کی زوجہ ہندہ مجنونہ ہوگئی اس کے ایک لڑکی موجود ہے جس کو زید کی والدہ نے پرورش کیا اور اپنے پاس رکھتی

---

[1] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل (سراجی ص۶) ظفیر [2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص۴۳) ظفیر [3] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (ایضاً ج ۲ ص۴۲۹) ظفیر [4] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص۴۳۲ و ج ۲ ص۴۳۳ ۱۲ ظفیر

ہے۔ زید نے اپنی زوجہ مجنونہ اور لڑکی کے اخراجات کا ذمہ دار ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ ہندہ اکثر زید کے ساتھ رہتی ہے البتہ کبھی کبھی اپنی والدہ کے پاس چلی جاتی ہے زید کا ارادہ دوسرا نکاح کرنے کا ہے۔ جس وقت سے یہ ارادہ ظاہر ہوا ہے ہندہ کی والدہ اس کو زید کے ہاں نہیں بھیجتی۔ ہندہ کے بھائی بہن اور والدہ دوسرے نکاح کا ارادہ سُن کر مطالبہ کرتے ہیں کہ ہندہ کو جو جہیز دیا گیا تھا واپس کر دیا جاوے کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ دوسرا عقد کر لینے کے بعد زید ہندہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرے گا۔ جہیز میں سامان خانہ داری تھا اور زیور اور کپڑا تھا نقد یا جائداد کچھ نہیں تھی خانہ داری کے سامان میں سے بعض چیزیں استعمال میں بالکل ضائع ہو چکی ہیں اور بعض ناقابل استعمال ہو گئی ہیں اور بعض اچھی حالت میں موجود ہیں کپڑے کا اکثر حصہ استعمال ہو چکا ہے زیور بعض بجنسہ موجود ہے بعض کو ہندہ نے قبل جنون توڑا کر اور کچھ زیور بنوا لیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ جو سب گھروں میں جہیز کی حالت ہوتی ہے وہی ہوئی۔ اس حالت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مرحمت ہو۔

(۱) ہندہ کا ولی اس جنون کی حالت میں کون ہے اس کو کس کے پاس رہنا چاہیئے۔

(۲) ہندہ کی والدہ اور بھائیوں اور بہن کو جہیز کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں۔

(۳) جہیز کس کی ملکیت ہے ہندہ کی یا اس کی والدہ وغیرہ کی۔

(۴) اگر ہندہ کی والدہ وغیرہ جہیز کا مطالبہ کر سکتی ہے تو کیا جو چیزیں موجود ہیں وہی دی جانی چاہئیں یا اس کل مال کی قیمت دینا ہو گی جو بوقت نکاح ہندہ کو دیا گیا تھا۔

الجواب (۱) مجنونہ کے نکاح کے ولی عصبات ہوتے ہیں علی الترتیب اور مجنون کے مال کا ولی خاص باپ دادا وغیرہ ہیں ماں اور بھائی بہن وغیرہ کو مجنونہ کے مال کی ولایت نہیں ہے[1] اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ جنون کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا لہٰذا وہ مجنونہ اپنے شوہر کے پاس رہے جس وقت اس کی حق تلفی ہو اس وقت البتہ اس کے

---

[1] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ (درمختار) قولہ لا المال فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقط الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) ظفیر

حقوق کے پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اگر شوہر کے پاس رہنا دشوار ہو تو پھر اپنے پاس رکھنا چاہیئے اس وقت اس کا سامان جہیز بھی جو موجود ہو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

(۲، ۳) جہیز ملک زوجہ ہوتا ہے نہ شوہر کی ملک ہے اور نہ والدہ وغیرہ کی۔ پس جہاں زوجہ رہے وہاں اس کا سامان مملوکہ رکھنے کا حق ان لوگوں کو ہے جن کے پاس وہ رہے اگر شوہر کے پاس رہے تو اس کا سامان وہاں پر رہے اور اگر والدہ وغیرہ کے پاس رہے تو وہاں رہے۔ پس اگر ہندہ کو اس کی والدہ وغیرہ بوجہ مجنونہ ہونے کے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا جہیز موجودہ بھی وہاں اپنی حفاظت میں رکھ سکتے ہیں[۲]۔

(۴) ہندہ مجنونہ کی والدہ وغیرہ اگر ہندہ کو اپنے پاس رکھیں تو وہی اشیاء جہیز کی لے سکتے ہیں جو موجود ہیں ضائع شدہ کی قیمت شوہر ہندہ سے نہیں لے سکتے۔ فقط

سوال (۹۰۵) ایک لڑکی یتیمہ کا ولی سوائے اس کی مادر حقیقی و برادر علاتی کے کوئی نہیں اب زید جو لڑکی یتیمہ کا کفو ہے بعوض دین مہر و مہر مثل اس سے نکاح کی درخواست کرتا ہے برادر علاتی نکاح یتیمہ مذکورہ سے مانع ہے اس صورت میں ماں کو ولایت اور اختیار نابالغہ کے نکاح کا ہے یا نہیں۔؟

(قریب کا ولی جب نکاح نہ ہونے دے تو ماں جو ولی بعید ہے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔)

الجواب۔ بصورت امتناع ولی اقرب عن التزویج بالکفو ولی ابعد کو جو کہ اس صورت میں والدہ ہے ولایت و اختیار نکاح یتیمہ حاصل ہے اور اگرچہ فقہا کو اس میں کلام ہے کہ ولی اقرب کے امتناع کے وقت ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے یا ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف۔ لیکن جب کہ فتویٰ فقہاء کا اس پر بھی ہے کہ ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے تو بالخصوص اس زمانہ میں اس پر فتویٰ دینا صحیح ہے قال فی الدر المختار و یثبت للابعد من اولیاء النسب الخ التزویج بعضل الاقرب الخ[۳] فقط

---

[۱] ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص الخ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۲) ظفیر [۲] جھز ابنتہ بجھاز وسلمھا ذلک لیس لہ الاسترداد عنھا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمھا ذلک فی صحتہ تختص بہ وبہ یفتی (ایضاً باب المھر ج ۲ ص ۵۰۳) ظفیر

[۳] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ص ۴۲۳ ج ۲ و ص ۴۳۴ ج ۲ ۱۲ ظفیر

باپ کا علاتی چچا ولی ہے اس کے رہتے ہوئے بہن و پھوپھی ولی نہیں

سوال (۹۰۶) ایک یتیمہ نابالغہ ہے اس کا ولی اس کے باپ کا علاتی چچا اور اس کی بہن حقیقی اور پھوپھی حقیقی ہیں اب زید جو کہ اس یتیمہ کا ہم کفو ہے بعوض مہر مثل کے اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے سوتیلا چچا اور بہن انکار کرتی ہیں اس صورت میں حق تزویج پھوپھی کو بھی حاصل ہے یا نہیں۔؟

الجواب - قال فی الدر المختار الولی فی النکاح الخ العصبۃ بنفسہ الخ علی الترتیب الارث والحجب[1] الخ اس عبارت سے واضح ہے کہ ولی اس صورت میں اس نابالغہ کے باپ کا علاتی چچا ہے بہن کا درجہ بھی اس سے مؤخر ہے اور پھوپھی کسی طرح ان کی موجودگی میں ولی نہیں ہے اور درمختار میں جو عضل اقرب کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح شرح وہبانیہ سے نقل کی ہے علامہ شامی نے اس کے خلاف کو موجہ کہا ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح نہیں ہے بلکہ قاضی کو ہے[2] فلیراجع فقط

بھتیجہ اور ماں نکاح کے ولی ہیں مال کے نہیں

سوال (۹۰۷) نابالغہ کے مال کا ولی بھتیجہ ہے یا ماں۔؟

الجواب - بھتیجہ متوفی کا نابالغہ کے نکاح کا ولی ہے اس کے مال کا ولی نہیں ہے اور نہ ماں ولی ہے نابالغہ کا حصہ حاکم جس کے پاس[3] مناسب سمجھے امانت رکھے اور یا جو طریق اس کے مال کی حفاظت کا ہو وہ طریق اختیار کیا جاوے۔ فقط

اچھے رشتہ کی امید پر اگر ولی رکے تو کیا حکم ہے

سوال (۹۰۸) ہم کفو مہر مثل پر جب پیام دے تو کیا ولی اقرب صغیرہ کو اقرار کرنا ضروری ہے اگر نہ کرے گا تو کیا ظلم علی الصغیرہ لازم آئے گا اور عاصی قرار پائے گا عبارت شامی و درمختار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کفو کے فوت ہونے کا

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ ۱۲ ظفیر [2] ویثبت للابعد من اولیاء النسب شرح وھبانیہ لکن فی القھستانی عن الغیاثی ولو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو التزویج بعضل الاقرب (درمختار) ذکر فی انفع الوسائل عن المنتقی اذا کان للصغیرۃ اب امتنع عن تزویجھا لا تنتقل الولایۃ الی الجد بل یزوجھا القاضی و نقل مثلہ ابن الشحنۃ الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر [3] الولی فی النکاح لا المال (درمختار) قولہ لا المال فان الولی فیہ الاب و وصیہ والجد و وصیہ والقاضی و نائبہ فقط (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر

اندیشہ ہو اور ظلم علی الصغیرہ لازم آتا ہو اس وقت امتناع عضل ہوگا نہ مطلق امتناع پس اگر کفو فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور حسب منشا اچھے پیام کا منتظر ہو اور اس وجہ سے انکار کرے جیسا کہ مروج ہے تو یہ عضل ہوگا یا نہیں۔

(۲) ولی اقرب صغیرہ اور ولی ابعد (جس کی تربیت میں صغیرہ ہے) ہیں یا خود صغیرہ اور ولی اقرب میں میل و محبت نہ ہو یا مال وغیرہ کی وجہ سے باہم مخالفت ہو قطع نظر اس سے کہ کون حق پر ہے تو کیا اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے گی۔ انتقال ولایت تو غیبت اور عضل ولی اقرب کی صورت میں لکھتے ہیں یہ صورت تو جداگانہ ہے نیز اکثر تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اپنے نفع و نقصان کی وجہ سے جا بے جا جھگڑے اور قصے کرتے ہیں لیکن تزویج کے وقت اس کے بدخواہ نہیں ہوتے کفو میں اور مہر مثل ہی پر کرتے ہیں تو باوجود اس تجربہ کے بھی کیا ولایت منتقل ہو جائے گی حالاں کہ احتمال ضرر تو یہاں بہت ضعیف ہے۔

الجواب (۱) عبارت شامی کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسرا کفو موجود و حاضر ہو تو کفو اول سے انکار کرنا عضل نہیں ہے البتہ اگر کوئی دوسرا کفو موجود نہ ہو اور کفو خاطب سے نکاح کرنے سے انکار کیا جاوے تو یہ عضل ہے پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے یا قاضی کی طرف اور اسی کی تصحیح کی گئی ہے۔ کذا فی الشامی[1]

(۲) اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل نہیں ہوتی[2] فقط۔

[1] ویثبت للابعد الخ التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعاً (در مختار) ای من کفوء بمہر المثل اما لو امتنع عن غیر الکفوء او لکون المہر اقل من مہر المثل فلیس بعاضل اذا امتنع عن تزویجہا من ہذا الخاطب الکفو لیزوجہا من کفوء غیرہ، استظہر فی البحر انہ یکون عاضلا الخ قلت وفیہ نظر لانہ متی حضر الکفو الخاطب لا ینتظر غیرہ خوفاً من فوتہ الخ نعم لو کان الکفوء الاٰخر حاضرا ایضاً وامتنع الولی الاقرب من تزویجہا من الکفوء الاول لا یکون عاضلا الخ ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص۴۳۳ و ج۲ ص۴۳۴) ظفیر[2] ویثبت للابعد عن اولیاء النسب وہبانیہ لکن فی القہستانی عن الغیاثی لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی (در مختار) ذکر فی انفع الوسائل عن المنتقی اذا کان للصغیرۃ اب امتنع عن تزویجہا لا تنتقل (باقی ص۵۵)

دادا کی اولاد ماں دادی پر مقدم ہے۔

سوال (۹۰۹) ایک لڑکی جس کی عمر گیارہ سال ہے اس کے باپ دادا بھائی بھتیجے مر چکے ہیں لیکن اس کے پردادے کے بھائی کی اولاد میں بعض اولاد ذکور اور اس کی ماں دادی پھوپھی موجود ہیں ان میں سے ولایت تزویج کس کے لیئے ہے۔ پردادے کے بھائی کی اولاد کے ہوتے ہوئے ماں یا دادی کو ولایت حاصل ہے یا نہ۔

الجواب۔ ولایت تزویج نابالغہ عصبات کو ہوتی ہے علی الترتیب۔ پس جب کہ عصبہ قریب موجود نہیں ہے تو دادا کے بھائی کی اولاد ذکور ہیں جو قریب تر ہو وہ ولی ہے۔ اس کی موجودگی میں والدہ اور دادی پھوپھی کو ولایت نکاح نہیں ہے کذافی الدر المختار[۱]۔ فقط

نابالغہ کی جبراً بلا اجازت ولی جو شادی ہوئی وہ درست نہیں

سوال (۹۱۰) زید نے اپنی سالی مسماۃ ہندہ کو بحیلہ ملاقات اپنی ہمراہ لے جاکر بغیر اجازت اس کے والد عبداللہ کے کسی دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ قبل اس کے عبداللہ نے اپنی دختر ہندہ کو بکر کے ساتھ نامزد کیا ہوا تھا۔ ہندہ کی عمر چودہ سال کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں ہوں میرا یہ نکاح جبراً پڑھایا گیا ہے اب اس کا والد عبداللہ اپنی دختر کا نکاح بکر سے کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ زید کو کچھ اختیار اور ولایت نکاح اس صورت میں نہیں ہے نکاح مذکور جو بلا رضامندی و بلا اجازت ہندہ اور اس کے والد عبداللہ کے ہوا وہ باطل اور ناجائز ہوا[۲]۔ عبداللہ اس کا نکاح بکر سے کر سکتا ہے۔ فقط

(بقیہ ۵۴) الولایۃ الی اخر بل تزوجہا القاضی الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر۔ ایضاً

[۱] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر۔

[۲] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ فلو زوجہا الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر

عورت کا صرف انگوٹھا لگوانے اور بعد میں گواہ بنانے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال (۹۱۱) ایک شخص کا بھائی تین بچے اور بیوہ چھوڑ کر مر گیا۔ متوفی کے بھائی نے بچوں کی ہمدردی کے لیے بیوہ بھاوج کے ساتھ نکاح کرنا چاہا وہ رضامند نہ ہوئی۔ اس کو مجبور کر کے نشان انگوٹھا نکاح نامہ پر لگایا گیا۔ عورت نے باکراہ یہ عمل کیا کوئی گواہ بوقت نکاح موجود نہ تھا بعد ازاں دو گواہوں کی شہادت نکاح نامہ پر ثبت ہوئی۔ دو ڈھائی سال کے بعد مرد کو اس نکاح کے متعلق تشویش ہوئی اور اس نے جواز نکاح سے انکار کر دیا۔ لیکن عورت اب اس بات پر پابند رہنا چاہتی ہے۔ یہ امر احکام شریعت کا محتاج ہے اور سابقہ نکاح کے بارے میں جواز یا عدم جواز مطلوب ہے۔

الجواب۔ جب تک دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہو نکاح صحیح نہیں ہوتا اور جبراً نشان انگوٹھا لگوا لینا اجازت نکاح کی نہیں ہے۔ پس جب کہ عورت اس وقت نکاح پر راضی نہ تھی اور بوقت نکاح کوئی گواہ نہ تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا[1]۔ اب جب کہ عورت راضی ہے تو دوبارہ اس سے باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا جاوے[2]۔ اور پہلے جو فعل حرام کا ارتکاب ہوا اس سے توبہ کی جائے۔ اور استغفار کیا جائے۔ فقط

باپ کے رہتے ہوئے ماں نے نابالغہ لڑکی کی شادی کی اور باپ نے انکار کر دیا تو نکاح درست نہیں ہوا

سوال (۹۱۲) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں کی اجازت سے ہوا۔ لڑکی کا باپ انکار کرتا رہا حتیٰ کہ مجلس نکاح میں بھی شریک نہیں ہوا۔ لڑکی اب بالغہ ہوئی اور اس نے کہا کہ میں اب بالغہ ہوئی اور شریعت کے قاعدہ سے میں اس شخص کے نکاح سے باہر ہوئی جس کے ساتھ میری ماں نے نکاح پڑھایا ہے اب میں اپنے باپ کی مرضی سے نکاح کروں گی۔ لڑکی کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔ اور اس کا باپ اس کا دوسرا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ باپ کی موجودگی میں ماں کو ولایت اور اختیار نکاح کرنے کا نہ تھا اگر ماں نے بلا اجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کیا تو باپ کی اجازت پر موقوف تھا اگر باپ نے

---

[1] ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع (عالمگیری کتاب النکاح باب الاول ج ۲ ص ۲۵) ظفیر۔ [2] ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين الخ (هدایہ کتاب النکاح ج ۲ ص ۲۸۶) ظفیر۔

رد کر دیا اور انکار کر دیا تو نکاح باطل ہو گیا[۱]۔ اس صورت میں دوسرا نکاح لڑکی کا باپ کر سکتا ہے اور خیار بلوغ کی صورت اس وجہ سے نہیں چل سکتی کہ اس میں قاضی شرعی کی ضرورت ہوتی ہے بدون قضاء قاضی نکاح فسخ نہیں ہوتا اور قاضی شرعی اس زمانہ میں نہیں ہے[۲]۔ اور اگر حکم کو بھی ختیار فسخ ہونا مان لیا جائے تو حکم بتراضی فریقین ہوتا ہے[۳]۔ بکذا فی الدر المختار۔ فقط

بلا اجازت ولی فضولی نے جو نکاح کیا اور ولی نے انکار کر دیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔

سوال (۹۱۳) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے شوہر ثانی نے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ کر دیا۔ لڑکی نابالغہ کے سوائے دو سوتیلے بھائیوں کے اور کوئی وارث نہیں تھا۔ بوقت نکاح کے سوتیلے بھائیوں سے کسی نے اجازت نہیں لی۔ بلکہ عرصہ کے بعد سوتیلے بھائیوں کو خبر ہوئی تو سوتیلے بھائی ناراض ہوئے کہ ہماری بلا اجازت کیوں نکاح کر دیا اور نکاح سے پہلے والدہ لڑکی نابالغہ کی مر چکی تھی اس صورت میں لڑکی دوسری جگہ بعد بالغہ ہونے کے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ والدہ کا شوہر ثانی اس نابالغہ کا ولی نہیں ہے بلکہ ولی عصبہ ہوتا ہے اور اگر ولی قریب کوئی موجود نہ تھا تو سوتیلے بھائی یعنی علاتی بھائی ولی ہیں بدون اس کی اجازت[۴] کے نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس جب کہ علاتی بھائی نے بعد خبر پانے کے ناخوشی اس نکاح سے ظاہر کی تو وہ نکاح جو موقوف تھا باطل ہو گیا[۵]۔ لہذا اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ فقط

---

[۱] فلو زوج الابعد علی حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۱) ظفیر [۲] لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ الخ بشرط القضاء للفسخ (در مختار) وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) [۳] خیار بلوغ کی تفصیل کے لئے دیکھئے الحیلۃ الناجزہ للتھانوی ؒ ۱۲ ظفیر [۴] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ فان زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶) ظفیر

بیوہ کا جبریہ نکاح درست نہیں ہے

سوال (۹۱۴) ایک شخص نے اپنی بیوہ بھاوج سے جبراً نکاح کیا۔ جس وقت قاضی نے عورت سے ایجاب وقبول کرایا تو عورت نے قاضی کے ہر سوال پر اس طرح جواب دیا کہ یہ میرا بھائی ہے مگر رفتار زمانہ کے موافق قاضی اور شاہدوں نے اس جواب پر کوئی توجہ نہیں کی۔ کچھ عرصہ بعد وہ عورت اپنے باپ کے گھر چلی آئی۔ اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔ ایسی حالت میں شوہر متوفی کے رشتہ کے چچا سے نکاح اس عورت کا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ اگر اس بیوہ عورت نے نکاح کے بعد بھی اس نکاح سے انکار کیا اور وطی وغیرہ برضا نہیں پائی گئی تو وہ نکاح باطل ہوگیا[1]۔ اور شوہر کے رشتہ کے چچا سے نکاح اس کا درست ہے بلکہ شوہر کے حقیقی چچا سے بھی نکاح درست ہے۔ لیکن جب تک شوہر اول کے نکاح کا بطلان محقق نہ ہو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس وقت تک کسی دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فقط

بالغہ کا نکاح درست ہے یا نہیں جب کہ وہ سن کر رونے پیٹنے لگے یا معلوم ہو کہ شوہر کا نسب غلط ہے۔

سوال (۹۱۵) زید نے بکر سے کہا کہ تم میری شادی اپنی لڑکی کے ساتھ کردو۔ بکر نے زید سے کہا کہ تمہارا حسب نسب کیا ہے زید نے کہا کہ میں خاص قریشی ہوں۔ بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کردیا۔ بکر نے گھر جاکر لڑکی سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح زید کے ساتھ کردیا ہے تو وہ لڑکی جو بالغہ تھی رونے پیٹنے لگی۔ جس کو باہر کے لوگوں نے سنا اور بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ قریشی نہیں ہے بلکہ ترک ہے ایک گاؤں کا رہنے والا ہے اس صورت میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ یہ نکاح موافق تصریحات فقہا صحیح نہیں ہوا کہ اولاً بالغہ کی بے اجازت اس کا نکاح نہیں ہوتا اور سکوت اور رونے کو اگرچہ فقہاء نے اجازت پر محمول فرمایا ہے مگر یہ رونا پیٹنا جیسا کہ سوال میں درج ہے دلیل اجازت نہیں ہے بلکہ انکار کی دلیل ہے دوسرے شوہر نے اپنا نسب قریشی بتلایا اور اس پر بکر نے اپنی

[1] فلا تجبر البالغۃ علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ص ۲۹۷ ج ۲) ظفیر

دختر کا نکاح اس سے کیا اور پھر ظاہر ہوا کہ شوہر کا نسب قریشی نہیں ہے تو اس صورت میں نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ قال فی الشامی کیف والبکاء بالصوت دلیل قرینۃ علی الرد وعدم الرضاء الخ ص ۲۹۹ وفی الدر المختار تزوجتہ علی انہ حر او سنی الخ فبان بخلافہ او علی انہ فلان ابن فلان فاذا ھو لقیط او ابن زنا کان لہ۔ا الخیار الخ[1]۔ فقط

باپ نے کسی گناہ کی وجہ سے جبراً نکاح کر دیا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۹۱۶) محمودہ بیوہ ایک زمیندار عورت ہے اس کا کارندہ ایک کافر ہے اس سے محمودہ کا ناجائز تعلق ہے اسی وجہ سے محمودہ باوجود کوشش کے بھی کسی طرح نکاح ثانی پر تیار نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں محمودہ کی والدہ محمودہ کا نکاح جبراً کر سکتی ہے یا نہیں، یا عدالت سے چارہ جوئی کر کے اس کافر کو محمودہ کے گھر آنے سے روک سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ محمودہ کا نکاح بدون اس کی اجازت و رضا کے اس کی والدہ جبراً نہیں کر سکتی ہے[2]۔ البتہ اس میں کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا فر اجنبی سے تعلق ناجائز قطع کرایا جاوے اور پردہ کرایا جاوے اور جس طریق سے بھی موقع تہمت سے اس کو بچایا جاوے اس میں سعی کی جاوے۔ فقط

نابالغہ سمجھ کر باپ نے نکاح کیا مگر لڑکی بالغہ تھی، انکار کر دیا تو کیا حکم ہے

سوال (۹۱۷) زید نے اپنی لڑکی کا عقد اس کو نابالغہ سمجھ کر ایسے لڑکے کے ساتھ کر دیا کہ وہ لڑکی اپنے شوہر سے کسی طرح راضی نہیں اور شوہر کسی طرح طلاق دینے پر راضی نہیں ایسی حالت میں اگر محلہ کی پنچوں کو جمع کیا جاوے جس میں ایک عالم بھی ہو اور ان سے تفریق کا حکم کرا لیا جاوے یا اکثر جگہوں میں اسلامی قاضی مقرر کیئے گئے ہیں وہ اگر تحقیق کر کے تفریق کا حکم دے دیں تو یہ تفریق معتبر ہوگی اور اس کا حکم طلاق کا ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب۔ ان وجوہ سے تفریق نہیں ہو سکتی اور وہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہے

---

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۶ تحت قولہ والکفاءۃ ھی حق الولی لا حقھا　نیز دیکھئے الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب العنین وغیرہ قبیل باب العدۃ ج ۲ ص ۸۲۲　۱۲ ظفیر مفتاحی

[2] ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷) ظفیر

اور طلاق نہیں ہے البتہ اگر زید نے اپنی دختر کو نابالغہ سمجھ کر بدون اس سے اجازت لینے اور دریافت کرنے کے اس کا نکاح کر دیا تھا اور درحقیقت وہ بالغہ تھی، وراس نے اطلاع پانے پر فوراً انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح اول سے ہی باطل ہوا تفریق کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر اس نے اجازت لینے کے وقت یا اطلاع پانے کے وقت سکوت کیا تو نکاح ہوگیا اور وجوہ مذکور کی وجہ سے تفریق نہ ہو سکے گی بلکہ شوہر کی طرف سے طلاق دینے کی ضرورت ہے۔

نابالغہ لڑکی کے باپ کے ایجاب اور نابالغ کے باپ کے قبول سے نکاح ہوگیا

سوال (۹۱۸) لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے نابالغ لڑکے سے کر دیا، لڑکے نابالغ کے باپ نے ایجاب کیا، پھر لڑکے کا باپ لڑکے کو اجازت دیوے تب لڑکے کا حق ہوتا یا دوسری دفعہ اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہوتی؟

الجواب دوسری دفعہ ایجاب دینے کی ضرورت نہیں ہے پس جب کہ دختر نابالغہ کے باپ نے ایجاب کے ساتھ تکلم کیا اور شوہر نابالغ کے باپ نے قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔

لڑکی کا نکاح ماں نے کیا چچا نے رد کر دیا پھر اجازت دی تو کیا حکم ہے۔

سوال (۹۱۹) ایک عورت بیوہ نے اپنی دختر کا نکاح اپنی ولایت سے کر دیا لیکن لڑکی کے چچا زندہ ہیں وہ اُس وقت موجود نہ تھے جب چچا کو خبر ہوئی تو انہوں نے شور و شر کے بعد بعوض کسی لالچ کے راضی ہو کر اسٹامپ پر تحریر کر دیا کہ ہم نے برضا و رغبت خود اسی نکاح کو منظور کیا۔ شرعاً یہ نکاح معتبر ہے یا غیر معتبر؟

الجواب اس صورت میں ولی شرعی نابالغہ کے نکاح کا چچا تھا والدہ ولی نہ تھی لیکن اگر چچا اتنا دور تھا کہ اس سے رائے و مشورہ لینا دشوار تھا اور اس کے انتظار میں فوات کفو کا اندیشہ تھا اور عند البعض تین دن کے سفر پر تو والدہ ولی ہو گئی تھی اور اس کا نکاح کیا ہوا صحیح ہوگیا اور بصورت دوری مذکور نہ ہونے کے والدہ کا کیا ہوا نکاح چچا کی اجازت و رضا پر موقوف تھا[1]۔ جب اول خبر

---

[1] الولی فی النکاح الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام الخ وللولی الا بعد التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ مسافۃ القصر واختار الملتقی مالم ینتظر الکفوء الخاطب جوابہ الخ (الدر المختار باب الولی ج ۲ ص ۳۱۲ و ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر

نکاح کی سن کر چچا نے انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا۔ بعد کی رضامندی اور اجازت معتبر نہیں ہے پس وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ فقط

غیر کفو میں چچا نے لڑکی کی جو شادی کی وہ صحیح نہیں ہوئی

سوال (۹۲۰) میری طفولیت میں میرا باپ انتقال کر گیا چچا موجود ہے اور وہ تخمیناً پندرہ میل کے فاصلے پر ہے میری نابالغی کی حالت میں میری والدہ نے بغیر اطلاع میرے چچا کے ایک شخص غیر کفو کے ساتھ میری شادی کر دی از روئے شریعت یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہوں یا نہیں۔؟

الجواب درمختار میں ہے وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیه الخ لا یصح النکاح من غیر کفو الخ[۲] اس سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں جو نکاح نابالغہ کا سوائے باپ دادا کے دوسرا ولی کر دے وہ صحیح نہیں ہے پس دوسرا نکاح درست ہے۔ فقط

بالغہ لڑکا لڑکی نے ایجاب وقبول نہیں کیا بلکہ دونوں کے والدین نے کیا نکاح ہوا یا نہیں

سوال (۹۲۱) ایک لڑکی کا بطور منگنی ایجاب ہوا لڑکی لڑکا ہر دو بالغ تھے مگر بوقت ایجاب حاضر نہ تھے ان سے ایجاب نہیں ہوا بلکہ ہر دو کے والد نے آپس میں کیا علماء بھی موجود تھے عام مجلس تھی اب وہ لڑکی اس لڑکے سے بوجہ ولد الزنا ہونے کے نکاح کرنا نہیں چاہتی اور لڑکی خواندہ قرآن ہے آیا وہ طلاق سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا کہ بغیر اس کے ہو سکتا ہے عرصہ سے وہ اس تردد میں رہتی ہے ایک عالم جو کہ موجود تھا وہ کہتا ہے کہ دوسری جگہ نہیں ہو سکتا اور دوسرا کہتا ہے کہ نکاح دوسری جگہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں واضح طور پر تحریر کیا جاوے۔ فقط

الجواب ۔ اس صورت میں نکاح منعقد اور لازم نہیں ہوا کیوں کہ جب دونوں لڑکے اور لڑکی بالغ تھی اور دونوں یعنی لڑکے اور لڑکی بالغہ کی طرف سے ان کے باپ نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لیا تو وہ نکاح اجازت پر لڑکے ولڑکی کے موقوف ہو گیا اور درصورت کفو میں کر دینے ولی کے لڑکی کی جانب سے سکوت اس کا رضا کے لیے کافی نہیں

---

[۱] جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے ولو استاذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الاصح بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۳) [۲] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۹ ۱۲ ظفیر

تاوقتیکہ تصریح رضامندی کی نہ ہو اور جب کہ لڑکی رضامند نہیں ہے اور نکاح سے انکار کرتی ہے تو نکاح صحیح نہیں ہوا جیسا کہ شامی میں ہے واختلف فیما اذا زوجھا غیر کفؤ فبلغھا فسکتت فقالا لا یکون رضاً الخ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکی کا ماموں اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو کیا حکم ہے

سوال (۹۲۲) ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے باوجود اس کے والد اور دیگر قریبی رشتہ دار موجود ہونے کے ولی بن کر زید نابالغ سے کر دیا، جب ہندہ کو کچھ سمجھ پیدا ہوئی تو اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا۔ اب جب وہ بالغہ ہوئی تو زید کو بلا کر کہا کہ میں چوں کہ تم سے راضی نہیں لہذا اپنا عقد توڑ دیا کیا ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا اور وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اگر کر سکتی ہے تو کیا عدت کرنا پڑے گی؟

الجواب- باپ دادا وغیرہ عصبات کی موجودگی میں ماموں ولی نہیں ہے اگر ماموں کے عقد کو باپ نے جائز رکھا تھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا - بعد بلوغ کے ہندہ کے اس کہہ دینے سے کہ میں نے عقد توڑ دیا نکاح فسخ نہیں ہوا اور دوسری جگہ ہندہ اپنا نکاح نہیں کر سکتی اور اگر ماموں کے عقد کی اجازت باپ وغیرہ اولیاء نے نہیں دی تھی اور انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ پس ایسی حالت میں کہ پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ ہندہ اپنا نکاح بعد بلوغ کے دوسری جگہ کر سکتی ہے[1]۔ فقط

نہ عدت میں نکاح درست ہے اور نہ بالغہ کی رضامندی کے بغیر

سوال (۹۲۳) ایک بیوہ بالغہ نے عدت کے اندر بخوشی اپنے دیور سے نکاح کر لیا۔ ابھی عدت ختم نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی کا باپ جبراً لڑکی کو لے گیا اور ایک غیر شخص سے جس کی عمر پچاس سال ہے بلا رضامندی اس لڑکی کے نکاح کر دیا اور عورت کے دیور مذکور نے دخل زوجیت کا دعویٰ کر دیا ہے اس وجہ سے عورت کے باپ نے عورت کو اس کے دیور کے یہاں جس سے اول نکاح ہوا تھا

---

[1] ردالمحتار للشامی باب الولی ج ۲ ص ۔ ظفیر [1] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (درمختار) والظاھر ان سکوتہ ھنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر)

بھیج دیا اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ۔؟

الجواب ۔ عدت میں جو نکاح دیور سے ہوا وہ شرعاً باطل اور لغو ہے اس کا اعتبار نہیں ہے[1] اور باپ نے جو نکاح لڑکی کا دوسرے شخص پچاس سالہ سے کیا وہ بھی بلا رضامندی و اجازت لڑکی کے صحیح نہیں ہوا[2] کیوں کہ اس صورت میں لڑکی کی اجازت صریحۃً یا دلالۃً ضروری ہے اور دلالۃً اجازت یہ بھی ہے کہ مہر یا نفقہ کا مطالبہ شوہر سے کرے یا اس کو وطی پر قدرت دے کما فی الدرالمختار بل لابد من القول کالثیب البالغۃ الخ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا و نفقتھا و تمکینھا من الوطی الخ[3] اور یہ رضا دلالۃً اس وقت معتبر ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے وہ لڑکی اس نکاح سے انکار نہ کر چکی ہو اور اگر انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح باطل ہو گیا[4] ۔ الغرض اگر لڑکی کی رضامندی قولاً یا دلالۃً نہیں پائی گئی تو دوسرا نکاح بھی باطل ہوا اس حالت میں دونوں میں سے کوئی نکاح بھی صحیح نہیں ہے اور کسی کے گھر بھی رخصت کرنا درست نہیں ہے اب جس سے لڑکی رضامند ہو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح ہونا چاہیئے ۔

تنبیہ (بجواب سوال مکرر) بندہ کی مراد اس سے وہ نکاح ہے جو باپ نے کیا تھا پس اگر پہلے سے لڑکی کو خبر نہ تھی تو بعد نکاح کے جب اس کو خبر ہوئی ۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو نکاح باطل ہوا ۔ اور اگر انکار نہیں کیا اور پھر اس خاوند کے گھر رخصت ہو کر وطی وغیرہ بخوشی واقع ہوئی تو یہ بھی رضامندی سمجھی جاتی ہے لہٰذا نکاح صحیح ہو گیا اور جس سے عدت میں نکاح ہوا وہ بالکل باطل ہوا ۔ عدت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا اور اس میں قرابت داری کا کچھ لحاظ اور خیال نہیں ہے[5] ۔ فقط

---

[1] اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدتہ الخ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً رد المحتار باب المحرمات ج ۲ ص ۴۸۲ و باب العدۃ ج ۲ ص ۸۳۵) [2] و لا تجبر البالغۃ علی البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۰) ظفیر [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲ و ج ۲ ص ۴۱۳) ۱۲ ظفیر [4] بخلاف ما لو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد (ایضاً ج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر [5] لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذا المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج (عالمگیری مصری کتاب النکاح القسم السادس ج ۲ ص ۲۶۴) ظفیر

دادا کے رہتے ہوئے چچا ولی نہیں ہوسکتا۔

سوال (۹۲۴) زید فوت ہوا اس نے زوجہ اور باپ اور چچازاد بھائی اور نابالغ اولاد چھوڑی۔ زید کی نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور ولی نابالغان کا کون ہے۔؟

الجواب۔ اس صورت میں زید کی اولاد نابالغہ کا ولی زید کا باپ ہے پس اگر وہ لڑکی جس کا نکاح کیا ہے نابالغہ ہے تو اس کے دادا کی اجازت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے[1] چچا نے اگر دادا کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا[2]۔ فقط

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے بغیر طلاق دوسرا نکاح جائز نہیں

سوال (۹۲۵) مسماۃ کریمن کا نکاح سات برس کی عمر میں اس کے باپ نے[3] ایک شخص سے کر دیا تھا لیکن بعد دو سال کے اس کی ماں اپنی لڑکی کریمن کو لے کر بھاگ گئی اور بعد دو تین سال کے جب اس کی عمر گیارہ برس کی ہوئی تو اس کی ماں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔ باپ مر چکا تھا پھر وہاں سے بھی نکل گئی اب زید اس سے عقد کرنا چاہتا ہے اور ہر دو خاوندوں میں سے کسی نے طلاق نہیں دی تو زید عقد کر سکتا ہے یا کیا حکم ہے

الجواب۔ پہلا نکاح جو باپ نے کیا تھا وہ صحیح ہوگیا تھا وہ فسخ نہیں ہوا۔ زید اگر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو شوہر اوّل سے طلاق دلوا کے اس وقت زید نکاح کر سکتا ہے[3]۔ فقط

اجنبی اگر بالغہ لڑکی سے اجازت چاہے تو اس کا خاموش رہنا اجازت کے حکم میں نہیں ہے

سوال (۹۲۶) ایک ناکتخدا بالغہ لڑکی سے ایک اجنبی شخص نے اجازت نکاح طلب کی وہ اجنبی نہ لڑکی کا محرم ہے اور نہ لڑکی اس کے سامنے آتی ہے اور لڑکی کے ولی یعنی لڑکی کے باپ

---

[1] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیھا (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق الخ (ردالمحتار باب الولی ص۲۲ ج۲ ص۴۲۸)

[2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الولی ج۲ ص۴۳۲) ظفیر

[3] ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا الخ فان زوجھما الاب والجد الخ فلا خیار لھما بعد البلوغ (ہدایہ باب فی الاولیاء ج۲ ص۲۹۵ و ج۲ ص۲۹۶) ظفیر

کے چچازاد بھائی موجود ہیں لیکن ان کو کچھ اطلاع نہ کی گئی اور یہ محض اس خیال سے کہ اگر ان کو اطلاع ہوئی تو معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ غرض خفیہ طور سے اس لڑکی سے اجازت نکاح طلب کی لڑکی نے کچھ جواب نہیں دیا بالکل ساکت رہی۔ باہر آکر اس کا نکاح پڑھا دیا اور اس کے سکوت کو اجازت بنایا۔ آیا صورت مذکور میں یہ سکوت اجازت ہوگا یا نہیں اور یہ نکاح جو بلا اجازت و بغیر اطلاع ولی محض اجنبی کے کہنے سے کر دیا گیا منعقد ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب - اگر نا کتخدا بالغہ سے اجازت لینے والا ولی قریب کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص ہے تو تاوقتیکہ وہ زبانی اجازت نہ دے اور بہ تکلم رضامندی کا اظہار نہ کرے تو از روئے شرع رضامندی نہیں ہو سکتی اجنبی کے دریافت کرنے کی صورت میں سکوت رضامندی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ سکوت کا رضامندی پر دلالت کرنا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب اجازت لینے والا ولی قریب ہو۔ چوں کہ صورت مذکورہ میں بالغہ مذکورہ نے زبانی اجازت نہیں دی اور رضامندی نہیں پائی گئی اور صحت نکاح کے لئے رضامندی اس کی ضروری تھی لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہدایہ میں ہے وان فعل ھذا غیر الولی یعنی استامر غیر الولی او ولی غیرہ اولیٰ منہ لم یکن رضا حتی تتکلم[1] اس صورت میں چوں کہ اجنبی نے نکاح کی اجازت مسماۃ سے طلب کی ہے تو مسماۃ کا زبانی اجازت دینا ضروری ہے خاموش رہنا کافی نہیں جب خاموش رہی نکاح نہیں ہوا۔ فی الدر المختار فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ[2]۔

الجواب الثانی سکوت بالغہ کا اس صورت میں اجازت اور رضا نہیں ہے اور اس سکوت کا اعتبار نہیں ہے فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا الخ الدر المختار[3] پس وہ نکاح موقوف رہے گا بالغہ کی اجازت پر۔ اگر بعد نکاح اس نے صراحتاً اس نکاح کو جائز رکھا یا کوئی ایسا فعل کیا جو رضا پر دال ہو۔ جیسے تمکین وطی، طلب مہر ونفقہ وخلوت برضا بالغہ تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا ورنہ ناجائز اور باطل ہوگا جیسا کہ در مختار میں ہے عبارت

---

[1] ہدایہ۔ باب فی الاولیاء ج۲ ص۲۹۴۔ ۱۲ ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۲۱۳۔ ۱۲ ظفیر [3] ایضاً۔

مذکورہ کے بعد یہ مذکور ہے بل لابد من القول الخ اوما ھو فی معناہ من فعل یدل علی رضاء کطلب مھرھا ونفقتھا اوتمکینھا من الوطی وخلوتہ بھا برضاھا الخ وفی الشامی عن الظھیریۃ ولو خلا بھا برضاھا ھل یکون اجازۃ لا روایۃ لھذہ المسئلۃ وعندی ان ھذا اجازۃ وفی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ[۱] الخ (شامی ص۴۱۳ ج۲) وفی الدر المختار ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی الخ وفی الشامی ایضاً واما الضحک فذکر فی فتح القدیر اولاً انہ کالسکوت لا یکفی وسلم ھھنا انہ یکفی الخ (ردالمختار باب الولی ج ۲ ص) ظفیر

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے نانا اس کا نکاح نہیں کر سکتا

سوال (۹۲۷) ایک شخص کی لڑکی ابتدا سے اپنے نانا کے زیر پرورش رہتی ہے باپ نے اول سے اس لڑکی سے تعلق قطع کر رکھا ہے کسی قسم کی خبر نہیں لیتا اس حالت میں اس لڑکی کا عقد اس کا نانا کر سکتا ہے یا نہیں اور علامات بلوغ کیا ہیں؟

الجواب ۔ جب کہ ابھی وہ لڑکی نابالغہ ہے بدون باپ کی رضامندی واجازت کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا کیوں کہ ولی شرعی اس حالت میں باپ ہے[۳] البتہ جب وہ لڑکی بالغہ ہو جاوے تو خود اس کی اجازت سے کفو میں اس کا نکاح صحیح ہو جاوے گا اور بالغہ ہونا لڑکی کا حیض سے معلوم ہوگا یا اگر حیض نہ آوے تو پندرہ برس کی عمر ہونے پر شرعاً بالغہ ہو جاوے گی ۔ یعنی سولہویں برس کے شروع ہونے پر[۴] ۔ ہکذا فی کتب الفقہ ۔ فقط

لا نکاح الا بولی کا مطلب

سوال (۹۲۸) زینب بالغہ نے بغیر اذن ولی ابعد کے بموجودگی حقیقی دادی وعدم موجودگی ماں کے بحضور شاہدین عمر سے نکاح کر لیا اور ولی ابعد اور ماں اس نکاح سے راضی

---

[۱] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص۴۱۳) ۱۲ ظفیر [۲] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص۴۱۳ ظفیر [۳] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص۴۲۷) ظفیر [۴] وبلوغ الجاریۃ بالحیض والاحتلام والحبل فان لم یوجد ذلک فحتی یتم لھا سبع عشرۃ سنۃ عند ابی حنیفۃ وقالا اذا تم للغلام والجاریۃ خمس عشرۃ سنۃ فقد بلغا وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ (ھدایۃ کتاب الحجر فصل فی حد البلوغ ج ۳ ص۳۴۱) ظفیر

نہیں اگر یہ نکاح صحیح ہے تو حدیث لا نکاح الا بولی کا کیا مطلب ہے، اور اس کا کیا جواب ہوگا۔

الجواب - بالغہ کا نکاح بلا اذن ولی کفو میں صحیح ہے اور غیر کفو میں صحیح نہیں علی المذہب المختار اور یہی محمل ہے حدیث لا نکاح الا بولی کا۔ ان فقہا کے نزدیک جو غیر کفو میں نکاح کو صحیح نہیں کہتے اور جو صحیح موقوف علی اجازۃ الولی کہتے ہیں ان کے نزدیک محمول ہے نفی کمال پر اور مطلب یہ ہے کہ بدون ولی کی اجازت کے جو نکاح ہوگا وہ قریب ہے کہ ٹوٹ جاوے یعنی ولی اگر چاہے اس کو فسخ کر سکتا ہے اور شامی نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث مذکور کے معارض ہے دوسری حدیث الایم احق بنفسہا من ولیہا رواہ مسلم اور یہ قوی ہے اس حدیث لا نکاح الا بولی سے اس لئے راجح ہے اس پر۔ الحاصل صورت مذکورہ میں اگر نکاح زینب بالغہ نے کفو میں بموجودگی شاہدین کے کیا ہے تو منعقد ہوگیا[1]۔

بغیر اجازت ولی نابالغہ کا نکاح درست نہیں۔

سوال (۹۲۹) ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی زید کے ساتھ ہوا اور کوئی ولی ہندہ کا بوقت نکاح موجود نہیں تھا آیا نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب - نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی کے نہیں ہوتا۔ کذا فی الدر المختار وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر[2] الخ۔ فقط

صغیر اولاد کے ولی باپ ہیں

سوال (۹۳۰) ہم اپنی اولاد پر خود قادر ہیں جہاں چاہیں شادی کریں یا شریعت کے محتاج ہیں۔؟

الجواب - اولاد کا اختیار اللہ تعالیٰ نے باپ کو دیا ہے جہاں وہ مصلحت دیکھے نکاح کر دے۔ شرعاً اس کو کچھ روک نہیں ہے[3]۔ فقط

دادا کا بھائی جو ولی ہے اگر لڑکی کی والدہ کو اختیار دے دے اور پھر خود ہی کر دے تو کیا حکم ہے

سوال (۹۳۱) ایک لڑکی نابالغہ جس کا کوئی ولی اقرب سوائے برادر جد حقیقی کے اور والدہ کے اور کوئی نہیں ہے

---

[1] فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) ظفیر

[2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۱۲ ظفیر

[3] نابالغ ہے تو باپ کی صوابدید پر ہے اور بالغ ہے تو اولاد کی اجازت ضروری ہے بالغ اولاد پر شادی میں جبر کا اختیار نہیں ہے الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ لا مکلفۃ فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی الخ ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح (ایضاً ص ۴۰۷ ج ۲) ظفیر

اور جد حقیقی کا بھائی اپنی پوتی کا اختیار عقد والدہ نابالغہ کو دیتا ہے اور تحریر بھی کر دیتا ہے کہ بلا رضامندی والدہ نابالغہ کے مجھے نکاح کا کچھ اختیار نہ ہوگا اس کے بعد بلا رضامندی والدہ کے نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے یہ عقد شرعاً جائز ہے یا اب والدہ ولی ہے۔

الجواب - اس کہہ دینے اور لکھ دینے سے ولایت اور اختیار نکاح نابالغہ کا اخ الجد کے بیٹے جو ولی اقرب ہے ساقط نہیں ہوا البتہ اگر والدہ بوجہ اختیار دے دینے کے نکاح نابالغہ کا کر دیتی تو وہ بھی صحیح ہو جاتا لیکن اخ الجد کی ولایت اس سے سلب نہیں ہوئی۔ پس جو نکاح اس نے اپنی ولایت سے کیا وہ صحیح ہے در مختار میں ہے والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر الخ شاء اوابی الخ وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون الخ[1] فقط

ولی نکاح چچا ہے ماموں نہیں اور مال کا ولی کوئی نہیں

سوال (۹۳۲) سماۃ کنیز و مریم یتیم ہیں اور ان کے ورثا میں ایک چچا علاتی ہے اور ایک ماموں حقیقی ہے ابتدا سے زیر ولایت چچا کے رہیں اس چچا نے جو ان کا حصہ پدری ان کی جائداد میں پہنچتا تھا ایک فرضی بیعنامہ ظاہر کر کے اس تمام جائداد کو اپنے نام کر کے رقم کثیر میں رہن کر دی اب ماموں چاہتا ہے کہ وہ لڑکیاں چچا کی ولایت سے نکل کر میری ولایت میں آ دیں تاکہ ان کے حقوق تلف کردہ کو ثابت کرے اور قائم کرے ایسی حالت میں ولایت چچا نقصان پہونچانے والے کی منسوخ ہو کر ماموں کی طرف منتقل ہو سکتی ہے یا نہیں -؟

الجواب - ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں چچا کو ہے کیوں کہ وہ عصبہ ہے ماموں کو ولایت نکاح بموجودگی چچا کے نہیں ہے اور نابالغہ کے مال کی ولایت اور اختیار نہ چچا کو ہے نہ ماموں کو۔ پس چچا نے جب کہ نابالغہ کو نقصان پہونچایا تو اس کو نابالغہ کے مال میں تصرف کرنے سے روکنا چاہیئے درمختار میں ہے۔ الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ الخ قولہ لا المال فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ الخ ردالمحتار ج ۲ ص ۳۱۱[2] - وولیہ ابوہ ثم وصیہ الخ دون الام الخ (درمختار) قال الزیلعی واما ما عدا الاصول من العصبۃ کالعم والاخ اوغیرھم کالام الخ لا یصح اذنھم لہ لانھم لیس

---

[1] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۲ - ۱۲ ظفیر

[2] ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲ - ۱۲ ظفیر

لہم ان یتصرفوا فی مالہ الخ شامی ج۵ ان عبارات سے واضح ہوا کہ چچا کو بچہ کے مال کی ولایت نہیں ہے البتہ نکاح کی ولایت ہے ۔ سو ولایت نکاح ماموں کی طرف بحالت موجودہ منتقل نہ ہوگی ۔ فقط

بالغہ نکاح میں خود مختار ہے مگر کفارت کا لحاظ ضروری ہے

سوال (۹۲۳) زید نے انتقال کیا، بھائی، ماں، باپ، بیوہ، دختر چھوڑے ۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ماں باپ نے بھی انتقال کیا لڑکی بخوشی ورضامندی اپنی ونیز اپنی ماں کی بکر سے جو اس کی برادری سے ہے عقد کرنا چاہتی ہے چچا حقیقی معترض ہے کہ بکر کفو نہیں ہے اور اپنے بیٹے سے عقد کرنا چاہتا ہے جو لڑکی اور اس کی والدہ کو چند وجوہ سے ناپسند ہے اس صورت میں کیا حکم ہے اور لڑکی کتنی عمر میں بالغہ سمجھی جاتی ہے اور کیا زید کا بھائی حق ولایت رکھتا ہے ۔ کفو کا اعتبار کسی وقت ساقط ہوسکتا ہے یا نہ ۔ ہندوستان میں کون کس کا کفو ہوسکتا ہے ۔ کفو وغیر کفو کی تعریف کیا ہے ۔

الجواب شرعاً پندرہ برس کی عمر میں لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے اور اگر اس سے پہلے کوئی علامت بلوغ کی مثل حیض وغیرہ کے پائی جاوے تو پہلے ہی بالغہ ہوجاوے گی اور چچا بیشک اس صورت میں ولی ہے لیکن ولی کو نابالغہ پر تو جبراً اختیار نکاح کرنے کا ہے بالغہ پر نہیں ہے[1] بالغہ خود اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرسکتی ہے غیر کفو میں نہیں کرسکتی ۔ غیر کفو میں بلاشک ولی کو رد کرنے کا اختیار ہے اور کفو کا اعتبار کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور کفو ہونا باعتبار نسب اور باعتبار دیانت وپرہیزگاری اور باعتبار تمول وعدم تمول اور باعتبار پیشہ کے معتبر ہے اور تفصیل ان سب امور کی کتب فقہ میں ہے یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے[2] ۔ فقط

لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے

سوال (۹۲۴) ملک بنگال میں اکثر یہ دستور ہے

لہ رد المحتار کتاب الماذون مطلب فی تصرف الولی ومن لہ الولایۃ علیہ ج۵ ص۱۵۲ ج۵ ص۱۵۱ ۲ لہ وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ وان لم یعقد علیہا ولی بکرا کانت او ثیبا الخ ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح (ہدایۃ باب فی الاولیاء ج۲ ص۲۹۳ وج۲ ص۲۹۶) ظفیر ۳ لہ واذا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفوء فللاولیاء ان یفرقوا بینہما دفعا لضرر العار عن انفسہم (ہدایۃ فصل فی الکفاءۃ ج۲ ص۳۲۰)

کہ ولی لڑکی بالغہ کو قبل عقد نکاح کے مع چند اقارب کے بارات کے ساتھ دوہا کے مکان میں رخصت کر دیتا ہے جب لڑکی دولہا کے گھر پہونچتی ہے تب تین شخص اس کے پاس جاتے ہیں اور ایک ان میں سے لڑکی سے پوچھتا ہے کہ تم بالوساطت میری وکالت کے بعوض مہر کذا و کذا اپنے نفس کو فلاں بن فلاں کی زوجیت میں دینا قبول کرتی ہو۔ لڑکی کہتی ہے قبول۔ تب یہ تینوں شخص مجلس دولہا میں آتے ہیں اور دولہا سے پوچھتے ہیں کہ فلاں بنت فلاں نے بعوض مہر کذا اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے تم نے اس کو قبول کر لیا ہے تب دولہا قبول کہتا ہے۔ اس طرح نکاح درست ہوتا ہے یا نہیں۔ اور نابالغہ کو خیار بلوغ باقی رہتا ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ اس صورت میں بالغہ کا نکاح منعقد ہو جانا تو ظاہر ہے کیوں کہ خود بالغہ سے اجازت لی گئی ہے اور در مختار میں ہے فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی الخ اور یہاں تو ولی کی رضامندی بھی ظاہر ہے اور نابالغہ کے نکاح کے لیئے اگر ولی ان لوگوں کو جو نکاح خواں سے نکاح خوانی کو کہتے ہیں وکیل بنا دیا جاتا ہے اور نابالغہ کو بعد بلوغ اختیار فسخ کا بشرائط باقی رہتا ہے کما فی الدر المختار وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب الخ لا یصح النکاح من غیر کفو الخ وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء الخ[۱]

چچا کا کیا ہوا نکاح لڑکی بغیر قضائے قاضی فسخ نہیں کر سکتی

سوال (۹۲۵) ایک شخص نے انتقال کیا۔ لڑکی نابالغہ و زوجہ اور ایک اپنا بھائی چھوڑا متوفی کی زوجہ نے اس کے بھائی یعنی لڑکی نابالغہ کے تایا سے نکاح کر لیا اور لڑکی نابالغہ کے تایا نے لڑکی مذکورہ یعنی اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر لیا۔ باہمی جھگڑوں کی وجہ سے لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی اپنی والدہ کے ایما سے یا اپنی سمجھ سے نکاح سے انکار کر دیا اور شوہر نے بھی اپنے دوستوں سے یہ کہا کہ میرا کوئی تعلق اس عورت سے نہیں ایسی حالت میں لڑکی کا دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ اس لڑکی کا ولی اس صورت میں اس کا تایا ہے اگر بحالت عدم بلوغ دختر کے اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کیا تو وہ نکاح صحیح ہوا۔ اور اس زمانہ میں قضاء شرعی نہ ہونے

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ ظفیر [۲] ایضاً ج ۲ ص ۴۱۹ ظفیر

کی وجہ سے عورت کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہوا[1] اور یہ کہنا شوہر کا کہ میرا کوئی تعلق اس عورت سے نہیں۔ صریح طلاق نہیں ہوا بلکہ کنایہ ہے[2]۔ اس میں نیت شوہر کا اعتبار ہے اگر وہ کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی تو اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہذا بدون طلاق اپنے شوہر کے اس عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ فقط

سوال (۹۳۶) ایک لڑکی برس ڈیڑھ برس کی تھی اس کے والدین مشرک تھے وہ مرگئے۔ حاکم نے ایک مسلمان کے سپرد کردیا اب وہ مسلمان اس کی شادی کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع الخ وفی الشامی لانہ یعتمد الولایۃ من القرابۃ والملک والسلطنۃ ولا وجود لواحد منہا نہر الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ مسلم اس لڑکی نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا البتہ بعد بلوغ اس کی اجازت سے نکاح صحیح ہوجاوے گا۔

بالغ کا ولی نے نکاح کردیا بالغ خاموش رہا پھر انکار کردیا

سوال (۹۳۷) زید در مرض الموت خود عمرو پسر بالغ را ہمراہ زینب نکاح ساخت۔ آنوقت عمر در مجلس نکاح حاضر نہ بود است اکنوں عمر نکاح خود ہمراہ زینب منظور نمی دارد۔ آیا نکاح زینب با عمرو درست است یا نہ۔

الجواب۔ اگر عمرو بعد اطلاع آں نکاح پدر را رد نہ کرد و صراحۃً و دلالۃً آں نکاح را جائز داشت نکاح منعقد شد و بعد ازاں انکار عمرو ببطلان نکاح صحیح نخواہد شد و اگر عمرو بعد اطلاع نکاح مذکور را رد کرد نکاح مذکور باطل شد۔

غیر کفو میں ماں کا کیا ہوا نکاح صحیح نہیں ہے

سوال (۹۳۸) زید سفر میں ہے زید کی عورت مسماۃ ہندہ نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے نابالغ سے جو غیر کفو ہے کیوں کہ لڑکے کا باپ

---

[1] ولہما الخ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ الخ بشرط القضاء للفسخ (درمختار) حاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختیار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) ظفیر [2] کنایۃ مالم یوضع لہ الخ فالکنایات تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال (درمختار) قولہ قضاء قید بہ لانہ لا یقع دیانۃ بدون النیۃ (رد المحتار باب الکنایات ج ۲ ص ۶۳۶) ظفیر

بھتیجا رہ ہے بغیر رضامندی اپنے شوہر یعنی لڑکی کے والد کے کردیا ماں کی اجازت سے جو نکاح لڑکی نابالغہ کا غیر کفو میں ہوا وہ صحیح ہے یا نہ۔؟

الجواب ۔ اس صورت میں ماں کی اجازت سے جو نکاح نابالغہ کا غیر کفو میں ہوا وہ صحیح نہیں ہوا۔ ہکذا فی الدر المختار[1]۔ فقط

باپ کے رہتے ہوئے دوسرا ولی نہیں ہوسکتا۔

سوال (۹۳۹) زید کی دختر صالحہ کو جب کہ صالحہ کی ماں فوت ہو گئی تھی عمر نے پرورش کیا زید نے عمر کے حوالہ کردی تھی۔ صالحہ کو عمر نے حالت نابالغی میں بکر کے ساتھ واسطے مناکحت منسوب کیا۔ زید زندہ ہے کسی وجہ سے صالحہ کو بکر کے ساتھ منسوب کرنے میں رضامند نہیں۔ اب عقد صالحہ نابالغہ کا باجازت عمر بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں

الجواب ۔ صالحہ نابالغہ دختر زید کا ولی زید ہے عمر کی اجازت سے بلا اجازت زید کے صالحہ کا نکاح درست نہیں ہے۔ ہکذا فی عامۃ کتب الفقہ[2]۔ فقط

بھائی کے رہتے ہوئے سوتیلا باپ ولی نہیں ہے

سوال (۹۴۰) ایک لڑکی نابالغ کا سوتیلا باپ اور حقیقی ماں موجود ہے اور لڑکی کا حقیقی بڑا بھائی بالغ ایک روز کی مسافت پر ہے۔ اگر سوتیلا باپ اور حقیقی ماں کسی شخص سے نابالغہ کا نکاح کردیں اور حقیقی بھائی کو عقد کے بعد خبر ہو اور وہ اجازت نہ دے اور راضی نہ ہو تو ایسی حالت میں نکاح درست ہوسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب ۔ ایسی حالت میں ولی شرعی اس نابالغہ کا اس کا حقیقی بھائی ہے اگر اس نے اجازت نہ دی تو نکاح نہیں ہوا۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ[3]۔ فقط

غیر ولی کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔

سوال (۹۴۱) ایک لڑکی نابالغہ یتیمہ جس کی ماں

---

[1] ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر [2] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر

[3] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر۔

نے نکاح ثانی کر لیا ہے رشتہ کی نانی کی زیر پرورش رہی اس کا نکاح اس رشتہ کی نانی کی ولایت سے جب کہ وہ نابالغہ تھی کر دیا گیا۔ اب لڑکی جوان ہے اور اپنے شوہر سے بوجہ اس کی کم عمر ہونے کے متنفر ہے آیا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہ اور پہلا نکاح صحیح ہے یا کیا۔؟

الجواب۔ وہ رشتہ کی نانی بموجودگی والدہ کے اس نابالغہ لڑکی کی ولی نہ تھی اس نے جو نکاح بحالت عدم بلوغ دختر کے کیا وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف تھا اور ولی نکاح میں عصبات ہوتے ہیں علی ترتیب الارث والحجب پھر اگر کوئی عصبہ نہ ہو والدہ ولی ہے نانی سے والدہ کا درجہ مقدم ہے اگرچہ والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا ہو۔ پس اگر اس نکاح کی اجازت ولی نے دے دی تھی تو وہ نکاح صحیح ہو گیا اور اب بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت اس کے نکاح سے علیحدگی کی نہیں ہے اور اگر ولی جائز نے اس نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح باطل ہو گیا۔ اس صورت میں لڑکی دوسرا نکاح اپنا کفو میں کر سکتی ہے۔[1] فقط۔

بالغہ کا نکاح اس کے علم کے بغیر کر دیا تو کیا حکم ہے

سوال (۹۴۲) زید نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا مگر بوقت نکاح اس سے اجازت نہیں لی اور نہ اس کو اطلاع کی تو یہ نکاح جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ نکاح موقوف رہا۔ جس وقت لڑکی کو خبر نکاح کی پہنچی اگر وہ خاموش رہی اور انکار نہ کیا تو نکاح منعقد ہو گیا فی الدرالمختار فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة او وكيله او رسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسكتت عن رد مختار ... الخ فهو اذن الخ[2] فقط

صرف نابالغ کے ایجاب وقبول سے نکاح درست ہے یا نہیں

سوال (۹۴۳) (۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں۔؟

اس صورت میں کیا حکم ہے

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا اور کسی ولی

---

[1] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (درمختار) فلا یکون سکوته اجازة لنکاح الابعد وان کان حاضرا فی المجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالة (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر [2] الدرالمختار علی هامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲ ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر

سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دولہن کے پاس آتے ہیں اور اس کلمہ کو پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض ۔۔۔ مہر کے فلاں کے لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے، تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا۔ اسی طرح لڑکے سے کہلاتے ہیں، غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتہ نہیں کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو تحریر فرمائیں۔

نابالغ کا ولی غیر سے ایجاب وقبول کرادے تو کیا حکم ہے

(۳) اگر ولی خطبہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر نہ ہو بوجہ شرم کے تو ایک غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے۔؟

الجواب۔ (۱) نابالغوں کا ایجاب وقبول کو اگر ولی نے جائز رکھا تو نکاح صحیح ہو گیا۔

(۲) جب کہ نکاح خواں نے ولی کی اجازت سے ایسا کیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور ان دونوں طرف کے کلام میں سے پہلا ایجاب اور دوسرا قبول سمجھا جاوے گا اور اصل تو یہ ہے کہ نابالغ سے ایجاب وقبول کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے ان کا ولی یا جس کو ولی اجازت دے ایجاب وقبول کر لیوے۔

(۳) اس میں کچھ حرج نہیں۔

مجنونہ کا نکاح بغیر ولی درست نہیں ہے

سوال (۹۴۴) ایک شخص نے ایک عورت مہری مدہوش سے نکاح کر لیا۔ اس کی ذات کی خبر نہیں ہے، مولوی صاحب نے بغیر تحقیق اس کی ذات وغیرہ کے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے وھو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون[۱] الخ پس اگر وہ عورت مجنونہ ہے اس کو کسی وقت ہوش نہیں آتا تو نکاح اس کا بدون ولی کے یا حاکم مسلمان کے نہیں ہو سکتا اور اگر مجنونہ نہیں ہے تو خود اس کی اجازت ورضا سے نکاح ہو سکتا ہے[۲]۔ فقط

نابالغ کا ایجاب وقبول باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے ہوا تو نکاح صحیح ہے

سوال (۹۴۵) زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ جب کہ زید کی عمر پندرہ سال سے کسی قدر کم تھی ہوا۔ مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا مگر زید کے باپ کی ولایت سے نکاح نہیں ہوا۔ زید نے خود ایجاب وقبول

---

[۱] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۱۲ ظفیر [۲] نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی والاصل ان من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ ومالا فلا۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷ و ج ۲ ص ۴۰۸) ظفیر

کیا اکابین نامہ پر صرف زید کے باپ کے دستخط بطور گواہ کے ثبت ہیں یہ نکاح صحیح ہوا یا دوبارہ نکاح ہونا چاہیئے۔

الجواب - جب کہ زید کا باپ اس مجلس میں موجود تھا اور اس کی رضا و اجازت سے زید نے قبول کیا تو وہ نکاح صحیح ہوگیا اور مہر بھی جو کچھ لکھا گیا اور باپ نے اس پر دستخط کردیئے صحیح ہوا دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

نابالغ کا نکاح والد کی موجودگی میں دوسرا شخص کرسکتا ہے یا نہیں

سوال (۹۴۶) نابالغ بچوں کا نکاح والدین کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب - نابالغ بچہ کے نکاح کا ولی اول باپ ہے پھر دادا پھر بھائی وغیرہ۔ پس باپ کی موجودگی میں اگر کوئی دوسرا شخص نابالغ کا نکاح کرے تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں[۱]۔

باپ کی اجازت سے نابالغ کا نکاح ہوا اور نابالغ نے قبول کیا تو کیا حکم ہے

سوال (۹۴۷) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح پر اور عمرو نے اپنے لڑکے نابالغ کے نکاح پر راضی ہوکر نکاح خواں کو کہا کہ نکاح پڑھو نکاح خواں نے زید و عمرو کی موجودگی میں روبرو شاہدین نکاح کردیا۔ عمرو نے قبول نہیں کیا بلکہ لڑکے نے قبول کیا لہٰذا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب - جب کہ باپ اس نابالغ کا اس مجلس میں موجود تھا اور اس نے نابالغ کے قبول کو تسلیم رکھا تو وہ قبول باپ کی طرف سے منسوب ہوکر نکاح صحیح ہوگیا کیونکہ صبی نابالغ ممیز کے اس قسم کے تصرفات جو متردد ہیں بین النفع والضرر ولی کے قبول پر موقوف رہتے ہیں اگر ولی جائز رکھے جائز ہوتے ہیں وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن الخ کتاب الماذون در مختار[۲] الخ اور نکاح بھی مثل بیع وشراء کے ہے۔ فقط

نابالغ کا ولی ایجاب وقبول کے بعد مرجائے تو کیا حکم ہے

سوال (۹۴۸) زید نے اپنے پسر نابالغ کے لیے ایک دختر نابالغہ عقد نکاح میں قبول کی زید کا پسر نابالغ ہی تھا کہ زید مرگیا اور ولایت وقبولیت

---

[۱] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۳) ظفیر [۲] الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب الماذون ج ۵ ص ۱۵۰ ۲ ظفیر

نکاح کسی ولی دیگر کو نہیں دے گیا تو شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر زید نے اپنی حیات میں اپنے نابالغ پسر کا نکاح جو کہ نابالغہ لڑکی کے ولی کی ولایت سے ہوا تھا قبول کر لیا تھا اور ایجاب و قبول نکاح کا باقاعدہ شاہدین کے روبرو ہو گیا تھا تو وہ نکاح منعقد ہو گیا کیوں کہ نابالغوں کی طرف سے ان کا ولی ہی ایجاب و قبول کرتا ہے یعنی مرجانے کے بعد نکاح میں خلل نہیں ہوا، نکاح ہو چکا تھا۔

نابالغہ کے لئے باپ کی اجازت کافی ہے مجلس میں اس کی موجودگی ضروری نہیں

سوال (۹۴۹) ایک نکاح میں یہ صورت تھی کہ لڑکی کا باپ بارات میں نہیں آیا اور نکاح لڑکے کے مکان پر ہوا قاضی لڑکی کے باپ سے اجازت لے کر آیا تب نکاح پڑھایا گیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں۔

الجواب۔ اگر دختر کا باپ اس نکاح ہونے کے بعد اس نکاح سے راضی رہا اور اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہو گیا۔ فقط

بالغہ کا نکاح باپ نے کر دیا مگر رخصتی کے وقت اس نے انکار کر دیا کیا حکم ہے

سوال (۹۵۰) زید کے پیر نے زید کو اس بات پر مجبور کیا کہ تم اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کر دو۔ اولاً زید انکار کرتا رہا مگر پیر صاحب کے زیادہ دباؤ دینے پر ناچار و مجبور ہو کر راضی ہو گیا اور اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح بکر کے بیٹے سے پڑھا دیا لیکن اس کے بعد جب وہ لوگ رخصتی کرانے آئے تو زید نے رخصت نہیں کیا بلکہ دختر مذکور کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا اور نکاح اول کے وقت بھی نہ زید نے اپنی لڑکی سے نکاح کی اجازت لی نہ بعد میں اس کو اطلاع دی اس صورت میں کون سا نکاح جائز ہے۔؟

الجواب۔ اس صورت میں پہلا نکاح صحیح ہو گیا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلث جدھن جد وہزلہن جد الحدیث درمختار میں ہے کہ سکوت عاقلہ بالغہ کا بوقت استیذان ولی اجازت ہے اور اس طرح عاقلہ بالغہ کو جس وقت اطلاع نکاح کرنے کی ہو اور وہ سکوت[۱] کرے تو یہ بھی اجازت ہے۔ پس دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ لان نکاح منکوحۃ الغیر باطل کذا فی الدر المختار والشامی قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء الآیۃ (لیکن اگر بالغہ نے نکاح کی خبر سنتے ہی انکار کر دیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ ظفیر)

[۱] دیکھئے رد المحتار، ج ۲ ص ۴۸۴، ۱۲ ظفیر، [۲] سورۃ النساء۔ ۴۔ ۱۲ ظفیر

اجازت کے بعد بالغہ کا نکاح درست ہے

سوال (۹۵۱) زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کی تاریخ مقرر کر دی اور لڑکی کو تنہائی میں بٹھا دیا۔ غرض لڑکی کو ہر طرح سے یہ علم ہو گیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوگا نکاح کے وقت زید نے قاضی سے کہا کہ لڑکی کا نکاح پڑھا دو لڑکی کو نکاح کا علم ہو گیا ہے اس صورت میں نکاح ہو گیا ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ باپ کے نکاح کرنے کی صورت میں لڑکی بالغہ کو نکاح کی اطلاع پر سکوت کرنا کافی ہے نکاح ہو جاتا ہے۔ لیکن سنت یہ ہے کہ باپ اپنی دختر سے اجازت نکاح کی لے اور کہے کہ میں تیرا نکاح فلاں شخص سے کرتا ہوں اس پر سکوت کرنا اس کی رضا و اجازت ہے نکاح ہو جاوے گا[۱]۔ فقط

بالغہ کی اجازت سے ماموں نے اس کا نکاح کر دیا تو وہ صحیح ہے۔

سوال (۹۵۲) ایک لڑکی نے اپنے ماموں کے پاس پرورش پائی کیوں کہ اس کا باپ دس سال سے مفقود الخبر ہے اور ماموں نے لڑکی کے تائے کی موجودگی میں بعد بالغہ ہونے کے نکاح کر دیا اور لڑکی نے بوقت اجازت لینے کے سکوت کیا۔ تائے نے کسی وجہ سے اجازت نہ دی تو نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ وہ نکاح اگر لڑکی کے بالغہ ہونے پر لڑکی کی اجازت سے کیا گیا ہے تو صحیح ہوا لیکن سکوت لڑکی کا بمقابلہ غیر ولی کے اجازت نہیں ہے اگر اس کی بعد دلالت رضا مثل وطی وغیرہ نہیں پائی گئی تو نکاح نہیں ہوا[۲]۔ فقط

چچا نے بھتیجی کا نکاح کیا مگر بائیس سال کی عمر میں لڑکی نے دوسری شادی کر لی کیا حکم ہے

سوال (۹۵۳) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے چچا اور ماموں اور والدہ نے پڑھا دیا ان کے سوا اور کوئی ولی نہ تھا بائیس سال کی عمر کے بعد لڑکی نے نکاح سے انکار کیا کہ میرا نکاح نہیں ہوا اور سرکار میں دعویٰ کر کے دوسرا نکاح پڑھا لیا اور خاوند کے گھر چلی گئی۔ بعد اتنی مدت کے دعویٰ

---

[۱] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح الخ فان استاذنها هو اى الولى وهو السنة الخ فسكتت عن رده مختارة او ضحكت غير مستهزئة الخ فهو اذن (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولى ج ۲ وج ۲ ص ۲۱۱)

[۲] فان استاذنها غير الا قرب كاجنبي او ولى بعيد فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب البالغة الخ او ما هو فى معناه من فعل يدل على الرضاء كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطى ودخوله بها برضاها الخ (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولى ج ۲ وج ۲ ص ۲۱۳) ظفیر

لڑکی کا صحیح رہا یا نہیں اور دوسرے نکاح میں جو لوگ باوجود علم کے شامل تھے ان کے نکاح باقی رہے یا ٹوٹ گئے۔؟

الجواب ۔ جب کہ اور کوئی ولی اقرب نابالغہ کا مثل باپ دادا اور بھائی کے موجود نہ تھا تو چچا ولی تھا۔ جو نکاح اس نے کیا وہ صحیح ہو گیا[1]۔ بائیس سال کی عمر میں لڑکی کا انکار اس نکاح سے معتبر نہیں ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا جو لوگ باوجود نکاح اول کے علم کے دوسرے نکاح میں شامل وشریک وساعی ہوئے وہ گناہ گار ہوئے توبہ کریں۔ مگر ان کے نکاح نہیں ٹوٹے کیوں کہ نکاح مرتد وکافر ہونے سے ٹوٹتا ہے اور وہ کافر ومرتد نہیں ہوئے۔ فقط

نابالغی میں باپ نے جو نکاح لڑکی کا کیا وہ درست ہے دوسرا نکاح بعد بلوغ نہیں کرسکتی

سوال (۹۵۴) ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا ایجاب وقبول اپنے بھتیجے کے لیئے روبرو گواہان کے مجلس عام میں کیا یعنی شخص مذکور کے حقیقی بھائی نے قبول کیا اب جب کہ لڑکی بالغہ ہوئی تو اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا آیا نکاح اول بحال رہا یا فاسد ہو گیا اور نکاح ثانی کے بیئے اور اس شخص کے بیئے کیا حکم ہے۔؟

الجواب ۔ اگر ایجاب وقبول اول بطریق نکاح ومجلس نکاح میں کیا گیا روبرو گواہوں کے تو وہ پہلا نکاح صحیح ہو گیا دوسرا نکاح اس کا باطل اور ناجائز ہوا وہ لڑکی پہلے شوہر کو ملنی چاہیے اور دوسرے شوہر سے علیحدہ رکھی جاوے اور شخص مذکور جس نے ایسا کیا اس فعل سے توبہ کرلے یہی کفارہ اس گناہ کا ہے۔ فقط

ایک عورت نے کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو قاضی نے کر دیا کیا حکم ہے۔

سوال (۹۵۵) مسماۃ سندر طوائف نے تین گواہوں کے روبرو اپنے نکاح کی اجازت دی کہ میرا نکاح رمضانی سے پڑھ دو تب قاضی نے نکاح پڑھا لیکن قاضی نے اپنے کان سے اجازت نہیں سنی تو یہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں۔؟

الجواب ۔ اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا[2]۔ فقط

---

[1] اقرب الاولیاء الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علا الخ ثم الاخ الخ ثم العم لاب وام الخ (عالمگیری مصری الباب الرابع فی الاولیاء، ج۱ ص۲۶۵) ظفیر

[2] قاضی کا سننا ضروری نہیں ہے لڑکی کی طرف سے کافی ہے۔ ۱۲ ظفیر

نابالغہ کی شادی اس کی مرضی کے بغیر ولی نے کردی تو وہ جائز ہے۔

سوال (۹۵۶) ایک لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کے بھائی نے بلا رضامندی نابالغہ لڑکے چھ سالہ کے ساتھ کردیا۔ اس وقت سے اب تک وہ لڑکی ناراض ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں جاتی اب اس لڑکی کی عمر پندرہ سال کی ہے اور لڑکے کی عمر دس سال کی ہے۔ آیا اس لڑکی کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں۔ لڑکی مذکورہ کے تین بھائی ہیں اُن میں سے دو بھائی پہلے بھی ناراض تھے اور اب بھی وہ ناراض ہیں۔

الجواب - اگر بھائیوں کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی نابالغہ کا نہ تھا تو جس بھائی نے نکاح اس کا اپنی ولایت سے کفو میں کردیا وہ صحیح ہوگیا۔[1] نابالغہ کی ناراضی شرع میں معتبر نہیں ہے۔[2] اور جب تک شوہر بالغ نہ ہو اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔[3] اور بدون طلاق کے دوسرا نکاح اس لڑکی کا صحیح نہ ہوگا۔[4] فقط

صرف بالغہ کی اجازت سے نکاح درست ہے۔

سوال (۹۵۷) زید نے اپنے بیٹے بکر کو عمر کے مکان پر تین آدمی ہمراہ کرکے روانہ کیا انھوں نے عمر کے مکان پر پہنچ کر عمر کی عدم موجودگی میں اور بلا اجازت صریحی یا ضمنی عمر کے۔ اس کے بیٹے شبیر حسن نابالغ اور اس کی زوجہ کو شامل کرکے عمر کی نابالغ لڑکی سے جسکی عمر پندرہ برس دو ماہ بارہ دن ہے نکاح کرلیا صحیح ہوا یا نہیں۔

الجواب - پندرہ برس کی عمر میں لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے[5] اور بالغہ کا نکاح خود اس

---

[1] ولو زوجها الاقرب حیث هو جاز النکاح (وفیه قبله) ولو زوجها ولیان مستویان قدم السابق (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ج ۲ ص ۴۳۳) [2] وهی نوعان ولایة ندب علی المکلفة وولایة اجبار علی الصغیرة الخ وهوای الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون الخ ایضاً ج ۲ ص ۴۰۷) ظفیر۔

[3] ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم لقوله علیه السلام کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون ولان الاهلیة بالعقل المیز وهما عدیما العقل هدایه کتاب الطلاق ج ۲ ص ۳۳۵) ظفیر [4] واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته الخ لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۸۲) ظفیر [5] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیهما شئ حتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی لقصر اعمار اهل زماننا (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الحجر فصل بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲) ظفیر

بالغہ کی اجازت سے صحیح ہے اگر کفو میں نکاح ہو پس اگر اس لڑکی سے اس کی والدہ وغیرہ نے اجازت لے کر اس کا نکاح کیا روبرو شاہدین کے تو نکاح مذکور صحیح ہو گیا۔[1]

جذام والے خاندان کے لڑکے سے شادی درست ہے۔

سوال (۹۵۸) ایک بالغہ لڑکی زید سے نکاح کرنے پر راضی ہے مگر زید کے خاندان میں جذام ہے تو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - نکاح کرنا درست ہے فی الحال کی حالت کا اعتبار ہے آئندہ کی خبر کس کو ہے ایسا وہم نہ کیا جاوے۔ فقط

لڑکی کا سکوت اجازت ہے یا نہیں۔

سوال (۹۵۹) (۱) اگر لڑکی نے اجازت نکاح لفظوں میں نہ دی ہو اور صرف سکوت کیا تو یہ اجازت شمار ہوگی یا نہیں۔؟

دوسرا نکاح صحیح نہیں

(۹۶۰) (۲) اب لڑکی اپنی ماں یا کسی اور رشتہ دار کے کہنے سننے سے اگر دوسری جگہ نکاح کر لے تو یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔

باپ کے نکاح کر دینے پر لڑکی اپنی رضامندی ظاہر کر دے تو کیا حکم ہے

(۹۶۱) (۳) لڑکی کے باپ کو عمر کے لڑکے سے نکاح کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور بعد میں لڑکی کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا سو ہو گیا موجب نکاح ہے یا نہیں۔

لڑکی غائب رہی تو کوئی حرج نہیں

(۹۶۲) (۴) دو دن لڑکی کے غائب رہنے اور اپنی ماں کے ساتھ کسی رشتہ دار کے یہاں رہنے سے نکاح میں کچھ خلل ہے یا نہیں۔

نکاح ہونے کے بعد فسخ نہیں کیا جا سکتا

(۹۶۳) (۵) باوجود صحت نکاح زید اپنی بیوی کے کہنے سننے یا لڑکی اپنی ماں کے کہنے سننے سے نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں۔؟

رخصتی کا شوہر کو حق ہے

(۹۶۴) (۶) زید نے اپنی بیوی یا کسی اور کے کہنے سننے سے نکاح سے ناراضمند ہونے سے اور لڑکی کے زوج کے ساتھ نہ رخصت کرنے پر شرعی مطالبہ شوہر کو ہے یا نہیں۔

الجواب - (۱) سکوت لڑکی کا اس موقع پر کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے، کذا فی الدر المختار[2] (۲) دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔[3]

---

[1] فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضاء ولی الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۶) ظفیر [2] فان استاذنہا ھو ای الولی الخ فسکتت الخ فھو اذن (ایضاً ج ۲ ص ۴۱۰) [3] اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدۃ الخ لم یقل

(باقی بر صفحہ ۸۱)

(۳) لڑکی کا یہ کہنا بھی اجازت نکاح کی ہے اور زید نے تو خود ناکح کو امر نکاح خوانی کا کیا ہے اس کی اجازت ظاہر ہے (۴) کچھ خلل نہیں آتا (۵) فسخ نہیں کر سکتے (۶) جب کہ معلوم ہوا کہ نکاح صحیح ہوگیا تو شوہر کو رخصت کرانے کا شرعاً حق ہے۔ فقط

نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت سے ہوا مگر قبول صرف نابالغ نے کیا تو کیا حکم ہے

سوال (۹۶۵) زید اپنے بیٹے عمر کی بارات کی تیاری کر کے مع عمر خالد کے مکان پر گیا۔ تمام لوگوں کو مجلس نکاح میں جمع کیا اور ملّا کو یہ کہا کہ میرے بیٹے عمر کا نکاح خالد کی لڑکی سے کر دو۔ ملّا نے باجازت زید نکاح عمر کا کر دیا اور زید وقت ایجاب وقبول کے موجود تھا مگر قبول عمر نابالغ غیر عاقل نے کیا بموجودگی اپنے باپ زید کے۔ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ نکاح شرعاً صحیح ہے کیوں کہ باپ کی رضا واجازت دلالۃً معلوم ہے فی الدر المختار ویثبت الاذن دلالۃ[۱] وفیہ ایضاً وما تردد من العقود بین نفع وضرٍ کالبیع والشراء توقف علی الاذن الخ فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامه[۲] وفیه ولا یتزوج الا باذن الخ من کتاب الماذون[۳]۔ فقط

پوتی کا دادا نے نکاح کر دیا باپ نے خاموشی اختیار کی اور راضی رہا تو نکاح ہوگیا۔

سوال (۹۶۶) زید کی لڑکی بوقت نکاح ۱۱ سال کی تھی۔ زید کی عدم موجودگی میں زید کے باپ نے نکاح کر دیا تھا اور زید کو اطلاع دی کہ فلاں تاریخ نکاح ہے تم آکر شریک ہو۔ زید نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس سفر خرچ نہیں ہے اور وہ شریک نہ ہو سکا۔ بعد چند روز کے زید آیا مگر اس نے کوئی اعتراض نہ کیا کہ میری عدم موجودگی میں کیوں نکاح کر دیا۔ پھر پردیس چلا گیا۔ اس کے بعد پانچ چھ مرتبہ آیا مگر کسی سے اشارۃً یا کنایۃً یہ نہیں کہا کہ میری مرضی سے نکاح نہیں ہوا۔ اس عرصہ میں زید کے باپ نے چار مرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا۔ اب کسی وجہ سے زید کہتا ہے کہ نکاح ہماری مرضی سے نہیں

(بقیہ صفحہ ۸۰) احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا (رد المحتار باب المحرمات: ج۲ ص۲۸۳) ظفیر

[۱] الدر المختار علی هامش رد المحتار کتاب الماذون ج۵ ص۱۳۵ ۱۲ ظفیر [۲] الدر المختار علی هامش رد المحتار کتاب الماذون ج۵ ص۱۵۰، ۱۵۱ ظفیر [۳] رد المختار باب الولی ص۱۳۰، ۲۱۴ ج۲ ۱۲ ظفیر

ہوا۔ نکاح فسخ کرانا چاہتا ہے لہذا یہ نکاح جائز رہا یا ناجائز۔؟

الجواب۔ یہ نکاح جو دادا نے کیا صحیح ہوگیا اب فسخ نہیں ہوسکتا کہ باپ کی رضا دلالۃ پائی گئی ہے شامی میں ہے فللولی الاعتراض مالم یرض صریحًا او دلالۃ [1] اس سے معلوم ہوا کہ دلالۃً رضا بھی مثل صریحی رضا کے ہے اور درمختار میں ہے وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب الخ مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ [2] الخ

پس صورت موجودہ میں غالباً دونوں وجہ جواز نکاح کی قائم ہیں لہذا زید اب اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا۔ فقط

ماں نے بالغہ کا نکاح کردیا اور وہ شوہر کے پاس رہی بھی نکاح ہوا یا نہیں۔

سوال (۹۶۷) مسماۃ ہندہ جس کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی ہے اس کا والد فوت ہوچکا ہے حقیقی تایا اور والدہ موجود ہیں بغیر اس کی رضامندی اور اس کے تایا سے بغیر دریافت کئے محض اس کی ماں کی اجازت سے زید کے ساتھ اس کا نکاح کردیا گیا تین ماہ سے اس کے نکاح میں ہے دو ماہ تک شوہر کے یہاں رہی لیکن اب شوہر کے گھر رہنے پر رضامند نہیں آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ اور اب علیحدگی کی کیا صورت ہے ہندہ مہر کی مستحق ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ خلوت اور وطی اگر برضا واقع ہو تو وہ بھی اجازت ہے کطلب مہرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطی الخ [3] درمختار پس اگر ایسا ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے اور مہر اگر موجل ہے تو اس کی وصولی کا وقت طلاق یا موت ہے فی الحال نہیں لے سکتی۔ فقط

باپ نے اپنی بالغہ لڑکی کو مار پیٹ کر اجازت لی اور نکاح کردیا یہ درست ہے یا کیا۔

سوال (۹۶۸) ایک عورت بیوہ کو اس کے والد نے کہا کہ فلاں شخص سے تمہارا نکاح کرتے ہیں اس نے انکار کیا مگر اس کے باپ اور بھائی دونوں نے اس بیوہ کو زد وکوب کرکے اجازت نکاح لے لی اور نکاح کردیا اس صورت میں اس بیوہ کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔؟

---

[1] ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳ ۱۲ ظفیر [2] الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۴ ۱۲ ظفیر [3] الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ۴۳۳

الجواب - صورت مسئولہ مذکرہ بالا میں نکاح ہوگیا۔ کمافی الشامی اذ حقیقۃ الرضاء غیر مشروطۃ فی النکاح لصحتہ مع الاکراہ والہزل[1] الخ شامی جلد ثانی فی الدر المختار وقد نظم فی النہر مایصح مع الاکراہ فقال طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ نکاح مع استیلاد عفو عن العمد[2] الخ فقط

سوال (۹۶۹) زید نے اپنی دختر بالغہ کا عقد خالد سے کر دیا نکاح سے ۷ منٹ کے بعد عمر نے جو لڑکی کا بھائی ہے یہ کہا کہ زینب دختر مذکور انکار کرتی ہے زید نے پھر زینب سے دریافت کیا کہ تو نکاح سے راضی ہے یا نہیں اس پر اس نے سکوت کیا۔ اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں - ؟

باپ نے اپنی بالغ لڑکی سے نکاح کے بعد پوچھا یہ نکاح منظور ہے یا نہیں وہ خاموش رہی کیا حکم ہے۔

الجواب - اس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا۔ کمافی الدر المختار فان استاذنہا ھو ای الولی او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ الخ فہو اذن[3] فقط

سوال (۹۷۰) ایک فرقہ نے پندرہ برس سے کم عمر کی کسی یتیمہ لڑکی کا ماں اور نانی سے مشورہ لے کر بوقت شب اقرار بلوغ وحیض کرا کے وکالۃً نکاح پڑھا دیا صبح کو لڑکی کا چچا نکاح کی خبر سن کر لڑکی کو چھین کر لے گیا اور اپنے بیٹے سے نکاح کر دیا اس صورت میں انکار کرنا لڑکی کا بعد اقرار کے معتبر ہو گا یا نہیں اور کون سا نکاح صحیح ہے۔

لڑکی نے جب بلوغ کا اقرار کیا تو اس کی اجازت سے شادی درست ہوگئی

الجواب - درمختار میں ہے کہ مراہقہ کا اقرار بالبلوغ معتبر ہے اور انکار بعد الاقرار معتبر نہیں۔ فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ۔ درمختار وادنی مدۃ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کمافی الصفاع درمختار[4]

---

[1] رد المختار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۷۳ ۱۲ ظفیر [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الطلاق مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراہ ج ۲ ص ۵۷۹ ظفیر۔

[3] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۱ ۱۲ ظفیر

[4] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الحجر فصل فی بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲،۱۳۳

لہٰذا نکاح اول صحیح ہوگیا دوسرا نکاح صحیح نہیں ہے ۔ فقط

بڑا بھائی اگر بہن کا نکاح نہ کرے اور چھوٹا بالغ بھائی کردے تو درست ہے

سوال (۹۷۱) عمر خاں فوت ہوئے چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور دو بیبیاں چھوڑیں ایک بیوی حاملہ چھوڑی جس کی عمر خاں کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ اب پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور بعد کی بیوی سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، پچھلی بیوی کے بڑے بیٹے مجید خاں نے بعد پندرہ سال کے جو لڑکی عمر کے بعد پیدا ہوئی تھی اپنے قبضہ میں لے کر اس کی جانب سے مقدمہ پہلی بیوی اور پچھلی بیوی کے جو وارث تھی مقدمہ لڑا کر تقریباً پچاس ہزار کی جائداد حاصل کی۔ اب لڑکی کی عمر ۲۵ یا ۳۰ سال ہے باوجود تقاضا کرنے کے مجید خاں برادر لڑکی اپنی نفع کی غرض سے شادی لڑکی کی نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں لڑکی کا دوسرا حقیقی بھائی جو مجید خاں سے چھوٹا ہے وہ لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ مجید خاں لڑکی سے بات بھی نہیں کرنے دیتا جو اس کا منشاء معلوم ہو۔ ایسی حالت میں کیا کیا جاوے۔

الجواب۔ مجید خاں کا دوسرا بھائی اگر جوان اور بالغ ہے تو وہ لڑکی کو اطلاع کر کے اس کا نکاح کرسکتا ہے مگر چوں کہ لڑکی بالغہ ہے اس لیے اس سے دریافت کرنا اور اس کی اجازت لینا ضروری ہے اور ساکت رہنا اس کا کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے اگر نکاح ہونے کے بعد جس وقت خبر اس لڑکی کو پہنچے اور وہ انکار نہ کرے یعنی اپنی رضامندی ظاہر کر دیوے اور سکوت کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔[1]

عورت کی اجازت سے گونگے سے نکاح درست ہے۔

سوال (۹۷۲) ایک گونگے مرد سے ایک عورت کا نکاح کرنے لگے عورت اول تو رضامند نہ ہوئی بہت دیر جھگڑنے کے بعد عورت بولی کہ "اچھا کردو" نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ عورت بالغہ نے کہہ دیا کہ اچھا نکاح کردو گونگے سے اور نکاح کر دیا گیا یعنی ایجاب وقبول روبرو دو گواہوں کے ہوگیا وہ نکاح صحیح ہوگیا اور گونگے کا قبول کرنا اشارہ سے ہوسکتا ہے۔ فقط

---

[1] لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ فان استاذنہا ہوالخ او وکیلہ الخ فسکتت الخ فہو اذن الخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۱۴) ظفیر

بالغہ لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کردیا لڑکی ناخوش ہے کیا حکم ہے

سوال (۹۷۳) سید محمد صاحب نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح بغیر اس کے اور اس کی والدہ کے ایک شخص سے کر دیا۔ لڑکی سخت ناخوش ہوئی اور ناخوش ہے لڑکی یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس سے نکاح ہوتا۔ لڑکی کا نام یوسف زماں عرف "جیا" ہے نکاح اس کے باپ نے صرف جیا کے نام سے کیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہوا یا کیا۔؟

الجواب۔ لڑکی کے باپ کو اپنی زوجہ یعنی لڑکی کی والدہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب کہ لڑکی بالغہ ہو تو لڑکی کو اطلاع کرنا اور اجازت لینا ضروری ہے اطلاع ہونے پر اگر لڑکی نے سکوت کیا اور نکاح کو رد نہ کیا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ اگر دل میں لڑکی ناراض رہی لیکن اطلاع ہونے پر خاموش ہو گئی تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر انکار کرے تو نکاح باطل نہ ہو گا باپ نے اگر صرف جیا نام لیا تب بھی نکاح ہو گیا۔[1]

بیوہ بالغہ کے نکاح میں والدین کی حاضری ضروری نہیں

سوال (۹۷۴) بیوہ ہندہ کے والدین موجود ہیں کیا ان کی غیر حاضری میں نکاح جائز ہے کیا بلا مرضی بیوہ کے اس کا نکاح جائز ہو سکتا ہے۔

الجواب۔ والدین کی حاضری بیوہ بالغہ کی نکاح کے لیے ضروری نہیں ہے لیکن بلا رضا بالغہ کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔[2] فقط

زبردستی کا نکاح جس کو عورت نے قبول نہیں کیا درست نہیں

سوال (۹۷۵) ایک عورت بالغہ کو چند اشخاص نے زبردستی جبراً گھر سے نکال کر ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا بحضور شاہدان آیا یہ نکاح صحیح ہے یا ناجائز اور اس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ بغیر فسخ کے ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب۔ اگر اس بالغہ نے اجازت نکاح کی نہیں دی اور نہ بعد نکاح کے راضی ہوئی اور نہ اجازت دی تو وہ نکاح باطل ہو گیا قال فی الدر المختار فان استاذنها غير الاقرب

---

[1] فان استاذنها هو اى الولى وهو السنة او وكيله او رسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولى عدل فسكتت عن رده مختارة الخ فهو اذن الخ ولو استاذنها فى معين فردت ثم زوجها منه فسكتت صح فى الاصح بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۷ باب الولى) ظفير [2] ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يعقد عليها ولى بكرا كانت او ثيبا الخ ولا يجوز للولى اجبار البكر البالغة على النكاح (هداية باب فى الاولياء والاكفاء ج ۲ ص ۲۹۳)

کاجنبی الخ فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ[1] اور اگر مطلب کراہ کا یہ ہے کہ جبراً واکراہاً عورت سے ایجاب وقبول کے الفاظ روبرو شاہدین کے کہلائے تو اس سے نکاح منعقد ہو جاوے گا، لانہ یصح النکاح مع الاکراہ ای الایجاب اوالقول مکرھاً لحدیث ثلث جد ھن جد وھزلھن جد الحدیث[2] فقط

بیوہ بالغہ خود مختار ہے دیور حقدار نہیں

سوال (۹۶۷) زید کی لڑکی بیوہ ہوگئی تو اس کے شوہر کا چھوٹا بھائی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے لڑکی انکار کرتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی کا حقدار اس کا دیور ہے صحیح ہے یا نہیں اور لڑکی کا نکاح جبراً اس سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اب یہ لڑکی خود مختار ہے بعد عدت گزرنے کے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے کسی کو روکنے کا حق نہیں اس کے خاوند کے چھوٹے بھائی کا حق اس پر نہیں۔ لوگوں کا کہنا صحیح نہیں ہے اور نہ جبراً وہ نکاح میں لا سکتا ہے[3]۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ولا یزوج البکر البالغۃ ابوھا علی کرہ منہا خلافاً للشافعی وفی الثیب لا یزوج بالاجماع

بالغہ نکاح کر سکتی ہے جبراً نکاح حرام اور باطل ہے۔

سوال (۹۷۷) زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا جو عاقلہ بالغہ حرہ، عالمہ ہے اور ضروری شرائط مثل مہر وغیرہ ولی جائز والدین سے طے کیے مگر ایجاب وقبول کے وقت صرف دو گواہ موجود تھے عندالحنفیہ نکاح ہوا یا نہیں اگر ہوا اور والدین نے اپنی ناراضی ظاہر کر کے جبراً ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا حالاں کہ ہندہ نے نہ خلع کرایا نہ زید نے طلاق دی۔ بکر سے نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ حرہ عاقلہ بالغہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے اگر وہ اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے تو نکاح صحیح ہے اور کوئی ولی اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ پس اس صورت میں جو نکاح باپ نے جبراً بکر سے کیا وہ باطل وحرام ہے البتہ اگر وہ بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضامندی ولی کے کرے تو بقول مفتی بہ وہ نکاح فاسد ہے۔ قال فی الدرالمختار ھو ای الولی

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۴ ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۳۱۴ ظفیر [3] ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح الخ لانہا حرۃ فلا یکون للغیر علیہا ولایۃ الاجبار (ہدایۃ باب الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۶) ظفیر

شرط صحۃ نکاح صغیر الخ لا مکلفۃ فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضیٰ ولی الخ وله الاعتراض فی غیر الکفو الخ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان الخ وفی الشامی قولہ وھو المختار للفتویٰ وقال شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الاحتیاط کذا فی تصحیح العلامۃ قاسم الخ ص۲۹۷ ج۲ فقط

بالغہ نے کفو سے جو نکاح خود کیا درست ہے باپ نے جو زبردستی کیا وہ جائز نہیں

سوال (۹۷۸) ایک جوان لڑکی بالغہ نے اپنا نکاح اپنی قوم کے لڑکے سے خود دو گواہوں کے سامنے کرالیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے والد کو خبر ہوئی اس نے بلا طلاق شوہر اول کے دوسرے شخص سے اس لڑکی کا نکاح کردیا۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ لڑکی کے باپ اور معلم نکاح خواں کے لیے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ اگر عورت اور خاوند کے علاوہ دو گواہ مسلمان اور موجود تھے اور ان کے سامنے نکاح ہوا تو وہ نکاح صحیح ہوگیا دوسرا نکاح جو باپ نے کیا بدون طلاق دینے شوہر اول کے صحیح نہیں ہوا[1]۔ اور باپ اور معلم جس نے باوجود علم نکاح اول کے دوسرا نکاح پڑھا گناہ گار ہوئے توبہ کریں اور نکاح اس معلم وغیرہ کا نہیں ٹوٹا۔ فقط

بالغہ نے جب وارثوں کے نکاح کو رد کردیا تو صحیح نہیں ہوا۔

سوال (۹۷۹)(۱) ایک لڑکی بالغہ کا نکاح بلا رضا لڑکی کے اس کی والدہ اور دیگر وارثوں نے کردیا جس وقت لڑکی کو خبر ملی تو وہ بہت روتی پیٹتی اپنے گھر آئی اور کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے یہ نکاح ہوا یا نہیں۔؟

اجازت کی گواہی اگر لوگ دیں تو۔

سوال (۹۸۰) (۲) قاضی نکاح خواں اور دس بیس آدمی گواہی دیتے ہیں کہ لڑکی نے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تب نکاح پڑھا ہے لڑکی کہتی ہے کہ ہم نے اجازت نہیں دی یہ کام زبردستی ہوا ہے۔ قاضی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور نکاح اس کا رہا یا نہ اور منکر نکاح کے لیے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ (۱) وہ نکاح باطل ہوگیا[2]۔

[1] دیکھئے رد المختار باب الولی ج۲ ص۴۰۸ ظفیر [2] ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح الخ انھما حرۃ فلا یکون للغیر ولایۃ الاجبار (ہدایہ باب الاولیاء ج۲ ص۲۹۴) ظفیر [3] لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان

(باقی بر صفحہ ۸۸)

(۲) اگر لڑکی کی اجازت دینے کے دو گواہ ثقہ ومعتبر موجود ہیں تو اجازت لڑکی کی ثابت ہو گی اور انکار اس کا معتبر نہیں ہے نکاح ہو گیا۔ فقط

بالغہ کے ولی ماموں اور خالہ نہیں ہیں

سوال (۹۸۱) ایک لڑکی جس کی عمر پندرہ سال ہے اور اس کی چھوٹی ہمشیرہ کی عمر سات سال ہے ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں والدین کے قریب تر رشتہ دار نہ ہونے کی وجہ سے ماموں وخالہ لڑکیوں مذکورہ کو اپنی ہمراہ لے آئے بڑی لڑکی کی منگنی ایک شخص سے کر دی۔ بعد میں ایک شخص مبلغ تین سو روپے دینے والا ملا، ماموں وخالہ نے پہلے منسوب شدہ شخص کو انکار کر دیا اور زیادہ رقم دینے والا شخص سے نکاح کرنا چاہا۔ چنانچہ یہ خبر لڑکی بالغہ کو پہنچی اس نے ماموں وخالہ سے علیحدہ ہو کر پہلے شخص سے عقد شرعی کر لیا۔ کیا لڑکی ایسا کر سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی کے ولی ماموں وخالہ ہیں یا بڑی ہمشیرہ ولی ہے۔؟

الجواب جب کہ وہ بڑی لڑکی بالغہ ہے تو اس نے اپنی رضامندی سے جو نکاح اپنا کفو میں کیا ہے وہ صحیح ہو گیا[۱]۔ ماموں وخالہ کو کچھ اختیار اور ولایت اس پر نہیں ہے اور چھوٹی لڑکی کے ولی اس کی بڑی بہن ہے ماموں وخالہ اس کے بھی ولی نہیں ہیں[۲]۔ فقط

دس برس کی لڑکی جب کہے کہ حیض آتا ہے تو مانا جائے گا اس کا نکاح اس کی مرضی سے ہو گا

سوال (۹۸۲) دس برس کی لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کرا دیا۔ جب اس کو خبر ملی تو انکار ظاہر کیا کہ میں بالغ ہوں مجھ کو حیض آتا ہے۔ کیا ایسے انکار سے نکاح فسخ ہو جاوے گا یا نہیں اور اس کے بلوغ کو ثابت کرنے کے لئے اس کا قول معتبر ہے یا اور شہادت کی ضرورت ہے۔

الجواب۔ درمختار میں ہے وادنی مدتہ لہا تسع سنین الخ

(بقیہ صفحہ ۸۷) اجازتہ جاز وان ردتہ بطل (عالمگیری مصطفائی باب رابع فی الاولیاء ج ۲ ص ۱۳) ظفیر [۱] نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی (عالمگیری مصطفائی باب الاولیاء ج ۲ ص ۱۳) ظفیر [۲] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب الخ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام الخ ثم للاخت لاب الخ ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار باب الاولیاء ج ۲ ص ۴۲۶ تا ج ۲ ص ۴۳۰) ظفیر

فان راهقا بان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذ بهما الظاهر الخ[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قول لڑکی مراہقہ کا درباره بلوغ معتبر ہے اگر قرائن سے اس کا کذب ظاہر نہ ہو (اور جب اس نے نکاح سے انکار کردیا تو وہ صحیح نہیں۔ ظفیر)

باپ بھی بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔

سوال (۹۸۳) ہندہ بالغہ اور مادر ہندہ یہ چاہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح غیر جگہ ہو اور پدر ہندہ راضی نہیں ہوتا اگر ہندہ بوجہ نزاع کے دوسری بستی میں چلی جاوے تو ایسی حالت میں ہندہ کی عدم موجودگی میں باپ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ بالغہ کا نکاح خود اس کی اجازت سے ہوسکتا ہے جب کہ وہ کفو میں نکاح کرے اور اس کا باپ بلا اس کی اجازت کے اس کا نکاح نہیں کرسکتا[2]۔ فقط

بالغ لڑکا لڑکی جو ہم کفو ہیں بغیر مرضی والدین نکاح کرسکتے ہیں۔

سوال (۹۸۴) ایک لڑکے ۲۴ سالہ کا رشتہ ایک لڑکی ۱۷ سالہ سے ہوا کچھ عرصہ کے بعد بغیر مرضی لڑکے کی شادی دوسری جگہ کردی چند وجوہات سے بوقت نکاح لڑکا انکار نہ کرسکا لیکن پہلی لڑکی سے اس کو محبت رہی اور لڑکے سے فعل ناجائز ہوا اور عشق میں کمی نہیں یہ دونوں عثمانی ہیں اگر دونوں کا خون کردیا جائے تو بےجا حرکت تو نہیں ہے اگر شادی کی جاوے تو کس کس کی منشا ہونی چاہیئے۔ فقط

الجواب۔ مار ڈالنا ان کو جائز نہیں ہے اور نکاح دوسرا اس لڑکے کا لڑکی مذکورہ سے صحیح ہوسکتا ہے، نکاح کردیا جاوے اور جب کہ لڑکی سترہ برس کی ہے تو وہ بالغہ ہے اس کی رضامندی سے اس کا نکاح شوہر مذکور سے ہوسکتا ہے اور چونکہ دونوں لڑکا و لڑکی ہم قوم و ہم کفو ہیں تو اگر لڑکی کے والدین وغیرہ کی اجازت نہ ہو تب بھی نکاح ہوسکتا ہے[3] اور اگر والدین راضی ہوں تو بہت اچھا ہو۔ فقط

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲ و ۱۳۳

[2] ینعقد نکاح الحرة العاقلة برضاءها وان لم یعقد علیها ولی بکراً کانت اوثیبا (هدایة باب الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۳) ظفیر

زبردستی بالغہ سے اقرار کرا لیا جائے تو نکاح ہو جائے گا۔

سوال (۹۸۵) اگر لڑکی بالغ ہے اور اس کی مرضی نہیں ہے۔ اگر کسی طرح اقرار کرا لیا جاوے تو نکاح ہو جاوے گا یا نہیں ۔ ؟

الجواب ۔ نکاح ہو جاتا ہے اور عورت کو اختیار فسخ نکاح نہیں ہے اور شوہر کے گھر نہ جانے سے بھی نکاح نہیں ٹوٹتا ۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلث جدھن جدٌ وھزلھن جدٌ النکاح والطلاق والعتاق الحدیث[1] اوکما قال

باپ کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا نکاح اگر دادا کردے تو کیا حکم ہے

سوال (۹۸۶) ایک شخص نے اپنی پوتی نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے یعنی لڑکے کے باپ کی عدم موجودگی میں کر دیا ہے ۔ یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں ۔ ؟

الجواب ۔ صغیرہ کا باپ جب کہ موجود نہ ہو اتنی دور ہو کہ اس کی انتظار میں کفو خاطب کے فوت ہونے کا خوف ہو یعنی وہ انتظار نہ کر سکتا ہو تو دادا ولی صغیرہ کا ہے اس کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے[2]۔ فقط

ولی ابعد نے نکاح کر دیا ولی اقرب نے انکار کر دیا پھر کچھ دنوں بعد میں اجازت دے دی کیا حکم ہے۔

سوال (۹۸۷) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور حقیقی دادا کے بھائی نے لڑکی کے چچا حقیقی کی پوشیدگی میں جو شہر ہی میں تھا اور اس نکاح سے لاعلم تھا کر دیا بعد کو جب لڑکی کے چچا کو نکاح کا حال معلوم ہوا تو اس نے نامنظوری کا اظہار کیا ۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد راضی ہو گیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ ۔ ؟

الجواب ۔ اس صورت میں جب کہ باپ دادا حقیقی موجود نہ تھا تو چچا ولی نابالغہ کا ہے والدہ اور دادا کا بھائی ولی نہیں ہے پس جب کہ چچا نے نکاح کی خبر سن کر انکار کر دیا وہ نکاح فسخ ہو گیا ۔ بعد میں راضی ہونے سے پھر وہ فسخ شدہ نکاح صحیح نہ ہو گا[3]۔ فقط

---

[1] اذ حقیقۃ الرضا غیر مشروطۃ فی النکاح لصحتہ مع الاکراہ والھزل (الی قولہ) لو اکرھت علی ان تزوجنہ بالف ومھر مثلھا عشرۃ الاف زوجھا اولیاءھا مکرھین فالنکاح جائز الخ (رد المحتار ص۳۷۳ ج۲ کتاب النکاح) ظفیر۔ [2] وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر و فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ (درمختار) فلو کان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ للجد (رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۲۳) [3] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۲۳) بخلاف مالو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد (ایضاً ج۲ ص۴۱۲) ظفیر

ولی اقرب بہت دور ہو اور کفو رشتہ کے فوت کا اندیشہ ہو تو ولی ابعد نکاح کر سکتا ہے۔

سوال (۹۸۸) مسماۃ رمضانو نابالغہ کا باپ مولا بخش پردیس تھا اس کی والدہ نے اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ رمضانو بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب - ولی اقرب رمضانو کا اس صورت میں اس کا باپ مولا بخش ہے اور بصورت موجود نہ ہونے ولی اقرب عصبات کی والدہ بھی ولی نکاح نابالغہ کی ہو سکتی ہے پس اگر مولا بخش بہت دور تھا اور اس سے اجازت منگانے میں کفو حاضر کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا تو والدہ کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے اور اس حالت میں کہ نکاح نابالغہ کا باپ و دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی کرے۔ لڑکی کو بعد بلوغ کے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے لیکن اس فسخ کے لئے قضاء قاضی شرعی شرط ہے جو کہ اس زمانہ میں مفقود ہے لہذا حکم کیا جاوے گا کہ والدہ کا کیا ہوا نکاح جو کہ بغیبوبۃ معتبرہ والد ہوا صحیح ہے اور بلا قضاء قاضی کے وہ فسخ نہیں ہو سکتا[1]۔ فقط

باپ مفقود الخبر ہو تو چچا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور چچا کے اس نکاح کو باپ توڑ سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۹۸۹) اگر پدر نابالغہ مفقود الخبر باشد و برادران پدر موجود ولایت نکاح نابالغہ بآں برادران پدر ہست یا نہ؟ و نکاحیکہ اوشاں بہ غیبوبۃ پدر کنند اگر پدرش واپس آید آں نکاح را فسخ کردن می تواند یا نہ۔؟

الجواب - ہرگاہ پدر مفقود باشد برادران را ولایت نکاح نابالغہ ہست و نکاحیکہ اوشاں کردند پدر بعد واپس آمدن او را فسخ نمی تواند کرد[2]۔

نابالغہ کا نکاح باپ لالچ کی وجہ سے غیر کفو میں کر دے تو جائز ہے یا نہیں

سوال (۹۹۰) اگر باپ اپنی نابالغہ کا نکاح کسی غیر کفو سے بغیر رضامندی برادری و رشتہ داران طمع نفس کی

---

[1] لھما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ الخ لبشرط القضاء للفسخ (درمختار) حاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب و الجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲) ظفیر

[2] وللولی الا بعد التزویج بغیبۃ الاقرب الخ ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ و ج ۲ ص ۴۳۴) ظفیر

وجہ سے کردے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ ولی نابالغہ لڑکی کا اس صورت میں اس کا باپ ہے اور اگر باپ غیر کفو میں بھی اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کردیوے تو صحیح ہے لیکن یہ شرط ہے کہ باپ معروف بہ سوء الاختیار نہ ہو یعنی بدخواہی سے لڑکی کا نقصان نہ کرے۔ ہکذا فی الدر المختار۔[1]

نابالغہ کا باپ دباؤ میں آکر نکاح کردے تو یہ درست ہوگا یا نہ

سوال (۹۹۱) ایک شخص اپنے لڑکے کی رشتہ کی گفتگو ایک شخص سے کررہا تھا اس کی زوجہ اور عزیز و اقارب ناراض تھے ایک دن جنگل میں چار آدمی اکٹھے ہوئے اور لڑکے کو ساتھ لائے اور بیٹی والے کو بلا کر دباؤ دیکر نکاح کرالیا نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں جب کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا تو وہ نکاح ہوگیا۔ اگرچہ باپ نے دوسرے لوگوں کے دباؤ سے نکاح کیا ہو پس اب وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔[2] فقط

نابالغ لڑکی کا نکاح جو ولیوں کے ذریعہ ہوا درست ہے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں

سوال (۹۹۲) نابالغ لڑکا جس کی عمر چھ سال کی ہے اور نابالغہ لڑکی کی عمر پانچ سال کی ہے ان کا نکاح پڑھا دیا گیا لیکن لڑکا و لڑکی کلمہ نہیں پڑھ سکتے اور لفظ "قبول" اچھی طرح نہیں کہہ سکتے ہیں اس صورت میں بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ وہ دونوں بچے مسلمانوں کی اولاد ہیں تو بوقت نکاح ان کو کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کا ایجاب و قبول معتبر ہے بلکہ ان کے اولیاء کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت نہ ہوگی[3] اور اگر

---

[1] ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او زوجہا بغیر کفوان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا ان عرف لا (در مختار) وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفہہ او لطعمہ لا یجوز عقدہ اجماعا (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵) ظفیر

[2] فان زوجہما الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لہما بعد بلوغہما لانہما کاملا الرأی وافرا الشفقۃ (ہدایہ کتاب النکاح باب فی الاولیاء ج ۲ ص ۲۹۶) ظفیر [3] وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۷) ظفیر

اس وقت دونوں کے ولیوں نے ایجاب وقبول نہیں کیا صرف بچوں سے کہلا دیا تو اب تجدید نکاح ضروری ہے۔ فقط (جب خود ولیوں نے کہلوایا تو یہ دلیل ہے کہ انھوں نے اپنی رضا کے بعد ایسا کیا یا ان کے حکم سے کیا یا اجازت سے اور ولی کا اس قدر کہنا ایجاب وقبول میں کافی ہے اس لئے ہمارے ملک میں رواج یہ ہے کہ بچی کے والد قاضی سے کہتے ہیں میری لڑکی کا ان کے اس لڑکے سے نکاح کر دیجئے۔ لڑکے کا باپ بچے سے کہتا ہے بیٹا کہو میں نے قبول کیا اور وہ خود مجمع کے سامنے کہتا ہے۔ واللہ اعلم ظفیر)

نابالغہ کا نکاح بلا مرضی ولی درست نہیں، ہاں بالغہ اپنی مرضی سے کر سکتی ہے

سوال (۹۹۳) ایک لڑکی کی عمر تیرہ یا چودہ سال ہے اس کا باپ دادا تایا حیات ہیں دادا و تایا نے مشورہ کر کے لڑکی کا نکاح خفیہ کر دیا اور پہلے لڑکی کے باپ نے دوسری جگہ نسبت کر دی تھی۔ آیا بلا اجازت باپ کے یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے۔؟

الجواب - اگر لڑکی بالغہ ہے مثلاً اس کو حیض آگیا ہے تو خود لڑکی کی اجازت و رضا سے اس کا دادا یا تایا وغیرہ نکاح اس کا کر سکتے ہیں اور نکاح صحیح ہے اور اگر لڑکی نابالغہ ہے جیسا کہ اس کی عمر سے ظاہر ہے تو بدون اس کے باپ کی اجازت کے دادا اور تایا نکاح بموجودگی باپ کے نہیں کر سکتے اور وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز رکھے تو صحیح ہوگا اور اگر انکار کرے تو باطل[1] ہوگا۔ اور لڑکی کے بالغہ ہونے کی علامت اول تو حیض وغیرہ علامات کا ظاہر ہونا ہے اگر کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر میں بالغہ شمار ہوتی ہے۔ فقط

تایازاد بھائی ولی ہے اس کے رہتے ہوئے نانی ولی نہیں۔

سوال (۹۹۴) کیا نابالغاں کی نانی جو نہ صرف نانی بلکہ وصی اور قائم مقام وصی نابالغان کے پدر متوفی کی ہے۔ یعنی وصیت کر مرا تھا کہ نانی نابالغان کی پرورش کرے گی اور کہا تھا کہ ان کی ولی بعد مرنے میرے کے تم ولی ہو۔ اس صورت میں ایسی نانی جو بمنزلہ قائم مقام کے ہے اس کے مقابلہ میں نابالغاں

[1] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (درمختار) فلا یکون سکوتها اجازة لنکاح الا بعد ان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالة (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ وج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر

کے تایازاد بھائی کو نابالغان کے ولی ہونے میں ترجیح ہوسکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں تایازاد برادر ولی نابالغان کا ہے۔ نانی ولی نہیں اگرچہ وہ وصی ہو۔[1]

لڑکی کا باپ ایک شخص سے نکاح پسند نہیں کرتا باپ کی ماں اصرار کرتی ہے کیا حکم ہے

سوال (۹۹۵) زید کی ماں زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے ساتھ کرنا چاہتی ہے جس کو زید قرین مصلحت نہیں سمجھتا اگر زید اپنی ماں کے کہنے پر عمل نہ کرے تو گناہ گار ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں ولی نکاح دختر کا زید ہے شریعت میں زید کو ولایت نکاح دختر خود حاصل ہے۔ پس اگر زید اپنی دختر کا نکاح خالد سے کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا اور دختر کے حق میں یہ امر اس کو بہتر معلوم نہیں ہوتا تو مصلحت دختر کو مقدم سمجھیں اور نکاح نہ کریں اور اپنی والدہ کی رائے کے خلاف کرنے میں اس پر اس وجہ سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا اور زید اس وجہ سے اپنی والدہ کا نافرمان نہ ہوگا۔ فقط

منگنی کے بعد لڑکی بالغ ہوئی اور وہاں شادی سے انکار کرتی ہے کیا حکم ہے

سوال (۹۹۶) ایک شخص نے اپنی دختر کی منگنی اور وعدہ دوسرے شخص سے کیا تھا اب لڑکی جوان ہو کر اس وعدہ اور منگنی کو نامنظور کرتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب۔ لڑکی کے جوان اور بالغ ہونے پر بدون رضامندی لڑکی کے اس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ پس جب کہ لڑکی اس شخص سے نکاح ہونے پر راضی نہیں ہے جس سے اس کے باپ نے وعدہ کیا تھا اور منگنی کی تھی تو باپ کو چاہیے کہ وہاں نکاح نہ کرے اور اگر وہ بلا رضامندی لڑکی کے ایسا کرے گا تو وہ نکاح نہ ہوگا۔[2] فقط

باپ نابالغہ کا نکاح جہاں بھی کردے صحیح ہے۔

سوال (۹۹۷) زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اس سے ایک چھوٹی لڑکی تھی زید کو چونکہ اپنی بیوی اور لڑکی سے ایک گونہ عداوت ہے اس

---

[1] الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق ثم الاخ لاب الخ ثم ابن الاخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق ثم لاب ثم ابنہ (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ ج ۲ ص ۴۲۸) ظفیر

[2] ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ (الدر المختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۰) ظفیر

نے فوراً لڑکی کی شادی لڑکی کی غیبت میں خفیہ طور پر کردی ایسی صورت میں زید اپنی لڑکی کا نکاح بغیر رضا والدہ کے کرسکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہے جب کہ زید کی نیت بد ہو اور طمع نفسانی سے روپیہ وغیرہ بھی لے لیا ہو تو زید لڑکی کا ولی رہ سکتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح جائز ہے۔ کیا زید لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کرسکتا ہے جہاں لڑکی کا دینی و دنیاوی نقصان متصور ہو اور وہ نکاح باقی رہ سکتا ہے۔؟

الجواب۔ جب کہ وہ لڑکی نابالغہ ہے تو ولایت نکاح نابالغہ کی اس صورت میں اس کے باپ کو ہے باپ بدون رضامندی والدہ وغیرہ کے نابالغہ کا نکاح کرسکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہوجاوے گا اور نیت کا حال چوں کہ معلوم نہیں ہوسکتا اس لئے اس پر مدار ولایت وعدم ولایت کا نہیں ہوسکتا شریعت میں باپ لڑکی کا خیر خواہ ہی سمجھا جاتا ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر باپ اپنی نابالغہ دختر کا نکاح غیر کفو میں بھی کردے اور مہر مثل سے مہر میں کمی کردے تو پھر بھی نکاح صحیح[1] ہے۔ فقط

ماں یا بھائی غیر کفو میں نکاح کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۹۹۸) ایک لڑکی کا نکاح اس کی والدہ اور بھائیوں نے غیر کفو میں کردیا اگر باپ دادا کے سوا کوئی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کردے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔ اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب الخ لایصح النکاح من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلاً[2] الخ

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بھائیوں اور والدہ نے جو نکاح اس لڑکی کا غیر کفو میں کیا وہ صحیح نہیں ہوا۔ فقط

ولی چچازاد بھائی اگر اپنے ساتھ نکاح کرلے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۹۹۹) ایک نابالغ لڑکی جس کے والدین اور کوئی وارث اس کے چچا کے پسر کے سوا نہیں جس نے اس کو پرورش کیا ہے لڑکی کی نابالغی کی حالت میں اسی چچا کے بیٹے نے اپنی ولایت سے اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کیا ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ ولی اقرب اس نابالغہ کا وہی چچا کا بیٹا ہے تو اپنے سے نکاح کرلینا

---

[1] وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً ولو ثیباً ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہ و زیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفوء ان کان الولی الخ اباً او جداً ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقاً (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ص ۴۱۹/۴۲۲ ظفیر

اس کا صحیح ہے کذا فی کتب الفقہ[۵] (ولا بن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب النکاح ج ۲ ص ۴۹۴) ظفیر

نابالغ نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا اس کا کیا ہوا نکاح درست نہیں

سوال (۱۰۰۰) ایک یتیم نابالغ لڑکی کے دو چچا حقیقی سفر میں تھے اس کی تیسرے چچا مرحوم کے لڑکے نابالغ نے اپنی چچازاد بہن کا نکاح غیر خاندان میں کر دیا نکاح سے پہلے جب ان کو خبر ہوئی تھی تو بذریعہ خط کے انکار کر چکے تھے اور اب بھی اس نکاح کو منظور نہیں کرتے آیا نابالغ بموجودگی چچا کے ولی ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ نابالغ کسی حال میں ولی نہیں ہو سکتا۔ لہذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا[۱]۔ ولی اس نابالغہ کا اس صورت میں اس کا ہر ایک چچا ہے بموجودگی چچا کے چچا کا بیٹا ولی نہیں ہے۔

بھائی ولی ہے اس کی اجازت کے بغیر چچا ولی نہیں ہو سکتا۔

سوال (۱۰۰۱) زید نے اپنے حقیقی چچا کو اپنی دو ہمشیرگان کے نکاح کی اجازت دی چچا نے ان کے نکاح کے بعد دوسری دو ہمشیرگان زید کا نکاح بلا اجازت زید کے اپنے لڑکوں سے کر لیا تو ان دونوں کا نکاح درست ہوا کہ نہیں۔؟

الجواب۔ نکاح ہر دو ہمشیرہ اخیرہ زید کا زید کی اجازت و رضا پر موقوف ہے اگر زید ان کے نکاح کو جائز رکھے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر انکار کر دے گا تو باطل ہو جاوے گا[۳]۔ فقط

عصبات نہ ہوں تو ولایت نکاح ماں کو ہے

سوال (۱۰۰۲) ایک شخص نے ربیبہ نابالغہ کا نکاح بولایت خود کسی سے کر دیا ماں اس لڑکی کی اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے اس کا دعویٰ شرعاً

---

[۱] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیھا لانہ یحجبہ حجب نقصان (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الخ ثم العم الشقیق ثم ابنہ الخ کل ھولاء لھم اجبار الصغیرین (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵) ظفیر [۲] بشرط حریۃ وتکلیف (درمختار) واحترز بالحریۃ عن العبد الخ وبالتکلیف عن الصغیر الخ علل الزیلعی عدم الولایۃ لمن ذکر بانھم لا ولایۃ لھم علی انفسھم فاولی ان لا یکون لھم ولایۃ علی غیرھم لان الولایۃ علی الغیر فرع الولایۃ علی النفس (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶) ظفیر [۳] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (درمختار) فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالۃ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

قابل قبول ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ عصبات کے بعد ولایت نکاح نابالغہ کا ماں کو ہے[1]۔ پس اگر شوہر والدہ نے بلا اجازت والدہ کے نابالغہ کا نکاح کر دیا تو وہ نکاح والدہ کی اجازت پر موقوف تھا اگر اس نے انکار کر دیا تو نکاح مذکور فسخ ہو گیا[2]۔ فقط

چچیرا دادا یا اس کی اولاد ولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۱۰۰۳) چچیرا دادا یا اس کی اولاد ولی ہو سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ ان سے اقرب عصبہ نہ ہو تو وہ ولی ہو سکتے ہیں[3]۔

پرورش سے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا باپ ولی ہے پھوپھا پھوپھی نہیں ہیں

سوال (۱۰۰۴) ایک شخص کی عورت انتقال کر گئی ۲½ برس کی لڑکی چھوڑی اس لڑکی کی اس شخص کی بہن لے گئی اور پرورش کی جب لڑکی کی عمر ۱۱½ برس کی ہو گئی تب بلا اجازت لڑکی کے باپ کے لڑکی کی پھوپھی اور پھوپھا نے اس کا نکاح کر دیا باپ اور بھائی کی وہاں مرضی نکاح کرنے کی نہیں ہے۔؟

الجواب۔ پھوپھی اور پھوپھا کو اختیار اس نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے۔ پس جو نکاح انھوں نے کیا وہ باپ کی اجازت پر موقوف ہے اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور گر باپ انکار کر دے گا تو نکاح باطل ہو جاوے گا اور باپ کی موجودگی میں بھائی کو بھی اختیار نکاح کا نہیں ہے[4]۔ فقط

ماموں کو عصبات و ذوی الفروض کے بعد ولایت حاصل ہوتی ہے

سوال (۱۰۰۵) ایک نابالغ لڑکے و لڑکی کا نکاح لڑکی کے ماموں کی ولایت سے ہوا اور ایجاب و قبول کرایا، جائز ہوا یا نہ۔؟

---

[1] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر [2] و نکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجیئ فی البیوع توقف عقود کلها ان لها مجیز حالۃ العقد والا تبطل (در مختار) الفضولی من یتصرف بغیرہ بغیر ولایۃ ولا وکالۃ او لنفسہ ولیس اھلا (رد المختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر [3] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر [4] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیها (در مختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ و ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

الجواب ۔ نابالغوں کا نکاح اگر ان کا ولی شرعی جس کو ولایت نکاح حاصل ہے کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اگر نابالغوں کی زبان سے ہی ولی ایجاب و قبول کرا دے اور ولی اس نکاح کو جائز رکھے تو وہ نکاح بھی صحیح ہے لیکن واضح ہو کہ ماموں حقیقی کی ولایت عصبات اور ذوی الفروض کی ولایت سے موخر ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے[1]۔

باپ کے مرنے کے بعد نکاح کے باب میں اس کی وصیت کا اعتبار نہیں۔

سوال (۱۰۰۶) ایک شخص نے وصیت کی کہ میری لڑکی کا ناطہ میری برادری میں نہ کیا جاوے باہر غیر قوم میں کر دیا جاوے اب اس لڑکی کا وارث اس کا چچا ہے ۔ اس کو اس لڑکی کا ناطہ کہاں کرنا چاہیئے ۔

الجواب ۔ اس وصیت کا اعتبار نہیں ہے اولیار کو اختیار ہے کہ ہم قوم میں جہاں بہتر سمجھیں نکاح کر دیں متوفی کی وصیت کا بالکل خیال نہ کیا جاوے کیوں کہ یہ وصیت غیر معتبر ہے[2]۔

باپ نہیں تو دادا ولی ہے پھر اور عصبہ ۔ عصبہ کے بعد ماں

سوال (۱۰۰۷) رحیم اللہ نے اپنی بھاوج بیوہ سے نکاح کیا اور اس عورت کے پہلے خاوند سے ایک لڑکی نابالغہ ہے ۔ لڑکی کی والدہ نے اجازت نکاح کی دی ۔ لڑکی کے دادا نے ولی بننے سے انکار کیا ۔ اس صورت میں والدہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے یا نہ ۔؟

الجواب ۔ اس صورت میں اگر لڑکی نابالغہ ہے تو ولی اس کے نکاح کا اس کا دادا ہے اگر دادا کفو میں نکاح کرنے سے انکار کرے اور مانع ہو اور کوئی دوسرا عصبہ بھی موجود نہ ہو تو ماں کو اختیار اور ولایت نکاح نابالغہ کی ہے[3]۔ اس کا کیا ہوا نکاح درست ہے اگر دادا مانع نکاح سے نہیں ہے تو بدون دادا کے اجازت کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح صحیح ہے ۔

نکاح میں ولی شرط ہے یا نہیں ۔

سوال (۱۰۰۸) (۱) نکاح میں ولی شرط ہے یا نہیں ۔؟

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه الخ ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۰ ظفیر

[2] لیس للوصی من حیث هو وصی ان یزوج الیتیم مطلقاً وان اوصی الیه الاب بذلك علی المذهب (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۱) ظفیر

[3] ثم یقدم الاب ثم ابوه ثم الاخ الشقیق الخ فان لم یکن عصبة فالولایة للام (الدر المختار علی هامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۸) ظفیر

ہبہ کا حکم صرف نبی کے لیئے ہے یا کسی اور کے لیئے بھی

(۲) اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کے لیئے ہبہ کرے، بے مہر دیئے نکاح تو آپ عورت پر تصرف کرسکتے ہیں یا نہیں۔ یہ حکم صرف نبی کے لیے ہے یا امت کے لیئے بھی؟

الجواب - (۱) نابالغہ کے لیئے ولی شرط ہے اور بالغہ کے لیے ولی ہونا سنت اور مستحب ہے[۱] اور لانکاح الا بولی اس صورت میں محمول ہے کمال نکاح پر۔

(۲) یہ حکم خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے۔

چچازاد بھائی کے رہتے ہوئے باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہوسکتا

سوال (۱۰۰۹) نابالغان کے حقیقی تایا کے پسر بعمر ۲۳ سال کے مقابلہ میں نابالغان کے ولی ہونے میں ان کا چچا جید یعنی ان کے باپ کا چچازاد بھائی ترجیح دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب - نابالغان کا ولی اس صورت میں تایا کا پسر ہے، باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہے[۲]۔ فقط

وکیل نے لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کردیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۱۰) اگر ہندہ نابالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید نے بلا اجازت ہندہ کے نکاح اس کا پڑھایا بعد میں ہندہ کو جس وقت اطلاع نکاح کی ہوئی اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے یا نہیں۔؟ اور یہ سکوت اجازت ہے یا نہیں۔؟

الجواب - اگر ہندہ بالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید نے بلا اجازت دیئے ہندہ کے نکاح اس کا پڑھ دیا۔ بعد میں ہندہ کو جس وقت اطلاع نکاح کی ہوئی اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے اور سکوت اس کا اجازت ہے۔ نزوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسكتت عن رده مختارة او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت الى قوله فهو اذن (درمختار علی هوامش الشامی[۳])

چچا، ماموں، ماں موجود ہیں چچا شرکت عقد سے انکار کرتا ہے کیا کیا جائے۔

سوال (۱۰۱۱) ایک لڑکی بارہ تیرہ سال کی ہے اس کا باپ انتقال کرگیا۔ لڑکی کا ماموں اور چچا اور ماں موجود ہے۔ لیکن چچا

[۱] وهي هنا نوعان ولاية ندب على المكلفة اى البالغة العاقلة ولو بكرا وولاية اجبار على الصغيرة ولو ثيبا وهي اى الولى شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لا مكلفة (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولى ص ۲۷۰ ج ۲) [۲] الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولى ج ۲ ص ۴۱۲ ظفير [۳] الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولى ج ۲ ص ۴۲۳ ۱۲ ظفير

اس کے عقد میں شریک ہونے سے انکار کرتا ہے اس حالت میں کس کی ولایت سے نکاح ہو سکتا ہے۔؟

الجواب۔ اگر چچا کفو میں مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور کوئی دوسرا ولی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو والدہ کو ولایت نکاح نابالغہ کی حاصل ہے در مختار میں ہے و یثبت للابعد الخ التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعاً[1] الخ درمختار

نابالغہ کے نکاح کا اختیار باپ کو ہے یا نہیں

سوال (۱۰۱۲) پدر را اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست یا نہ؟ در نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بعمر چند سال شدہ۔

الجواب۔ پدر را اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست و نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعمر ہفت سال شدہ است کذا فی حدیث رواہ مسلم (عن عروۃ عن عائشۃ قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجہا وھی بنت سبع سنین وزفت الیہ وھی بنت تسع سنین الحدیث مسلم جلد اول ص ۴۵۶)

ولی عصبہ چچیرے چچا کی رضا کے خلاف ماں نے نابالغہ کا نکاح کیا درست ہے یا نہیں

سوال (۱۰۱۳) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ نے بموجودگی اس کے چچیرے چچا اور نابالغ بھائی کے اور بدون رضامندی ان دونوں کے کر دیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور دوسرا نکاح لڑکی کا درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا ولی رشتہ کا چچا ہے بھائی بسبب نابالغ ہونے کے ولی نہیں ہے پس بدون رضامندی چچیرے چچا کے نکاح نابالغہ کا نہیں ہوا۔ اگر اس نے ماں کے نکاح کیئے ہوئے کو باطل کر دیا تھا اور انکار کر دیا تھا تو دوسرا نکاح اس لڑکی کا درست ہے[2]۔

بلا اجازت جو نکاح ہوا وہ موقوف ہے

سوال (۱۰۱۴) زید کا سوتیلا لڑکا اپنے نکاح کے موقع پر راضی نہیں ہے۔ باہر کسی شہر میں نوکری پر ہے زید چالیس پچاس آدمیوں کا جرگہ لے کر بکر کے گھر جاتا ہے تاکہ اپنے سوتیلے بیٹے کا عقد بکر کی لڑکی سے کرے حسب معمول نکاح پڑھا گیا اور زید نے اپنے سوتیلے بیٹے کی طرف سے جو حاضر نہیں تھا قبول کیا لیکن جب لڑکی کی رضامندی حاصل کرنے کی نوبت آئی تو بکر نے یہ کہہ دیا کہ لڑکی نابالغہ ہے اس پر لڑکی سے اجازت حاصل نہیں کی گئی

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳ ۱۲ ظفیر [2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

حالاں کہ لڑکی اس وقت عاقلہ بالغہ تھی۔ ایسی صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ لڑکے کو جس وقت یہ اطلاع اور خبر پہونچے گی کہ میرے سوتیلے باپ نے میرا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیا ہے تو اگر اس وقت وہ نکاح مذکور کو جائز رکھے بشرطیکہ وہ لڑکا بالغ ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔ کما ہو حکم نکاح الفضولی۔ اسی طرح لڑکی کو اگرچہ وہ بالغہ ہے اور (قبل نکاح اس سے اجازت نہ لی گئی) جس وقت خبر نکاح کی پہونچے گی کہ میرے باپ نے میرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا ہے اور وہ سکوت کرے گی تو نکاح ہو جاوے گا الغرض نکاح مذکور موقوف ہے لڑکے اور لڑکی کی اجازت پر، مگر لڑکی کا سکوت بھی اس صورت میں اجازت شمار ہوتا ہے جیسا کہ در مختار میں ہے او زوجہا لیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ الخ فہو اذن[1] الخ فقط

رضامندی سے جو نکاح ہوا درست ہے بعد کا انکار معتبر نہیں۔

سوال (۱۰۱۵) تین گواہوں نے جوان بیوہ عورت کی رضامندی حاصل کر کے نکاح خواں سے کہا کہ وہ عورت بہ اقرار کرتی ہے کہ بعوض دو سو روپیہ مہر کے میرا نکاح کر دو۔ اس پر نکاح خواں نے نکاح کر دیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ دو گھنٹہ بعد آپس کی رضامندی سے عورت انکار کرتی ہے۔؟

الجواب۔ اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا۔ کذا فی الدر المختار۔ فقط (بعد کا انکار قابل اعتبار نہیں جب کہ گواہ موجود ہیں۔ ظفیر)

کتنی عمر میں عورت خود مختار ہوتی ہے

سوال (۱۰۱۶) (۱) عورت کس عمر کو پہونچ کر اپنے نفس کا اختیار رکھتی ہے (۲) عورت کے بالغہ ہونے کی کوئی عمر مقرر ہے یا ایک بار حیض آنا بلوغ کے لیے کافی ہے۔

الجواب۔ (۱) پندرہ برس کی عمر جس وقت پوری ہو جاوے اس وقت عورت بالغہ شرعاً شمار ہوتی ہے اور اگر اس سے پہلے حیض آجاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی[2]۔

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۳ و ج ۲ ص ۴۱۱ ظفیر [2] بلوغ الغلام بالاحتلام الخ والجاریۃ بالاحتلام والحیض الخ فان لم یوجد فیہما شئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی (الدر المختار ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الحجر) ظفیر

(۲) غرض یہ ہے کہ اگر حیض وغیرہ کوئی علامت بلوغ پائی جاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی اور اگر حیض وغیرہ نہ آوے تو پندرہ برس پورے ہونے پر بالغہ شمار ہوتی ہے۔ کذا فی الدر المختار[۱]۔

بالغ کی شادی اس کی خواہش کے مطابق ہونی چاہیے والدین کی خلاف مرضی کرنے میں کوئی گناہ نہیں

سوال (۱۰۱۷) والدین لڑکے بالغ کی شادی کرنا چاہتے ہیں مگر جہاں والدین شادی کرتے ہیں لڑکا اس کے خلاف دوسری جگہ خواہش مند ہے والدین کو وہاں کرنا چاہیے یا نہیں اگر لڑکا والدین کے خلاف شادی کرے گا تو گنہ گار ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ جہاں لڑکا خواہش مند ہے والدین کو وہاں ہی نکاح کرنا چاہیے کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ خلاف کرنے میں زوجین میں موافقت نہ ہو۔ اور لڑکے کو حتی الوسع والدین کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن اپنی خواہش اور رضا کی موافق خلاف والدین کی مرضی کے اگر نکاح کرے گا تو گنہ گار نہیں ہے[۲]۔ بعد نکاح کے والدین کو جس طرح ہو راضی کر لیوے۔

بالغہ خود مختار ہے یوں ضابطہ کا ولی باپ ہے، نانا، ماموں نہیں

سوال (۱۰۱۸) ایک لڑکی کو اس کے باپ نے لڑکی کے نانا و ماموں کو دے دیا تھا کہ تم اس کو پرورش کرو اور تم ہی اس کی شادی بیاہ کرنا۔ اب وہ لڑکی جوان ہو گئی ہے اب نکاح میں جھگڑا پیش آرہا ہے۔ نانا ماموں تو چاہتے ہیں کہ اور جگہ کریں اور باپ چاہتا ہے کہ کہیں اور کرے اب یہ فرمایئے کہ ولی کون ہے اور کون نکاح کر سکتا ہے۔؟

الجواب۔ ولی اس لڑکی کا اس کا باپ ہے مگر جب کہ لڑکی بالغہ ہے تو بلا اجازت اس کے اس کا باپ بھی نکاح نہیں کر سکتا لیکن باپ چوں کہ ولی شرعی ہے[۳] اس وجہ سے اس کی اجازت لینے پر لڑکی کا چپ رہنا رضا اور اجازت سمجھی جاوے گی بخلاف نانا اور ماموں کے کہ اگر یہ اجازت لڑکی سے نکاح کی لیویں تو جب تک لڑکی صراحتاً زبان سے اجازت نہ دے نکاح نہ ہوگا[۴]۔ فقط

---

[۱] ایضاً ۱۲ ظفیر [۲] فانکحوا ما طاب لکم من النساء (النساء) [۳] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثیٰ علی ترتیب الارث والحجب (درمختار) وابن الابن کالابن ثم یقدم الاب ثم ابوہ الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۸) ظفیر [۴] فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی الخ فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا (باقی برصفحہ ۱۰۳)

ولی ابعد نے نکاح کیا اور ولی اقرب نے رد کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

سوال (۱۰۱۹) ایک عورت حنفیہ جس کی عمر بیس سال کی ہے اس کا نکاح اول بحالت نابالغی عمر تقریباً آٹھ سال میں بولایت پھوپھی ودیگر رشتہ داران باجبر واکراہ ہوا تھا چوں کہ اس کے والدین بھی اس نکاح سے ناراض اور علیحدہ تھے اس وقت تک وہ عورت خاوند اول کے گھر آباد نہیں ہوئی تھی اور نہ اس سے خلوت کی بدستور اول نکاح سے ناراض ہے مگر اب اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور وہ اب نکاح ثانی کی خواہش مند ہے تو کیا شرعاً وہ نکاح اول کو فسخ سمجھ کر اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ باپ دادا کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں پھوپھی وغیرہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے اگر پھوپھی وغیرہ نے نکاح کر دیا تو باپ دادا وغیرہ ولی اقرب کی رضا و اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر ولی اقرب راضی ہو تو نکاح قائم رہے گا ورنہ باطل ہو جاوے گا۔ پس اگر باپ وغیرہ نے اپنی حیات میں اس نکاح کو فسخ کر دیا تھا تو اس لڑکی کو دوسرا نکاح کرنا بلا طلاق شوہر درست ہے اور اگر فسخ نہ کیا تھا اور بعد بلوغ لڑکی اس نکاح سے راضی نہ ہوئی تب بھی وہ نکاح فسخ ہو گیا۔ دوسرا نکاح لڑکی کو کرنا درست ہے۔ فقط

بالغہ نے ابن فلاں سے اجازت دی بعد میں معلوم ہوا وہ فلاں کا لڑکا نہیں ہے کیا حکم ہے

سوال (۱۰۲۰) زید نے اپنی لڑکی ہندہ سے اجازت لے کر عمر کے لڑکے بکر سے عقد کر دیا بعد کو معلوم ہوا کہ بکر عمر کا لڑکا نہیں ہے کسی غیر ذات کا ہے جو عمر کی منکوحہ لے کر آئی تھی اب ہندہ بکر کے گھر جانے سے انکاری ہے کہتی ہے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا۔ میں نے عمر کے حقیقی لڑکے سے نکاح کی اجازت دی ہے اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اگر ہندہ سے یہ کہہ کر اجازت لی تھی کہ میں تیرا نکاح بکر بن عمر سے کرتا ہوں

(بقیہ صفحہ ۱۰۲) رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارہ الخ فھو اذن الخ فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لا بد من القول کالثیب البالغۃ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷) الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ الخ علی ترتیب الارث والحجب (ایضاً ج ۲ ص ۴۲۶) ظفیر ۱؎ وان زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

اور اس پر اس نے اجازت دی یا سکوت کیا اور درحقیقت بکر بیٹا عمر کا نہیں ہے تو بکر سے جو نکاح باپ نے کیا وہ ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا۔ اگر بعد اطلاع کے ہندہ نے سکوت کیا تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر رد کردیا تو باطل ہوگیا[1]۔ فقط

ولی پر ضروری نہیں کہ وہ دوسرے کی بات مانے

سوال (۱۰۲۱) زید کی برادری نے زید کے نام اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ یہ برادری کے سرپنچ اور قاضی ہیں۔ بغیران کی رضامندی کے دوسرا نکاح نہیں پڑھا جا سکتا۔ مگر بکر لڑکی کا ولی ہو کر زید کو نکاح نہیں پڑھانے دیتا بکر کی اس حرکت سے برادری میں تفرقہ اور فساد ہوتا ہے۔ شرعاً اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب۔ بکر جس لڑکی کا ولی ہے وہ اس کا نکاح خود کر سکتا ہے، کسی نکاح خواں کو اس کی ضرورت نہیں ہے، لیکن تفرقہ ڈالنا بھی برادری اچھا نہیں ہے، بکر کو ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جس سے تفرقہ برادری میں لازم آوے۔ فقط (مگر زید کو بھی لازم ہے کہ ولی کی بات مانے اس کے اختیار میں خواہ مخواہ دخل نہ دے۔ ظفیر)

صورت مسئولہ میں بھائی کی نامنظوری سے نابالغہ کا نکاح باطل ہوجائے گا۔

سوال (۱۰۲۲) زید نے ایک بیوی سلیمہ ایک لڑکی عقیلہ نابالغہ ایک لڑکا فہیم بالغ چھوڑا۔ سلیمہ نے عقیلہ کا نکاح بلا مشورہ فہیم کے اس کی عدم موجودگی میں کردیا۔ اغواءً۔ اور حال یہ ہے کہ وہ مفاد و مضار سے واقف نہ تھی اب فہیم کہتا ہے کہ فسخ نکاح میں، میں مختار ہوں اور اب سلیمہ بھی مضرات سے فہیم سے متفق ہے کیا فہیم فسخ نکاح کا مختار ہے۔

الجواب۔ ولی عقیلہ نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں فہیم ہے[2]۔ اور اگر فہیم موجود نہ ہو کہیں دور ہو اور کوئی عصبہ دوسرا بھی موجود نہ ہو تو ولی نکاح کی ماں ہے[3]۔ پس اگر فہیم نے باوجود موجود ہونے اپنے ماں کے کیئے ہوئے نکاح کو جائز نہیں کہا تو وہ نکاح جو کہ فہیم کی رضا پر موقوف

---

[1] بخلاف ما لو باشر العقد مع غیرہ من اصیل او ولی او وکیل او فضولی اٰخر فانہ یتوقف اتفاقاً (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر [2] الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسہ الخ بلا توسط انثیٰ علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونة علی ابیہا (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶ و ج ۲ ص ۴۲۵)

[3] فان لم یکن عصبة فالولایة للام (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر

تھا باطل وفسخ ہوگیا[1] اور اگر فہیم دور تھا اور ماں نے اپنی ولایت سے نکاح کردیا تو وہ صحیح ہے اور فہیم کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق الخ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۷)

دو برابر کے ولیوں میں جس نے پہلے نکاح کردیا وہ جائز ہے اور دوسرا باطل

سوال (۱۰۲۳) مسماۃ نعمت جس کی عمر ۱۳ سال، ۷ ماہ کی تھی اس کے برادر چچازاد کلاں نے اس کا نکاح اپنی ولایت سے اپنے منجھلے برادر زادہ سے کردیا اسی رات کو اس کے برادر چچازاد خورد نے مسماۃ کا نکاح ایک دوسرے شخص مسیتا سے کردیا۔ کون سا نکاح صحیح ہوا اور کون سا باطل ہوا۔ اب عمر مسماۃ کی ۱۶ سال اور چند ماہ کی ہے وہ اس نکاح سے بیزار ہے تو مسماۃ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ در مختار میں ہے ولو زوجھا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا[2] پس معلوم ہوا کہ جب کہ ہر دو برادر چچازاد کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی کا نہ تھا اور یہ دونوں برادران چچازاد ولی بدرجہ مساوی ہیں تو جس کا نکاح پہلے ہوا وہ صحیح ہوا اور پچھلا باطل ہوا۔ لہٰذا برادر چچازاد کلاں نے جو نکاح کچھ پہلے کیا وہ صحیح ہوا اور برادر چچازاد خورد نے جو نکاح کچھ پیچھے کیا وہ ناجائز وباطل ہوا۔ اب باقی رہا خیار فسخ بلوغ سو اس میں قضاء قاضی شرط ہے۔ بدون قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ نابالغہ بفور بلوغ عدم رضا اپنی ظاہر کردے[3]۔ فقط

سولہ سالہ لڑکی خود اپنا نکاح کرسکتی ہے

سوال (۱۰۲۴) حرمت خاں عرصہ دس سال کا ہوا انتقال کرگیا۔ ایک بیوی اور ایک چھ سالہ لڑکی چھوڑی، ان دونوں کی پرورش لڑکی موجودہ کے ماموں نے

---

[1] وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ ۱۲ ظفیر [3] وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ الخ وان کان من کفوء وبمہر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ الخ بشرط القضاء للفسخ الخ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۹) ظفیر

کی ۔ آٹھ ماہ ہوئے لڑکی موجودہ کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس نے یہ وصیت کی تھی کہ میری لڑکی کا نکاح صدیق پسر مولا بخش کے ساتھ کر دیا جائے ۔ اب لڑکی کی عمر سولہ سال کی ہے ۔ ماموں کہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح جس جگہ میرا دل چاہے گا کروں گا۔ اور لڑکی کا نانا زاد بھائی کہتا ہے کہ میں لڑکی کی والدہ کی وصیت کے مطابق کروں گا جب کہ لڑکی کی عمر سولہ سال ہے تو ولی نکاح کون ہے ۔؟

الجواب ۔ ولی شرعی اس صورت میں لڑکی کا نانا زاد بھائی ہے لیکن جب کہ لڑکی سولہ برس کی ہے تو منزعاً وہ بالغہ ہے اس کی اجازت اور اذن سے اس کا ماموں بھی کفو میں نکاح کر سکتا ہے اور وہ وصیت والدہ کی دربارہ نکاح معتبر نہیں ہے لڑکی کو اختیار ہے جہاں وہ راضی ہو کفو میں اپنا نکاح خود کرالے ۔

عورت کی خرید و فروخت حرم ہے وراس کا ولی اس کا باپ ہے۔

سوال (۱۰۲۵) ایک شخص نے اپنی عورت مبلغ اڑھائی سو روپے میں فروخت کی، اور جس نے مول لی اس تحریر اسٹامپ پر کرالی، بعد دو تین ماہ کے اس نے ایک اور شخص کو مبلغ اڑھائی سو روپے میں فروخت کر دی اور اسٹامپ پر تحریر کرادی ۔

مگر ہر دو کی تحریر میں لفظ تین طلاق کا موجود ہے ۔ اب اس عورت نے دوسرے مشتری کے یہاں سے نکل کر نکاح کر لیا ہے اس لیے کہ دوسرے مشتری سے نکاح نہیں ہوا تھا۔ اس عورت کے پاس دس گیارہ سال کی لڑکی ہے جس وقت پہلے مشتری نے عورت لی تھی لڑکی کی بابت یہ وعدہ کیا تھا کہ میں لڑکی کو خوراک وغیرہ دوں گا ورنہ بعد سال کے میرا دعویٰ نہیں ہے، لڑکی کے باپ کو پانچ سال قید ہوگئی ہے، لڑکی کا چچا موجود ہے آیا یہ عورت لڑکی مذکور کا نکاح کر سکتی ہے ۔؟

الجواب ۔ ولی اس لڑکی نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں اس کا باپ ہے اور باپ کے بعد چچا ولی ہے، والدہ کو بدون اجازت ولی کے اختیار نکاحِ نابالغہ کا نہیں ہے، اور باپ کے اس کہنے سے اس کی ولایت ساقط نہیں ہوتی ۔

اور یہ خرید و فروخت عورت کی حرام اور باطل ہے ۔ البتہ باپ کے غائب ہونے کی صورت میں اور اس سے رائے و مشورہ نہ لے سکنے کی صورت اس کا بھائی یعنی نابالغہ کا چچا ولی ہو جائے گا، کما فی کتب الفقہ وللولی الابعد انکاح الصغیر والصغیرۃ بغیبوبۃ الاقرب[1] الخ فقط

---

[1] وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲)

باپ جب صحیح الحواس نہ ہو تو لڑکی کا ولی کون ہے۔

سوال (۱۰۲۶) زید بوقت شادی صحیح الحواس تھا کچھ عرصہ بعد مخبوط الحواس ہوگیا اور دختر خورد سالہ اور زوجہ کو گھر سے نکال دیا طلاق نہیں دی، کیا زید کی رضامندی اس کی دختر نابالغہ کے عقد میں ضروری ہے۔

الجواب۔ اگر زید صحیح الحواس ہو تو اس کی اجازت و رضامندی اس کی دختر نابالغہ کے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہے، اور اگر زید صحیح الحواس نہیں دیوانہ یا مخبوط الحواس ہے تو اس کی اجازت و رضا کی ضرورت نہیں ہے[1]۔ اور رضا و عدم رضا برابر ہے، چچا تایا وغیرہ جو ادیبار باپ دادا کے بعد کے ہیں نکاح نابالغہ کا کر سکتے ہیں۔

دو برابر کے ولیوں میں سے ایک نے اپنے پوتے سے نکاح کر دیا اور دوسرے نے اپنے بیٹے سے، کون صحیح ہوا؟

سوال (۱۰۲۷) دو برابر کے ولی ہیں سے ایک چچا نے نابالغہ کی شادی اپنے پوتے سے کر دی، اور دوسرے نے اپنے بیٹے سے، اس میں کون نکاح درست ہوا۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق[2] الخ
پس جواب صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ ہر دو چچا ولی نکاح صغیرہ کے مساوی درجہ میں ہیں، جو ن سا اُن میں سے پہلے نکاح کر دیوے گا وہی صحیح و نافذ ہو جاتا ہے۔ قانون مقرر کردہ کے خلاف کرنے سے بھی نکاح شرعاً ہو جاتا ہے اور پھر حاکم کے توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ الحاصل پہلا نکاح قائم رہا اور دوسرا باطل ہے۔

ولد الحرام کی ولی ماں ہے۔

سوال (۱۰۲۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لڑکی نابالغہ کے نکاح کے بارے میں جو ایک ناجائز تعلق سے پیدا ہوئی ہے جب کہ اس کی والدہ کا نکاح کسی سے نہ تھا۔ نابالغہ کی والدہ کی اجازت سے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا چند ماہ بعد نابالغ لڑکے کے والد نے اپنا خرچہ وغیرہ لے کر دوسرے کے سپرد کر دیا ہے اور بحیثیت ولی طلاق نامہ لکھ دیا ہے۔ تو جس کی سپردگی میں لڑکی ہے وہ شخص اپنے یا اپنے کسی رشتہ دار

---

[1] ولا ولایۃ لعبد ولا صغیر ولا مجنون لانہ لا ولایۃ لھم علی انفسہم فاولی ان لا ینفذ علی غیرھم (ہدایہ باب الاولیاء ص۲۸۷ ج ۲) [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ص۴۳۲ ج۲ ظفیر۔

کے ساتھ اس کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ ولدالحرام کا نسب والدہ سے ثابت ہوتا ہے باپ اس کا کوئی نہیں ہوتا۔ پس ولایتِ نکاح اس دختر کی جو بے نکاح کے ہوئی اس کی والدہ کو ہے۔ اس کی والدہ نے جو نکاح اس کا کیا وہ صحیح ہو گیا[1] شوہر نابالغ کے ولی کو اختیار طلاق دینے کا نہیں ہے، پس وہ طلاق جو ولی کی طرف سے ہوئی صحیح نہیں ہوئی، اور نہ نابالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے، کما فی الدر المختار لایقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ الخ والمجنون الخ والصبی[2] پس جب تک شوہر اول بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے طلاق واقع نہ ہوگی۔

حکومت کا مقرر کردہ ولی نکاح کا ولی نہیں ہے بلکہ مال کا ہے۔

سوال (۱۰۲۹) ایک یتیمہ نابالغہ کا ولی اس کا چچازاد بھائی تھا اور جائداد نابالغہ پر قابض تھا اور سالہا سال سے اس کی کل آمدنی اپنے مصرف میں لاتا تھا، نابالغہ کو ایک پیسہ بھی نہ دیتا تھا۔ اس کی بددیانتی کی وجہ سے حاکم وقت نے نابالغہ کے ماموں کو ولی مقرر کیا اور نابالغہ کے چچازاد بھائی نے مرنے سے سات روز قبل نابالغہ کا عقد اپنے پوتے سے کرایا، یہ عقد درست ہے یا نہیں؟ باوجود حاکم کے دوسرا ولی مقرر کرنے کے ولی سابق کو اختیار نکاح کا رہتا ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ نابالغہ مذکورہ کا نکاح جو اس کے چچازاد بھائی نے اپنی ولایت سے اپنے پوتا کے ساتھ کیا وہ صحیح ہے، اور ولایت نکاح نابالغہ کی اس کے چچازاد بھائی ہی کو ہے ماموں کو نہیں ہے[3]، البتہ اس کے مال میں تصرف کا اختیار چچازاد بھائی کو نہیں ہے مال میں تصرف کا اختیار ماموں کو ہے جس کو حاکم نے مقرر کیا، یا کسی اور امانت دار کے متعلق کیا جاوے۔ فقط

باپ اور بہن ہو تو ولی باپ ہے مگر باپ کفو میں نہ کرے تو بہن کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

سوال (۱۰۳۰) زید کی ہمشیرہ ہندہ نے زید کی نابالغہ لڑکی مسماۃ زاہدہ کو پرورش کیا اور اپنا جانشین قرار دیا ہے، اب ہندہ کی چاہتی ہے کہ زاہدہ کی شادی برادری میں کر دے لیکن اس معاملہ میں زید کی زوجہ دوسری

---

[1] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹)

[2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۸۵ و ج ۲ ص ۵۸۶ ظفیر [2] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷)

حسد کی وجہ سے زید کو ورغلاتی ہے، چنانچہ زید خلل انداز اور مانع ہے، اس صورت میں ہندہ زاہدہ کا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ ولی نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں اس کا باپ ہے بدون باپ کی اجازت کے نکاح نابالغہ کا نہیں ہو سکتا، لیکن فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر ولی اقرب کفو میں نہ کرے تو ولی ابعد کو اختیار نکاح کا ہو جاتا ہے، بناءً علیہ ہندہ اس کا نکاح کر سکتی ہے[1]۔

غیر کفو میں ایک ولی نے نکاح کی اجازت دی اور ایک نے مخالفت کی کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۲۱) زید نے اپنی دختر مسماۃ مریم کا نکاح مسمیٰ بشیر سے کر دیا جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار تھا اور اپنی دوسری بیٹی زینب کا نکاح مسمیٰ خالد سے کر دیا جو کہ دوسری قوم سے تھا۔ ب اس کے بعد زینب کے فرزند مسمیٰ بکر نے اپنی خالہ مریم کی دختر کریمہ سے اس کے اولیاء کی بغیر اجازت کے نکاح کر لیا اور کریمہ کا والد پہلے فوت ہو چکا تھا، اس کے بھائیوں میں سے ایک حقیقی برادر اس نکاح سے راضی تھا باقی سب حقیقی بھائی اور سب اہلِ قرابت کو یہ نکاح نامنظور تھا بوجہ اس بات کے کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوا تھا تو بکر کا یہ نکاح جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ اقول وباللہ التوفیق مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ بالغہ کا نکاح بدون اس کے ولی کی اجازت کے صحیح نہیں ہے لیکن اگر بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہے اور قول مختار یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح صحیح ہی نہیں ہوتا یعنی جب کہ ولی راضی نہ ہو، لیکن اگر اولیاء میں سے ایک ولی بھی راضی ہو گیا تو وہ نکاح صحیح ہے پھر فسخ نہیں ہو سکتا، در مختار میں ہے۔ فنفذ نکاح حرۃٍ مکلفۃٍ بلا رضاء ولی الخ ولہ الاعتراض فی غیر الکفوء الخ وفی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوٰی، وبناءً علی الاول وھو ظاھر الروایۃ فرضا البعض من الاولیاء کالکل الخ[2] پس روایت اخیرہ در مختار سے واضح ہو گیا کہ صورتِ مسئول عنہا میں نکاح صحیح ہو گیا کیوں کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ نکاح غیر

---

[1] ویثبت للابعد من الاولیاء النسب لولم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو التزویج لعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج (در مختار) ای من کفوء بمھر المثل (رد المحتار باب الولی ص۲۳۳، ۲۳۴ ج۲)

[2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۰۷ ج۲ ص۴۰۹ ظفیر

کفو میں ہوا ہو ایک ولی کا راضی ہونا بھی صحت نکاح کے لیئے کافی ہے۔ فقط

بارہ تیرہ سال کا لڑکا اور نو دس سال کی لڑکی اپنے آپ کو بالغ بتاتے تو مانا جائے یا نہیں۔؟

سوال (۱۰۳۲) اگر لڑکا جس کی عمر ۱۲، ۱۳ سال کے درمیان ہو اور لڑکی جس کی عمر ۹، ۱۰ سال کے درمیان ہو بالغ ہونا اپنا ظاہر کریں اور صاحب شعور ہونا ان کا بخوبی ثابت ہو تو شرعاً ان کا بیان قابل تسلیم ہے یا نہیں یعنی وہ بالغ متصور ہو سکتے ہیں یا نہیں۔؟

الجواب۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں لڑکا اگر بالغ ہونا اپنا بیان کرے اور بہ ظاہر حال اس کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہو یعنی اتنی عمر میں لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو تو قول اس کا معتبر ہے اور وہ بالغ شمار ہوگا۔

اور لڑکی کے لیئے نو دس برس کی عمر میں یہ ہی حکم ہے یعنی قول اس کا در بارہ بلوغ معتبر ہے اور پندرہ برس کی عمر میں تو لامحالہ بلوغ کا حکم شرعاً دے دیا جاوے گا۔ فی الدر المختار وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار كما فى احكام الصغار فان راهقا بان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذبهما الظاهر الخ وهو ان يكون بحال يحتلم مثله والا لا يقبل قوله الخ[1]

حیض آنے کے بعد لڑکی بالغہ مانی جائے گی اور وہ اپنے نکاح کی مالک ہوگی۔

سوال (۱۰۳۳) لڑکی حائضہ ہونے پر بالغ مانی جائے گی یا نہیں، اگر وہ بالغ مانی جائے گی تو کیا وہ کفو میں شادی کرنے کی مجاز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ بالغہ مانی جاوے گی اور کفو میں اس کو نکاح کرنا اپنے اختیار سے درست ہے[2]۔

فاحشہ ماں کو حق حضانت نہیں اور اس کے نکاح کا حق چچا کو ہے۔

سوال (۱۰۳۴) ولایت حسین تین بھائی تھے منجملہ ان کے لائق حسین و قدرت حسین فوت ہو گئے۔ مسماۃ رحمانی بیگم بیوہ قدرت حسین حاملہ تھی اس کے ایک لڑکی مصطفائی خانم پیدا ہوئی اور مسماۃ مذکورہ نے

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲، ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۲۔

[2] بلوغ الغلام بالاحتلام الخ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ص ۱۳۲ ج ۵) ظفیر

عدالتِ دیوانی میں ایک دعویٰ اپنے حق کا دائر کیا جس میں وہ کامیاب ہوگئی اور بموجب حکم نامہ ڈگری حاصل کی۔ اب چار پانچ سال سے مسماۃ مذکور فاحشہ ہوگئی اور اپنی دختر کو رقص کی تعلیم دلواتی ہے، اکثر متقی لوگ میرے اوپر طعنہ زن ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم دختر مذکورہ کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کام سے محفوظ رکھو، میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے، ولایت حسین جو دختر کا ولی ہے اس کو چاہیئے کہ اپنی برادر زادی کو اپنی ولایت واختیار میں لے کر ایسے افعال قبیحہ سے روکے اور حسب مصلحت اچھے موقع پر اس کا نکاح کر دے[1]، اس کی ماں کو کچھ ولایت واختیار دختر مذکورہ پر شرعاً حاصل نہیں ہے، اس کا حقِ حضانت بھی بسبب اس کے فاحشہ ہونے کے ساقط ہوگیا[2]۔ فقط واللہ اعلم

لڑکی کا باپ لڑکے سے روپیہ لے تو ولی رہتا ہے یا نہیں۔؟

سوال (۱۰۲۵) لڑکی اور لڑکے کا نکاح نابالغی کی حالت میں والدین نے کر دیا اور لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے پچاس سو روپے یا کچھ کم وبیش طمع نفسانی سے لے لئے، ایسی حالت میں یہ دختر کا ولی رہا یا نہیں اور نکاح جائز ہوا یا نہیں، بغیر طلاق لڑکی بعد بلوغ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ نابالغی کی حالت میں جو نکاح ان کے والد نے کیا صحیح ہے اور لڑکی کے باپ نے جو روپیہ شوہر کے والد سے لیا یہ رشوت ہے اور حرام ہے واپس کرنا چاہیے، مگر اس لینے کی وجہ سے ولایت باطل نہیں ہوئی، اب بدون طلاق کے عورت کا نکاح ثانی نہیں ہو سکتا اور نہ اس صورت میں لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے[3]۔

---

[1] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ فان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ وج ۲ ص ۴۲۹) [2] تثبت الحضانۃ للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ او بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم او فاجرۃ فجوراً یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ (در مختار) ویشترط فی الحاضنۃ ان تکون حرۃ بالغۃ عاقلۃ امینۃ قادرۃ الخ (رد المحتار باب الحضانۃ ج ۲ ص ۸۷۶ و ۸۷۲) ظفیر

[3] اخذ اہل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۵۰۳)

حضرت علیؓ سے روپے لیے گئے تھے یا نہیں۔؟

سوال (۱۰۳۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کے نکاح پر جہیز وغیرہ کے واسطے روپیہ لیا یا نہیں ؟ یہ روایت کیسی ہے۔؟

الجواب۔ حضرت علیؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روپیہ لینا جہیز وغیرہ کے واسطے ثابت نہیں بالکل غلط اور بے اصل ہے کوئی روایت اس قسم کی نہیں، اگر ایسا ہوتا تو فقہاء کرام رحمہم اللہ اس کو حرام کیسے کہتے۔ فقط

نابالغہ نے بچپن کے نکاح سے انکار کر دیا، دوسرا نکاح کر لیا، اس نکاح اور نسب کا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۳۷) ہندہ کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا، ہندہ کے ایک چچا نے دوسرے چچا کے لڑکے سے ہندہ کا صغر سنی میں نکاح کر دیا، ہندہ بلوغ کے بعد اپنے شوہر کے گھر نہ گئی پھر انکار کر دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، بعد میں اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا جس کو یہ سب واقعہ معلوم تھا۔ ہندہ کے اس دوسرے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب اس لڑکی کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور لڑکی کس کی وارث ہوگی اور اس کا وارث کون ہوگا اور ہندہ کس کے نکاح میں سمجھی جائے گی، شوہر کون تسلیم کیا جائے گا، دونوں نکاح میں کون صحیح ہوا۔؟

الجواب۔ ہندہ کا نکاح اول جو بولایت عم ہوا شرعاً صحیح ہے اور ہندہ کا انکار اگر بلوغ سے کچھ عرصہ بعد ہو جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو وہ معتبر نہیں اور اس انکار سے نکاح سابق میں کچھ خلل نہیں آیا، جیسا کہ درمختار باب الولی صفحہ ۴۲۰ میں ہے: وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب والجد (الی ان قال) وان کان من کفوء وبمھر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ (الی قولہ) بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان الخ قال الشامی قولہ للفسخ ای ھذا الشرط انما ھو للفسخ لا لثبوت الاختیار وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختیار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء فلذا فرع علیہ بقولہ فیتوارثان فیہ ای فی ھذا النکاح قبل ثبوت فسخہ (شامی ج ۲ صفحہ ۴۲۰، ۴۲۱)

چوں کہ ہندہ مذکورہ نے بلوغ کے فوراً بعد انکار نہیں کیا اور نہ نکاح فسخ کرایا لہٰذا اس کا

خیار بکر جو اس کو حاصل تھا باطل ہوگیا، قال فی الدر المختار ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ اصل النکاح (الی ان قال) ولا یمتد الی اٰخر المجلس[۱] اگر ہندہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو بھی اس کا خیار بکر سکوتِ وقتِ بلوغ سے ساقط ہوگیا، قال فی الدر المختار وان جہلت بہ الخ للتفرغھا للعلم الخ[۲] پس دوسرا نکاح جو دوسرے شخص نے باوجود نکاحِ اول کا علم ہونے کے کیا شرعاً باطل ہے اور کالعدم ہے، اور اس دوسرے شخص نے نکاحِ باطل کر کے جو وطی ہندہ سے کی وہ زنا ہے اور اس سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نسب اس شخص سے جو کہ زانی ہے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا نسب ہندہ کے شوہر اوّل سے ثابت ہے کیونکہ نکاح باقی رہنے کی وجہ سے اس کا فراش قائم ہے اور حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر قال الشامی فی البحر لو تزوج بامرأۃ الغیر عالما بذلک ودخل بھا لا تجب العدۃ علیھا حتّٰی لا یحرم علی الزوج وطوءھا وبہ یفتی لانہ زنا والمزنی بھا لا تحرم علی زوجھا[۳] وفیہ ایضاً من باب العدۃ: اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً[۴] وفی الدر المختار فی فصل ثبوت النسب وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر منذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ او استخداما فتح[۵] وفی الشامی فی شرح قول الدر المختار: الفراش علی اربع مراتب وقویّ[۶] وھو فراش المنکوحۃ ومعتدۃ الرجعی فانہ فیہ لا ینتفی الا باللعان[۷] الخ

عباراتِ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ نکاح منکوحۃ الغیر سے باطل اور کالعدم ہے اور وطی کرنا اس سے زنا ہے اور زنا سے نسب کا ثابت نہ ہونا متفق علیہ ہے کما مر فی الحدیث

پس معلوم ہوا کہ ہندہ اسی شخص کی بیوی ہے جس سے اس کا پہلا نکاح ہوا اور اس کی وارث ہوگی اور وہی اس کا وارث ہوگا۔ لڑکی کا نسب بھی اسی شخص سے ثابت ہوگا جس کی ہندہ بیوی ہے دوسرا نکاح ہندہ کا جس شخص سے ہوا نہ ہندہ اس کی زوجہ ہے نہ اس سے وراثت کا کوئی تعلق بربنائے

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ص۲۵ ج۲ ظفیر [۲] ایضاً ص۲۶ ج۲ ظفیر [۳] رد المحتار فصل فی المحرمات ص۲۰ ج۲ و ص۳۳ ج۲ [۴] رد المحتار باب العدۃ ص۸۲۵ ج۲ [۵] الدر المختار علی ہامش رد المحتار فصل فی ثبوت النسب ص۸۶۷ ج۲ [۶] رد المحتار فصل فی ثبوت النسب ص۸۶۷ ج۲ ظفیر

زوجیت ہوا، اور نہ لڑکی کا اس سے نسب ثابت، نہ وراثت کا اس سے کوئی تعلق ۔ فقط

ماں نابالغہ لڑکی کا نکاح کردے اور باپ اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوا

سوال (۱۰۳۸) ایک لڑکی نو سالہ کا نکاح اس کی والدہ نے بلا اجازت و رضامندی اس کے باپ کے کردیا تھا اب وہ لڑکی بالغہ و جوان ہے اس کا شوہر اس کو نان نفقہ نہیں دیتا بلکہ ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں نے اس کو دل سے طلاق دے دی ہے اور تحریری طلاق نامہ اس کو کچھ مدت خوار کرکے دوں گا مگر وہ خط گم ہوگیا ہے لیکن ایک اور خط موجود ہے جس میں چند الفاظ طلاق کنایہ کے موجود ہیں مثلاً (۱) وہ میری عورت نہیں (۲) اس کو کہو میرے گھر سے چلی جاوے جدھر مرضی ہو میں بالکل خرچ نہ دوں گا (۳) چند سال خراب کرکے تحریری طلاق دوں گا وغیرہ وغیرہ۔

کیا عورتِ مذکورہ کو نکاحِ مذکورہ کالعدم سمجھ کر نکاح ثانی کی اجازت ہے۔؟

نقل خط جو زوج نے بھیجا ہے۔

جناب والا مکرم میاں پیر محمد از جانب عبدالقیوم

خط آپ کا پہنچا حال معلوم ہوا، دل کو خوشی ہوئی۔ اور مجھ کو آپ اپنے دل کی بات ظاہر کریں کیا بات ہے، اگر آپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی تب میری عورت ہے ورنہ کوئی نہیں۔ آپ جس طرح کہیں وہی بات کروں گا لیکن چند سال خراب کرکے، اگر میری والدہ کو برا سمجھے گی میری سخت دشمن ہے۔

جواب از جائے دیگر

صورتِ مذکورہ بالا میں عورت مذکورہ کو شرع محمدی کی رو سے نکاح ثانی کی اجازت ہے کیونکہ ماں ولی ابعد ہے اور باپ ولیِ اقرب، اور ولیِ اقرب کے ہوتے ہوئے ولیِ ابعد نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا۔ وللولی نکاح الصغیر والصغیرۃ والولی العصبۃ بترتیب الارث (الیٰ ان قال) وان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام (کنز الدقائق باب الاولیاء صفحہ۹۸)[1]

اور باب الکنایات میں ہے کہ جو شخص طلاق کے ذکر کے وقت اور عورت کے سوال کرنے کے وقت اپنے خاوند سے طلاق کا۔ اور غضب کی حالت میں اگر مرد اپنی بیوی کو کہے کہ تو چلی جا جدھر تیری مرضی ہو یا تو میری عورت نہیں ہے اور مانند اس کے۔ تو عورت پر طلاق

---

[1] دیکھئے البحر الرائق باب اولیاء ج۳ ص۱۲۶

بائن پڑ جاتی ہے جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔
پس اگر بالفرض والتقدیر پہلے نکاح کو صحیح بھی مانا جاوے تو اس خط اور دوسرے خط کے الفاظ سے نکاح فسخ ہوگیا اور شریعتِ محمدیہ کی رو سے عورتِ مذکور کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی۔
درمختار باب العنین میں ہے کہ لیکن قہستانی ہیں کہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو فرقت کا اختیار ہے اور اسی طرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون ضرر کے اس کے پاس نہ ٹھہر سکے تو عورت کو اختیار ہے جدائی کا۔[ل] (صفحہ ۲۱۳ جلد ثانی)

الجواب (از حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ) اقول وباللہ التوفیق بیشک یہ صحیح ہے کہ ولیِ اقرب کے ہوتے ہوئے ولیِ ابعد کو نابالغہ کے نکاح کا اختیار نہیں ہے اور اگر ولی ابعد ایسا کرے تو وہ نکاح ولیِ اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا۔

درمختار میں ہے، فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ[ٹ] الخ
اور شامی میں ہے، فلا یکون سکوتہ اجازۃً لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صراحۃ او دلالۃ تامل الخ (صفحہ ۳۱۵ جلد ثانی شامی)[ٹ]
اور جواب کا جزوِ ثانی جو کنایات سے بحالتِ غصہ و مذاکرۂ طلاق طلاقِ بائنہ واقع ہونے کے متعلق ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ دوسرے خط کے مطابق جو کہ موجود ہے" کہ والدہ سے پوچھو تمہاری کیا رائے ہے؛ اگر آپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی تب میری عورت ہے ورنہ نہیں" اس میں اس کی عورت نہ رہنے کو والدہ کے ساتھ سلوک سے نہ رہنے پر معلق کیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہو اور شرط پائی جائے تو طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں، اور شامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دلالتِ حال کافی نہیں ہے نیتِ

ل ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجذام وجنون وبرص ورتق وقرن وخالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج (درمختار) والظاہر ان اصلھا وخالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ مطلقا ومحمد فی الثلثۃ الاول لو بالزوج (رد المختار باب العنین ص۸۲۲ ج ۲) ظفیر۔
ٹ الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲، ٹ رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۳ ظفیر۔

شوہر کی ضرورت ہے۔ وقید بالنیۃ لانہ لایقع بدونہا اتفاقاً لکونہ من الکنایات واشار الی انہ لایقوم مقامہا دلالۃ الحال لان ذلک فیما یصلح جواباً فقط وھو الفاظ لیس ھذا منہا واشار بقولہ طلاق الی ان الواقع بھذہ الکنایۃ رجعی[1] الخ (صفحہ ۴۵۳ قبیل باب طلاق غیر الدخول بہا)

اور نیز شامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیوب شوہر مثل جنون وبرص وغیرہ میں مفتی بہ قول شیخین ہے امام محمدؒ کا مذہب مفتی بہ نہیں ہے چنانچہ شامی میں ہے وقد تکفل فی الفتح بردما استدل بہ للائمۃ الثلاثۃ ومحمد بما لامزید علیہ[2] الخ (صفحہ ۵۹۷ ج ۲ شامی)

الحاصل صرف وجہ اوّل ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے حکم بطلان نکاح مذکور کا کیا جا سکتا ہے اور اجازت نکاحِ ثانی کی اس عورت کو ہو سکتی ہے وہ یہ کہ والدہ نے جو نکاح دخترِ نابالغہ کا کیا اگر باپ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا۔

جعلی اجازت نامہ ولی کی طرف سے بنوا کر نکاح پڑھایا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۳۹) سترہ سال ہوئے کہ زید نے اپنے پسر خالد کا رشتہ عمر کی دختر ہندہ سے پیغام دیا، چونکہ زید ذلیل قوم کا تھا اس لئے عمر نے اس درخواست اور پیغام کو ترشی کے ساتھ رد کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد عمر برما چلا گیا، اس کے پیچھے عمر کی طرف سے ایک جعلی خط بنایا گیا کہ عمر اپنی لڑکی ہندہ کو بخوشی زید کے پسر خالد کے نکاح میں دیتا ہے اور نکاح پڑھوا دیا جائے۔

غرضیکہ ہندہ نو سالہ کا نکاح خالد سے کر دیا گیا۔ جب عمر کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوا، اور یہ لکھا کہ میں ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا اور لڑکی کو مت بھیجو۔

یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں، کچھ عرصہ کے بعد یعنی بالغہ ہونے کے چند سال بعد ہندہ نے باسط سے نکاح کر لیا، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ چونکہ عمر اس نکاح سے راضی نہ تھا اور اس کی طرف سے جعلی خط بنایا گیا اور جس وقت عمر کو اطلاع ہوئی اس نے انکار کر دیا،[3] لہٰذا وہ نکاح جو خالد سے

[1] دیکھئے رد المحتار باب الصریح ص ۶۲۳ قبیل باب طلاق غیر المدخول بہا۔ [2] دیکھئے رد المحتار باب العنین وغیرہ۔ ظفیر

[3] ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجیٔ فی البیوع توقف عقود دیکلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی ج ۲ ص ۴۴۹)

کیا گیا باطل ہوگیا، لہٰذا ہندہ کا نکاح جو باسط سے کیا گیا وہ صحیح ہے۔ خالد کو دعویٰ زوجیت اس پر نہیں پہنچتا اور چوں کہ اس صورت میں خالد سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا لہٰذا اس کے بعد دیگر سوالات کے جواب کی ضرورت نہیں ہے جو کہ نکاحِ سابق کے صحیح ہونے پر متفرع ہیں۔ فقط

تیرہ سالہ لڑکی نے پہلے بلوغ کا دعویٰ نہیں کیا بعد میں کرتی ہے، کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۴۰) ہندہ جس کی عمر اس کی والدہ تیرہ سال بتلاتی ہے اور اس کا باپ زندہ نہیں ہے حقیقی چچا موجود ہے۔ ماں بلا رضا ر موجودگی چچا کے نکاح ہندہ کا خفیہ کردیتی ہے اور ہندہ بوقت نکاح باوجود کہنے والدہ کے کہ یہ لڑکی نابالغہ ہے دعویٰ بلوغ کا نہیں کرتی۔ چچا نکاح سے مطلع ہوکر ناراض ہوا اور انکار کردیا، بعد انقضاء چھ ماہ تعلیم و تلقین سے ہندہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں بوقت نکاح بالغہ تھی۔ یہ دعویٰ ہندہ کا صحیح ہوگیا یا نہیں یا نکاح کے وقت دعویٰ کرنا چاہیے تھا۔؟

الجواب۔ تیرہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اور یہ عمر مراہقت کی ہے اور درمختار میں ہے کہ مراہق اگر دعویٰ بلوغ کا کرے اور ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو تو قول اوس کا معتبر ہے، وادنیٰ مدتہ لہ اثنا عشر سنۃ ولہا تسع سنین الخ فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر الخ وھوان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ۔ شرح وھبانیہ درمختار[۱] پس معلوم ہوا کہ لڑکی کا دعویٰ بلوغ کا صحیح ہے اور اس دعویٰ کی صحت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ نکاح کے وقت دعویٰ بلوغ کا کرے بلکہ بعد میں دعویٰ بلوغ کا صحیح ہے کیونکہ دعویٰ کی ضرورت اوس وقت ہوتی ہے کہ کوئی شخص مخالف اور منکر ہو۔ فقط

چودہ سالہ لڑکی کا نکاح باپ اس کی موجودگی کے بغیر کرسکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۴۱) ایک لڑکی چودہ سال کی اندوریں اپنی بہن کے پاس ہے اور اس کا باپ بریلی میں رہتا ہے تو وہ بغیر موجودگی لڑکی کے اپنی اجازت سے اوس کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ چودہ برس کی عمر میں لڑکی کے بالغ ہونے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ اگر حیض وغیرہ نہ ہو اور نابالغہ لڑکی کا نکاح اوس کا باپ بدون موجود ہونے لڑکی کے کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہو اور اوس کا نکاح دور بیٹھے بدون اطلاع کرنے لڑکی کے کردے اور جس وقت لڑکی

---

[۱] الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار کتاب الحجر فصل فی بلوغ الغلام ص ۱۳۲ ج ۵ و ص ۱۳۳ ج ۵۔ ظفیر

کو خبر ہو وہ سکوت کرے تب بھی باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔ الغرض دونوں صورتوں میں باپ اپنی دختر کا نکاح دور بیٹھے کر سکتا ہے اور سکوت اوس کا (بالغہ کا) اذن شمار ہوتا ہے[1]۔

چچازاد بھائی نے بھی نکاح کیا اور سوتیلے چچازاد بھائی نے بھی، کون سا نافذ ہوگا

سوال (۱۰۴۲) دو لڑکیاں ایک بالغہ دوسری نابالغہ اپنے سوتیلے چچازاد بھائی کی ولایت میں ہیں اور ایک لڑکا جوان لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی ہے وہ کچھ ماہ زائد چودہ سال کی عمر کا ہے، اب اس سوتیلے بھائی نے اون میں سے ایک دختر بالغہ کا نکاح اپنے ساتھ کر لیا اور دوسری نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے سے کہ جو دوسری بیوی سے ہے اپنی ولایت سے پڑھوانا چاہتا ہے اور لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور میری ولایت سے میرا نکاح اس لڑکی سے پڑھا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ حقیقی چچازاد بھائی جو کہ مراہق ہے یعنی قریب البلوغ ہے، دعویٰ اپنے بالغ ہونے کا کرتا ہے اور قرائن سے اوس کا صدق ظاہر ہے تو قول اوس کا دربارہ بلوغ شرعاً معتبر ہوتا ہے کما قال فی الدر المختار فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکن بھما الظاھر الخ فیعد اثنتی عشر سنۃ بشرط اشرطا آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لایقبل الخ درمختار[2]

پس چونکہ حقیقی چچازاد بھائی بالغ کی ولایت مقدم ہے علاتی چچازاد بھائی سے لہٰذا جو نکاح حقیقی چچازاد بھائی نے کیا وہ صحیح ہے اور بعد میں جو نکاح علاتی چچازاد بھائی نے کیا وہ باطل ہے، پہلے جو یہاں سے جواز نکاح اس صورت میں لکھا گیا ہے وہ اس بنا پر تھا کہ سوال میں حقیقی چچازاد بھائی کو نابالغ ظاہر کیا گیا تھا، لہٰذا اس صورت میں کہ وہ بالغ ہو وہ جواب صحیح نہیں ہے اور یہ جواب جو اب لکھا گیا ہے صحیح ہے

نابالغہ کا نکاح طوائف کے یہاں کر دیا حکم کیا کرے

سوال (۱۰۴۳) ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کچھ روپیہ لے کر ایک طوائف کے یہاں کر دیا۔ وہ خود بھی گروہ طوائف سے تھا اب فوت ہو گیا ہے، لڑکی اس وقت سوتیلی والدہ اور سوتیلے والد کے قبضہ میں ہے وہ گروہ طوائف

---

[1] اذن وجہا دلیہا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ الخ فھو اذن الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲ و ج ۲ ص ۴۱۲ ظفیر

[2] ایضاً کتاب الحجر فصل فی بلوغ الغلام الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۳ ۲ ظفیر

سے نہیں ہے اور سسرال جانا نہیں چاہتی اس لئے اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ عدالت میں کیا ہے۔ مجسٹریٹ صاحب کے ایماء سے ہر دو فریق نے اس دعویٰ میں مجھ پر حصر کیا ہے کہ جو فیصلہ میں کروں مجھ کو منظور ہوگا۔ میں اس میں کیا فیصلہ کروں۔؟

الجواب۔ لڑکی بعد بالغہ ہونے کے اس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے لہذا آپ بوجہ حکم مسلم فریقین ہونے کے اون میں تفریق کرا دیں۔ درمختار میں ہے ولزم النکاح الخ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا انتهٰی ملخصا وفی الشامی ثم اعلم ان ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسئلۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح به فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرهما[۲]۔ فقط

ولی کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا نکاح ماموں کر دے اور خلوت بھی ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۴۴) لڑکی نابالغہ کا نکاح اوس کا ماموں بلا اجازت علاتی بھائی اور باپ کے چچا کے کر دیوے تو احناف کے نزدیک وہ نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ اگر درست نہیں ہوا تو اس سے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیوں کہ لڑکی اس کے مکان پر گئی اور خلوۃ صحیحہ بھی ہو چکی ہے، اور مہر لازم ہوگا یا نہیں۔ اور عورت پر عدۃ ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ ولی اقرب کی موجودگی میں اگر ولی ابعد نابالغہ کا نکاح کر دے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور ولی اقرب اس صورت میں علاتی بھائی ہے۔ پس اگر اُس نے نکاح کی خبر سُن کر اُس نکاح کو جائز رکھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا ہے اور اوس نے اُس کو رد کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا ہے[۳]۔ پس بصورت اجازت بدوں اوس کی طلاق کے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اور طلاق کے بعد عدۃ لازم ہوگی اور مہر لازم ہے اور اگر اس نے باطل کر دیا تھا اور انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح باطل ہو گیا اس صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں ہے

---

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ص۴۱۷/۲ و ص۴۱۸/۲، ظفیر۔ ۱۲، [۲] رد المختار باب الولی جلد ۲ ص۴۱۸ و جلد ۲ ص۴۱۹، ظفیر۔ ۱۲ [۳] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص۴۳۲) ظفیر

مگر بوجہ موطوئہ بالشبہ کے تحت میں آنے کے عدت لازم ہوگی اور مہر مثل دینا ہوگا۔ درمختار وغیرہ۔ فقط

بالغہ کہتی ہے کہ جبراً نکاح ہوا میں نے سن کر انکار کر دیا

سوال (۱۰۴۵) خلاصۂ سوال یہ کہ زید مدعی ہے کہ میرا نکاح ہندہ بالغہ کے ساتھ باجازت پدر ہندہ ہوا تھا اور ہندہ رخصت ہو کر میرے مکان پر آئی اور چند بار خلوت بھی ہوئی۔ ہندہ مدعا علیہ زید مدعی کے ساتھ اپنی رضامندی واجازت سے اس نکاح کا بحلف انکار کرتی ہے اور وطی سے بھی بحلف انکار کرتی ہے کہ کبھی اپنے ساتھ وطی و دواعی جماع پر زید کو قدرت نہیں دی۔ اور یہ بھی بیان کرتی ہے کہ جس وقت مجھ کو نکاح کی اطلاع ہوئی میں نے اوس سے انکار اور اظہار ناراضامندی کر دیا تھا۔ اور بعض قرابت دار ہندہ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں تو زید کا ہندہ کے ساتھ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ حاصل جواب یہ ہے کہ درمختار میں ہے ولا تجبر البکر البالغۃ علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ[۱] پس اس صورت میں جب کہ ہندہ نے بوقت استیذان ونیز بعد نکاح کے اس سے انکار کر دیا اور اظہار ناراضامندی کر دیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد الخ درمختار[۲] پس جب کہ رد کے بعد اگر وہ اپنی رضا کا بھی اظہار کرے تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ تو جس صورت میں بالغہ اول سے آخر تک انکار ہی کرتی رہے تو نکاح اوس کا کسی طرح صحیح نہیں ہوا اور چوں کہ موافق اقرار بالغہ کے وطی نہیں ہوئی تو مہر بھی لازم نہ ہوا۔ لڑکی کو دوسرے شخص سے اپنی رضامندی کے کفو میں نکاح کرنا درست ہے۔

نومسلمہ کب نکاح کرے

سوال (۱۰۴۶) (۱) جب عورت مسلمان ہو کر مرد کافر سے جدا ہو جاوے تو دوسرے شخص سے کس وقت نکاح کر سکتی ہے۔؟

عورت کہتی ہے دل سے اجازت نہیں دی

(۲) ایک مرد نے ایک عورت سے جبراً نکاح کیا مگر عورت نے دل سے اجازت نہیں دی یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ عورت اب سب سے یہی کہتی ہے کہ میں نے دل سے اجازت نہیں دی۔ اگر شوہر کلمات کفر کہے تو شرعاً کیا حکم ہوگا۔؟

---

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۱۰، ظفیر۔ [۲] ایضاً ج۲ ص۴۱۲۔ ظفیر ۱۲۔

الجواب۔ تین حیض آنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے[1]۔

(۲) اگر کوئی بالغہ عورت زبان سے اپنے نکاح کی دے دے اگرچہ دل سے راضی نہ ہو اور ناخوشی کے ساتھ زبان سے اجازت دے دے تو نکاح ہو جاتا ہے، اور جس عورت کا شوہر کلمات کفر کہے تو اوس کی عورت اوس کے نکاح سے خارج ہو جاتی اور اوس کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ فقط

شیعہ بالغہ لڑکی سنی ہو کر خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۰۴۷) ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا و رغبت خود بلا اجازت والدین ایک سنی افغانی سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں معرفت قاضی کے نکاح کیا۔ منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر سے فسخ کرانا چاہتے ہیں حالانکہ قبل نکاح لڑکی نے روبرو گواہان اقرار کیا ہے کہ میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں اور وکیل نکاح ہونے کا تو اقرار ہے اور میں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز میرے کانوں میں نہیں پہنچی۔ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاء ولی الخ[2] وھکذا فی العالمگیریہ وغیرہ پس صورت مسؤلہ میں جب کہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور سنی ہو چکی ہے جیسا کہ شہادت سے ثابت ہے اور ایجاب و قبول بھی شہادت سے ثابت ہے لہٰذا اس کا نکاح سنی المذہب سے صحیح ہو گیا ہے۔ والدین دختر جو کہ شیعہ ہیں اور اپنے مذہب پر قائم ہیں نکاح مذکورہ فسخ نہیں کر سکتے۔ فقط

بدچلن ولی، ولی باقی رہتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۴۸) اگر دختر کا ولی بدچلن ہو اور خبر گیراں نہ ہو تو اس کی ولایت کا کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ کوئی ولی اگر بدچلن ہو یا خبر گیراں خورد و نوش کا نہ ہو تو بوجہ ترک کرنے اپنے فرض منصبی کے وہ عاصی و فاسق ہے لیکن ولایت اوس کی مطلقاً اس سے سلب نہیں ہوتی اور خاص صورت میں اوس کی ولایت بھی سلب ہو جاتی ہے۔ بہرحال بالغہ لڑکی پر ولایت اجبار کسی ولی کو نہیں ہے۔ فقط

---

[1] ولو اسلم احدھما ای احد المجوسین او امرأة الکتابی فی دار الحرب الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشھر الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶) ظفیر

[2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۷۔ ظفیر ۱۲۔

دادا نے گو خبر نہ لی ہو مگر باپ کے بعد ولی نکاح وہی ہے۔

سوال (۱۰۴۹) زید فوت ہوگیا اس کی دختر کی پرورش والدہ نے کی دادا چچا نے مطلق خبر گیری نہ کی اب والدہ اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے دادا چچا وہاں اذن دینے سے انکاری ہیں بلکہ قاضی شہر کو کہتے ہیں کہ ہماری بلا اجازت نکاح نہ پڑھایا جاوے ایسی صورت میں والدہ کی اجازت سے نکاح ہو جاتا ہے یا دادا و چچا کی اجازت ضروری ہے۔؟

الجواب۔ اگر وہ نابالغہ ہے تو باپ کے نہ ہونے کی صورت میں ولی اوس کے نکاح کا اُس کا دادا ہے اور دادا کے بعد چچا ولی ہے ان کی موجودگی میں والدہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے اگرچہ پرورش والدہ نے کی ہے پس جب کہ ولی اس نابالغہ کے نکاح کے دادا اور چچا ہیں تو اگر وہ قاضی نکاح خواں کو نکاح خوانی سے روک دیں تو وہ حق بجانب ہیں قاضی کو اس حالت میں بدون ان کی اجازت کے نکاح پڑھنا جائز نہیں ہے اور وہ نکاح نہ ہوگا۔[۱]

نابالغہ بیوہ کا نکاح ساس نے کر دیا مگر ماں نے رد کر دیا تو کیا حکم ہے

سوال (۱۰۵۰) ایک لڑکی ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کی ساس نے کر دیا لڑکی کی والدہ اپنی لڑکی کو لے آئی اور بعد بالغہ ہونے کے اس کی اجازت سے اوس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ نابالغہ کے نکاح کی صحت کے لیے ولی شرط ہے[۲]۔ پس لڑکی کی ساس نے جو نکاح اوس کا کیا تھا وہ لڑکی کی ماں کی اجازت پر موقوف تھا اگر اوس نے اجازت نہیں دی تو یہ نکاح باطل ہوگیا۔ اب لڑکی کی رضا سے اوس کی ماں نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح ہے۔

قاضی کو جب معلوم ہو کہ لڑکی راضی نہیں تو وہ کیا کرے۔

سوال (۱۰۵۱) اگر قاضی کو معلوم ہو جائے کہ جہاں لڑکی بالغہ کے اولیا نکاح کرنا چاہتے ہیں لڑکی وہاں نکاح کرنے پر رضامند نہیں ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے۔؟

الجواب۔ اس صورت میں قاضی کو احتیاط کرنی چاہئے اور ولی دختر سے صاف کہہ

---

[۱] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق الخ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ و ج ۲ ص ۴۲۸) [۲] وہھنا الولی شرط صحۃ نکاح صغیر و مجنون (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۶) ظفیر

دے کہ بدون اجازت بالغہ کے ان کا نکاح صحیح نہیں ہوتا تم اس کا خیال رکھو البتہ سکوت بالغہ کا ولی کے نکاح کر دینے پر اگرچہ وہ اس پر راضی نہ ہو جواز نکاح کے لیے کافی ہے[1]۔ وتفصیلہ فی کتب الفقہ۔ فقط

ولی اور وکیل کی اجازت چاہتے وقت لڑکی کی کون کون سی ادا اجازت ہے۔

سوال (۱۰۵۲) ولی کے لیے مثل (اب وجد) بنت باکرہ بالغہ سے وقت اجازت نکاح برائے اجازت یہ امور کافی ہیں ضحک۔ بکار بلا صوت وغیرہا یا تکلم ضروری ہے (۲) ولی اگر وکیل بناہے طلب اجازت بالنکاح میں تو اس وکیل من الولی کے لیے بھی وہ امور کافی ہوں گے جو ولی کے لیے کافی تھے یا اس وکیل کے لیے تکلم ہی ضروری ہوگا (۳) وکیل من الولی اگر اجنبی غیر محرم ہے تو اس کے واسطے درصورت کفایت ان امور کے جو ولی کے لیے کافی ہیں ان کا خود مشاہدہ کرنا ضروری ہے یا ایک عورت کا اس کے متعلق خبر دینا کافی ہوگا۔؟

الجواب (۱، ۲، ۳)۔ بکر بالغہ کا سکوت اور ضحک اور بکار بلا صوت اذن ہے جب کہ اجازت چاہنے والا ولی ہو یا اس کا وکیل یا قاصد اور اگرچہ وہ وکیل اجنبی غیر محرم ہو جب کہ اس کو یہ امور بذریعہ خبر معلوم ہو جاویں اگرچہ بذریعہ عورت معتبر کے ہوں لیکن اسی حالت میں بصورت انکار بالغہ ایک عورت یا ایک مرد کا بیان کافی نہ ہوگا۔ قال فی الدرالمختار فان استاذنہا ھو ای الولی الخ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت او ضحکت او بکت بلا صوت[2] الخ انتھی ملخصاً۔

---

[1] او زوجہا ولیہا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ الخ فھو اذن (درمختار) قولہ عن ردہ قید بہ اذ لیس المراد مطلق السکوت لانہا لو بلغہا الخبر فتکلمت باجنبی فھو سکوت ھنا فیکون اجازۃ فلو قالت الحمد للہ اخترت نفسی او قالت ھو دباغ لا اریدہ فہذا کلام واحد فھو رد قولہ مختارۃ اما لو اخذھا عطاس او سعال حین اخبرت فلما ذھب قالت لا ارضی او اخذ فمہا ثم ترک فقالت ذلک صح ردھا لان سکونہا کان عن اضطرار (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲ وج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر ۱۲

[2] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر

زبان سے جب ولی نے کہہ دیا تو دل کا اعتبار نہیں۔

سوال (۱۰۵۳) مختار فاطمہ لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کی ماں نے بہ وکالت عزیز احمد جو لڑکی کا چچا دوری سلسلہ سے ہوتا ہے اپنے ایک عزیز مسمیٰ لائق علی سے کر دیا اب یہ کہا جاتا ہے کہ لڑکی کا نکاح ماں کی ولایت اور اجازت سے جو ہوا یہ جائز نہیں ہے بلکہ عزیز احمد کی ولایت اور اجازت سے ہونا چاہیے تھا۔ عزیز احمد کا یہ خیال عرصہ سے تھا کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ ہو اسی وجہ سے عزیز احمد یہ مشہور کر رہے ہیں کہ نکاح میری اجازت سے نہیں ہوا اور میں نے یہ وکالت دل سے نہیں کی تھی بلکہ بظاہر مروتاً کر دی ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ نکاح جائز طور پر ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب: جب کہ نکاح مذکورہ بوکالت عزیز احمد کے ہوا ہے جو کہ ولی نابالغہ کا ہے تو یہ نکاح منعقد اور صحیح ہو گیا عزیز احمد کا کوئی عذر اب مسموع نہ ہوگا۔ فقط

دادا بڑھاپے کی وجہ سے ذی رائے نہیں رہا تو چچا ولی ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۰۵۴) ایک لڑکی جس کی عمر دس سال کی ہے اس کا باپ انتقال کر گیا ہے دادا موجود ہے اور چچا حقیقی موجود ہے۔ اور دادا کی یہ حالت ہے جیسا کہ کوئی دیوانہ ہوتا ہے اور اپنے اولاد کے نفع و نقصان کو نہیں سمجھتا۔ اب لڑکی کا حقیقی چچا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی ولایت سے لڑکی کا عقد کر دوں تو شرعاً یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ اس صورت میں دادا کی ولایت ساقط ہے۔ چچا کی ولایت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے، در مختار باب الولی میں ہے هو البالغ العاقل الخ ولو فاسقا على المذهب ما لم متهتكا الخ[1] وفيه لزم ولو بغبن فاحش او بغير كفوء ان كان الولي المزوج ابا او جدا ما لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح[2] فقط

نشہ خوار باپ نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو اور کم مہر میں کیا۔ کیا حکم ہے

سوال (۱۰۵۵) ایک شخص چنڈو باز نشہ خوار محض اپنی نفسانی طمع کے لئے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے خاندان کے کم درجہ کے لوگوں میں ایک ایسے صغیر السن لڑکے سے کر دیا جس کے بالغ ہونے میں ۷۔۸ سال کا عرصہ ہے اور لڑکی اس وقت بالغ ہے اور مہر بہت کم مقرر کیا گیا ہے اس صورت میں ایسے باپ کا کیا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب۔ اقول وباللہ التوفیق تحقیق صاحب فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶۔ ظفیر۔ [2] ایضاً ج ۲ ص ۴۲۷۔ ۱۲ ظفیر

جب تک باپ پہلے سے معروف بسوء الاختیار نہ ہو تو وہ نکاح جو اس نے قبل از معروف ہوتے کے کیا صحیح ہے جیسا کہ عبارت ما لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح سے ظاہر ہوتا ہے اور مہر کا حال یہ کہ بعض اقوام میں مہر اس درجہ کثیر رائج ہے کہ کوئی عاقل اس کو پسند نہیں کر سکتا اور مغالاۃ مہر سے نہی صراحۃً موجود ہے تو اگر باپ نے موافق طریق سنت کی فرض کیجئے کہ اپنی دختر کا مہر مقرر کر دیا اور نابالغ شوہر سے نکاح کرنا مصلحت آئندہ دختر کی موافق سمجھا تو اس کو سئی الاختیار نہ کہا جاوے گا اور اس وصف کے ساتھ معروف ہونا اس کا تو اس سے کسی طرح محقق نہ ہو گا۔ البتہ اگر بحالت نشہ اس نے یہ نکاح کیا ہے تو صحیح نہ ہو گا کما فی الدر المختار وکذا لو کان سکران الخ وفی الشامی وھذا مفقود فی السکران وسئی الاختیار[۱] اذا خالف الخ فقط

مرزائی باپ نابالغہ کا ولی نہیں ہو سکتا

سوال (۱۰۵۶) ایک کنواری لڑکی عاقلہ بالغہ کے جس کے (والدین اور دادا اور دیگر رشتہ دار موجود ہیں) اپنے دادا کو ولی بنا کر اپنا نکاح اپنی برادری کے ایک لڑکے سے احکام شرعی کے مطابق کر لیا ہے لڑکی کا باپ کچھ عرصہ سے مرزائی ہو گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں لڑکی کسی مرزائی کو دوں گا۔ قادیان والوں نے حکم دیا ہے کہ اگر لڑکا مرزائی مذہب اختیار کرے تب لڑکی دی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں جو نکاح لڑکی کا دادا کی ولایت سے ہوا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں اول تو لڑکی خود بالغہ عاقلہ ہے تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح کفو میں صحیح ہے کسی ولی کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ در مختار میں ہے وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ لا مکلفۃ فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی[۲] الخ اور ثانیاً یہ کہ اگر ولی کے ذریعہ سے ہی نکاح اس کا کیا جاوے جیسا کہ سنت ہے تو ولی اس کا اس صورت میں اس کا دادا ہے باپ بوجہ مرزائی ہو جانے کے ولی نہیں رہا ولایت اس کی باطل

---

[۱] رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۲۱۹ وکذا (ای لا یصح النکاح) لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۵) ظفیر

[۲] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۲ ظفیر

ہو گئی[۱]۔ پس دادا نے جو نکاح اُس بالغہ کا اُس کی اجازت سے کیا وہ صحیح ہو گیا باپ کو اس نکاح کو توڑنے کا اختیار اور دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور مرزائی لڑکے سے نکاح صحیح نہیں ہو گا، الحاصل جو نکاح بولایت دادا ہو گیا وہ صحیح ہے، قادیان والوں کا حکم باطل ہے۔ فقط

عصبہ کسی بھی پشت کا ہو اس کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں۔

سوال (۱۰۵۷) اگر کسی نابالغہ کا کوئی عصبہ پانچویں پشت کا موجود ہو تو والدہ کا کیا ہوا نکاح جائز ہو گا یا نہیں اور وہ نابالغہ بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ نابالغہ کا کوئی عصبہ کسی پشت کا موجود ہو تو والدہ کو ولایت نکاح نہیں ہے۔ پس اگر ایسی حالت میں والدہ نابالغہ کا نکاح کرے گی تو وہ نکاح اس عصبہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر وہ اجازت دے گا تو وہ نکاح صحیح ہو گا اور اگر وہ انکار کر دے گا تو وہ نکاح باطل ہو گا[۱] اور اگر ولی عصبہ اس نکاح کو جائز رکھے تو نابالغہ کو بعد بالغ ہونے کے اختیار ہو گا کہ اس نکاح کو فسخ کرا دے مگر بذریعہ قاضی و حاکم کے فسخ کرا سکتی ہے خود فسخ نہیں کر سکتی[۲]۔ کذا فی الشامی

پہلا نکاح صحیح ہے اور تعلیق کالعدم ہے

سوال (۱۰۵۸) زید کے والد نے زید کے روبرو اُس کی دختر کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں عمر کے بیٹے سے کر دیا۔ زید ساکت صامت رہا۔ اب سہ ماہ کے بعد غصہ کی حالت میں ناراض ہو کر کہہ دیا کہ اگر میں عمر کے لڑکے کو ناطہ دوں تو مجھ پر میری عورت بہ سہ طلاق حرام ہے اب اگر کوئی شخص خواندہ معتمد علیہ زید کو تسلی دیوے کہ تیری لڑکی کا شرعی نکاح عمر کے لڑکے سے ہو چکا ہے یہ تمہاری تعلیق لغو ہے تم کو بغرض تشہیر دوبارہ جدید نکاح

---

[۱] مرزائی مرتد کافر ہوتا ہے اس لیے وہ ولی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ولی کے لئے اسلام کی شرط ضروری ہے۔ بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ (درمختار) یعنی ان الکافر لا یلی علی المسلمۃ وولدہ المسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا (ردالمختار باب الولی ج۲ ص۲۲۸، ۲۲۹ ظفیر)

[۱] الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب الخ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام الخ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدرالمختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۲۲۷ و ۲۳۲ ظفیر)

[۲] ولہما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء للفسخ ایضاً ج۲ ص۲۲۰ ظفیر ۱۲

کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ زید نے اس پر اعتماد کر کے دوبارہ نکاح اپنی لڑکی کا عمر کے لڑکے سے کر دیا۔ کیا زید کی منکوحہ زید پر حرام ہو جائے گی۔؟

الجواب۔ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازتہ الخ درمختار[1]

قال فی الشامی فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالۃ شامی[2] صفحہ ۳۱۹ ج ۲

پس اگر زید نے صراحۃً یا دلالۃً اپنی رضا کا اظہار کر دیا مثلاً اپنی دختر کو اس کے شوہر کے گھر بخوشی بھیج دیا یا مہر طلب کیا وغیرہ تو نکاح زید کے باپ کا کیا ہوا صحیح ہو گیا اور دوبارہ زید کا نکاح کرنا لغو اور فضول اور کالعدم ہے لہٰذا اس کی زوجہ اس پر بہ سہ طلاق حرام نہ ہو گی لعدم تحقق الشرط اور اگر زید نے محض سکوت کیا تھا اور اجازت صراحۃً نہ دی تھی اور نہ دلالۃً اظہار رضا کیا تھا تو نکاح سابق منعقد نہ ہوا تھا پس زید نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہو گیا اور شرطِ سہ طلاق پائی گئی۔ لہٰذا اس کی زوجہ مطلقہ ثلٰثہ ہو گئی۔ فقط

باپ نے نشہ کی حالت میں لڑکی نابالغہ کا نکاح کیا، ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۰۵۹) ایک عورت کا نکاح صغر سنی میں ہوا تھا لڑکی کا والد اُس روز نشہ میں تھا۔ تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ بعد بلوغ لڑکی خاوند کے یہاں نہیں رہی۔ مقدمہ عدالت میں چلا لڑکی کے باپ نے یہ ثابت کیا کہ نکاح نہیں ہوا تھا۔ مگر ہوا ضرور تھا۔ عدالت نے نکاح کو فسخ کر دیا خاوند نے طلاق نہیں دی اب عورت نے نکاح ثانی کر لیا۔ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ان کے لئے کیا حکم ہے۔؟

الجواب۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح ضرور ہوا تھا اور باپ جو نکاح کرنے والا تھا وہ نشہ میں تھا لیکن نکاح کفو میں ہوا اور مہر مثل کے ساتھ ہوا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا اس صورت میں بدون طلاق دینے شوہر اول کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہو گا جیسا کہ شامی میں ہے ومقتضی التعلیل ان السکران او المعروف بسوء الاختیار لو زوجہا من کفوء بمہر المثل صح لعدم الضرر المحض الخ شامی[3] ص ۳۰۵ ج ۲

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲۔ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب الولی جلد ۲ ص ۴۳۳۔ ظفیر [3] ایضاً ج ۲ ص ۴۱۹۔ ظفیر۔

پس جو فتوی دوسرے فریق نے عدم جواز نکاح ثانی بدوں طلاق دینے شوہر اول اور بدوں گزرنے عدت کے دیا۔ اور یہ نکاح اول بسبب کفو ریں ہونے کے صحیح ہوگیا۔ یہ فتویٰ صحیح ہے اور موافق ہے روایات کتب فقہ کے اور جو لوگ نکاح ثانی میں شریک ہوئے اُن کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ لیکن اگر باوجود علم اس امر کے کہ اس عورت کو شوہر اول نے طلاق نہیں دی شریک نکاح ثانی ہوئے تو گناہ گار ہوئے۔ توبہ کریں۔ فقط

دادی کا لگایا ہوا رشتہ لڑکی کو پسند نہیں ہے

سوال (۱۰۶۰) ایک نابالغہ لڑکی کو اس کی دادی نے اپنے ہم قوم لڑکے کو دینے کا اقرار کیا اب دادی مرگئی ہے اور لڑکی کا باپ زندہ ہے اس نے لڑکی کے ماموں کو وکیل نکاح کا بنادیا ہے اور لڑکی جوان ہے اور دادی کے کئے ہوئے رشتہ کو قبول نہیں کرتی اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ جب کہ لڑکی بالغہ ہوکر دادی کے رشتہ کو یعنی خطبہ منگنی کو منظور نہیں کرتی تو وہاں نکاح کرنا جائز نہیں ہے جہاں لڑکی کی مرضی ہے کفو میں نکاح کرے اور پہلے جو منگنی ہوئی تھی وہ نکاح نہیں ہوا بلکہ وہ بظاہر وعدہ نکاح تھا اور دادی کو بموجودگی باپ کے نابالغہ کے نکاح کی ولایت بھی نہیں ہے ہکذا فی کتب الفقہ

باپ نے نکاح کردیا پھر لڑکی نے بالغ ہونے کا دعویٰ کیا اور نکاح کرلیا کون سا نکاح جائز ہوگا۔

سوال (۱۰۶۱) زید نے اپنی لڑکی ہندہ کو خالد کے لڑکے بکر سے منسوب کر رکھا تھا اور لڑکی اپنی نانی کے پاس رہتی تھی زید سخت بیمار ہوا اس لئے اپنی لڑکی ہندہ کا عقد عمر کے بیٹے ولید سے بولایت خود کردیا اور لڑکی کو بمبئی خبر بھیج دی کہ ہندہ کا عقد عمر کے لڑکے ولید سے کردیا بولایت خود۔ نانی نے چند وجہوں سے ناخوش ہوکر عقد اسی لڑکے بکر بالغ سے کردیا جس سے باپ نے پہلے سے نسبت کر رکھی تھی اور باپ کو خبر کردی کہ لڑکی نے اپنا عقد آپ ہی بکر مذکور سے کرلیا اور بوجہ بالغہ ہونے کے اس کو کسی کی ولایت کی ضرورت نہیں پڑی اس وقت لڑکی کا سن قریب گیارہ برس کے تھا بعد چند روز کے بکر ہندہ کو رخصت کراکر اپنے گھر لایا اور اڑھائی تین برس کے بعد انتقال کیا جب لڑکی ہندہ کے دوسری عقد کی تیاری اور تجویز ہوئی تو نہ معلوم لڑکی نے کس مصلحت سے یہ بیان کیا کہ نانی نے

جو ہمارا عقد بکر کے ساتھ کیا تھا اس وقت میں بالغ نہ تھی لوگوں کے بہکانے سے میں نے اپنے کو بالغ قرار دے دیا تھا بالغ تو میں بعد نکاح بکر کے ہوئی ہوں آیا ایسی حالت میں باپ نے جو ولید سے نکاح کیا تھا وہ صحیح سمجھا جاوے یا ثانی کے عقد کو اگر نکاح ولید سے صحیح ہوگیا تھا تو اب دوسری جگہ نکاح کے لیئے ولید کی طلاق کی ضرورت ہے یا فسخ نکاح کی کیوں کہ ولید اوس کو اب اپنے نکاح میں رکھنا نہیں چاہتا اور ولید اس وقت مراہق ہے۔

الجواب۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہندہ بوقت نکاح کے جو کہ اُس کے باپ نے ولید سے کیا نابالغہ تھی تو باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگیا اور وہ فسخ نہیں ہو سکتا اور اگر در حقیقت ہندہ بالغہ تھی اور باپ نے جو نکاح اُس کا ولید سے کیا اُس کو سُن کر وہ خاموش رہی تب بھی ولید سے نکاح اوس کا صحیح ہوگیا۔ البتہ اگر اُس کو باپ کے نکاح کر دینے کی خبر نہ ہوئی یا خبر ہونے پر اُس نے انکار کر دیا اور اسی حالت میں اپنی رضامندی سے بکر سے نکاح کیا تو بکر سے نکاح صحیح ہوگیا بعد انتقال بکر کے دوسرا نکاح جہاں وہ راضی ہو ہو سکتا ہے اور واضح ہو کہ اگر ہندہ بوقت نکاح از بکر مراہقہ تھی اور اُس نے اقرار اپنے بالغ ہونے کا کر لیا تھا تو وہ بالغہ سمجھی جاوے گی پھر انکار کرنا اوس کا بلوغ سے معتبر نہ ہوگا تو اس حالت جب کہ اُس نے باپ کے نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کر دیا تھا یا خبر سے پہلے بکر سے نکاح باجازت خود کر لیا تھا تو بکر سے نکاح صحیح تھا ولید کی طلاق کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ نکاح ہوا ہی نہیں تھا اور نہ کسی قاضی وغیرہ سے فسخ کرانے کی ضرورت ہے اور نہ طلاق مراہق کا مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور نابالغ اگرچہ مراہق ہو طلاق اس کی واقع نہیں ہوتی۔ کذا فی عامۃ کتب الفقہ

اب اگر ولید سے نکاح کرنا مناسب و مصلحت ہو کیا جاوے ورنہ کسی دوسرے شخص سے نکاح ہندہ کا کر دیا جائے درمختار میں ہے فلن راهقا بان بلغنا هذا السن نفقا ء بلغنا صدقا ان لم يكن بهما الظاهر[1] الخ

سوال (۱۰۶۲) ایک لڑکی نابالغہ | نابالغہ کا نکاح جس ولی نے پہلے کیا وہ درست اور بعد والا باطل ہے۔

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الحجر فصل فی بلوغ الغلام ج ۵ ص ۱۳۲۔ ظفیر ۱۲

کے دو ولی مساوی ہیں اور اس لڑکی سے دو شخصوں نے نکاح کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اپنی سند ایک ایک ولی کی طرف سے پہونچائی اور اولیاء نے بھی اقرار کیا اور درحقیقت جس شخص کا نکاح بعد میں ہوا تھا اس نے کسی طرح سے عدالت میں اپنے نکاح کو پہلے ہونا ثابت کر دیا اور لڑکی بھی بعد بلوغ اس کے ساتھ رضامند ہے تو اب وہ لڑکی زوج اول کو ملنی چاہیے یا زوج ثانی کو۔؟

الجواب۔ درمختار میں ہے ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق[۱] الخ

پس جس ولی نے پہلے نکاح کیا وہ صحیح ہوا اور وہ لڑکی زوجہ شوہر اول کی ہے اسی کو ملنی چاہیے اور جس نے بعد میں نکاح کیا وہ باطل ہے جب تک شوہر اول بالغ ہو کر طلاق نہ دیوے اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ فقط (غلط طور پر پہل ثابت کرنے سے حکم نہیں بدلتا۔ ظفیر)

فصل دوم

مسائل و احکام فسخ نکاح

بہار کے امیر شریعت اور قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں

سوال (۱۰۶۳) امیر شریعت اور اس کے قضاۃ کو جو بہار میں مقرر ہیں حق فسخ نکاح وغیرہا حاصل ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ امیر شریعت مذکور اور اس کے قضاۃ کو حق فسخ نکاح وغیرہا حاصل ہے جیسا کہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہے ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین[۲] الخ

---

[۱] الدرالمختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲ ظفیر

[۲] رد المحتار کتاب القضا مطلب فی حکم تولیۃ القضاۃ فی بلاد تغلب علیہا الکفار ج ۴ ص ۴۲۷ فیجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما منہم الخ آگے یہ بھی ہے وفی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیاً فیولی قاضیا وہو الذی یقضی بینہم (ایضاً) ظفیر

مسلمانی ریاست کا قاضی اور ہندوستانی عالم نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۶۴) (۱) ریاست اسلامیہ کا قاضی خیار بلوغ میں فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے یا نہیں۔ (۲) اور کوئی عالم بموجب روایۃ فتاویٰ تنقیح حامدیہ لان فتوی الفقیہ للجاہل بمنزلہ حکم القاضی الخ ہر حکومت گورنمنٹ خیار بلوغ میں فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ خیار بلوغ وغیرہ میں قاضی ریاست اسلامیہ فسخ نکاح کا حکم کرسکتا ہے قاضی ریاست اسلامیہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اسی قاضی سے فسخ کرانا چاہیئے کیونکہ بے شبہ یہی امر حق ہے[1]۔

(۲) اور روایۃ فتاویٰ تنقیح حامدیہ کو اس پر محمول کرنا چاہیے کہ اگر اس عالم کو فریقین حکم تسلیم کرلیں تو اس کا حکم نافذ ہوجائے گا[2]۔ فقط

مسلمان حاکم قاضی کے قائم مقام ہوسکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۶۵) حاکم جو گورنمنٹ کی طرف سے ہے اگر وہ مسلمان ہو تو قائم مقام قاضی کے ہوسکتا ہے یا نہیں اور نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ حاکم جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے اگر وہ مسلمان ہے تو قائم مقام قاضی ہوجاتا ہے کما صرح بہ فی الدر المختار وتجوز تقلد القضاۃ من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ من القضاء بالحق[3] الخ

---

[1] مسلمانی ریاست اپنے داخلی معاملات میں آزاد ہوتی تھی اور اس کا مقرر کردہ قاضی قاضی شرعی کے حکم میں ہوتا تھا۔ ظفیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً (درمختار) فی التتارخانیہ الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد وبلاد الاسلام التی فی ایدی الکفرۃ لاشک انہا بلاد الاسلام وبلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر والقضاۃ مسلمون والملوک الذین یطیعونہم عن ضرورۃ مسلمون الخ (رد المختار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۲۳) ظفیر [2] تولیۃ الخصمین حاکماً بینہما الخ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر (درمختار) ای فی الباب السابق قولہ والمحکم کالقاضی (رد المختار باب التحکیم ج ۴ ص ۴۸۳) ظفیر [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب القضاۃ مطلب للسلطان ان یقضی بین الخصمین ج ۴ ص ۴۲۷ ظفیر

موجودہ دور میں قاضی کا کام حاکم زمانہ سے لینا کیسا ہے۔

سوال (۱۰۶۶) اگر زمانہ موجودہ میں کسی مسئلہ کے لئے قاضی کی ضرورت ہو تو کیا کیا جائے یعنی فسخ نکاح وغیرہ میں کیا حاکم زمانہ موجودہ یا کوئی عالم قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فقہاء کے لکھنے کے موافق حکم مسلم فریقین قائم مقام قاضی ہوسکتا ہے اور حاکم عدالت جو کہ مسلمان ذی اختیار ہو جیسے جج وغیرہ ان کو بھی حکم قضاۃ کا اس بارے میں دیا گیا ہے کہ ان کا فیصلہ معتبر ہو[لہ]۔ فقط

مسلمان جج کے یہاں جھوٹا دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرایا تو اس کا اعتبار نہیں ہے

سوال (۱۰۶۷) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا عام مجمع میں۔ زید پردیس چلا گیا عورت نے مسلمان جج کے یہاں درخواست دی کہ میرا نکاح زید سے نہیں ہے اس پر جج نے نکاح فسخ کردیا۔ یہ نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔؟

الجواب۔ اس صورت میں نکاح فسخ نہیں ہوا اور وہ عورت بدستور زید کے نکاح میں ہے بدون طلاق دینے زید کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی[۲]۔ فقط

مسلم حاکم کے ذریعہ فسخ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۶۸) یتیمة عمها فی الکفر فلما بلغت مبلغ النساء قالت علی الفور انی غیر راضیة بنکاح العم وفسختها بمحضر اختین لها فرفعت تلك الحادثة فی اجلاس حاکم الوقت المسلم (جج صاحب) وبرهنت بشاهدین کاذبین احیاءً لحقها وبرهن العم انها اظهرت انکار التفسیخ بعد ستة اشهر تقریباً من وقت البلوغ فحکم ذلك الحاکم بفسخ النکاح تعویلاً علی انکارها هل بعد ذلك الحکم قضاءً شرعیاً ام لابد للفسخ الشرعی من نصب قاض یحکم بالقسط۔ بیّنوا وتوجروا

لہ تولیة الخصمین حاکماً یحکم بینهما ورکنه لفظه الدال علیه مع قبول الآخر الخ وشرطه من جهة الحکم صلاحیته للقضاء کما مر (در مختار) ای والمحکم کالقاضی (رد المحتار باب التحکیم ج ۴ ص ۴۸۲) ظفیر

۲ ایک ثابت شدہ نکاح جھوٹا دعویٰ اور فیصلہ سے ختم نہیں ہوتا ہے، اس کا نکاح جب ہو چکا ہے تو یہ دعویٰ دائر کرنا کہ نکاح نہیں ہوا ہے کذب بیانی ہے۔ ظفیر۔ ۱۲

الجواب - حکم الحاکم بفسخ النکاح فی هذه الصورة صحیح نافذ والروایات الفقهیة منقولة فی جواب مولانا قطب الدین فعندنا ذلک الجواب وما کتب مولانا محمد اشرف علی مسلم صحیح حق - فقط

سوال (۱۰۶۹) خیار بلوغ میں جب قضاء قاضی شرط ہے اور اس زمانہ میں قاضی موجود نہیں تو کیا کرنا چاہیئے۔ آیا احد الفریقین کسی عالم کو اپنا حکم بنالیں تو کام چل سکے گا یا نہیں - ؟

عالم کو حکم بنا کر قضائے قاضی کی شرط پوری کی جاسکتی ہے یا نہیں

الجواب - جب کہ قاضی شرعی موجود نہ ہو تو حکم مسلم فریقین فسخ نکاح کر سکتا ہے مگر حکم کے لئے دونوں فریقین کا تسلیم کرلینا ضروری ہے[1]۔

سوال (۱۰۷۰) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح غیر اب وجد نے کیا تھا تو لڑکی بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں اگر حاکم مسلمان حکم فسخ نکاح کا کرے تو صحیح ہوگا یا نہیں - ؟

لڑکی خیار بلوغ میں بذریعہ مسلمان حاکم نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب - مسئلہ یہ ہے کہ نابالغہ لڑکی جس کا نکاح باپ دادا کے سوا دوسرے ولی نے کیا اس کو بعد بلوغ خیار فسخ نکاح کا ہے لیکن اس فسخ کے لئے قضاء قاضی یعنی حکم حاکم شرعی مسلم ضروری ہے کافر کے حکم سے نکاح مذکور فسخ نہ ہوگا اور جو حاکم کفار کا مقرر کردہ ہے اس کا حکم بھی اس بارہ میں کافی ہے نکاح فسخ ہو جائے گا[2] فقط

سوال (۱۰۷۱) صغیر و صغیرہ کا نکاح ان کے ولی نے کیا تھا صغیر کا نکاح بولایت باپ اور صغیرہ کا نکاح

اس زمانہ میں جب کہ مسلمان حاکم نہیں ہے قضائے قاضی کی شرط کیسے پوری کی جائے

---

[1] هو تولیة الخصمین حاکما یحکم بینهما ورکنه لفظه الدال علیه مع قبول الآخر ذلک وشرطه من جهة المحکم بالکسر العقل لا الحریة والاسلام الخ ومن جهة المحکم بالفتح صلاحیته للقضاء کما مر (درمختار) ای فی قوله والمحکم کالقاضی (رد المحتار باب التحکیم ج ۴ ص ۴۸۲) واما المحکم فشرطه اهلیة القضاء ویقضی فیما سوی الحدود والقصاص (ایضاً ج ۴ ص ۴۱۳) ظفیر۔

[2] ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا (درمختار) فی التتارخانیة الاسلام لیس بشرط فیه ای فی السلطان الذی یقلد (رد المحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۲۶) ظفیر۔

نانا کی ولایت سے ہوا تھا لڑکی بالغ ہوگئی اور لڑکا نابالغ ہے اور حین البلوغ عدم رضا ظاہر کردی ہے شرح وقایہ میں ہے و فی غیرھما فسخ الصغیران حین بلغا لہ وشرط القضاء بفسخ من بلغا لہ اگر لڑکی کی طرف سے فسخ ہوسکتا ہے تو قضائے قاضی آج کل کیسے ممکن ہے، کیا جمعیۃ العلماء یا خلافت کمیٹی یا عدالت فسخ کرسکتے ہیں؟

الجواب: اس فسخ کے لیئے قضائے قاضی شرط ہے جیسا کہ شرح وقایہ کی عبارت منقولہ اور دیگر کتب فقہ کی عبارات اس پر دال ہیں اور بصورت نہ ہونے قاضی کے حکم فسخ نہیں کرسکتا ہے اور اگر خلافت اور جمعیۃ العلماء کی طرف سے محکمۂ قضاء مقرر ہو جاوے اور قاضی مقرر کر لیا جاوے تو اس کا حکم بھی نافذ ہوسکتا ہے اور فسخ کرسکتا ہے[۱]۔ فقط

فسخ نکاح بذریعہ عدالت حکومت یا قومی پنچایت،

سوال (۱۰۷۲) درصورت فسخ نکاح بخیار بلوغ قضائے قاضی شرط ہے مگر ہندوستان میں قضائے قاضی میسر نہیں ہے لہذا ضرورتاً حاکم وقت کا حکم دربارہ فسخ نکاح معتبر ہوگا یا نہیں۔ یا قومی عدالتوں میں کسی مسلمان عالم پنچ کا حکم اس بارہ میں شرعاً درست ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب: حاکم وقت کافر کا حکم اور قضاء دربارہ فسخ نکاح معتبر نہیں ہے[۲]۔ اور قومی عدالتوں میں جس کو قاضی مقرر کردیا گیا ہے اسکا حکم صحیح ہے[۳]۔ فقط (اسی طرح مسلمان حاکم کے ذریعہ بھی فسخ ہوسکتا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ظفیر)

افسر کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں

سوال (۱۰۷۳) اس علاقہ میں گرداور قاضی افسر نکاح خواں مقرر ہیں کہ وہ نکاح خوانوں کے رجسٹر کی پڑتال کریں اور کوئی نکاح ناجائز نہ ہو۔ آیا جو نکاح ناجائز ہو تو اس کو فسخ کرکے دوسرا نکاح باختیار خود پڑھا سکتے ہیں یا نہیں، جو نکاح بلا شہود یا عدت میں ہو اس کے بعد دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: یہ لوگ محض انتظام کے لیئے ہیں ان کو شرعاً کوئی اختیار متعلق قضاء کے نہیں ہیں فسخ نکاح وغیرہ جس میں قضاء شرط ہے اوس میں ان کا فسخ معتبر نہیں ہے البتہ جو نکاح

---

[۱] دیکھئے شرح وقایہ [۲] ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین (ردالمحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۲۷) ظفیر

[۲] واھلہ اھل الشھادۃ ای اداۂا علی المسلمین (درمختار) الضمیر فی اھلہ راجع الی القضاء بمعنی من یصح منہ الخ حاصلہ ان شروط الشھادۃ من الاسلام والعقل والبلوغ الخ شروط بصحۃ تولیتہ ولصحۃ حکمہ بعدھا ومقتضاہ ان تقلید الکافر لا یصح (ردالمختار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۱۲) ظفیر [۳] ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین (ردالمحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۲۷) ظفیر۔

بلا شہود یا عدت میں ہوا وہ چونکہ باطل و ناجائز ہوا اس لئے ایسی صورت میں ولی دوسرا نکاح کر سکتا ہے یا یہ لوگ باجازت ولی دوسرا نکاح کر دیویں۔ فقط

انگریزی عدالت کا فیصلہ قضائے قاضی کے حکم میں نہیں ہے۔

سوال (۱۰۷۴) خاوند نے عورت کو خلاف کرنے پر مارا عورت والدین کے یہاں چلی گئی۔ والدین نے مقدمہ کیا اور جھوٹے گواہ پیش کر کے سرکار سے طلاق کا حکم لے لیا مگر خاوند نے طلاق نہیں دی تو وہ عورت اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ عورت مذکورہ کو شرعاً دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور سرکار کے کسی ملازم کا حکم قضائے قاضی نہیں کہا جا سکتا اس لیے اگر سرکاری جج کافر ہیں تو وہ دارالاسلام میں بھی قاضی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر بعض اقوال کے موافق ہو بھی جاوے تو بھی اس کا حکم اہل اسلام پر نافذ نہیں کما فی الشامی ومقتضاہ ان تقلید الکافر لا یصح وان اسلم وفیہ ایضاً عن البحر وبہ علم ان تقلید الکافر صحیح وان لم یصح قضاءہ علی المسلم حال کفرہ[۲] اور اگر سرکاری جج مسلمان بھی ہو تو بھی وہ قاضی شرعی نہیں۔ فی الدر المختار تحت قولہ ولو کافراً الخ اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم[۳] الخ پس ثابت ہوا کہ عورت مذکورہ دوسری جگہ پر نکاح کرے گی تو زانیہ کے حکم میں ہوگی۔ فقط

فسخ نکاح کے مسئلہ میں سوال اور علماء کے اختلاف کا حل کیا ہے۔

سوال (۱۰۷۵) مولوی عبدالحی صاحب نے مجموعۃ الفتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر نابالغہ کا نکاح غیر اب وجد نے کیا ہو تو اس دیار میں اس کی کوئی صورت فسخ نہیں ہے۔ البتہ اگر قضاۃ دارالاسلام سے مثل بھوپال و حجاز وغیرہ سے طلب فسخ کر لیں تو فسخ ہو جائے گا۔ اور نیز مولانا اشرف علی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی حاکم مسلم کے پاس مرافعہ کریں بذریعہ کسی مولوی کے۔ وہ حاکم ہے فسخ کر سکتا ہے اگرچہ انگریز کی طرف سے ان دونوں صاحبوں کا لکھنا صحیح ہے یا کیا۔

---

[۱] ردالمحتار کتاب القضا ج ۴ ص ۴۱۴۔ ظفیر [۲] ایضاً ج ۴ ص ۴۱۴

[۳] الدر المختار علی ہامش ردالمحتار کتاب القضا ج ۴ ص ۴۲۷۔ ظفیر۔ ۱۲

نابالغ کا وکیل بنانا

سوال (۱۰۷۵) زید نابالغ نے عمر سے کہا کہ تم ہمارے چچا بکر کے پاس خطبہ کے واسطے جاؤ کہ وہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردے۔ پس زید نابالغ اور عمر دونوں زید کے چچا کے پاس خطبہ کے واسطے گئے۔ عمر نے بکر سے کہا کہ زید تمہارا بھتیجہ ہے تم ضرور اپنی فلاں لڑکی کا نکاح اس سے کردو۔ بکر نے کہا ہم نے دیا ہم نے دیا۔ زید نابالغ نے کہا ہم نے قبول کیا زید نے جو الفاظ عمر سے کہے ہیں ان الفاظ سے عمر اس کا وکیل ہو جائے گا یا نہیں۔ نابالغ اگر کسی کو وکیل بالنکاح بنا دیوے تو صحیح ہے یا نہیں اور زید نابالغ کا قبول کرنا صحیح ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ (۱) اس باب میں جو کچھ مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم اور مولانا اشرف علی صاحب سلمہ نے لکھا ہے دونوں صحیح ہیں۔ اگر حاکم مسلمان جیسے جج وغیرہ جو مسلمان ہوں اگرچہ کفار کی طرف سے مقرر ہوں ان کی تفریق بھی معتبر ہے اور بلاد اسلام میں جا کر تفریق وفیصلہ کرایا جائے یہ بھی صحیح ہے۔ کتب فقہ میں یہ تصریح ہے کہ جو قضاۃ کفار کی طرف سے مقرر ہوں وہ فیصلہ بھی کر سکتے ہیں[۱]۔

(۲) نابالغ کا وکیل بنانا صحیح نہیں ہے۔ پس اس صورت میں اگر چچا ولی اقرب ہے تو اپنی ولایت سے وہ نکاح صغیر کا کر سکتا ہے اور قبول نابالغ کا بالاستقلال صحیح نہیں ہے لیکن اگر ولی اُس کے قبول کو جائز رکھے تو وہ قبول معتبر ہے جب کہ نابالغ ممیز ہو[۲]۔

بھائی کے کئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ فسخ کرنے کے لئے جج کے یہاں دعویٰ درست ہے یا نہیں

سوال (۱۰۷۶) ہندہ صغیرہ کا نکاح اس کے بھائی نے بکر سے کردیا بوقتِ بلوغ ہندہ نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے جس کے لئے قضائے قاضی شرط ہے۔ جب کہ قاضی ہمارے ملک میں زیر حکومت انگریزوں کی ہے قاضی ہے یا نہیں۔ اور مولیان بھی حکم قاضی میں ہوتے ہیں یا نہ اور فریقین حکم بھی نہیں بناتے تو کیا ہندہ جج صاحب کے یہاں دعویٰ فسخ نکاح کا کر کے نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں۔

---

[۱] ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۲۶) ظفیر

الجواب - ایسی صورت میں شرعاً حسب تصریح فقہاء نکاح فسخ نہ ہو گا لان من شرائطہ القضاء ولا یکون الکافر قاضیاً - البتہ اگر حاکم مسلم ایسا فیصلہ کرے تو معتبر ہو گا[1] - فقط

نکاح فسخ کرنے کا حق مندرجہ ذیل لوگوں کو حاصل ہے یا نہیں

سوال (۱۰۷۷) نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا لڑکی ہمیشہ اس نکاح کا انکار کرتی رہی جس وقت بالغ ہوئی حیض اوس کو آیا اُس وقت اس نے اس نکاح کو جائز نہیں رکھا - چار مرد گواہ اس امر کے اس نے بنائے کہ میرا نکاح میرے چچا نے پڑھایا ہے فلاں کے ساتھ وہ مجھے منظور نہیں - اس صورت میں یہ نکاح فسخ تو ہوں گے لیکن فسخ کرنے کا اختیار لڑکی کو نہیں ہے قاضی اس میں شرط ہے اس زمانہ میں حاکم مسلمان نہیں ہے اور نہ حاکم کی طرف سے قاضی جو اس امر میں فسخ کر دے کہیں مقرر ہے اب اس امر میں کیا کیا جاوے۔

(۲) گاؤں کا پٹواری قاضی کا کام دے سکتا ہے یا نہیں؟ علی ہذا گاؤں کا معتبر عالم اس امر میں قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے؟ ریاست اسلام مثلاً گجرات میں سچین ہے وہاں حاکم زیر حکومت انگریز مسلمان اس کی طرف سے جو قاضی مسلمان ہے وہ اس امر میں فیصلہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود نواب صاحب اس امر میں فیصلہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا مثل بھوپال حیدر آباد رام پور ٹونک وہاں کے قاضی اس امر میں فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس صورت میں اگر لڑکی مع گواہ کے ایسے قاضی ریاست کے پاس جاوے اور لڑکا یا لڑکے کا ولی وہاں حاضر نہ ہو کیونکہ دوسری ریاست ہے بالجبر اس کو حاضر نہیں کر سکتے تو فقط لڑکی اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟ غرض اس امر میں سہولت کے ساتھ نکاح فسخ ہو سکے ایسی صورت تحریر فرمائیں - لڑکا ابھی چھوٹا ہے اور لڑکی بالغ ہو گئی ہے اس پر مفصل تحریر فرمائیں - اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

الجواب - گاؤں کا مسلمان پٹواری یا معتبر عالم نکاح فسخ نہیں کر سکتا مگر جب کہ وہ حکم ہو فریقین کی طرف سے ریاست اسلامیہ کا حاکم و قاضی فسخ کر سکتا ہے مگر حاضر ہونا شوہر بالغ یا نابالغ کے ولی و وصی کا ضروری ہے وفیہ ایماء الی ان الزوج

[1] وبہ علم ان تقلید الکافر صحیح وان لم یصح قضاءہ علی المسلم حال کفرہ الخ (ردالمحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۱۲) ظفیر

لو کان غائبا لم یفرق بینہما ما لم یحضر للزوم القضاء علی الغائب[1] شامی و لو بلغت وھو صغیر فرق بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء درمختار[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باپ کے کئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ لڑکی فسخ نہیں کر سکتی

سوال (۱۰۷۸) ایک شخص حنفی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا نابالغہ ہفتہ عشرہ میں شوہر کے مکان پر واپس آ گئی جب بالغ ہوئی تو اپنے والد سے کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے اس صورت میں نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔ ؟

الجواب ۔ کتب فقہ حنفیہ میں تصریح ہے کہ باپ نے جو نکاح اپنی دختر نابالغہ کا کر دیا ہو اُس کو وہ لڑکی بالغہ ہونے کے بعد فسخ نہیں کر سکتی[3]۔ لہذا بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت بحالت موجودہ نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار۔ فقط

باپ نے نابالغ لڑکی کا جو نکاح کیا وہ درست ہے فسخ نہیں ہو سکتا

سوال (۱۰۷۹) دو نابالغ بچوں کا نکاح اُن کے والدین کی اجازت سے پڑھایا گیا اب چونکہ لڑکے کے وارثان والدین فوت ہو گئے اور وہ سقیم الحال ہو گیا اس لیے وارثان لڑکی اس کا نکاح ثانی کرنا چاہتے ہیں جب ان سے اس مسئلہ کے اندر زور دیا گیا تو انھوں نے کہا کہ نکاح نہیں ہوا چونکہ دونوں نابالغ تھے آیا نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں نیز نکاح ثانی پڑھانے والا کس جرم کا مرتکب ہے۔ ؟

الجواب ۔ نابالغوں کا نکاح ان کے باپ دادا وغیرہ اگر کریں صحیح ہوتا ہے[4] اور باپ دادا کے نکاح کو نابالغ بچی بعد بلوغ کے بھی فسخ نہیں کر سکتی پس نکاح ثانی اس کا درست نہیں ہے اگر کر دیا تو باطل ہے[5] اور جان بوجھ کر ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ توبہ کرے۔ فقط

---

[1] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱　[2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر

[3] لو فعل الاب او الجد عند عدم الاب لا یکون للصغیر والصغیرۃ حق الفسخ بعد البلوغ و ان فعل غیرھما فلھما ان یفسخا بعد البلوغ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۶) [4] وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۶)

[5] لو فعل الاب او الجد عند عدم الاب لا یکون للصغیر والصغیرۃ حق الفسخ بعد البلوغ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۳) ظفیر۔

حکم کو فسخ کا اختیار ہے جب کہ شوہر موجود ہو۔

سوال (۱۰۸۰) ہندہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی بکر نے زید کے ساتھ کر دیا۔ جب ہندہ کو اول حیض آیا تو ہندہ نے گواہوں کے روبرو نکاح کو فسخ کر دیا اور خالد سے نکاح ثانی کر لیا۔ کیا فسخ نکاح ہندہ کا جب کہ قاضی بھی ہمارے ملک میں موجود نہیں۔ ہو سکتا ہے اور حکم بھی نکاح کو فسخ کر سکتا ہے یا کیا۔ اور زوج اول ہندہ کا حاکم کے روبرو نہیں آتا۔ نہ ہندہ زوج اول کو قبول کرتی ہے۔ اور اس وقت کے مولیان قاضی کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں اور جب کہ زوج اول حاضر نہیں ہوتا تو اس صورت میں فسخ نکاح کا حکم ہو سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار ولکن لهما ای لصغیر وصغیرة الخیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء للفسخ (قوله بشرط القضاء) لان فی اصله ضعفاً فیتوقف علیه کالرجوع فی الهبة وفیه ایماء الی ان الزوج لوکان غائباً لم یفرق بینهما ما لم یحضر للزوم القضاء علی الغائب. نهر شامی[۱] ص۳۰۰ ج ۲

اس عبارت سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب حاصل ہو گیا کہ اس فسخ نکاح کے لئے قضائے قاضی شرط ہے اور بصورت نہ ہونے قاضی کے حکم مسلم فریقین بھی شوہر کی موجودگی میں فسخ کر سکتا ہے اور مولیان موجودین قائم مقام قاضی کے نہیں اور نہ بدوں تسلیم فریقین حکم مقرر ہو سکتا ہے اور نہ اس کا حکم نافذ ہو سکتا ہے۔ اور شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں بھی حکم فسخ نکاح کا نہیں ہو سکتا۔ الحاصل صورت مسئولہ میں پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا اور دوسرا نکاح باطل ہے۔

عورت کا فسخ نکاح کے لئے مرتد ہونا بے سود ہے۔

سوال (۱۰۸۱) زینب نومسلمہ بطیب خاطر زید کے نکاح میں آئی۔ چھ سات سال بعد زید کسی غرض سے دوسرے مقام کو چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اپنی منکوحہ مسماۃ کو اپنے مکان پر نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اپنے عزیزوں میں ہے۔ زید کے بلانے پر مسماۃ نہیں آئی۔ زید نے عدالت سے چارہ جوئی کی جواب دعویٰ میں زینب نے بیان کیا کہ میں اپنے عزیزوں میں چلی گئی ہوں میں نے خنزیر کھایا ہے اور پوجا کی ہے۔ کیا اس بیان سے وہ مرتد ہو گئی اور نکاح فسخ ہو گیا یا کیا۔؟

[۱] ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۳ و ج ۲ ص ۴۲۲۔ ظفیر۔ ۱۲

الجواب۔ اس حالت میں فتویٰ اس پر ہے کہ بعد تسلیم ارتداد زوجہ اس عورت کو بجبر شوہر اول کو واپس دی جائے اور تجدید اسلام و تجدید نکاح کی جاوے اور مشائخ بلخ کا فتویٰ اس پر ہے کہ زوجہ اگر حیلہ کر کے مرتدہ ہو تو شوہر اول کے نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ بجبر اس کو مسلمان کیا جاوے اور نکاح شوہر اول کا قائم ہے۔ در مختار میں ہے وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى ولوالجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً[1] (ترجمہ) اور مجبور کی جاوے گی عورت اسلام پر اور شوہر اول سے دوبارہ نکاح کرنے پر از راہ توبیخ وزجر کے تھوڑے سے مہر پر جیسے ایک دینار مثلاً اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور مشائخ بلخ نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ ایسی حالت میں زوجہ کے مرتدہ ہونے سے شوہر اول کا نکاح فسخ نہ ہوگا زجراً اور دشواری سے بچنے کے لئے۔

قبل بلوغ مباشرت کے باوجود خیار بلوغ حاصل ہے۔

سوال (۱۰۸۲) ہندہ کا عقد نکاح ہمراہ زید بعد وفات پدر ہندہ اس کی ماں نے بایام نابالغی ہندہ کر دیا تھا اور مجامعت نابالغی جب کہ ہندہ کے آثار بلوغ نمایاں نہیں ہوئے تھے اگر زید جبراً یا بہ رضامندی ہندہ مباشرت کی تو کیا ہندہ بعد بلوغ نکاح مذکور کو فسخ کر سکتی ہے۔ اور مباشرت مذکور اوس کے اختیار خیار بلوغ کے مانع ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ دخول و مباشرت قبل بلوغ مقطع خیار فسخ نہیں ہے بلوغ کے بعد ہندہ کو اختیار ہے کہ بفور بلوغ اپنی عدم رضامندی ظاہر کر دے اور فسخ نکاح کی طالب ہو مگر اس فسخ کے لئے قضائے قاضی شرط ہے۔ در مختار میں ہے وخيار الصغيرة والثيب اذا بلغا لا يبطل بالسكوت بلا صريح رضا[2] رد المحتار معروف بشامی میں ہے قوله والثيب شمل مالو كانت ثيبا في الاصل او كانت بكرا ثم دخل بها ثم بلغت (قوله دفع مهر) حمله في الفتح على ما اذا كان قبل الدخول اما لو دخل بها قبل بلوغه ينبغي ان لا يكون دفع المهر بعد بلوغه

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۹۔ ظفیر ۱۲۔ [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷۔ ظفیر۔

رضا وفیہا ایضاً قبیلہ خاصۃ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء[۲] فقط

دھوکہ دے کر غیر کفو دار شادی کرلے تو بعد میں وہ فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۰۸۳) ہندوستان میں بہت سے ایسے شرفا ہیں جن کے یہاں کفو کا اعتبار ہوتا ہے اگر کوئی غیر شخص دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کفو ظاہر کر کے کسی کی لڑکی سے شادی کرلے اور درحقیقت وہ اُس کا کفو نہ ہو تو ایسا نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ ایسی صورت میں اختیار فسخ کا رہتا ہے درمختار میں ہے لو تزوجتہ علی انہ حر او سنّی الخ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار[۳] الخ وفی الشامی لو انتسب الزوج لہا نسباً غیر نسبہ فان ظہر دونہ وہو لیس بکفوء فحق الفسخ ثابت للکل[۴] الخ

چچا کا کیا ہوا نکاح بعد بلوغ فوراً فسخ کا اختیار ہے مگر قضائے قاضی شرط ہے

سوال (۱۰۸۴) ہندہ نابالغہ کا نکاح ہندہ کے چچا نے زید کے ساتھ پڑھا دیا تھا ہندہ جس وقت بالغ ہوئی اُس نے چند آدمیوں کے روبرو فوراً نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کی کہ یہ نکاح مجھ کو منظور نہیں ہے کیا نکاح ہندہ کے نا منظور کر لینے سے فسخ ہو گیا یا فسخ نہیں ہوا۔؟

الجواب۔ کتب فقہ درمختار وشامی میں ہے کہ صورت مذکورہ میں ہندہ کو بعد بالغہ ہونے کے فوراً اختیار ہے کہ اپنا نکاح فسخ کرا دے لیکن بدوں حکم قاضی شرعی کے وہ نکاح فسخ نہ ہو گا چنانچہ درمختار میں ہے بشرط القضاء[۵] للفسخ اور شامی میں ہے فان اختار الفسخ فلا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء[۶] الخ پس اس زمانہ میں چونکہ قاضی شرعی نہیں ہے اس لیے نکاح مذکور فسخ نہ ہو گا کیوں کہ ہندہ خود اپنا نکاح فسخ نہیں کر سکتی اور دوسرا نکاح بدون طلاق دیئے شوہر کے نہیں کر سکتی۔

---

[۱] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷۔ [۲] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر۔ [۳] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۳۔ [۴] رد المحتار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۳۔ [۵] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۰ ظفیر۔ [۶] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲

ایک غیر شخص نے نکاح کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد وہ فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۰۸۵) ہندہ کے والدین اور دادا و بھائی نے انتقال کیا۔ ہندہ کے دادا کے ہم زلف نے جو غیر شخص ہے آٹھ سال کی عمر میں ہندہ کا نکاح زید سے کر دیا ہندہ نے بالغ ہوتے ہی چند گواہوں کے روبرو اس نکاح کو فسخ کر دیا تو یہ نکاح فسخ ہوا اور ہندہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ نکاح مذکور فسخ ہو گیا۔ ہندہ کو اختیار ہے کہ دوسرے مرد سے اپنا نکاح کر لیوے[1]۔ فقط (یہ دراصل فضولی کا کیا ہوا نکاح تھا۔ وہ لڑکی کی بعد بلوغ منظوری پر موقوف تھا۔ اس نے اسے نامنظور کر دیا، لہٰذا وہ ختم ہو گیا۔ اس لیئے یہاں قضائے قاضی کی بحث نہیں چھیڑی گئی۔ ظفیر۔)

نابالغ لڑکے سے بالغ لڑکی کی شادی ہوئی تو لڑکی نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۰۸۶) ایک لڑکے نابالغ کا نکاح ایک لڑکی بالغہ سے ہوا۔ اب لڑکی نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب۔ جب کہ لڑکی بالغہ تھی اور اُس کی اجازت سے نکاح ہوا تھا تو یہ نکاح شرعاً صحیح اور منعقد ہو گیا۔ اب اگر لڑکی علیحدگی چاہتی ہے تو جس وقت لڑکا بالغ ہو جاوے اس سے طلاق لے لی جاوے یا خلع کر لیا جاوے یعنی لڑکی مہر معاف کر دے اور شوہر طلاق دے دے۔ بدون طلاق دینے شوہر کے یا خلع کرنے کے کوئی صورت علیحدگی کی اور جواز نکاح ثانی کی لڑکی کے لیئے نہیں ہے[2]۔ جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دیدے اُس وقت تک کوئی صورت فسخ نکاح اور کوئی جواز نکاح ثانی کی لڑکی کے لیئے نہیں ہے۔

---

[1] نکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی اجازۃ کنکاح الفضولی توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل (درمختار) قال فی البحر الفضولی من یتصرف لغیرہ بغیر ولایۃ ولا وکالۃ (رد المختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۴۹) ظفیر۔

[2] اس میں خیار بلوغ کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے اس لیئے کہ بلوغ کے بعد ہی لڑکی کی اجازت سے نکاح ہوا ہے، بالغہ کو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ یہ حق نابالغ کے لیئے ہے۔ لہما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲)

باپ جب دیوانہ تھا تو چچا ولی تھا اس کا کیا ہوا نکاح درست ہے باپ کو رد کرنے کا اور لڑکی کو بلا قضاء قاضی فسخ کا اختیار نہیں۔

سوال (۱۰۸۷) زید دیوانہ ہوگیا اور اس کی ایک لڑکی صغیرہ ہندہ کا نکاح زید کے بھائی یعنی ہندہ کے چچا بکر نے کر دیا اور اب لڑکی کا باپ اچھا ہوگیا اور اپنی لڑکی کے نکاح سے انکار کرتا ہے اور چار پانچ ماہ سے ہندہ بھی بالغ ہے وہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کرتی ہے۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اور اب ہندہ یا زید اس کو فسخ کر سکتے ہیں اور ہندہ کا دوسرا نکاح جائز ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ وہ نکاح جو ہندہ صغیرہ کا اس کے چچا بکر نے بحالت مذکورہ کیا وہ صحیح ہوگیا اور ہندہ کو بالغہ ہونے پر اگرچہ اختیار نکاح کے فسخ کرنے کا ہے لیکن قضائے قاضی اس فسخ کے لئے ضروری ہے اور اس زمانہ میں قاضی نہیں ہے لہذا بدون قضائے قاضی کے وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا[1] اور ہندہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور زید کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کذا فی کتب الفقہ[2]

نکاح قبول کر لینے اور شوہر کے ساتھ رہنے کے بعد نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

سوال (۱۰۸۸) ایک لڑکی نابالغہ ثیبہ کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ نے ایک شخص کے ساتھ کر دیا تھا لڑکی بعد بلوغ کے دو سال تک اپنے خاوند کے ساتھ رہی اور بعد دو سال کے نکاح سے انکاری ہے تو اس صورت میں اب لڑکی کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ یہ نکاح نافذ ہے اور اب بعد اجازت بالغہ یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔[3] فقط

---

[1] فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱) ظفیر

[2] وللولی الابعد التزوج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (درمختار) حال قیام الاقرب ای حضورہ وھو من الولایۃ اما لو کان صغیرا او مجنونا جاز نکاح الابعد (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

[3] وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضاء او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر (درمختار) ومن الرضا دلالۃ فی جانبہا تمکینہ فی الوطء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷) ظفیر ۱۲۔

چچا کے نکاح کو بعد بلوغ فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۸۹) عائشہ صغیرہ کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا جب کہ عائشہ نابالغہ کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا بعد چند سال کے جب عائشہ کو حیض آیا اور بالغہ ہوئی تو فوراً اسی وقت اس نے اپنے نکاح سے انکار کیا اور دو معتبر شخص کے سامنے اپنے نکاح کو فسخ کیا بعد چند سال کے عائشہ نے اپنا نکاح اپنے کفو میں کر لیا۔ اب ایک شخص نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عائشہ کا نکاح اول کسی صورت میں فسخ نہیں ہو سکتا۔ اور جو بعد میں دوسرا نکاح کیا وہ فاسد ہے اور جو اولاد ہوئی وہ ولد الزنا ہے آیا عائشہ کا اول نکاح فسخ ہو کر دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ اور جس مولوی نے یہ مسئلہ بتلایا کہ نکاح اول فسخ نہیں ہوا صحیح ہے یا نہ۔؟

الجواب۔ قال فی الدر المختار وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ الی ان قال ان کان من کفوء وبمھر المثل صح ولکن لھما خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ قال فی رد المحتار المعروف بالشامی قولہ للفسخ ای ھذا الشرط انما ھو للفسخ لا لثبوت الاختیار وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء فلذا فرع علیہ بقولہ فیتوارثان فیہ ای فی ھذا النکاح قبل ثبوت فسخہ الخ شامی[1] ج ۲ ص ۳۰۷

پس اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں بوجہ نہ ہونے قضاء قاضی کے نکاح اول فسخ نہ ہوا اور دوسرا نکاح جو قبل از فسخ نکاح اول ہوا باطل و حرام ہے۔ پس جس عالم نے یہ مسئلہ بتلایا کہ نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا وہ فتوی صحیح ہے اور مطابق ہے کتب معتبرہ حنفیہ کے اور جب کہ نکاح ثانی باطل ہوا تو جو تفریعات نکاح باطل پر ہوں گی وہ ظاہر ہیں۔ اور واضح ہو کہ کسی عالم ایک یا زیادہ کا یہ کہہ دینا کہ نکاح فسخ ہو گیا، قضاء نہیں ہے اور نہ قضائے قاضی کے قائم مقام ہے۔ البتہ اگر کسی کو دونوں فریق یعنی زوجین پنچ حکم بنا دیتے کہ جو کچھ وہ فیصلہ کرے گا ہم کو تسلیم ہے تو البتہ حکم اس حکم کا قائم مقام قضائے قاضی کے ہوتا۔ واذ لیس فلیس۔

---

[1] ردالمحتار، باب الولی ص ۴۱۹ ج ۲ و ص ۴۲۰ ج ۲ و ص ۴۲۱ ج ۲ ۔ ظفیر۔ ۱۲ - ۱۲ - ۱۲

ماں کا کیا ہوا نکاح تھا بالغ ہوتے ہی فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۰۹۰) ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کی ماں نے اپنی برادری میں بہر مثل کر دیا کیوں کہ لڑکی کے باپ دادا انتقال کر چکے تھے۔ لڑکی نے حیض جاری ہوتے ہی کہہ دیا کہ میں نکاح رکھنا نہیں چاہتی تو کیا نکاح فسخ ہو گیا اور دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔؟

الجواب۔ ایسی صورت میں فسخ نکاح کے لیے قضائے قاضی شرط ہے اور قاضی چونکہ اس زمانہ میں موجود نہیں ہے اس لئے بدون طلاق دینے شوہر بالغ کے کوئی صورت فسخ نکاح کی اور جواز نکاح ثانی کی نہیں ہے۔ فقط (یوں اس کو خیار بلوغ حاصل ہے[1]۔ ظفیر)

ماں نے نکاح کیا لڑکا نابالغ ہے اور لڑکی بالغ علیحدگی کی کیا صورت ہے

سوال (۱۰۹۱) ایک لڑکی جس کا والد فوت ہو گیا اوس وقت لڑکی کی عمر تخمیناً چھ یا سات سال کی تھی اوس کی والدہ نے اُس کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا تھا جس کی عمر دو یا تین سال کی تھی۔ اب لڑکی اٹھارہ سال کی اور لڑکا تیرہ سال کا ہے لیکن دونوں میں اس قدر منافرت ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ لڑکی کی علیحدگی کی کوئی صورت بتلائی جائے۔

الجواب:- اگر ماں اس وقت ولی تھی اور کوئی عصبہ نابالغہ کا موجود نہ تھا تو والدہ نے جو نکاح نابالغہ کا کیا وہ صحیح ہو گیا۔ اب صورت علیحدگی کی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ لڑکا جب بالغ ہو جاوے یا پندرہ برس کا ہو جاوے وہ طلاق دے دیوے۔

دادا نے نکاح کیا اور لڑکی شوہر کے پاس رہی بھی اب وہ نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۰۹۲) زید کا بیٹا مر گیا اُس نے ایک لڑکی چھوڑی اور بیوہ چھوڑی زید نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے نواسہ سے بغیر رضامندی لڑکی کی والدہ کے کر دیا کچھ دنوں تو لڑکی اپنے شوہر کے یہاں رہی مگر بیوہ کے خاوند نے اس لڑکی کو سکھلا دیا کہ تو کہہ دے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھوایا اور میں راضی

---

[1] حاصله انه اذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الاب والجد فلهما الخيار بالبلوغ او العلم به فان اختار الفسخ لا يثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولي ج ۲ ص ۴۲۲) اب صوبہ بہار میں امارت شرعیہ کے قضاۃ کے ذریعہ بہت آسانی سے یہ صورت نکل سکتی ہے ۱۲ ظفیر۔

نہیں ہوں۔ چنانچہ لڑکی برابر انکار کرتی ہے کہ میں چونکہ اب بالغ ہوں میرا نکاح نہیں پڑھایا گیا اور دادا نے نابالغی میں جو پڑھوایا اس پر میں رضامند نہیں ہوں۔ آیا شرعاً زید کا کیا ہوا نکاح ٹوٹ گیا یا بدستور رہا کیا لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے۔ ایک مولوی کے فتوے پر زید کی پوتی نے دوسرا نکاح کر لیا ہے۔

الجواب:۔ دادا نے جو نکاح اپنی پوتی نابالغہ کا کیا تھا وہ فسخ نہیں ہو سکتا۔ دوسرا نکاح جو لڑکی نے کر لیا وہ شرعاً باطل اور غیر صحیح لہٰذا وہ لڑکی شرعاً شوہر سابق کو ملنی چاہیئے[1] هکذا فی کتب الفقه الحنفیة کالدر المختار والشامی والعالمگیریة والهدایة وغیرها فقط

خیار بلوغ و فسخ نکاح

سوال (۱۰۹۳) ہندہ مراہقہ یا بالغہ کا نکاح اُس کے ولیوں نے زید سے کر دیا جب وہ رخصت ہو کر زید کے گھر آئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زید سے راضی نہیں اور اُس نے صراحتًہ بھی یہ کہہ دیا کہ میں زید سے راضی نہیں ہوں اور نہ میں اوس کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہوں۔ بعد ازیں زید کے ولیوں نے ہندہ کے ولیوں کو بد کر ہندہ کو ان کے سپرد کر دیا۔ چند مہینہ کے بعد ہندہ کے ولیوں نے آکر یہ کہا کہ ہندہ کہتی ہے کہ اب میں زید سے راضی ہوں اور اس کے یہاں جاؤں گی۔ لیکن اب زید کے ولی انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ زوجہ مہر معاف کر دے اور زید طلاق دے دے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان ایام کا نفقہ جب سے زید کے یہاں آنے کا اقرار کیا زید پر واجب ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ ہندہ اگر بالغہ تھی تو اگر موافق رواج کے اس کے استیذان کے بعد اُس کے ولیوں نے اُس کا نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا اور ہندہ کو اس صورت میں فسخ نکاح کا کچھ اختیار نہیں اور اگر ہندہ بوقت نکاح نابالغہ تھی اور نکاح اوس کا باپ دادا کے سوا دوسرے ولی نے کیا ہے تو اس صورت میں اگر ہندہ کو بفور بلوغ نکاح فسخ کرانے کا اختیار تھا مگر چونکہ شرائط فسخ نکاح نہیں پائے گئے لہٰذا وہ نکاح صحیح رہا۔ اب جب کہ زوجین

---

[1] ولو تعاً الاب او الجد عند عدم الاب لا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۰)

میں توافق ہے اور ہندہ زید کے پاس رہنے میں راضی ہے اور زید بھی راضی ہے اور حقوق زوجیت ادا کرنے پر آمادہ ہے تو زید کے اولیا کو ان میں مفارقت کرانا نہ چاہیے کہ یہ امر عند الشرع مذموم ہے اور نفقہ ہندہ کا اس صورت میں زید کے ذمہ واجب ہے۔ فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح علی زوجھا الخ ولو ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمنع او امتنعت للمھر درمختار[1]۔ قولہ ولو ھی فی بیت ابیھا تعمیم لقولہ فتجب للزوجۃ و ھذا ظاھر الروایۃ تجب النفقۃ من حین العقد الصحیح وان لم تنتقل الی منزل الزوج اذا لم یطالبھا الخ شامی[2] ج ۲ ص ۶۶۴

خیار بلوغ پر عورت گواہ بنادے تو تاخیر مضر نہیں۔ **سوال** (۱۰۹۴/۱) صغیرہ منکوحہ بغیر الاب والجد نے خیار البلوغ میں شہادت قائم کردی ہو اور بعد شہادت ساکت رہنا قاضی موجود ہونے تک یا فتوی منگانا قبل خلوۃ صحیحہ یہ موجب رضا مانع فسخ ہے یا نہ؟ اور فسخ کے لیے قضائے قاضی شرط ہے یا نہ۔؟

خیار بلوغ کے لیے قضائے قاضی (۲) اگر ناکح غائب ہو تو قاضی کیوں کر نکاح فسخ کرے گا، اگر اس میں قضائے قاضی شرط ہے۔؟

خیار بلوغ (۳) خیار بلوغ کے بعد عورت کو جب نکاح کا علم ہو جاوے اور وہ مہر کی مقدار میں مخاصمہ کرے تو پھر بھی عورت کو خیار فسخ ہے یا نہ۔؟

الجواب:- (۱) قضائے قاضی فسخ کے لیے شرط ہے اگر بفور بلوغ منکوحہ مذکورہ نے فسخ نکاح پر شہادت قائم کر دی تو پھر ساکت رہنا وجود حضور قاضی تک خیار فسخ کو باطل نہیں کرتا۔

(۲) اس فسخ کے لیے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدر المختار۔ بشرط القضاء الخ اور اگر زوج غائب ہو تو اس کے حاضر ہونے تک قاضی فسخ کا حکم نہ کرے گا۔ قال فی الشامی۔ و فیہ ایماء الی ان الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینھما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب[3] مر الخ

---

[1] الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار باب النفقہ ج ۲ ص ۸۸۶۔ ظفیر [2] ردالمحتار باب النفقہ ج ۲ ص ۸۸۹۔ ظفیر

[3] دیکھئے ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱

(۳) علم اصل نکاح کے بعد سکوت منکوحہ صغیرہ بعد بلوغ مبطل خیار ہے۔ پس منازعت کرنا مہر میں اور فسخ نہ کرنا نکاح کو بفور بلوغ مسقط خیار ہے کما مر عن الدر المختار وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمتا اصل النکاح[۱] فقط

بلوغ کے وقت سکوت سے خیار بلوغ باطل ہو جاتا ہے۔

سوال (۱۰۹۵) صغیرہ منکوحہ بغیر الاب والجد کا بعد بلوغ چھ ماہ تک ساکت رہ کر یہ کہنا کہ مجھ کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کو اس صورت میں اختیار فسخ نکاح ہے یا نہ؟ اور قاضی بھی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے وبطل خیار البکر بالسکوت لو ولا یمتد الی اخر المجلس الخ وفی الشامی قولہ وبطل خیار البکر ای من بلغت وھی بکر الخ[۲]

پس معلوم ہوا کہ بعد بلوغ چھ ماہ تک ساکت رہ کر منکوحہ مذکورہ کو خیار فسخ نہیں ہے۔ اور کوئی قاضی اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔

فسخ نکاح میں زوجین کا موجود رہنا ضروری ہے یا نہیں

سوال (۱۰۹۶) فسخ نکاح خیار بلوغ میں قضاء قاضی یا حکم محکم کی ضرورت ہے یا نہیں اور زوجین کا حاضر رہنا وقت قاضی کی قضاء کے ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ قضائے قاضی یا حکم محکم کی ضرورت اور حضور زوجین یا ولی یا وصی نابالغ میں شرط ہے۔ ولو بلغت وھو صغیر فرق بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ[۳] الخ۔ الدر المختار

ماں نے نکاح کر دیا تھا لڑکی اسے فسخ کر سکتی ہے یا نہیں جب کہ ماں پر الزام بھی لگاتی ہے۔

سوال (۱۰۹۷) ایک عورت بیوہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا بعد میں عورت بیوہ مذکورہ کا انتقال ہو گیا۔ دختر نابالغہ سن بلوغ کو پہونچ کر دو سال کامل

۱؎ دیکھئے رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۵۔ ۲؎ ایضاً ج ۲ ص ۴۲۵۔ ظفیر۔ ۱۲-۱۲۔ ۳؎ الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۲ وج ۲ ص ۴۲۱ وفیہ ایماء الی ان الزوج لو کان غائباً لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱) ظفیر

اپنے شوہر کے گھر رہی۔ اب یہ عذر کرتی ہے کہ میرا نکاح جو والدہ نے بحالت نابالغی کر دیا تھا وہ فسخ کر دیا جاوے۔ اور مسماۃ مذکورہ یہ بھی کہتی ہے کہ میرے شوہر کا ناجائز تعلق میری والدہ کے ساتھ تھا اس لئے میرا نکاح اس کے ساتھ حرام ہے۔ دختر کا یہ قول معتبر ہے یا نہیں اور حرمت ثابت ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب:- نابالغ کے نکاح کی ولایت اور اختیار دراصل عصبات کو ہے۔ اول باپ پھر دادا پھر بھائی۔ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو چچا تایا ولی ہیں، الیٰ آخر الترتیب اگر عصبات ذکور میں سے کوئی نہ ہو تو اس وقت والدہ کو اختیار نابالغ اور نابالغہ کے نکاح کا ہے۔ پس اگر باوجود موجود ہونے ولی عصبہ کے والدہ نے نکاح کیا تو وہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر ولی نے اس کو جائز رکھا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ البتہ اگر کوئی ولی عصبہ نہ ہو تو پھر والدہ کا نکاح کیا ہوا صحیح ہے[1]۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر باوجود ولی عصبہ کی موجودگی کے والدہ نے خود نکاح کر دیا اور ولی نے اس کو جائز رکھا تو جائز ہوا ورنہ باطل ہوا[2]۔ اور اگر ولی عصبہ نہ ہونے کی صورت میں والدہ نے نکاح کیا تو وہ صحیح ہے۔ اب فسخ نہیں ہو سکتا[3]۔ اور مسماۃ مذکور کا یہ قول کہ اس کے شوہر کا ناجائز تعلق اس کی والدہ سے تھا اس لئے نکاح ناجائز ہوا صحیح اور معتبر نہیں ہو سکتا اور محض اس کے کہنے سے حرمت ثابت نہ ہوگی[4]۔

باپ دادا کے سوا کسی نے نابالغہ کا نکاح کیا تو وہ بعد بلوغ فسخ کر سکتی ہے مگر قضائے قاضی ضروری ہے

سوال (۱۰۹۸): یہ مقدمہ زیر دفعہ ۴۹۴ انددواج ناجائز من جانب مستغیث عدالت راجپورہ میں

---

[1] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر

[2] فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۳۲) ظفیر

[3] لھما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ الخ بشرط القضاء للفسخ (ایضاً ج ۲ ص ۴۲۰، ج ۲ ص ۴۲۱) ظفیر

[4] تزوج بکراً فوجدھا ثیباً وقالت ابوک فضنی ان صدقھا بانت بلا مھر والا لا (ایضاً فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۳۰۴) ظفیر

دائر ہوا تھا مجسٹریٹ صاحب راجپورہ نے اس استغاثہ کو اس بنا پر خارج کر دیا ہے کہ مسماۃ
کا نکاح جب عبدالکریم نابالغ سے ہوا تھا تو وہ نابالغ تھی اور اس کا نکاح ولی کی ولایت سے
نہیں ہوا تھا اس لئے مسماۃ کو اختیار تھا کہ بالغ ہوتے ہی وہ اپنے پہلے نکاح کو فسخ کر دے
اور دوسرے شخص سے نکاح کر لے۔ مسمیٰ عبدالکریم مستغیث کا جب نکاح ہوا تھا اس وقت
اس کی عمر تقریباً سات سال کی تھی اور مسماۃ مریم کی عمر تقریباً نو سال کی تھی اور اب بوقت
نکاح ثانی مسماۃ مریم ۱۶ سال کی تھی اور اس وقت تقریباً ۱۸ سال کی عمر ہے۔ وکیل مستغیث کی
اس کی نسبت یہ بحث ہے کہ بیشک ایسا نکاح جو ولی کی ولایت میں نہ ہوا ہو بالغ ہونے
پر عورت ایسا نکاح منسوخ کر سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بالغ ہونے پر عورت کے لئے
یہ ضروری ہے کہ حسب قاعدہ حاکم عدالت یا قاضی سے وہ اجازت نکاح حاصل کرے اور
جب تک بحکم عدالت نکاح منسوخ نہ ہو نکاح قائم رہتا ہے عورت حسب مرضی خود بخود
نکاح شرعی کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ وکیل نے دفعہ ۵۰ قانون شرع محمدی فیصلہ کلکتہ جلد ۱۹
ص ۹ پیش کر کے یہ بحث کی ہے کہ صورت متذکرہ میں عورت کو بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح
کا اختیار ہو جاتا ہے عدالت سے ایسا حکم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور قانون
شرع محمدی کی رو سے جب کسی نابالغ بچہ کی شادی سوائے باپ اور دادا کے کوئی اور
شخص کرائے تو بالغ ہونے کے وقت لڑکا اور لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ اس نکاح کو قائم
رکھیں یا نہ رکھیں اور ثبوت میں حوالہ ردالمختار جلد ۲ ص ۵۰۰ مطبوعہ مصر اور شرائع الاسلام ص ۲۰۹
کا دیا گیا ہے اور اس امر کے متعلق کہ فسخ نکاح کے لئے حکم عدالت ضروری ہے۔ حوالہ
فتاوی عالمگیری کا دیا گیا ہے اور درج کیا گیا ہے کہ کتاب ردالمحتار کے ص ۲۰۲ جلد ۲ پر یہ
تشریح کی گئی ہے کہ ایسے فعل کے انفساخ کے لئے جس کے کرنے کے فریقین مجاز ہیں
کسی عدالتی حکم کی ضرورت نہیں ہے البتہ تصفیہ متنازعہ کے لئے ایک عدالتی شہادت
کی ضرورت ہے۔ واقعات وحالات مقدمہ یہ ہیں۔ غور طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسا نکاح
جو بوقت نابالغی باپ دادا کے علاوہ کسی اور شخص کی اجازت سے ہوا ہو اور حقیقی چچا اس
کا نکاح کرنے والا ہو تو متعاقدین میں سے ایسے شخص کے بالغ ہو جانے پر وہ فسخ ہو سکتا ہے

یاکہ نہیں اور ایسے انفساخ کے لئے عدالت یا کسی شرعی شخص کی اجازت ضروری ہے یا نہیں اور عورت کو مجاز ہے کہ بلا اجازت عدالت یا شرعی فتویٰ کے انفساخ بموجودگی شوہر اول نکاح ثانی کرے۔ پس مندمہ ہذا میں حسب الحکم جناب جج صاحبان مکلف خدمت ہوں کہ جناب واقعات مقدمہ اور امور تنقیح طلب عدالت ہذا پر غور فرما کر بر دے مستند کتب شرعی مذہب اہل سنت والجماعت جواب بحوالہ مفصل عنایت فرماویں۔

الجواب:۔ جس صورت میں کہ نابالغہ کا نکاح سوائے باپ دادا کے دوسرا ولی کرے تو نابالغہ کو بعد بالغہ ہونے کے یہ اختیار ہے کہ اپنے نکاح سابق سے انکار کر دیوے اور اس کو بذریعہ قاضی کے فسخ کرائے کیونکہ بدون قضاء قاضی شرعی کے وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ردالمحتار المعروف بالشامی میں صراحۃً یہ مذکور ہے کہ بدون قضاء قاضی کے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔ عبارت اس کی یہ ہے فی الدر المختار قولہ بشرط القضاء للفسخ الخ قولہ للفسخ ای ھذا الشرط ای ھو للفسخ لا لثبوت الاختیار وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ فلا یثبت الا بشرط القضاء الخ[1] ص۳ جلد ثانی شامی باب الولی

پس یہ عبارت صریح ہے اس بارہ میں کہ لڑکی کو بعد بلوغ کے اختیار نکاح کے فسخ کرانے کا ہے لیکن وہ خود فسخ نہیں کر سکتی بلکہ قاضی شرعی فسخ کرے گا اور بلا قضائے قاضی کے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور لڑکی کو یہ درست نہ ہوگا کہ بدون فسخ کرنے قاضی کے اور بدون گذرنے عدت کے وہ نکاح ثانی کر سکے۔ فقط

سوال (۱۰۹۹) مسماۃ زیتون کی عمر جب چودہ برس کی ہوئی تو اس کے ولی اقرب چچا نے اس کا　　جب بلوغ کے بعد بھی شوہر کے ساتھ رہی تو اب اس کو حق فسخ حاصل نہیں ہے۔

نکاح ابراہیم سے کر دیا۔ اسی روز سے مسماۃ مذکورہ اپنے شوہر کے ساتھ خلوت میں رہنے لگی۔ نکاح کے چار پانچ ماہ بعد حائضہ ہوئی اور اس کے بعد بھی چار پانچ ماہ تک شوہر کے ساتھ رہی بعد ازاں باہم کچھ ناچاقی ہو گئی اور شوہر اپنی بیوی سے علیحدہ رہنے لگا۔ اب مسماۃ

[1] دیکھئے ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱۔ ظفیر۔ ۱۲　۱۲　۱۲

مذکورہ دعویٰ کرتی ہے کہ جب میرا نکاح ہوا تو میں نابالغہ تھی۔ اب مجھے یہ نکاح منظور نہیں۔ اس صورت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب: اب وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا یعنی صورت موجودہ میں عورت کو خیار فسخ نکاح باقی نہیں رہا۔ قال فی الدر المختار ولا یمتد الی آخر المجلس (درمختار) ای مجلس بلوغها او علمها بالنکاح الخ ای فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارها الخ شامی[1]

باپ نے چچازاد بھائی کے ذریعہ اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کیا تو کیا اس کو خیار بلوغ حاصل ہے

سوال (۱۱۰۰) زید نے اپنی دختر کا عقد اپنی بیماری میں اپنے چچازاد بھائی کو ولی قرار دے کر اور بکر نے اپنے لڑکے کی طرف سے ولی بن کر پڑھوالیا تو لڑکی کو بوقت بلوغ حق فسخ ہے یا نہیں۔؟

الجواب: اس صورت میں لڑکی کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ نکاح کا ہے لیکن فسخ نکاح کے لیئے یہ شرط ہے کہ جس وقت لڑکی بالغہ ہو اسی وقت یہ کہہ دے کہ میں نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں اور قاضی شرعی نکاح فسخ کر سکتا ہے بدون قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا کما فی الدر المختار وشرط للکل القضاء وفیہ ایضاً وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیه ولو الام او القاضی او وکیل الاب الخ لهما خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء الخ[2]

نابالغ و نابالغہ کے ولیوں نے ایجاب و قبول کیا تو کیا بعد بلوغ وہ نسخ ہو سکتا ہے۔

سوال (۱۱۰۱) زید نے اپنے نابالغ لڑکے کی منگنی عمر کی نابالغہ دختر سے کر دی لڑکے لڑکی کے باپ نے ایجاب و قبول کیا اور نکاح بھی پڑھا گیا۔ اب دونوں بالغ ہو گئے ہیں تو وہ نکاح جائز ہے یا اب پھر نکاح پڑھانے کی ضرورت ہے اگر اب لڑکا یا لڑکی مع رضامندی والدین اس نکاح سے انکار کریں تو قابل پذیرائی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو علیحدگی کی کیا صورت ہے۔؟

الجواب: اگر باقاعدہ نکاح پڑھایا گیا اور ایجاب و قبول نکاح کا ہو گیا تو انعقاد نکاح میں کچھ شبہ نہیں رہا اب فسخ نہیں ہو سکتا اور والد کے کئے ہوئے نکاح کو لڑکی بعد بلوغ کے فسخ نہیں کر سکتی اور اگر ایجاب و قبول حسب قاعدہ نکاح نہ ہوا تھا محض منگنی تھی اور لفظ نکاح

---

[1] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵ ظفیر ۱۲ [2] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۹ ظفیر ۱۲

کے ساتھ ایجاب وقبول نہ ہوا تھا بلکہ محض ایسا ہوا کہ لڑکی کے ولی نے کہا کہ میں نے لڑکی تمہیں دے دی اور لڑکے کے ولی نے کہا کہ میں نے لے لی یا مجھے منظور ہے تو یہ وعدہ نکاح ہے نکاح اس سے مجلس منگنی میں منعقد نہیں ہوتا اس صورت میں نکاح دوبارہ ہونا چاہیئے لیکن اگر زوجین میں سے کوئی اس تعلق کو پسند نہ کرے تو وہ نکاح سے انکار کر سکتا ہے۔

بلغیر قضائے قاضی صرف انکار سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

سوال (۱۱۰۲) ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے ولی عصبہ نے کر دیا بعد بلوغ یعنی حیض آنے پر ہندہ نے اس نکاح سے انکار کر دیا بعد انکار کے ہندہ کے ماموں نے اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ یہ دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح اول ہی قائم ہے تو قاضی اور جو لوگ دوسرے نکاح میں شریک ہوئے ان کا کیا حکم ہے۔؟

الجواب:۔ نکاح اول جو نابالغہ کے ولی جائز نے کیا وہ صحیح ہو گیا بعد بلوغ ہندہ کے محض ہندہ کے انکار کر دینے سے بدون قضائے قاضی منسوخ اور فسخ نہیں ہوا[1]۔ پس دوسرا نکاح جو ہندہ کے ماموں نے کیا وہ ناجائز ہوا[2]۔ باوجود علم کے جو لوگ شریک نکاح ثانی ہوئے اور جس نے نکاح پڑھایا وہ گنہگار ہوئے توبہ کریں اور اعلان کر دیں کہ دوسرا نکاح نہیں ہوا۔ فقط

والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ لڑکی فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۰۳) ہندہ نابالغہ کا نکاح والدہ کی ولایت سے ہوا تھا۔ اب ہندہ کی عمر پندرہ سال ہے اور ہنوز ہندہ اپنے والدین کے گھر مقیم ہے۔ اس صورت میں ہندہ والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں اور بعد بلوغ ہندہ کو اختیار فسخ نکاح ہے یا نہیں۔ اور ولی ہندہ کا کون ہے۔؟

الجواب:۔ والدہ کی ولایت نکاح نابالغہ میں عصبات سے موخر ہے پس اگر کوئی

---

[1] هل اعطیتنیها ان کان المجلس للنکاح وان للوعد فوعد (در مختار) ای لا نشاء عقده لانه یفهم منه التحقیق فی الحال فاذا قال الآخر اعطیتکها او فعلت لزم ولیس للاول ان یقبل (رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۰۱) ظفیر [2] بشرط القضاء للفسخ (در مختار) حاصله انه اذا کان المزوج للصغیر والصغیرة غیر الاب والجد فلهما الخیار بالبلوغ او العلم به فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱) ظفیر

ولی عصبہ نابالغہ کا موجود نہ تھا مثل چچا وغیرہ کے تو والدہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگیا۔ ہند کو بعد بلوغ خیار فسخ نکاح حاصل تھا مگر اس فسخ کے لئے قضائے قاضی شرط ہے اور یہ خیار بعد بلوغ ہوتا ہے اگر بفور بلوغ اس نے اس نکاح سے انکار نہیں اور اس کو رد نہیں کیا اور قاضی سے فسخ نہیں کرایا تو پھر فسخ نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے ولا یمتد الی آخر المجلس الخ ای مجلس بلوغها الخ شامی[۱] وفی الدر المختار ایضاً بشرط القضاء الخ[۲]

ولد الزنا نابالغہ لڑکی کا نکاح ماں نے کر دیا تو کیا اس کو بعد بلوغ فسخ کا اختیار ہے۔

سوال (۱۱۰۴) ایک لڑکی سکندر کا نکاح اُس کی نابالغی میں اُس کی ماں ولی عصبہ نے کیا اور سکندر ولد الزنا ہے اوس نے بالغ ہوتے ہی ولی عصبہ کا نکاح کیا ہوا فسخ کیا۔ یہ فسخ کرنا صحیح ہے یا نہ۔؟

الجواب:۔ سکندر کی والدہ نے اگر نکاح سکندر مذکور ولد الزنا کا کیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور بعد بلوغ سکندر کو فسخ کا اختیار ہے لیکن یہ فسخ بدوں قاضی کے فسخ کرنے کے صحیح نہ ہوگا کما فی الدر المختار وغیرہ ولکن لهما خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء اور شامی میں ہے وحاصله اذا کان المزوج للصغیر والصغیرة غیر الاب و الجد فلهما الخیار بالبلوغ او العلم به فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء الخ ج ۲ شامی[۳]

الغرض جب کہ اس فسخ کے لئے قاضی شرعی کا فسخ کرنا شرط ہے تو اس زمانہ میں فسخ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لہٰذا بدون طلاق دینے شوہر کے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ فقط

چچا نے نکاح کیا بالغ ہونے کے بعد لڑکی نے ناراضی ظاہر کی کیا کیا جائے۔

سوال (۱۱۰۵) ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے عم حقیقی نے ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا جب لڑکی بالغ ہوئی تو اوس نے اپنی ناراضی ظاہر کرنے کے لئے اپنے چچا کو نوٹس دے دیا کہ مجھ کو آپ کا کیا ہوا نکاح قبول و منظور نہیں ہے۔ اوس کے بعد قریباً تین سال تک سکوت کر کے اب عدالت مجاز سے فسخ نکاح کے واسطے چارہ جوئی کرتی ہے۔ اس صورت میں نکاح قائم رہا یا فسخ ہوگیا۔؟

الجواب:۔ اگر بفور بلوغ اوس نے فسخ نکاح کا اظہار کر دیا تو پھر تاخیر سے اوس

---

[۱] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵ [۲] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر

[۳] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر

کا حق فسخ ساقط نہیں ہوتا۔ وینبغی ان تقول فی فور البلوغ اخترت نفسی ونقضت النکاح فبعدہ لا یبطل حقہا بالتاخیر حتی یوجد التمکین الخ شامی[1] ص ۳۰ ج ۲ فقط

شیعہ نے دھوکہ دے کر نکاح کیا تو وہ فسخ ہوگا۔

سوال (۱۱۰۶) زید نو وارد شیعۃ المذہب نے خالد سنی المذہب کو بہ یقین حلفاً دلا کر خالد کی دختر نابالغہ ہندہ سے عقد کیا کہ وہ سنی ہے بعد عقد کے زید سے افعال شیعہ تعزیہ داری وغیرہ ظاہر ہوئے اس صورت میں دختر خالد ہندہ کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی الخ فبان بخلافہ الخ کان لہا الخیار[2] الخ اس عبارت سے واضح ہے کہ اس صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

چچا کے نکاح کرنے سے خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے مگر تاخیر کرنے سے وہ باطل ہو جاتا ہے۔

سوال (۱۱۰۷) ایک شخص نے مرنے سے قبل اپنے بھائیوں کو بلا کر یہ وصیت کی کہ میری فلاں لڑکی کا میرے بھتیجہ سے نکاح کر دینا۔ بھائیوں نے حسب وصیت نکاح کر دیا۔ بوقت نکاح وہ لڑکی نابالغہ تھی۔ اب وہ اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں یا وصی جو وکیل میت ہے اور وکیل کا نکاح کیا ہوا ہے موکل کا نکاح سمجھا جاوے گا اور لڑکی کو اس اعتبار سے حق فسخ نہ ہوگا اور بلوغ سے کچھ دیر بعد فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اس وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور نہ بحیثیت وصی ہونے کے وصی کو نکاح یتیمہ کا اختیار ہوتا ہے بلکہ میت کے بھائیوں نے جو نکاح یتیمہ نابالغہ کا کیا ہے وہ بحیثیت ولی ہونے کے صحیح ہوا ہے نہ نیابۃً عن المیت کما قال فی الدر المختار ولیس للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقاً وان اوصی الاب بذلک علی المذہب نعم لو کان قریباً او حاکماً یملکہ بالولایۃ[3] الخ اور وکالت بعد موت موکل کی باطل ہو جاتی ہے لہٰذا برادران میت بعد اس کے مرنے

[1] رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵ ظفیر ۱۲ [2] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۲ ظفیر [3] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الولی ص ۴۳۱ ج ۲)

کے وکیل نہ رہے پس یہ نکاح برادران میت کا بوجہ ان کی ولایت کے ہوا نہ بوجہ وکالت کے اور اس میں نابالغہ کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ نکاح کا ہوتا ہے اور تاخیر کرنے سے خیار باطل ہوجاتا ہے ولا یمتد الی اٰخر المجلس لانہ کالشفعۃ درمختار[1] اور نیز اس صورت میں فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی شرط ہے یعنی اگر نابالغہ نے بفور بلوغ اس نکاح کو نامنظور کیا اور فسخ کرانا چاہا تو بدون قضاء قاضی کے فسخ نہ ہوگا کما فی الشامی وحاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لایثبت الفسخ الا بشرط القضاء[2] الخ ص۳۰۷ جلد ثانی شامی

بلوغ میں سن ہجری کا اعتبار

سوال (۱۱۰۸) مسماۃ اقبال بیگم نے اپنی رضامندی سے اپنا نکاح مرزا عظیم کے ہمراہ کیا جب کہ مسماۃ کی عمر بحساب سن عیسوی ۳ دن کم پندرہ برس کی تھی اور بحساب سنہ ہجری کچھ ماہ آگے پندرہ سال کی۔ تو اس حالت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ، اور بلا طلاق یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ شرعاً پندرہ سال ہجری پورے ہونے سے عورت بالغہ شمار ہوتی ہے[3] پس صورت مذکورہ میں نکاح مسماۃ کا مرزا عظیم بیگ سے صحیح ہوگیا بشرطیکہ مرزا عظیم کفو مسماۃ اقبال بیگم کا ہو، پس بدون طلاق دینے شوہر کے نکاح فسخ نہ ہوگا۔

نابالغہ کے باپ کے ماموں نے شادی کردی تو یہ نکاح فسخ ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۱۰۹) ایک لڑکی کی شادی اس کے باپ کے ماموں نے اپنی ولایت سے بحالت کم سنی ونابالغی (جب کہ لڑکی کا باپ شریک شادی تھا مگر نکاح اس کی ولایت سے نہیں ہوا) کی۔ چوں کہ لڑکا بداطواری کرتا ہے لہذا لڑکی شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور اس کا ارادہ ہے

---

[1] الدرالمختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۵ [2] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ ظفیر

[3] اجل سنۃ قمریۃ بالاھلۃ علی المذھب (درمختار) وجہہ ان الثابت عن الصحابۃ کعمر وغیرہ اسم السنۃ واھل الشرع انما یتعارفون الاشہر والسنین بالاھلۃ فاذا اطلقوا السنۃ انصرف الی ذلک (رد المحتار باب العنین ج ۲ ص ۸۱۸) ظفیر۔

کہ سن بلوغ کو پہونچ کر نکاح سے انکار کر دے آیا لڑکی کو بالغہ ہو کر نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ نابالغہ کے باپ کی موجودگی میں ماموں کو قطعاً ولایت نکاح نابالغہ کی نہیں ہے البتہ اگر باپ اس کو اجازت دے دے تو ماموں نکاح کر سکتا ہے اور وہ نکاح باپ کا کیا ہوا سمجھا جاتا ہے اور باپ کے نکاح کئے ہوئے کو لڑکی بعد بالغ ہونے کے فسخ نہیں کر سکتی کما فی الدر المختار ولزم النکاح ولو بغبن فاحش الخ او بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابًا او جداً الخ وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب الخ لکن فی النھر بحثًا لو عین لوکیلہ القدر صح الخ (در مختار) وکذا لو عین لہ رجلًا غیر کفو کما بحثہ العلامۃ المقدسی الخ شامی[1]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اگر باپ نے شوہر کو متعین کر کے وکیل سے کہہ دیا کہ اس سے نکاح کر دو تو وہ نکاح بھی فسخ نہیں ہو سکتا۔

سوال (۱۱۱۰) عبدالرحمٰن خاں نے اپنی وفات پر ایک زوجہ سکینہ ایک دختر نابالغہ مسماۃ ظریفہ ایک بھتیجہ فیض اللہ خان، وارث چھوڑے ہیں۔ فیض اللہ خان نے ظریفہ کا نکاح اپنے لڑکے نصر اللہ خان سے بلا رضامندی سکینہ کے کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سکینہ نے نکاح ثانی کر لیا اس کے بعد فیض اللہ خاں نے دعویٰ استقرار حق کا سب جج سہارن پور میں اس امر کا کیا کہ میں نے ظریفہ نابالغہ کا نکاح بیٹے نصر اللہ خاں سے کر دیا کسی دوسری جگہ ظریفہ نابالغہ کا نکاح نہ کیا جاوے۔ عدالت نے یہ حکم دیا کہ یہ نکاح بوجہ طمع جائداد کے ہوا ہے۔ اس واسطے کہ لڑکا لڑکی سے بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے ظریفہ نابالغہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ اس نکاح کو عدالت سے منسوخ کرا کر دوسرا نکاح کر لے چنانچہ اوس نے اول حیض آتے ہی اپنے پہلے نکاح کو نامنظور کر دیا تھا اور عدالت سب جج سہارن پور سے بھی منسوخ کرا لیا تھا۔ لیکن سب سب جج صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اس کے بعد ظریفہ نے خود اپنا نکاح دوسرے شخص سے

(نابالغہ کے چچازاد بھائی نے بحیثیت ولی نکاح کر دیا تو اس کے فسخ کا طریقہ کیا ہے۔)

[1] دیکھئے رد المختار والدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۸ و ۴۱۹ ظفیر

کرلیا تھا۔ یہ دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں ولایت نکاح مسماۃ ظریفہ نابالغہ کی اس کے تایازاد بھائی مسمیٰ فیض اللہ خان کو حاصل تھی کیوں کہ وہ عصبہ ہے اور ولایت نکاح عصبات کو ہوتی ہے، درمختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ[1] الخ بناءً علیہ جو نکاح ظریفہ نابالغہ کا اس کے تایازاد برادر فیض اللہ خاں نے اپنے لڑکے نصر اللہ خان کے ساتھ کیا تھا وہ شرعاً صحیح اور منعقد ہوگیا تھا اور مسماۃ کو بعد بلوغ اختیار فسخ نکاح کا حاصل تھا لیکن قضاء قاضی شرعی اس فسخ کے لیے شرط ہے بدون حکم قاضی کے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اور حکم حاکم غیر مسلم کا اس بارہ میں شرعاً معتبر نہیں ہے[2]۔ اس لئے صورت مسئولہ میں نکاح ظریفہ کا جو نصر اللہ خاں کے ساتھ ہوا تھا فسخ نہیں ہوا اور دوسرا نکاح مسماۃ ظریفہ کا صحیح نہیں ہوا بلکہ نصر اللہ خاں سے طلاق لے کر اور عدۃ گذار کر دوسرا نکاح کرنا چاہیے۔ اگر سب جج صاحب شوہر کو حکم دے کر طلاق دلادیں تو بھی طلاق واقع ہو جاوے گی یا کسی مسلمان ریاست سے جو با اختیار ہو نکاح فسخ کرایا جائے۔ شامی میں ہے اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلھما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء[3] انتھیٰ اور جامع الفصولین میں ہے انما اسند الفرقۃ ورد النکاح بخیار البلوغ لم یکن رداً ولا یبطل العقد بما یبطل بحکم بہ الناس[4] الخ

مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم در فسخ نکاح بخیار بلوغ میں استفتار بعینہٖ اسی قسم کا نقل فرمایا ہے۔ فقط

بھائی کے کئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ لڑکی فسخ کرسکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۱۱) ایک یتیمہ نابالغہ آٹھ سالہ کا نکاح بولایت ماں اور بھائی کے ایک لڑکے نابالغ سے کردیا گیا۔ اب لڑکا بالغ ہے اور لڑکی تیرہ سالہ قریب البلوغ ہے مگر حیض نہیں آیا۔ اور لڑکے کی بدچلنی کی وجہ سے شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی۔ تو کیا ایسی صورت میں یہ لڑکی اپنا نکاح جو بولایت ماں اور بھائی ہوا ہے۔ فسخ کرسکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکے نے دعویٰ کردیا ہے کہ میری عورت پر مجھ کو قبضہ

---

[1] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۷ ظفیر [2] وعلم ان تقلید الکافر صحیح وان لم یصح قضاءہ علی المسلم حال کفرہ ردالمحتار کتاب القضاء ج ۴ ص ۴۱۴ [3] ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۱ [4] ردالمحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۴۹ ۱۲ ظفیر

دلایا جاوے۔ جب کہ لڑکی اور ولی دونوں شوہر سے ناراض ہیں تو لڑکے کو لڑکی پر قبضہ دلایا جاسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں وہ لڑکی قبل البلوغ اپنا نکاح فسخ نہیں کرا سکتی اور بالغہ ہونا اس کا بعمر تمامی پندرہ سال ہے یا حیض وغیرہ علامات بلوغ سے ہے اور یہ بھی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قضاء قاضی اس فسخ کے لیے شرط ہے درمختار میں ہے وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ الخ لہا خیار الفسخ بالبلوغ الی ان قال بشرط القضاء الخ[1]

اور بحالت موجودہ جب کہ لڑکی کی عمر تیرہ سال کی ہے اور وہ قریب البلوغ ہے اور قابل جماع نہیں ہے تو شوہر کے سپرد کی جاسکتی ہے شامی میں ہے وقد صرحوا عنہ بأن الزوجۃ اذا کانت صغیرۃ لا تطیق الوطی لا تسلم الی الزوج حتی تطیقہ والصحیح انہ غیر مقدر بالسن بل یفوض الی القاضی بالنظر الیہا من سمن اوھزال الخ[2] ص ۳۶۹ جلد ثانی باب النشوز وفی باب المھر من الدر المختار وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل الخ[3]

باپ نے اپنی شادی کی لالچ میں نابالغہ لڑکی کی شادی کردی وہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۱۲) ایک شخص عورت پر عاشق ہو گیا اور اس سے نکاح کرنا چاہا۔ عورت کے باپ نے عاشق کو کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح پہلے میرے لڑکے سے کردو پھر میں تم سے بیاہ کردوں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح اُس کے لڑکے سے کردیا۔ بعد کو آپس میں نا اتفاقی ہو گئی تو دختر مذکورہ بعد بلوغ اُس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے یا نہیں۔ چوں کہ باپ نے عشق کی وجہ سے دختر صغیرہ کا نکاح کردیا تو سوء اختیار ثابت ہوا یا نہیں۔ درمختار میں ہے وان عرف من الاب والجد سوء الاختیار مجانۃ وفسقا لا یصح النکاح اتفاقا الخ

الجواب:۔ اس صورت میں باپ کا نکاح کیا ہوا صحیح ہوگیا اور صغیرہ کو بعد بلوغ اختیار فسخ نکاح کا بھی نہیں ہے اور اس عبارت منقولہ درمختار میں شامی نے یہ بحث کی ہے کہ

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۹ ۱۲ ظفیر

[2] رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۲۹ ۱۲ ظفیر [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المھر مطلب لابی الصغیرۃ المطالبۃ بالمھر ج ۲ ص ۴۰۸ ۱۲ ظفیر

صاحب فتح القدیر نے فرمایا ہے کہ عدم صحت نکاح بصورت معروف ہونے باپ کے ہے ساتھ سوء الاختیار کے، اور یہ امر اوّل نکاح صغیرہ خود میں صادق نہ آوے گا۔ والحاصل ان المانع هو كون الاب مشهورًا بسوء الاختيار قبل العقد فاذا لم يكن مشهورًا بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح (الى ان قال) فلو زوج بنتًا اخرى من فاسق لم يصح الثانى لانه كان مشهورًا بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الاول لعدم وجود المانع قبله[1] الخ

فرقت کے لیئے عورت عیسائی ہوجائے تو بھی فسخ نہیں ہوتا۔

سوال (۱۱۱۳) ایک عورت اس غرض سے عیسائی ہوئی ہے کہ نکاح فسخ ہوجاوے ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوجاوے گا یا نہ۔؟

الجواب:- قال فى الدر المختار وارتداد احدهما فسخ عاجل الخ ثم قال وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرًا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى الخ وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرًا[2] الخ پس معلوم ہوا کہ مشائخ بلخ کا فتویٰ بصورت مسئولہ عدم فرقت کا ہے۔

سوال (۱۱۱۴) زینت زوجہ بکر نکاح فسخ کرانے کی وجہ سے فریب کیا کہ مذہب نصرانی قبول کیا اور پھر مسلمان ہوگئی اور نکاح خالد سے کرلیا، یہ حیلہ جائز ہے یا نہیں اور بکر مستحق نکاح کا اس سے ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- قال فى الدر المختار وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح وفى الشامى وتمنع من التزوج بغيره بعد اسلامها ولا يخفى ان محله ما اذا طلب ذلك اما لو سكت اوتركه صريحًا فانها لا تجبر وتزوج من غيره لانه ترك حقه الخ بحر، نہر اس سے معلوم ہوا کہ شوہر اوّل اگر نکاح کرنا چاہے بجبر نکاح کرسکتا ہے۔ فقط

فصل سوم۔ نکاح بذریعہ فضولی اور وکیل

فضولی نے نکاح کردیا اور عورت نے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے

سوال (۱۱۱۵) ایک شخص نے مجمع میں

---

[1] ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۸۔ ظفیر۔ [2] دیکھئے ردالمحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۰۔ ۱۲ ظفیر۔ ۱۲

یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا۔ اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا ولی شرعی نہیں ہے لیکن جب عورت کو خبر پہونچی تو اس نے اس نکاح کو قبول کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز ومکمل ہو جائے گا۔ اور اگر مہر کی تعداد بیان نہ کی ہو تو کس قدر مہر واجب ہوگا۔؟

الجواب:۔ جب کہ شوہر نے اس نکاح کو قبول کر لیا تھا اور پھر جس وقت عورت کو خبر پہونچی تو اُس نے بھی اس نکاح فضولی کو قبول کر لیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا۔ کذا فی الدر المختار[1]۔ فقط

بلا اجازت ولی غیر نے نکاح کر دیا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۱۶) ایک مسماۃ کے والدین اور دادا اور بھائی فوت ہو گئے اور اس کے دادا کے ہم زلف نے جو غیر شخص ہے مسماۃ مذکورہ آٹھ سالہ کا نکاح کر دیا۔ مسماۃ نے بالغ ہوتے ہی اسی وقت روبرو گواہان شرعی کے اس نکاح کو فسخ کر دیا تو شرعاً یہ نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔؟

الجواب:۔ مسماۃ کے دادا کا ہم زلف ظاہر ہے کہ ولی اس نابالغہ کا نہیں ہے بلکہ اجنبی اور فضولی ہے۔ لہٰذا وہ موقوف ہے کسی ولی کی اجازت پر اور اگر ولی کوئی نہیں ہے تو وہ نکاح باطل ہے یا خود نابالغہ کی اجازت پر بعد بلوغ کے موقوف تھا اور جب مسماۃ مذکور نے بعد بلوغ کے اُس نکاح کو فسخ کر دیا اور اُس سے انکار کر دیا تو وہ باطل ہو گیا۔ در مختار میں ہے۔ ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجیئ فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل الخ[2] وتفصیلہ فی الشامی[3]۔

---

[1] ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجیئ فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل (درمختار) قولہ کنکاح الفضولی ای الذی باشرہ مع اخر اصیل او ولی او وکیل الخ قال فی البحر الفضولی من یتصرف لغیرہ بغیر ولایۃ او وکالۃ (رد المختار باب الکفاءۃ ج۲ ص۴۲۹) ظفیر

[2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص۴۲۹ ظفیر

[3] دیکھئے شامی باب الکفاءۃ ج۲ ص۴۲۹ ظفیر

عورت کے ساتھ مرد خود گواہوں کے سامنے نکاح کرے اور فضولی قبول کرے کیا حکم ہے

سوال (۱۱۱۷) اگر زید ہندہ کے ساتھ اس طرح پر نکاح کرے کہ بلا اجازت و اطلاع ہندہ کے عمرو بکر سے کہے کہ تم دونوں گواہ رہو میں نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور خالد دوسرا فضولی فی المجلس کہے کہ میں نے ہندہ کی طرف سے قبول کیا تو یہ تو ظاہر ہے کہ دوسرے فضولی کا قبول بالاتفاق غائب کے اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر اس قول مفتی بہ کے بموجب کہ جس چیز میں جد و ہزل برابر ہے اوس میں لفظ کے معنی کی حقیقت بلکہ مضمون کا بھی علم شرط نہیں اس صورت میں ہندہ غائبہ من المجلس سے کسی دوسرے وقت میں عربی زبان میں مثلاً یہ کہلا لیا جائے رضیت بالتزویج الذی قبلہ عنی خالد تو یہ شرعاً اجازت ہو جائے گی اور نکاح مذکور منعقد ہو جائے گا یا نہ۔ ؟

الجواب: وکیل بنانے یا فضولی کے عقد کی اجازت دینے کے لیے رضاء موکلہ مجیزہ کی ضرور ہے اور رضاء کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس کو سمجھے ورنہ بلا علم رضا بالعقد الموقوف کیسے حاصل ہو سکتی ہے[1]

فضولی کے نکاح کی خبر پر لڑکا خاموش رہا جب لڑکی کی دوسری شادی ہو گئی تو کہتا ہے کہ نکاح ہو چکا ہے۔

سوال (۱۱۱۸) امیر خاں ملازم فوجی کے نکاح کی قبولیت ایک فضولی نے کی اور امیر خاں کو بذریعہ خط کے خبر کر دی کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کر دیا ہے امیر خاں نے اس عقد کی منظوری و عدم منظوری کا کوئی جواب نہیں دیا یعنی ساکت رہا۔ اس حالت سکوت میں فضولی کا انتقال ہو گیا۔ اور والدہ دختر نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا اب امیر خان باوجود عدم قبولیت نکاح فضولی مدعی نکاح ہے۔ کیا یہ عورت امیر خاں کی منکوحہ کہی جائے گی یا زوج ثانی کی زوجہ متصور ہو گی۔ ؟

الجواب: اس صورت میں اگر امیر خاں اب بھی نکاح فضولی کو قبول کر لے تو نکاح اُس کا صحیح و نافذ ہو گا اور دوسرا نکاح باطل و حرام ہے۔ درمختار میں ہے ولو اجاز من له الاجازة نکاح فضولی بعد موته صح لان الشرط قیام المعقود له واحد العاقدین لنفسه الخ[1]

---

[1] والعبرة فی العقود للمعانی دون الالفاظ

قولہ واحد العاقدین) ھو العاقد لنفسہ کما فی البحر ای سواء کان اصیلاً او ولیاً او وکیلاً فانہ عاقد لنفسہ بمعنی انہ غیر فضولی تامل وانظر ما لو کان فضولیاً بان کان کل من العاقدین فضولیین والظاھر ان الشرط قیام المعقود لھما۔[1] فقط

صورت ذیل میں نکاح درست نہیں ہوا **سوال (۱۱۱۹)** زید نے ایک معاملہ میں یہ قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں جو نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں اُس پر طلاق مغلظ ہے۔ اب اگر زید اپنا نکاح بذریعہ وکیل فضولی بصورت ذیل کرے کہ زید اپنے کسی خاص محب سے یہ کہے کہ جب میرے نکاح ہونے کا وقت قریب آجائے اور ہندہ منسوبہ کی جانب سے اذن آجائے مجھ سے ایجاب وقبول کرانے سے قبل تم دو گواہوں کے سامنے یہ کہنا کہ میں نے زید کی جانب سے ہندہ کو بعوض اس قدر مہر نکاح میں قبول کیا۔ اس کے بعد ناکح ہندہ کا نکاح زید سے پڑھا دے اور یہ کہے کہ ہندہ تمہارے نکاح میں دی گئی اور زید زبان سے کہے کہ میں نے قبول کی تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا یا نہیں۔ اور زید نے شخص مذکور کو اپنا وکیل نہیں بنایا۔

الجواب:۔ اس طریق سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیوں کہ ایک شخص فضولی جو ولی اور وکیل جانبین کا نہ ہو وہ متولی ایجاب وقبول طرفین کا نہیں ہو سکتا در مختار میں ہے ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کان کان ولیاً او وکیلاً من الجانبین او اصیلاً من جانب ووکیلاً او ولیاً من آخر او ولیاً من جانب وکیلاً من آخر کزوجت بنتی من موکلی لیس ذلک الواحد بفضولی ولو من جانب الخ[2]

پس صورت مذکورہ میں بذریعہ فضولی زید کا نکاح موافق طریق مذکور کے سبب عدم حنث ہو سکتا تھا بشرطیکہ عورت کی طرف سے ایجاب کرنے والا دوسرا شخص ہو خواہ اُس کا ولی یا وکیل یا فضولی۔ قال فی رد المحتار کنکاح الفضولی ای الذی باشرہ مع آخر اصیل او ولی او وکیل او فضولی اما لو تولی طرفی العقد وھو فضولی من الجانبین او احدھما فانہ

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح ص۳۵۱ ج۲۔ [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح ج۲ ص۳۴۹۔

لا یتوقف الخ ای بل یبطل[1] وفی کتاب الایمان منہ حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافاً لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیہ قولہ ومنہ الکتابۃ ای من الفعل مالو اجاز بالکتابۃ[2] الخ شامی

صورت مذکورہ میں نکاح فضولی درست نہیں

سوال (۱۱۲۰) زید نے ہندہ کے ساتھ اس طرح پر نکاح کیا کہ بلا اطلاع و اجازت ہندہ کے خالد اور ولید دو شخصوں سے ہندہ کو اُن کو اچھی طرح بتلا کر کہا کہ میں نے تم دونوں کے سامنے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اس کے بعد یہ عبارت قبلت تزویج من ارسل ھذا القرطاس الیّ نفسی من نفسہ لکھ کر ایک لڑکے کے ہاتھ ہندہ کے پاس بھیج دی اور اس لڑکے سے کہہ دیا کہ ہندہ سے کہہ دینا کہ یہ ایک دعا ہے زید نے لکھ کر بھیجی ہے اس کو تین مرتبہ پڑھو تو اس کا فائدہ بعد میں بتایا جائے گا۔ پس اُس لڑکے نے ایسا ہی کیا اور وہ عبارت تین مرتبہ ہندہ سے کہلوا دی مگر ہندہ کو اس کا گمان بھی نہیں کہ اس کی کہہ لینے سے نکاح ہو جائے گا۔ ہاں یہ یقیناً جانتی ہے کہ کاغذ زید ہی کا بھیجا ہوا ہے پس یہ تو ظاہر ہے کہ فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور علیٰ مافی الدر المختار وغیرہ یہ بھی مفتی بہ ہے کہ جس میں جد و ہزل برابر ہو اس میں لفظ کی معنی کی حقیقت یا اس کے مضمون کا علم شرط نہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ بطور مذکور شرعاً ہندہ کی اجازت ہوئی یا نہیں بر تقدیر ثانی کیا اجازت کا بھی کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہونا شرط ہے اس وجہ سے نہیں ہوئے یا اور کسی وجہ سے غرضیکہ جس وجہ سے نہیں ہوئے اُس وجہ کو مفصل و مدلل ارقام فرمادیں اور اجر جزیل اللہ تعالیٰ سے پادیں۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے ولا یتوقف الایجاب علیٰ قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرھما بل یبطل ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقاً الخ ثم قال ویتولی طرفی النکاح واحد الخ لیس ذلک الواحد بفضولی ولو من

---

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح ج ۲ ص ۴۲۲ [2] دیکھئے رد المحتار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطلب لایتزوج فزوجہ فضولی ج ۳ ص ۱۸۸ و ۱۸۹ ظفیر

جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح لان قبولہ غیر معتبر شرعاً کما تقرران الایجاب لایتوقف علی قبول غائب[1] الخ وفی رد المحتار قولہ لما تقرر حاصلہ ان الایجاب لما صدر من الفضولی ولیس لہ قابل فی المجلس ولو فضولیاً اخر صدر باطلاً غیر متوقف علی قبول الغائب الخ فلا یفید قبول العاقد بعدہ الخ ص۳۲۶[2] وفیہ ایضاً قولہ ولو من جانب ای سواء کان فضولیاً من جانب واحد او من جانبین الخ اذا کان فضولیاً من احدھما وکان من الاخر اصیلاً او وکیلاً او ولیاً ففی ھذہ الاربع لایتوقف بل یبطل الخ[3] ——— پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح فضولی کا موقوف اجازت پر نہیں رہا بلکہ باطل ہوگیا علاوہ بریں ایجاب قبول کا دو گواہوں کو معاً سننا ضروری ہے کما فی الدرالمختار وشرط حضور شاھدین حرین الخ مکلفین سامعین قولھما معاً الخ[4] الغرض صورت مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط

فضولی نے نکاح کیا اور ولی نے اجازت نہیں دی کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۲۱) زید کی لڑکی زینب نابالغہ کا نکاح خالد فضولی نے کردیا ولید کے ساتھ۔ زید نے اپنے محلہ کے آدمیوں کو جمع کر کے یہ کہا کہ میری لڑکی زینب کا عقد میرے بھتیجے نذیر سے کر دو اون حضرات نے زید سے یہ کہا کہ اگر تو اجازت عقد کی دوسری جگہ دے آیا ہے تو نکاح وہاں ہوگیا۔ زید نے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے اجازت نہیں دی۔ تب نکاح زینب کا نذیر کے ساتھ باجازت زید کر دیا۔ اس صورت میں کون سا عقد صحیح ہوا۔؟

الجواب: اس صورت میں خالد فضولی کا کیا ہوا نکاح زید کی اجازت پر موقوف

---

[1] الدرالمختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح ج ۲ ص ۴۴۷ و ج ۲ ص ۴۴۸ ظفیر [2] رد المختار باب ومطلب ایضاً ج ۲ ص ۴۴۹ ظفیر [3] رد المختار باب ایضاً ج ۲ ص ۴۴۱ ۱۲ ظفیر [4] الدرالمختار علی ھامش رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۷۳ ظفیر ۱۲

تھا پس جب کہ زید نے اس نکاح کو جائز نہیں رکھا تو وہ باطل ہوگیا[1] - اور خود زید نے اپنی ولایت سے جو نکاح زینب کا نذیر سے کرادیا یہی نکاح جو نذیر سے ہوا صحیح ہوا خالد کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوا - فقط

بذریعہ خط وکیل بنایا اور وکیل نے اپنے ساتھ شادی کردی کیا حکم ہے

سوال (۱۱۲۲) ہندہ ایک بارہ برس کی لڑکی ہے اور اس کا ولی بجز اس کی ماں کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور وہ زید کے گھر رہتی ہے جو کہ بہت دور کا عزیز ہے زید نے اس کی ماں کو بذریعہ ڈاک خط بھیجا اگر تم اجازت دو تو میں جہاں مناسب سمجھوں ہندہ کا نکاح کردوں، ہندہ نے بذریعہ کارڈ اس کی اجازت دے دی زید نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ بموجودگی ایک مرد اور دو عورت کے کرلیا - ایک زید کی بہن اور ایک زوجہ اولیٰ ہے کیا ایسا نکاح جائز ہے - ؟

الجواب: - ناجائز ہے[2]

کسی نے عورت کو وکیل بنایا اس نے اپنے شوہر کے ساتھ اس کی شادی کردی۔

سوال (۱۱۲۳) فاطمہ نے ایک عورت زینب سے کہا کہ میں تم کو اپنی لڑکی کی شادی کا وکالۃً اختیار دیتی ہوں کہ تم اپنی پسند سے جہاں چاہو اس کی شادی کردو زینب نے بموجودگی دو مرد کے اس لڑکی کا نکاح خود اپنے شوہر خالد کے ساتھ کردیا درآں حالیکہ اس لڑکی کو وکالت اور نکاح کی خبر نہیں ہے۔ بعد کو معلوم ہوا اور وہ یہ سن کر خاموش ہوگئی لڑکی بالغ نہیں قریب بہ بلوغ ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں - اور کیا جواز و عدم جواز لڑکی کی اطلاع غیر اطلاع کو بھی صورت مذکورہ میں دخل ہے یا نہیں - یعنی کن کن صورتوں میں جائز ہوسکتا ہے اور کن کن صورتوں میں نہیں - ؟

الجواب: - اوّل اس میں یہ بحث ہے کہ والدہ کی ولایت نابالغہ کے نکاح کے لئے

---

[1] ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی توقف عقود کلھا ان لھا مجیز حالۃ العقد والا تبطل (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر ۱۲

[2] وکلتہ ان یتصرف فی امرھا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزویجھا من نفسہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۵) ظفیر ۱۲

عصبات سے موخر ہے اصل ولی نابالغہ کے نکاح کا عصبہ ہے علی ترتیب الارث والحجب یعنی مثلاً باپ ولی مقدم ہے اس کے بعد دادا وان علا پھر بھائی پھر چچا تایا الخ پس اگر عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ولایت نکاح نابالغہ کی ماں کو ہے پس ماں نے اگر اپنی ولایت شرعیہ کے حاصل ہونیکے وقت مثلاً زینب کو وکیل اپنی نابالغہ دختر کا بنا دیا اور اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے میری دختر کا نکاح کر دے تو اگر زینب نے بموجودگی شاہدین اپنے شوہر سے نکاح کر دیا تو وہ صحیح ہے بشرطیکہ اس کا شوہر کفو ہو اس منکوحہ کا[۱]۔ فقط

سوال (۱۱۲۴) ولی اگر دوسرے کو وکیل بنا دے تو کیا حکم ہے

بھائی کی موجودگی میں اور کسی رشتہ دار مثلاً ماموں وغیرہ کو دلہن کا مقرر وارث بن کر منکوحہ ہونے کے لیئے وکالت کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- ولی جائز اگر کسی دوسرے رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کو وکیل بنا دیوے تو جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے[۲]۔ فقط

سوال (۱۱۲۵) ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ تم اپنے ساتھ میرا نکاح کر لو اس نے گواہ کے سامنے کر لیا کیا حکم ہے۔

اگر ہندہ اس امر کی تحریر بذریعہ ڈاک زید کے پاس بھیج دے کہ تم اپنا نکاح میرے ساتھ کر لو اور زید اس تحریر کے موافق اپنا نکاح بطریقہ شرع شریف قاضی و وکیل و شاہد کے روبرو نکاح پڑھ لے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب:- اس طرح نکاح صحیح ہے مگر شامی میں منقول ہے کہ زید کو مجلس نکاح میں روبرو شاہدین عورت کی تحریر کو سنانا چاہیئے اور یہ کہنا چاہیئے کہ فلاں عورت بنت فلاں نے مجھ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا ہے لہذا میں اپنا نکاح اس سے کرتا ہوں تم اس کے گواہ رہو۔ پس اگر اس طریق پر کیا جاوے تو نکاح صحیح ہو جائے گا[۳]۔ فقط

---

[۱] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۲۹) امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ جاز (در مختار) لان الوکالۃ نوع من الولایۃ کنفاذ تصرفہ علی الموکل (رد المحتار باب الکفاءۃ ج۲ ص۴۲۶) ظفیر

[۲] لان الوکالۃ نوع من الولایۃ کنفاذ تصرفہ علی الموکل (رد المحتار مطلب فی الوکیل والفضولی ج۲ ص۴۲۶) ظفیر

[۳] ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورتہ ان یکتب الیہا یخطبہا فاذا بلغہا الکتاب احضرت الشہود وقرأتہ علیہم وقالت زوجت نفسی

باقی بر صفحہ ۱۶۸

بالغ اپنے نکاح کا باپ کو وکیل بنادے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۱۲۶) ایک شخص بالغ سفر میں ہے اُس کا والد مکان پر اس کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرتا ہے اس شخص نے جو سفر میں ہے بذریعہ خط اپنے والد کو لکھ بھیجا کہ تم کو میری جانب سے ایجاب وقبول کی اجازت ہے اس طرح نکاح جائز ہے یا نہیں یا پھر نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت ہے۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں نکاح صحیح ہے وکیل نکاح اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کرسکتا ہے۔ قال فی الدر المختار کزوجت نفسی اوبنتی اوموکلتی منك ویقول الآخر تزوجت الخ وفی الشامی قوله کزوجت نفسی الخ) اشار الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلاً او ولیًا اووکیلاً الخ ومثل بنتی ابنی ومثل مؤکلتی موکلی الخ شامی[1] پس دوبارہ اُس شخص کو جو سفر میں ہے ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

عورت نے پانچ ہزار مہر پر نکاح کی اجازت دی لیکن وکیل نے کم کردیا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۲۷) زید وہندہ دونوں بالغ ہیں ان کا نکاح ہوا ہندہ نے اپنا مہر پانچ ہزار روپیہ سکہ رائج تعین کرکے وکیل کو ہدایت کی لیکن وکیل بھول گیا یا کسی اور وجہ سے اس نے قاضی کے سامنے ہندہ کی رضامندی شرع محمدی مہر پر ظاہر کی یعنی دو دینار سرخ اور ۳۲ ٹکہ، چنانچہ اس تعین مہر سے نکاح ہوگیا فریقین کے ملنے پر اختلاف مہر کا حال معلوم ہوا۔ ہندہ اس سے کم پر رضامند نہیں ہے اور زید اس بڑی رقم کو منظور نہیں کرتا کیا نکاح ہوگیا۔ زید نے ہندہ کو چھوا بھی نہیں ہے صرف صورت دیکھی ہے کیا کوئی تعداد مہر کی واجب ہوئی۔

الجواب:۔ یہ نکاح موقوف ہے اگر زید اس مقدار پر راضی ہو جو منکوحہ کہتی ہے تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر راضی نہ ہو تو باطل ہوگا کما فی النکاح الفضولی۔ درمختار میں زیادتی کی طرف خلاف کرنے کی مثال موجود ہے کمی کی نہیں ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بصورت خلاف وکیل کو اختیار باقی نہیں رہتا پس وہ بحکم فضولی ہوگا قال فی الدر المختار

(بقیہ صفحہ ۱۶۷) منہ رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۶۴ ظفیر

[1] رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۶۱ ظفیر ۱۲

وکلہ بان یزوجہ فلانۃ ھکذا افاد الوکیل فی المھولم بنفذ[۱] الخ فقط

سوال (۱۱۲۸) عورت وکیل بنا دے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے۔ ایک عورت بیوہ نے بوجہ اندیشہ فساد خفیہ نکاح اس طرح کیا کہ جس شخص سے نکاح کیا اُس کو اُس عورت نے یہ کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو دو گواہوں کے سامنے پانچ روپیہ مہر پر چونکہ گواہ اس موقع پر نہیں آسکتے تھے نہ عورت کسی دوسرے موقعہ پر جاسکتی تھی اس لئے اس شخص نے علیحدہ مسجد میں دو آدمیوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ فلاں عورت نے مجھے اجازت دی ہے کہ تم میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو اس لئے میں تم دونوں گواہوں کے سامنے اس عورت کو پانچ روپیہ مہر پر قبول و منظور کرلیا اور تم دونوں کے سامنے نکاح اس عورت کا اپنے ساتھ کرلیا۔ شرعاً نکاح درست ہوا یا نہ۔؟

الجواب:۔ یہ نکاح منعقد ہوگیا[۲]۔

سوال (۱۱۲۹) مندرجہ ذیل طریقہ سے نکاح درست ہے یا نہیں یہاں نکاح کا یہ طریق ہے کہ پہلے نسبت ہوتی ہے جس میں تمام امور طے ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ وقت نکاح سے چند گھنٹہ پہلے قاضی صاحب کو ولی کی طرف سے اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں کا نکاح فلانہ کے ساتھ اتنے مہر میں ہوگا فلاں فلاں وکیل و گواہ ہوں گے۔ پھر ولی یا اس کی اجازت سے تین قریبی رشتہ دار لڑکی کے پاس اجازت نکاح کی لینے جاتے ہیں لڑکی سکوت وغیرہ سے اجازت دے دیتی ہے پھر قاضی صاحب وکیل سے اجازت لے کر خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب و قبول نکاح کا کرا دیتا ہے تو اس صورت سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں اور اس صورت میں درمیان ائمہ کے کچھ اختلاف تو نہیں ہے بعض دفعہ زوج حنفی اور زوجہ شافعی ہوتی ہے اس سے نکاح میں کچھ فرق تو نہ ہوگا۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں موافق تفصیل سوال کے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور جب کہ ولی یا اس کے وکیل نے قاضی نکاح خواں کو اجازت نکاح کرنے کی اور ایجاب و قبول

---

[۱] الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۷۹ ظفیر [۲] لان الوکالۃ نوع من الولایۃ لنفاذ تصرفہ علی المؤکل (رد المحتار مطلب فی الوکیل ج ۲ ص ۴۲۶) ظفیر

کرنے کی دے دی تو قاضی اس کا وکیل ہوگیا اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔ یہاں ان بلاد میں بھی قریب قریب اسی صورت سے ایجاب وقبول ہوتا ہے کہ ولی یا اس کا وکیل قاضی نکاح خواں کو اجازت نکاح خوانی کی دیتا ہے اور وہ خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب وقبول کراتا ہے اور اس میں حنفی وشافعی ہونے سے کچھ اختلاف نہیں ہوتا سب کے نزدیک باتفاق اس طرح ایجاب وقبول صحیح ہے اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ کذا فی الدر المختار[1] وغیرہ من کتب الفقہ۔ فقط

فصل چہارم
متفرق مسائل واحکام نکاح

کیا رشتہ داروں کے علاوہ غیروں میں شادی پسندیدہ نہیں ہے۔

سوال (۱۱۳۰) زید اپنی پھوپھی زاد بہن یا چچازاد بہن سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا بعض مصالح کی وجہ سے کیا حدیث کی رُو سے غیر خاندان میں شادی کرنا پسندیدہ ہوسکتا ہے۔؟

الجواب:۔ شریعت میں اس بارہ میں توسع ہے جہاں مناسب سمجھے شادی رشتہ کرے خواہ غیروں میں یا رشتہ داروں میں شریعت میں نہ یہ ضروری ہے کہ رشتہ داروں میں نکاح شادی کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ غیروں میں ہی کرے جہاں اپنی مصلحت مقتضی ہو وہاں کرے[2]۔ فقط

بلوغ کا حکم پندرہ برس پر ہوتا ہے اور مراہق کا بارہ سال ہیں۔

سوال (۱۱۳۱) لڑکا کتنے سال کا بالغ

---

[1] لان الوکالۃ نوع من الولایۃ لنفاذ تصرفہ علی المؤکل (ردالمختار مطلب فی الوکیل ج ۲ ص ۴۲۶ ظفیر)

[2] قال اللہ تعالیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء (سورۃ النساء۔۱) الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح (الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۵)

ہوجاتا ہے جس سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ عورت کو فتویٰ کس عمر کے لڑکے پر دیا گیا ہے اور مراہق کتنے برس کا ہوجاتا ہے۔؟

الجواب:۔ اگر اور کوئی علامت بلوغ کی نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا گیا ہے اور بارہ برس کی عمر کا لڑکا مراہق ہوجاتا ہے اور بالغ سے پردہ کرنا ضروری ہے[1]۔

لڑکی کے ولی کو عدہ کے باوجود مصلحت کے پیش نظر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

سوال (۱۱۳۲) احمد کا رشتہ یوسف کی لڑکی سے ہوکر تاریخ نکاح مقرر ہوگئی اور لڑکی والوں کی فرمائش کے موافق کپڑا زیور وغیرہ تیار کرا کر دیا گیا غرض کل سامان تیار ہوچکا اور چار روز میں نکاح ہونے کو تھا کہ اسماعیل نے یوسف کی اسی لڑکی سے پیغام بھیجا کہ احمد سے نہ کرو وہ غریب ہے ہم بیس ہزار کا زیور دیتے ہیں ہمارے ساتھ نکاح کردو غرض احمد کا زیور کپڑے وغیرہ واپس کر کے اسماعیل نے اپنا نکاح اُس سے کرلیا یہ فعل اسماعیل کا جائز ہے یا حرام لڑکی والوں نے احمد کا پیغام توڑ کر اسماعیل سے زیادہ پیسے کے لالچ میں نکاح کردیا ان کے لئے کیا حکم ہے فاسق فاجر ہیں یا کیا۔؟

الجواب:۔ اولیاء دختر کو مصلحت دختر کی رعایت کرنا مقدم ہے اور خلاف وعدہ کرنا اگرچہ بے وجہ ممنوع ہے لیکن بہتری دختر کی اگر دوسری جگہ کرنے میں ہو تو اولیاء دختر کو اس کی اجازت ہے بلکہ ضروری ہے کہ مصلحت دختر کی رعایت کی جاوے البتہ اسماعیل کو نہ چاہیئے تھا کہ یوسف کی دختر سے خطبہ اپنے نکاح کا بھیجتا کیونکہ حدیث شریف میں ہے ولا یخطب علی خطبۃ اخیہ[2] فقط

مرد نکاح کا دعویٰ کرتا ہے عورت منکر ہے کیا کیا جائے

سوال (۱۱۳۳) زید دعویٰ کرتا ہے کہ میرا نکاح ہندہ سے باجازت ہندہ ہوگیا تھا لیکن ہندہ انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی مجھے اس نے بجبر اپنے یہاں روک رکھا ہے۔ شاہدین کا

---

[1] لا بد فی کل منہما من سن المراہقۃ واقلہ للانثی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذلک اقل مدۃ یمکن فیہا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام (ردالمحتار فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۳۸۷) ظفیر

[2] مشکوٰۃ باب اعلان النکاح والخطبۃ عن البخاری ومسلم ص ۲۷۲ ظفیر

بیان ہے کہ ہم نے ہندہ سے تو اجازت کا کوئی لفظ نہیں سنا البتہ زید کو جب کہ وہ بروقت نکاح ہندہ کے پاس سے آیا یہ کہتے سُنا کہ ہندہ میری ساتھ نکاح کر لینے کے لیئے راضی ہے اور اجازت دیتی ہے چنانچہ اسی بنا پر قاضی نے نکاح پڑھا دیا تو کیا یہ نکاح درست ہے۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں جب تک دو گواہ عادل ایجاب وقبول کے سننے والے موجود نہ ہوں نکاح ثابت نہ ہوگا اور زید کے اس کہنے سے کہ ہندہ نکاح کرنے پر راضی ہے اجازت و رضاء ہندہ ثابت نہیں ہوتی اور نکاح صحیح نہیں ہوا اور یہ کہ نکاح کے گواہ نہیں ہیں کذا فی عامۃ کتب الفقہ[1]

شوہر کہتا ہے نکاح ہوا، عورت انکار کرتی ہے گواہ فاسق ہیں کیا حکم ہے

سوال (۱۱۳۴) زید قوم کنچن نے ثالث پر عدالت دیوانی میں دخل زوجیت کا دعویٰ دائر کیا ہے کہ میری عورت منکوحہ ہے اور ثالث نے اغوا کیا ہے اور اب وہ میرے خلاف ثالث ہی کی طرف دار ہے۔ ثالث کہتا ہے کہ یہ ایک طوائف تھی مجھ سے ملاقات ہوئی اور میرے گھر آگئی۔ عورت بھی اس کے بیان کی تائید کرتی ہے۔ عدالت نے یہ مقدمہ پنچایت میں بھیج کر دریافت کیا کہ عورت منکوحہ زید ہے یا نہ۔ پنچایت نے زید سے گواہ طلب کیئے زید نے گواہ قوم کے کنچن پیش کیئے۔ پنچوں نے جو فیصلہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ "چونکہ گواہ عادل نہیں اس لیئے نکاح زید کا ثابت نہیں ہے اور عورت بھی منکر ہے۔" اس صورت میں فیصلہ پنچایت کا صحیح ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ ایسے گواہوں کی موجودگی بوقت ایجاب وقبول سے جن کا ذکر سوال میں ہے یعنی کنچن وغیرہ تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن بصورت انکار زوجہ از نکاح مثلاً ایسے فاسق گواہوں سے عند الحاکم والقاضی نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ پس فیصلہ پنچوں کا صحیح ہے۔ فاسق گواہوں سے نکاح کا ثبوت نہ ہوگا اس لیئے مناسب ہے کہ بوقت انعقاد نکاح دو مرد عادل پرہیزگار موجود ہوا کریں جو ایجاب وقبول کو سنیں تاکہ بوقت ضرورت

---

[1] وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاھما وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معاً الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۷۳) ظفیر

ان کی شہادت سے نکاح ثابت ہو جاوے یا اگر فساق ہی موجود ہوں تو ان سے توبہ کرا لی جاوے۔ کہ بعد توبہ کے وہ بھی عادل وثقہ ہو جاتے ہیں اگرچہ پہلے زنا وغیرہ افعال محرمہ کے مرتکب ہوں[۱]

عورت و مرد نکاح کا انکار کریں اور تیسرا شخص دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۱۳۵) مسمی امان خان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسماۃ صاحبزادی نے حکیم محمد شریف سے نکاح کیا ہے اور ہر دو یعنی مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف اس نکاح سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان انعقاد نکاح نہیں ہوا امان خان اثبات نکاح کے دو گواہ بھی پیش کرتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ امان خان جو ایک ثالث شخص ہے جس نے دعویٰ نکاح کا ان کے باہم ہونے کا کر رکھا ہے باوجود مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف کے انکار کے ثالث شخص کی شہادت پیش کرنے سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور باوجود انکار نکاح ان ہر دو کے یہ شہادت قابل التفات ہے۔؟

الجواب:۔ بدون دعویٰ کے نکاح میں شہادت مسموع نہ ہوگی اور نکاح ثابت نہ ہوگا کیونکہ حقوق عباد میں بلا دعویٰ کے شہادت مسموع نہیں ہوتی۔ کما فی الشامی فی بیان شرائط الشہادۃ و تقدم الدعوی فیما کان من حقوق العباد[۲] الخ صفحہ ۳۷ ج ۴ اور وہ امور جن میں دعویٰ شرط نہیں ہے ان میں نکاح داخل نہیں ہے۔ کما صرح بہ فی الشامی (لہٰذا یہ نکاح ثابت نہیں ہوا۔ ظفیر)

تحریری طلاق کے بعد عورت دوسرے کے ساتھ رہی اور دعویٰ نکاح کا کیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۳۶) بندہ ایک آوارہ عورت ہے اُس کا پہلا نکاح ایک معمولی شخص سے ہوا تھا اُس

---

[۱] وشرط حضور شاہدین حرین مکلفین سامعین قولہما معا علی الاصح الخ او فاسقین الخ وان لم یثبت النکاح بہما (در مختار) اعلم ان النکاح لہ حکمان حکم الانعقاد وحکم الاظہار فالاول ما ذکرہ والثانی انما یکون عند التجاحد فلا یقبل فی الاظہار الاشہادۃ من تقبل شہادتہ فی سائر الاحکام (رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ صفحہ ۳۷۵ و ج ۲ ص ۳۷۶) ظفیر [۲] رد المحتار کتاب الشہادات ج ۴ ص ۵۱۲ ظفیر

نے بعض وجہ سے ہندہ کو تحریری طلاق فارغ خطی لکھ کر اوس سے کنارہ کشی اختیار کرلی یہ طلاق واقع ہوئی یا نہ۔ بصورت وقوع طلاق اندرونِ میعادِ عدت ہندہ نے زید کے ساتھ جو ایک دوست مند آدمی تھا رہنا شروع کیا کچھ دنوں بعد زید نے لاولد انتقال کیا۔ زید کے انتقال کے بعد ہندہ نے بطمع جائداد متروکہ زید اپنے آپ کو زوجہ منکوحہ زید کی ہونے کا دعویٰ اعدئ کیا اور بیان کیا کہ میرا نکاح زید سے بالکل خفیہ طور پر ہوا تھا اس طرح پر کہ سوائے قاضی ناکح و وکیل و دو گواہان خالد و بکر عام طور پر وقوع نکاح نا معلوم ہے۔ لیکن ثبوت نکاح کے لیے اول تو وکیل مطلق کو پیش نہیں کیا ہے اور دو گواہان خالد و بکر مسلمہ ہندہ و ناکح کو وقوع و تسلیم نکاح سے قطعاً انکار ہے۔ صرف ناکح قاضی ہندہ کے موافق نکاح تسلیم کرتا ہے۔ اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے شرعاً ثابت ہوگا یا نہیں۔ اور قاضی شرعاً کیا فیصلہ کرے گا۔؟

الجواب:۔ ہندہ پر شوہر اول کی طرف سے طلاق واقع ہوگئی کیونکہ تحریری طلاق اور فارغ خطی سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کما حققہ فی الدر المختار و رد المحتار[1] باقی ہندہ کا دعوی زید سے نکاح کرنے کا وہ بدون دو گواہان عادل کے جن کی شہادت شرعاً مقبول ہو ثابت نہ ہوگا۔ کما فی الدر المختار قولہ ولو فاسقین الخ اعلم ان النکاح لہ حکمان حکم الانعقاد و حکم الاظہار فالاول ما ذکرہ والثانی انما یکون عند التجاحد فلا یقبل فی الاظہار الا شہادۃ من تقبل شہادتہ فی سائر الاحکام کما فی شرح الطحاوی فلذا انعقد بحضور الفاسقین والاعمیین والمحدودین فی قذف وان لم یتوبا و ابنی العاقدین وان لم یقبل اداء ہم عند القاضی[2] الخ

اس عبارت سے اور نیز عبارت در مختار سے واضح ہوا کہ نکاح دو گواہوں کے ایجاب و قبول

---

[1] کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا ولو علی نحو الماء فلا مطلقا ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان یکتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب (الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الطلاق مطلب فی الطلاق بالکتابۃ ج ۲ ص ۵۸۹) ظفیر

[2] رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۷۶ ظفیر ۱۲-۱۲

سننے سے منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ وہ گواہ فاسق اور غیر مقبول الشہادۃ ہوں۔ لیکن اگر بانی دشار اس نکاح کا اقرار نہ کریں تو ثبوت عند القاضی بحق کافۃ الناس بدون دو معتبر گواہوں کی گواہی کے نہ ہوگا۔ فقط

مرد نکاح کا دعویٰ کرے عورت انکار تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۳۷) ایک عورت ایک شخص کے پاس عرصہ چھ سال سے رہتی تھی اب وہ عورت اس کے پاس سے نکل گئی شخص مذکور نے بذریعہ عدالت اس کو گرفتار کرا دیا عورت کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس دوستانہ طریقہ سے رہتی تھی اب رہنا نہیں چاہتی شخص مذکور کا بیان ہے کہ میرا نکاح اس کے ساتھ دہلی میں ہوا ہے اور ایک فقیر نے نکاح پڑھایا تھا اب وہ فقیر مر گیا کسی قسم کی دستاویز وغیرہ بھی نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب:۔ اگر مرد کے پاس دو گواہ عادل نکاح کے نہیں اور عورت نکاح سے انکار کرتی ہے تو دعویٰ مرد کا شرعاً ثابت نہ ہوگا۔ کذا فی کتب الفقہ[1]۔ فقط

عورت شوہر کے عنین ہونے کا دعویٰ کرے اور مرد انکار کرے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۳۸) اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میرا خاوند عنین ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس سے وطی کی ہے تو ملاحظہ عورت کا کیا جائے گا یا مرد کا اگر ملاحظہ کرنے والا غیر مسلم ہو تو اس کی شہادت معتبر ہے یا نہ۔ اور ایک شخص کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اگر مرد کا عنین ہونا ثابت ہو جاوے تو اس کو مہلت دی جاوے گی یا نہیں اور مہلت دی جاوے گی تو کس وقت سے۔؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے ولو ادعی الوطی وانکرت۔ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط الخ ھی بکر الخ خیرت فی مجلسھا وان قالت ھی ثیب او کانت ثیبا صدق بحلفہ[2] الخ وفیہ تبیلہ) وبوجل من

---

[1] ونصابھا لغیرھا من الحقوق الخ کنکاح وطلاق الخ رجلان اور جل وامرأتان (الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب الشھادات ج۴ ص۵۱۵) ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب العنین وغیرہ ج۲ ص۸۲۰ ظفیر

وقت الخصومۃ الخ اس عبارت سے واضح ہے کہ ملاحظہ عورت کا کیا جاوے گا اور غیر مسلم کا اعتبار نہیں ہے اور ایک عورت مسلمہ ثقہ کا قول معتبر ہے اور شوہر کے عنین ہونے کے ثبوت پر شوہر کو مہلت ایک سال کی دی جاوے گی اور مہلت وقت خصومت سے دی جاوے گی۔ فقط

کلکٹر سے نکاح ثانی کی اجازت حاصل کرنے سے منکوحہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۱۳۹) عبدالستار کا نکاح سکینہ بی بی سے ہوا تقریباً سات برس ہوئے سکینہ کا باپ محمد صدیق سکینہ کو عبدالستار کے گھر سے لطائف الحیل سے اپنے گھر لے گیا بعد چند روز کے عبدالستار نے رخصتی کو کہا مگر والدین نے رخصت نہ کیا مجبوراً عبدالستار نے دعویٰ رخصتی دائر کردیا۔ دوران مقدمہ میں محمد صدیق نے یہ کاروائی کی کہ ایک جھوٹا دعویٰ اس مضمون کا کلکٹر صاحب کے یہاں دائر کیا کہ عبدالستار نان ونفقہ سے خبر گیری سکینہ کی نہیں کرتا سکینہ کو اجازت عقد ثانی کی دی جاوے کلکٹر نے اجازت دے دی محمد صدیق نے اس کا دوسرا نکاح کردیا صورت مذکورہ میں نکاح ثانی سکینہ کا جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ اس صورت میں سکینہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور نکاح ثانی اس کا درست نہیں ہوا اور مرتکب فعل مذکور کا عاصی وظالم وفاسق ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر واقعی بھی شوہر نان ونفقہ اپنی زوجہ کو نہ دے تو اس وجہ سے زوجین میں تفریق نہیں ہو سکتی جیسا کہ درمختار میں ہے ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا الخ ولا بعدم ایفاء حقھا الخ[۲] پس جب کہ واقعی نفقہ نہ دینے سے تفریق نہیں ہوسکتی تو جھوٹا دعوی کرکے کیسے تفریق ہوسکتی ہے فقط

خلاف شریعت انگریزی عدالت کا فیصلہ نکاح کے باب میں معتبر نہیں۔

سوال (۱۱۴۰) لطیف نے دعویٰ حقوق ازدواج دائر عدالت دیوانی کیا جس کے اوپر گواہ اثبات نکاح کے دے دیئے اور لطیف نے روبرو منصف صاحب کے یہ بیان کیا کہ امیر مدعا علیہ ۳ قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ بیان دے دیوے کہ اس کی بہن مسماۃ فتح خاتون کی شادی مظہر کے ساتھ نہیں ہوئی تو میرا دعویٰ خارج کیا جاوے منصف صاحب نے اس کے

[۱] لو وجدتہ عنینا الخ اجل سنۃ الخ و یوجل من وقت الخصومۃ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب العنین ج ۲ ص ۸۱۸ و ۸۱۹)

[۲] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۱۰۳ فیز ۲

حلف اٹھانے پر امیہ مدعا علیہ عسہ دعوی مدعی لطیف کا خارج کر دیا یہ جائز ہے یا نہ اور فتح خاتون کا نکاح ثانی جائز ہے یا نہیں ۔؟

الجواب :۔ مسئلہ شریعت کا یہ ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر[1] پس مدعی مسمی لطیف نے اگر دو گواہ عادل وثقہ ثبوت نکاح کے پیش کر دیئے ہیں تو حاکم کو حکم انعقاد نکاح کا دینا چاہیئے تھا اور اگر وہ ہر دو گواہ عادل وثقہ نہیں ہیں یا ان کی شہادت میں سقم ہے تو مدعا علیہا یعنی مسماۃ فتح خاتون کے انکار حلفیہ پر مدعی کا دعوی خارج ہو سکتا ہے اور اگر مسماۃ نابالغہ ہے تو ولی کا حلف کافی ہے پس بصورت بالغہ ہونے مسماۃ مذکورہ کے خود اس کے حلف کی ضرورت ہے اس کے بھائی کے حلف سے مدعی کا دعوی شرعاً خارج نہ ہوگا اور نکاح ثانی مسماۃ کا صحیح نہ ہوگا ۔ فقط

منگنی کا دعوی کیا کیا حکم ہے

سوال (۱۱۷۱) زید دعوی کرتا ہے کہ عمر نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کی نسبت میری ساتھ کر دی ۔ عمر کہتا ہے کہ میں نے نسبت نہیں کی زید غلط دعوی کرتا ہے شرعاً نسبت مانی جائے گی یا نہیں ۔؟

الجواب :۔ زید کے پاس اگر اپنے دعوی کے موافق دو گواہ شرعی موجود نہیں ہیں تو قول عمر کا معتبر ہے اور بعد ثبوت منگنی کے بھی عمر اگر مصلحت نہ سمجھے اس سے نکاح کرنے کی اور لڑکی کے لیئے وہ موقع اچھا نہ ہو تو اس سے نکاح کر دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا[2] ۔ فقط

[1] مشکوۃ شریف باب الاقضیۃ والشہادات ص۳۲۶ ج۲ ظفیر[2] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا وعد الرجل اخاہ ومن نیتہ ان یفی لہ فلم یف (ای بعذر) فلا اثم علیہ رواہ ابوداؤد (مشکوۃ باب الوعد ص۴۱۶) ظفیر

چھٹا باب

مسائل واحکام کفارت

فاسق سے نکاح بلا اجازت ولی درست ہے یا نہیں۔

سوال، (۲۴۲/۱۱۴۲) ایک طوائف ایک شخص سے نکاح کرنے کو مستعد ہوئی۔ اس کے باپ نے یہ کہا کہ یہ شخص علانیۃً افعال فسق میں مبتلا ہے لہذا میں اس سے نکاح کرنے پر مستعد نہیں۔ کسی صالح شخص سے نکاح کرلے۔ بعد ازاں اُس شخص نے گناہوں سے تائب ہو کر اس عورت سے بلا اذن اس کے والد کے نکاح کرلیا ہے۔ اگر پہلی حالت میں یعنی بلا تائب ہونے کے نکاح ہو جاتا تو صحیح ہوتا یا نہیں۔ اور اب جو پچھلی صورت میں نکاح ہوا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور ولی اگر راضی نہ ہو تو کیا حکم ہے۔ عبارت درمختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ[1] الخ کا کیا مطلب ہے۔؟

الجواب:۔ اگر عدم کفارت اس بنا پر ہے کہ وہ شخص افعال فسق میں مبتلا تھا تو بعد تائب ہونے کے نکاح کی صحت میں کلام نہیں[2]۔ اگرچہ ولی راضی نہ ہو۔ البتہ پہلی صورت میں بلا رضاء ولی کے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کما ھو مفاد عبارۃ الدرالمختار[3]۔ فقط

---

[1] الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹ ظفیر [2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب لہ (مشکوۃ باب الاستغفار والتوبۃ ص ۲۰۶ ظفیر

[3] وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا (الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۴) ظفیر

کم درجہ کی عورت کا نکاح سید سے بلا اجازت ولی جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۴۳) ایک طوائف اپنے والدین کی رضامندی اور تعلیم سے ناچنے گانے اور زناکاری میں مبتلا تھی بامداد سرکاران سے جدا ہو کر ایک آشنا ر قدیم ملازم ریلوے سے کہ اپنے آپ کو سید ظاہر کرتا ہے نکاح کرنا چاہتی تھی اور والدین کا ابتدا سے یہ اصرار تھا کہ اس شخص سے نکاح نہ کرے۔ پردیسی فاسق ہے۔ ہماری برادری کا ایک صالح شخص ہے اس سے یا کسی اور باشندہ شہر نیک آدمی سے نکاح کرلے وہ عورت کسی دوسرے سے رضامند نہیں تھی۔ ناچار اس مرد سے مسلمانوں کی جماعت کثیر نے توبہ کرا کر اس عورت سے نکاح کرادیا۔ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا بسبب عدم کفارت وعدم رضاء والدین منعقد نہیں ہوا۔؟

الجواب:- جب کہ زوج شریف ہے اور عورت دنیہ ہے تو عدم کفارت کی وجہ سے بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا اس لیئے کہ کفائت میں جانب زوج کا اعتبار ہے کہ وہ عورت سے کم درجہ کا نہ ہو اگرچہ عورت کمتر ہو[1]۔ اور زوجین جب کہ دونوں تائب ہو گئے تو اس حیثیت سے کفارت بھی ثابت ہو گئی۔ بہرحال نکاح مذکور صحیح ہے فی الدر المختار الکفاءة معتبرة الخ من جانبه الخ لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح وفی الشامی قوله من جانبه ای یعتبران یکون الرجل مکافئاً لها فی الاوصاف الآتیة بان لا یکون دونها فیها ولا تعتبر من جانبها بان تکون مکافئة له فیها بل یجوز ان تکون دونه فیها الخ[2] الحاصل نکاح مذکور جو برضاء بالغہ ہوا صحیح ہے کیونکہ شوہر بعد توبہ کے فاسق نہ رہا اور نسباً اعلیٰ ہونا شوہر کا ظاہر ہے۔

[1] الکفاءة معتبرة فی ابتداء النکاح للزومه اولصحته من جانبه ای الرجل لان الشریفة تابی ان تکون فراشا للدنی ولذا لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح والکفاءة هی حق الولی لا حقها الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الکفاءة ج ۲ ص ۴۳۵ و ۴۳۶ ظفیر۔

[2] رد المحتار باب الکفاءة ج ۲ ص ۴۳۵ و ۴۳۶ ظفیر۔

سیدہ کا نکاح نعمانی سے جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۱۴۴) ایک ہندیہ سیدہ بالغہ نے ایک ہندی نعمانی ابنار ابوحنیفہؒ سے نکاح کیا۔ آیا اولیار سیدہ کو فسخ نکاح کا حق ہے۔ کیا ابنار ابوحنیفہؒ حضرت فاطمہؓ اور حضرت صدیق وغیرہما کے کفو ہیں بعض نے کہا کہ کفو ہیں کیونکہ غیر قریش قریش کے کفو ہیں اور نعمانی تو عجمی ہیں۔ ؟

الجواب:۔ قال فی الدر المختار العجمی لا یکون کفوًا للعربیۃ ولو کان العجمی عالمًا او سلطانًا وھو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف ثم ذکر عن النہر ان العالم العجمی کفو للعربیۃ ورجحہ الشامی وقال وکیف یصح لاحد ان یقول ان مثل ابی حنیفۃ او الحسن البصری وغیرھما ممن لیس بعربی انہ لایکون کفوًا لبنت قرشی جاھل اولبنت عربی بوال علی عقبیہ[1] الخ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اختلاف و ترجیح بصورت عالم ہونے عجمی کے ہے محض ابنار علمار ہونے کی وجہ سے عجمی کی کفارت عربیہ قرشیہ کے ساتھ ثابت نہ ہوگی۔

فاسق معلن شریف عورت کا کفو ہے یا نہیں اور نابالغہ کا نکاح بلا ولی جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۴۵) ایک نیم ملا گداگر فاسق معلن چور بدچلن زکوٰۃ خوار سوال کا پیشہ رکھنے والا ایک صالح مال دار مرد کی بیٹی ہندہ کو ورغلا کر باپ کے گھر سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر نکال کر لے گیا جس کی عمر ۱۳ سال ہے حیض حمل وغیرہ کا نشان نہیں رکھتی وہاں جاکر اس کے ساتھ بلا اذن ورضار ولی سارق نہ نکاح پڑھالیا۔ جب ولی کو علم ہوا تو اپنی دختر کو گھر لے آیا اور کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا مسماۃ ہندہ بالغہ ہے یا نابالغہ اور کیا نکاح ولی کا پڑھایا ہوا درست ہے یا ابن گداگر کا۔ اور کیا گداگر فاسق وغیرہ صالح بنات کا کفو ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ مسماۃ ہندہ ۱۳ سالہ اس صورت میں نابالغہ ہے اور نابالغہ کا نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں ہے پس وہ نکاح جو اس اجنبی شخص نے کیا شرعًا صحیح نہیں ہوا اور

[1] رد المختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۴۳ و ۴۴۴ ظفیر

ولی نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہوا کما فی الدر المختار وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ درمختار[1] اور فاسق کفو صالحہ بنت صالح کا نہیں ہے کما فی الشامی فالفاسق لایکون کفواً لصالحۃ بنت صالح[2] شامی ج ۲ ص ۳۲۱

گاڑیبان درودگر کا کفو ہے یا نہیں

سوال (۱۱۴۶) جو گاڑیبان بیل گاڑی چلاتا ہے درودگر کا کفو ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- ہو سکتا ہے۔

صالحہ کا نکاح فاسق سے درست ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۴۷) مسماۃ ہندہ بالغہ باعصمت صالحہ نے زید سے کہ جو بحیثیت قومیت تو برابر ہے مگر لیاقت، علم، تہذیب، عزت، دولت صلاحیت میں بمقابلہ ہندہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اور ان تمام افعال ناشائستہ میں جو باعث عار ہوتے ہیں مبتلا اور بالکل خلاف شرع ہے بغیر رضامندی ولی کے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں ہوا تو اگر چند عرصہ کے بعد عیوب سے زید درست ہو جائے تو نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں اور زید سے کسی مزید تحقیقات کی ضرورت ہے یا نہیں اور زید کی موجودہ حالت دیکھ کر تفریق نہ کرانا کیا حکم رکھتا ہے۔؟

الجواب:- درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان وفی الشامی ان ھذا القول المفتی بہ خاص بغیر الکفو الخ[3] پس جب کہ روایت مفتی بہ کے موافق وہ نکاح ہی نہیں ہوا کہ جو ہندہ نے بلا رضا ولی غیر کفو میں کیا۔ تو بوقت درستی حال شوہر پھر وہ صحیح نہیں ہو سکتا اور ہر حال میں تفریق باہمی زید وہندہ ضروری ولازمی ہے اور کسی مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے اور تفریق نہ کرانا ایسی حالت میں کہ عدم کفارت بوقت نکاح ثابت تھی معصیت واعانت علی المعصیت ہے۔ فقط

غیر کفو والے مرد نے دھوکہ دے کر ایک سیدہ سے نکاح کر لیا جائز ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۱۴۸) زید غیر کفو غیر صحیح النسب نے اپنے کو شریف النسب جتلا کر بکر شریف سید کی بالغہ لڑکی ہندہ سے

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۲۔ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب الکفارۃ ج ۲ ص ۴۲۱۔ ۱۲ ظفیر۔

[3] دیکھئے رد المحتار اور الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸

بوکالت غیر ولی اپنا نکاح کیا اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار لفساد الزمان الخ[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے بلا اجازت ورضا ولی کے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا پس جب کہ وہ نکاح صحیح ہی نہ ہوا تو فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔

صالح مرد کی لڑکی کا نکاح فاسق مرد سے درست ہے یا نہیں

سوال (۱۴۹) ایک شخص حجام زادہ نے قدرے روپیہ جمع کر کے پیشہ بزازی اختیار کر لیا ہے اور اب وہ بزازوں میں شمار ہوتا ہے اس کی بالغہ بیٹی نے بغیر اجازت والدین کے ایک خاندانی بزاز سے نکاح کر لیا۔ نکاح ہونے کے بعد اس شخص نے ایک خط لڑکی کے باپ کو تحریر کیا کہ یہ فعل میں نے نادانی سے کیا ہے آپ مجھے معاف کریں۔ اور میں نے نکاح کی درخواست اس لیے آپ سے نہ کی کہ شاید میرے ماموں ناراض ہوں گے کیونکہ اس کے رشتہ داروں کے نزدیک لڑکی کا باپ رذیل ہے۔ چند روز بعد لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے آئی تھوڑے روز بعد لڑکے نے لڑکی کے باپ سے درخواست کی کہ لڑکی کو میرے گھر بھیج دو۔ لڑکی کے باپ نے کہا کہ ایک گھر تلاش کر کے سامانِ خانہ داری اس میں رکھ دو تو ہم لڑکی کو روانہ کر دیں گے اس نے گھر کرایہ پر لے کر قدرے اسمیں سامان بھی جمع کر دیا۔ اس کے بعد لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا اور مفتی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ بباعث اغوا کرنے لڑکی کے شخص مذکور فاسق ہو گیا اور مرد فاسق اس عورت کا کفو نہیں ہوسکتا اس لیے نکاح اول منعقد نہیں ہوا اور وطی مثل زنا کے ہے اس کی عدت بھی نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا اُس لڑکی کا کفو ہے یا نہیں بباعث اغوا کرنے لڑکی کے اگر وہ شخص فاسق ہو گیا تو وہ لڑکی بباعث فرار فاسقہ ہوئی یا نہیں۔ لڑکی کی والدہ کا اس کے گھر پر جانا اور لڑکی کو اپنے ساتھ لے آنا اور لڑکے کا خط تحریر کرنا اور لڑکی کے والد کا لکھنا کہ ایک گھر تیار کرو رضا ولی ہے کہ نہیں ان دونوں میں بغیر ولی کے نکاح منعقد ہوتا ہے کہ نہیں کیا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا

[1] دیکھئے رد المحتار اور الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸۔ ظفیر۔

یا لڑکی کے باپ کو اختیار فسخ نکاح کا ہے۔؟

الجواب:۔ قال فی الدر المختار فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح[1] الخ وفیہ ایضاً ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً[2] الخ

عبارت اولیٰ سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق کفو صالحہ یا فاسقہ بنت صالح کا نہیں ہے اور عبارت ثانیہ سے یہ معلوم ہوا کہ بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو سے کرے تو وہ نکاح باطل ہے موقوف اجازت ولی پر نہیں ہے۔ پس صورت مسئولہ میں شوہر بسبب اغوا کرنے اور بھگا لے جانے عورت کے فاسق ہوگیا لہٰذا بموجب روایت ثانیہ در مختار جو کہ مفتی بہا ہے نکاح اس کا اس عورت سے صحیح نہیں ہوا اگرچہ عورت بھی فاسقہ ہوگئی ہو بوجہ فرار مع الرجل الاجنبی کے جب کہ باپ اس کا صالح ہو۔ پس اگرچہ پیشہ بزازی کی وجہ وہ دونوں ہم کفو ہیں لیکن فسق کی وجہ سے وہ مرد اس عورت کا کفو نہیں رہا اگرچہ وہ عورت بھی فاسقہ ہوگئی ہو جب کہ باپ اس کا صالح ہو کما مر۔ یہ امور دلالت رضا رہیں لیکن جب کہ نکاح پہلے منعقد ہی نہیں ہوا تو یہ رضا اس نکاح کو صحیح نہیں کرسکتی اور منعقد نہیں ہوتا موافق قول مفتی بہ کے۔

سوال (۱۱۵۰) ایک لڑکی و لڑکے کا نکاح حالت نابالغی میں ہوا لڑکی کی والدہ کی اجازت سے۔ اب وہ دونوں بالغ ہیں

حرامی لڑکے سے شریف عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

لڑکی کو بالغہ ہوکر یہ بات معلوم ہوئی کہ میرا شوہر اور اس کا باپ دونوں بے نکاحی عورت سے ہیں اسی وجہ سے لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں۔ تو فسخ کرسکتی ہے یا نہیں۔ یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ باپ دادا لڑکی کے مر چکے تھے۔

الجواب:۔ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا در مختار میں ہے واذا کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام الخ لا یصح النکاح من غیر الکفو[3] الخ

سوال (۱۱۵۱) بیوہ عورت اپنا نکاح غیر کفو میں

بیوہ بالغہ غیر کفو میں نکاح کرسکتی ہے یا نہیں

بلا اجازت ولی کرسکتی ہے یا نہیں۔؟

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۴ ظفیر۔ [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹۔ [3] ایضاً ج ۲ ص ۴۱۹ ظفیر

الجواب:- بیوہ عورت اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضا ولی کے نہیں کر سکتی۔ اگر کرے گی تو موافق روایت مفتی بہا کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا کما فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی[1] (لیکن یہ واضح رہے کہ غیر کفو سے یہاں مراد یہ ہے کہ لڑکا نیچ خاندان ہو۔ اور اگر لڑکا عورت سے اونچے خاندان کا ہے تو جائز ہے۔ ظفیر)

سید اپنی لڑکی کو غیر کفو میں بیاہ سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۵۲) اگر سید اپنی دختر دوشیزہ برضامندی خویش غیر کفو میں دینا چاہے تو شرعاً منع ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- باپ دادا اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کریں تو صحیح ہے[2] اور بالغہ کا نکاح برضاء دختر صحیح ہے۔

بالغہ نے کفو میں شادی کی، اب لڑکے کے فاسق ہونے کی وجہ سے ناراض ہے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۵۳) ایک بالغہ نے اپنے قومی شخص سے بلا اجازت والد یا باقی اولیاء جلا وطن ہو کر نکاح کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد وطن واپس آئی۔ اب بالغہ بوجہ فسق اس شخص کے ناراض ہے کیا بنت صالحہ فاسق کی کفو ہے یا نہیں۔ اور ولی کو دفعاً للعار فسخ نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- شامی میں ہے قلت والحاصل ان المفہوم من کلامھم اعتبار صلاح الکل (الی ان قال) فعلی ھذا فالفاسق لایکون کفواً الصالحۃ بنت صالح بل یکون کفواً لفاسقۃ بنت فاسق وکذا الفاسقۃ بنت صالح کما نقلہ فی الیعقوبیۃ فلیس لابیھا حق الاعتراض الخ[3] فقط اس سے معلوم ہوا کہ جو عورت خود فاسقہ ہو وہ اگرچہ بنت صالح ہو وہ کفو ہے فاسق کی لہٰذا نکاح مذکور اگر فاسقہ بنت صالحہ کا فاسق کے ساتھ ہوا تو وہ صحیح ہے۔

---

[1] ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ ظفیر ۱۲ [2] وللولی الخ انکاح الصغیر و الصغیرۃ الخ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش الخ او زوجھا بغیر کفوء ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جداً الخ لم یعرف منھما سوء الاختیار (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۷ و ج ۲ ص ۴۱۸ ظفیر [3] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۱ ظفیر

بالغہ سیدزادی کا نکاح بلا اجازت ولی غیر کفو میں جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۵۴) سیدزادی بالغہ صحیحۃ النسب کا نکاح کسی دوسرے شخص غیر عالم و غیر سید سے بلا رضائے ولی درست ہے یا نہ۔؟

الجواب:۔ سیدہ بالغہ نے اگر غیر کفو میں اپنا نکاح بلا رضائے ولی کیا ہے تو بیشک موافق روایت مفتی بہا کے نکاح اس کا صحیح نہیں ہے[1] اور اگر بہ رضائے ولی کیا ہے یا اس کا ولی نہیں ہے یا کفو میں نکاح کیا ہے تو صحیح ہے کما فی الشامی واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً کما یاتی الخ[2] اور واضح ہو کہ فقہاء باب الکفارت میں یہ تصریح فرماتے ہیں کہ قریش بعض بعض کے اکفاء ہیں پس شیخ صدیقی و فاروقی و عثمانی وغیرہ جس قدر قریشی ہیں سب سادات کے ہم کفو ہیں[3]۔ فقط

سید کی لڑکی نے ایک لڑکے سے نکاح کیا جو اپنے کو شیخ کہتا تھا، اب معلوم ہوا وہ کپڑا بننے والا ہے، کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۵۵) ایک عورت بالغہ نے اپنا نکاح ایک شخص سے کر لیا عورت مذکورہ سید کی لڑکی ہے اور مرد نے پہلے اپنے کو شیخ ظاہر کیا مگر نکاح ہو جانے اور خلوۃ صحیح کے بعد معلوم ہوا کہ ذات کا جولاہا ہے اور یہ نکاح عورت کے والد کی غیبت میں ہوا۔ آیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ بصورت صحت عورت یا اس کے والد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ نکاح مذکور جو کہ غیر کفو سے ہو موافق روایۃ مفتی بہا کے صحیح نہیں ہوا بلکہ باطل اور ناجائز ہوا۔ درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی[4] فقط

---

[1] ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸) ظفیر

[2] رد المحتار باب الولی تحت قولہ بعدم جوازہ ج ۲ ص ۴۰۹۔ آگے اس کی وجہ درج ہے لان وجہ عدم الصحۃ علی ھذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء اما ھی فقد رضیت باسقاط حقھا فتح (رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر

[3] نعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح نسبا فقریش بعضھم اکفاء بعض (درمختار) والخلفاء الاربعۃ کلھم من قریش (رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۷ و ۴۳۸) ظفیر ۱۲

[4] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ و ۴۰۹ ظفیر ۱۲

سید و شیخ کی لڑکی کا نکاح نومسلم کالستھ سے جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۵۶) ایک شخص قوم کا کالستھ ہندو تھا وہ مسلمان ہو گیا۔ نماز روزہ کا پابند ہے وہ کفو شیخ و سید کی دختران کا ہے یا نہیں اور جو لوگ بے نماز ہیں ان کو نومسلم پسند نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے۔؟

الجواب:۔ شیخ سید کی لڑکی کفو اس نومسلم کی نہیں ہے[1]۔ البتہ کوئی نومسلمہ یا دیگر اقوام کی دختر سے نکاح ہو سکتا ہے اگر بے نمازی ہو اس کو سمجھا کر نمازی بنایا جاوے نکاح صحیح ہو جاوے گا کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ فقط

عجمی کی تعریف اور عربی النسل عورت کا نکاح لوہار نجار اور نداف سے درست ہے یا نہیں

سوال (۱۱۵۷) زید کہتا ہے کہ اگر سید زادی یا افغانی یا اور کسی اعلیٰ قوم کی عورت کسی ادنیٰ قوم کی مسلمان باشندہ لوہار۔ نجار۔ نداف سے مثلاً نکاح کرے بلا رضائے ولی کے تو بلا کراہیت درست ہے کیونکہ عجمیوں نے ذات کو ضائع کر دیا ہے یہ کہنا درست ہے یا نہ؟ اور کفو کتنی چیزوں میں پنجاب ہند و سندھ و بنگالہ وغیرہ میں معتبر ہوگی۔ عجمی کس کو کہتے ہیں۔ زید یہ سند پکڑتا ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر قوم سے منع کرنا یہ مذہب شیعہ کا ہے عینی ج ۲ ص ۱۰۲ کی عبارت پیش کرتا ہے وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھی قولان باطلان الخ۔ اس عبارت کا کیا مطلب ہے اور کیا جواب ہے۔؟

الجواب:۔ عجمی کی تعریف رد المحتار میں یہ کی ہے قولہ واما فی العجم المراد بھم من لم ینتسب الی احدی قبائل العرب[2] الخ پس جو شخص منسوب الی قبائل العرب نہیں ہے وہ عجمی ہے اور در مختار میں ہے العجمی لا یکون کفواً للعربیۃ[3] الخ اور جواب عینی کا یہ ہے کہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح سادات علویات کا غیر علویات کے لئے بالکل ممنوع ہے اور مذہب اہل السنت وجماعۃ کا یہ ہے کہ اولاً علویات کا

[1] من اسلم بنفسہ ولیس لہ اب فی الاسلام لا یکون کفواً لمن لہ اب واحد فی الاسلام کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری باب خامس فی الکفاءۃ ج ۲ ص ۱۵) ظفیر ۱۲ [2] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۹ ظفیر [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۴۳

غیر علویات سے وہ مطلقاً منع نہیں کرتے بلکہ قریش غیر علویات کا سیدہ علویہ سے نکاح صحیح ہے کما فی الدر المختار فقریش بعضهم اکفاء بعض[1] اور ثانیاً عجمیوں سے بھی علویات کا نکاح حرام نہیں ہے بلکہ اگر ولی اور وہ عورت راضی ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے فاین هذا من ذلک فقط

غیر کفو میں شادی ولی کی رضامندی سے درست ہے۔ **سوال (۱۱۵۸)** ایک مسلمان کسی قوم میں سے ہو وہ دوسری قوم میں اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- نابالغہ کا باپ ایسا کر سکتا ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہو اور وہ راضی ہو غیر کفو میں شادی کرنے سے اور اس کا باپ اور ولی بھی راضی ہو تب بھی درست ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ[2] فقط

ولد الزنا صحیح النسب کا ہم کفو نہیں ہے۔ **سوال (۱۱۵۹)** زید ولد الزنا ہے اس کے اقارب اس کے نکاح کرنے سے عار کرتے ہیں زید مذکور کفو ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- ولد الزنا کفو ولد الحلال اور ثابت النسب کا نہیں ہو سکتا لیکن اگر باپ اپنی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیوے تو نکاح صحیح ہوگا یا خود دختر بالغہ ولی کی اجازت سے اگر اپنا نکاح غیر کفو سے کر لیوے تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے[3]۔

نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو جائز ہے۔ **سوال (۱۱۶۰)** زید نے (جو کہ شیخ فاروقی ہے) اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمر سے (جس کا تین پشت سے اسلام ہے) کر دیا ہے یہ لڑکا اس

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۶ ۱۲ ظفیر [2] واذا زوجت نفسها من غیر کفوء ورضی به احد الاولیاء لم یکن لهذا الولی ولا لمن مثله او دونه فی الولایة حق الفسخ الخ وکذا اذا زوجها احد الاولیاء برضاها کذا فی المحیط (عالمگیری باب خامس باب الاکفاء الکفاءۃ ج ۲ ص ۱۷) اذا زوجها من رجل عرفه غیر کفوء نعند ابی حنیفة یجوز لان الاب کامل الشفقة وافر الرای فالظاهر انه تامل غایة التامل ووجد غیر الکفو اصلح من الکفوء کذا فی المحیط (ایضاً ج ۲ ص ۱۶) ظفیر [3] قوله بعدم جوازه الخ وهذا اذا کان لها ولی ولم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده واما اذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر

لڑکی منکوحہ کا کفو ہے یا نہیں اس لڑکی کو نکاح کے فسخ کا اختیار بالغہ ہونے پر ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- وہ لڑکا زید کی دختر کا کفو نہیں ہے لیکن باپ اگر اپنی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیوے تو صحیح ہے[1] اور نابالغہ بعد بالغہ ہونے کے اُس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتی۔ کذا فی الدر المختار والشامی[2]۔ فقط

سید و شیخ ہم کفو ہیں یا نہیں

سوال (۱۱۶۱) غیر کفو مرد اور عورت میں نکاح بغیر اجازت عورت کے باپ کے ہو سکتا ہے یا نہیں خواہ عورت بیوہ ہو یا کنواری۔ عورت سیدانی ہو اور مرد شیخ ہو یہ غیر کفو ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- سید اور شیخ ہم کفو ہیں غیر کفو نہیں ہیں جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ قریش باہم کفو ہیں اور سید اور شیوخ خواہ صدیقی ہوں یا فاروقی یا عثمانی سب قریش ہیں[3]۔ پس اگر عورت سیدانی بالغہ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ شوہر شیخ سے نکاح برضا خود کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے باپ اس کو توڑ نہیں سکتا۔ کما فی الدر المختار فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضاء ولی الخ[4] فقط

مرد نے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو درست ہے۔

سوال (۱۱۶۲) زید نے غیر کفو میں سو برس ہوئے نکاح کر لیا تھا اس کی اولاد، اولاد الاولاد ہوتی رہی اور آپس میں نکاح شادی ہوتے رہے کوئی غیر اولاد میں نہیں رہی اب سو برس بعد ایک شخص زید کی قوم کا زید کے خاندان میں جو

---

[1] ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا (درمختار) ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد الخ فلابد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر ۱۲ [2] لو فعل الاب او الجد عند عدم الاب لا یکون للصغیر والصغیرۃ حق الفسخ بعد البلوغ (رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۰) ظفیر [3] فقریش بعضھم اکفاء لبعض الخ والعرب بعضھم اکفاء لبعض الانصاری والمھاجری فیہ سواء کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری مصطفائی الباب الخامس فی الاکفاء ج ۲ ص ۱۵) ظفیر [4] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۲ ظفیر

اس عورت سے جس کا نکاح سو برس ہوئے ہوا تھا اور وہ عورت غیر کفو تھی نکاح کرتا ہے جائز ہے یا نہیں اور والدین یا کسی ولی کو حقِ فسخ نکاح بوجہ غیر کفو ہونے کے ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ زید کا غیر کفو میں نکاح کر لینے سے زید کی اولاد کے نسب میں کچھ فرق نہیں ہوا کیونکہ نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے پس اگر زید کی اولاد میں سے کوئی لڑکی بالغہ اپنا نکاح بدون رضائے اولیاء غیر کفو میں کرے گی تو وہ صحیح نہ ہوگا۔ کما فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ[1] الخ اور اگر کوئی لڑکا بالغ زید کی اولاد میں سے بلا رضاء ولی کے اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرے تو وہ صحیح ہے اور ولی اس کو فسخ نہیں کر سکتا کیونکہ کفارت کا اعتبار اس میں نہیں ہے کہ کوئی مرد شریف کسی کم نسب والی عورت سے نکاح کرے کہ اس میں عورت پر کچھ عار نہیں ہے[2]۔ اور مرد کی اولاد جو اُس عورت سے ہوگی وہ باپ کے نسب پر ہوگی۔ فقط

بیوہ سیدزادی غیر قریشی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۱۶۳) ایک سیدانی بیوہ اگر کسی غیر قریشی سے کہ وہ نہ تو عالم ہے اور نہ پٹھان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں اگر نکاح ہو گیا ہو تو ایسے نکاح کو نکاح شرعاً توڑ دینا لازمی ہے یا نہ۔ اور کیا یہ نکاح قابل فسخ ہے اور وہ شخص قابل تعزیر ہے یا نہیں اگر تعزیر ہے تو کیا۔ ؟

الجواب:۔ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے تو وہ مطلقاً صحیح ہے اور اگر غیر کفو میں کرے تو اگر اس کا ولی موجود ہے اور وہ راضی نہیں ہے تو وہ نکاح حسب مذہب مفتی بہ غیر صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی ولی نہیں ہے یا ہے لیکن وہ راضی ہے تو نکاح مذکور صحیح ہے اور مرد غیر قریشی عورت سیدانی کا کفو نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار ویفتی فی غیر

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ ظفیر [2] الکفاءۃ معتبرۃ الخ من جانبہ الخ لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۲۵) ظفیر

الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی[۱] الخ قال فی الشامی وھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا الخ ج ۲ ص ۲۹۷ شامی[۲] اور جس صورت میں عدم جواز نکاح کا فتویٰ ہے اُس میں مابین زوجین تفریق کرادی جاوے گی اور کوئی تعزیر شرعاً اس میں نہیں ہے۔ فقط

پٹھان نے دھوکہ دے کر سیدزادی سے نکاح کر لیا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۶۴) ایک پٹھان نے اپنی قومیت کو چھپا کر ایک سید کے یہاں پیغام نکاح دیا نکاح اس بنا پر قرار پایا کہ اگر تم شیخ ہو تو نکاح کیا جائے گا اس صورت میں نکاح درست ہوا یا نہ۔؟

الجواب:- اس صورت میں نکاح ہو گیا تھا مگر بوجہ دھوکہ دہی کے عورت اور اس کے اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہے[۳]۔ فقط

ولی کی بلا رضامندی بالغہ نے غیر کفو میں نکاح کر لیا درست ہوا یا نہیں

سوال (۱۱۶۵) ایک عورت بالغہ ثیبہ نے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہا اس کے اولیاء میں سے اس ملک میں سوائے اس کی پھوپھی کے کوئی نہیں وہ مزاحم ہوئی حاکم وقت نصاریٰ کے حکم سے وہ نکاح ہو گیا پھوپھی نے بحیثیت ولی فسخ نکاح کا دعویٰ کیا پھوپھی کے دعویٰ پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو وہ کون سا ولی ہے جسے اس دعوے کا حق ہے اور پھوپھی ذوی الارحام میں سے ہے یا عصبات میں سے۔ امام طحاویؒ نے باب النکاح بغیر ولی عصبہ کا جو باب باندھا ہے اس میں عصبہ کی قید سے کیا فائدہ ہے کیا اس میں اخیر تک ولی عصبہ ہی سے بحث ہے یا عام اولیاء سے فتاویٰ سراجیہ میں ہے امرأۃ تزوجت من غیر کفو فللولی ان یعترض ویرفع الی القاضی حتی یفسخ وان لم یکن الولی ذا رحم محرم کابن العم[۴] اس کے کیا معنی ہیں اور ابن عم بنفسہ نہیں۔؟

الجواب:- کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ ولی نکاح کا عصبہ ہے اور اگر عصبہ

---

[۱] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ ظفیر۔ [۲] رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹۔

[۳] ولو انتسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل وان کان کفواً فحق الفسخ لھا۔ عالمگیری باب خامس فی الاکفاء ج ۲ ص ۱۷ ظفیر۔ [۴] فتاویٰ سراجیہ

نہ ہو تو پھر ذوی الفروض وذوالارحام کو ولایت حاصل ہے پس جب کہ سوائے پھوپھی کے اور کوئی ولی اس عورت کا وہاں موجود نہ تھا تو ولی اس حالت میں پھوپھی تھی جو کہ ذوی الارحام میں سے ہے[1] اور یہ بھی تصریح کتب فقہ میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح بالغہ کا بدون اجازت ورضاء ولی صحیح نہیں ہوتا پس جب کہ پھوپھی اس نکاح سے راضی نہیں ہے تو وہ نکاح حسب فتوی متاخرین فقہاء صحیح نہیں ہوا اور امام طحاویؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ولی دراصل عصبہ ہے اگر عصبہ نہ ہو تو پھر حسب تصریح دیگر فقہاء ذوی الفروض وذوی الارحام ولی ہوتے ہیں جس کی تفصیل وترتیب کتب فقہ میں موجود ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں جو اعتراض ولی کا حکم لکھا ہے یہ اصل مذہب حنفیہ کا ہے لیکن متاخرین حنفیہ کا فتویٰ بطلان نکاح مذکور کا ہے یعنی غیر کفو میں نکاح بالغہ کا بلا اجازت ولی کی باطل ہوتا ہے ولی کو فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب تفصیل درمختار اور ردالمحتار میں ہے[2] فقط

پٹھانی عورت کا نکاح شیخ زادہ سے جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۶۶) ایک عورت مسماۃ ہندہ بیوہ نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے یعنی عورت پٹھانی ہے اور شوہر شیخ زادہ ہے مسماۃ کے علاتی چچا اس میں حارج ہیں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ بیوہ اپنا نکاح غیر کفو سے بلا رضامندی ولی کے کرے اور ولی اس کا اس نکاح سے راضی نہ ہو تو وہ نکاح نہیں ہوتا فتوی اسی پر ہے اور پہلے یہ مسئلہ لکھا جا چکا ہے لیکن اب توضیح سے معلوم ہوا کہ عورت پٹھانی ہے اور شوہر شیخ زادہ ہے یعنی قریش میں سے ہے جو کہ افضل ہے عورت کی قوم سے لہذا اگر صورت واقعی یہی ہے تو یہ نکاح صحیح ہو گیا کیونکہ کفارت شوہر کی طرف سے معتبر ہے کہ شوہر عورت سے کمتر نہ ہو اور عورت کی طرف سے معتبر نہیں ہے یعنی اگر عورت کم درجہ کی ہو اور شوہر باعتبار نسب کے اعلیٰ درجہ کا ہو تو نکاح ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں شرعاً وعرفاً عار نہیں ہے قال فی الدر المختار الکفاءۃ معتبرۃ الخ من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی ولذا لاتعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش

[1] فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام الخ ثم لذوی الارحام ثم للسلطان (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۲۹) ظفیر [2] ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان (ایضاً ج ۲ ص ۴۰۸ وج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر

فلا نغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح[1] الخ فقط

خاندانی مسلمان لڑکی کا نکاح نومسلم سے درست ہے یا نہیں

سوال (۱۱۶۷) ایک لڑکی خورد سالہ جس کے باپ دادا مسلمان تھے اس کا نکاح اس کے ماموں نے حالانکہ باپ زندہ باہر فاصلہ پر رہتا ہے ایک شخص نومسلم سے جس کے باپ دادا غیر مسلم تھے کر دیا اگر اُس کا باپ اس عقد پر اعتراض کرے تو شرعاً اس عقد پر موثر ہو سکتا ہے۔؟

الجواب:۔ چونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوا اس لیے بلا اجازت ولی اقرب یعنی باپ کے صحیح نہیں ہوا[2]۔ فقط۔ (اور اس لیے بھی نابالغہ کا ولی جب باپ موجود ہے تو ماموں کو حق ولایت حاصل نہیں ہے باپ کے رد کر دینے سے وہ نکاح درست نہیں رہا۔ ظفیر)

کفو میں نکاح درست ہے مہر کی کمی سے فرق نہیں پڑتا۔

سوال (۱۱۶۸) زید نے ہندہ ثیبہ بالغہ بیوہ سے بلا اذن ورضامندی تن بخشی کرائی اور دس درہم مہر مقرر ہوا زید نے وطی بھی کی زید خود مقر ہے نکاح منعقد ہوا یا نہیں اور ولی کو فسخ کرنے کا حکم ہے یا نہیں۔ زید اتمام مہر مثل سے انکار نہیں کرتا نہ فسخ پر راضی ہے نکاح کفو میں ہوا ہے مہر مثل زیادہ ہے۔؟

الجواب:۔ جب کہ نکاح کفو میں ہوا ہے تو ولی کو بصورت اتمام مہر مثل فسخ کا اختیار نہیں ہے اور نکاح صحیح ہو گیا اور ولی اتمام مہر مثل کرا سکتا ہے۔ کما فی الشامی قولہ ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ اصلا الخ قید بذلک لئلا یتوھم عودہ الی قولہ فنفذ نکاح حرۃ الخ وللاحتراز عما لو تزوجت بدون مھر المثل فقد علمت ان للولی الاعتراض ایضا والظاھر انہ لا خلاف فی صحۃ العقد وان ھذا القول المفتی بہ خاص بغیر الکفؤ[3] الخ فقط

ولد الزنا لڑکا اور صحیح النسب لڑکی ہم کفو ہیں یا نہیں۔

سوال (۱۱۶۹) ایک لڑکا ولد الزنا ہے اور لڑکی حلال نطفہ سے پیدا ہے۔ یہ دونوں کفو ہیں یا نہیں۔؟

---

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۵، ۴۳۶ ظفیر۔ [2] من اسلم بنفسہ ولیس لہ اب فی الاسلام لا یکون کفوا لمن لہ اب احد فی الاسلام کذا فی فتاوی قاضیخان (عالمگیری باب خامس فی الاکفاء ص ۱۵ ج ۲) ظفیر

[3] دیکھئے رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ ظفیر

الجواب:- وہ باہم کفو نہیں ہیں[۱]۔

معمار کی شادی نجار سے جائز ہے

سوال (۱۱۷۰) زید معماری کا پیشہ کرتا ہے اور عمر کی خاندانی حالت یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اور بڑے نجاری کا پیشہ کرتے تھے لیکن عمر عطاری کی دوکان اور بارپہ دوزی کا کام کرتا ہے۔ زید نے عمر کی سب حالت دیکھ کر اپنی ہمشیرہ کا نکاح عمر سے کردیا زید کی ہمشیرہ بعد نکاح ایک ماہ تک عمر کے گھر رہی۔ بعد ایک ماہ کے زید ہمشیرہ کو اپنے مکان پر لے گیا۔ اب زید کہتا ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں ہوا۔ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور عمر نے جو بہت ایام تک زید کی ہمشیرہ سے ہم بستری کی وہ جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:- عمر کا نکاح زید کی ہمشیرہ سے صحیح ہوگیا اور ہم بستری وغیرہ سب جائز ہوئی زید کا انکار اب شرعاً معتبر نہیں ہے[۲]۔ فقط

مسلمان لڑکی کا نکاح غلطی سے غیر برادری میں ہوگیا۔

سوال (۱۱۷۱) ایک مسلمان لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک نہنگ قوم غیر پابند احکام اسلام سے غلطی سے وارثان نے کردیا بعد میں معلوم ہوا کہ اُن کو اسلام سے مس نہیں ہے۔ لہذا لڑکی اُن کے گھر آباد ہونا نہیں چاہتی نہ وارث بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ نکاح صحیح ہوا یا نہ۔؟

الجواب:- اگر وہ شخص جس سے نکاح ہوا مسلمان کلمہ گو تھا اگرچہ فاسق تھا دین دار نہ تھا تو نکاح صحیح ہوگیا اور بدوں طلاق دینے شوہر کے وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا[۳] اور اگر کافر تھا اور دعوی اسلام کا نہ کرتا تھا اور کلمہ توحید سے منکر تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ فقط

---

[۱] وتعتبر الکفاءۃ نسبا وحریۃ واسلاما ودیانۃ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۷) ظفیر [۲] وفادکما فی البحر انہ لا یلزم اتحادھما فی الحرفۃ بل التقارب کاف فالحائک کفو لحجام والدباغ کفو لکناس والصفار کفو لحداد والعطار کفو لبزاز قال الطبرانی وعلیہ الفتوی (رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۴۲) ظفیر [۳] لو زوجوھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۷) ظفیر

نسب غلط بتا کر لڑکے نے شادی کی تو اب نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال (۲-۱۱۷۲) ایک شخص نے اپنا نسب غلط بیان کر کے ایک شریف خاندان لڑکی سے باجازت اس کے باپ کے نکاح کر لیا حالانکہ لڑکی بالغہ ہے اس سے اجازت طلب نہیں کی گئی اب قبل رخصت اس شخص کا مجہول النسب ہونا ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں ابطال یا فسخ نکاح کا حق ولی اور لڑکی کو ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ ولی اور عورت کو نکاح باقی رکھنے اور فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ کما فی الشامی نقلا عن البحر عن الظهيرية لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفوء فحق الفسخ ثابت للكل وان كان كفوا فحق الفسخ لها دون الاولياء ج ۲ ص ۳۴۴ اور باب العنین کی آخر میں صاحب شامی نے تحریر کیا ہے کہ جس شخص نے دھوکہ دے کر اور اپنا نسب غلط بتا کر نکاح کر لیا بعد میں اگر غیر کفو ظاہر ہوا تو ولی اور زوجہ دونوں کو فسخ کا اختیار ہے بناء بر حق کفارت[۱] کی اور اگر کفو ہے مگر جو نسب بیان کیا تھا وہ غلط نکلا تو اس صورت میں صرف عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے اس وجہ سے دھوکہ کا اثر اس پر پڑے گا۔ کما قال لکن ظهر لى الآن ان ثبوت حق الفسخ لها للتغرير لا لعدم الكفاءة بدليل انه لو ظهر كفوا يثبت لها حق الفسخ لانه غرها[۲] الخ فقط

ہاشمی اور بنی فاطمہ ہم کفو ہیں یا نہیں

سوال (۳-۱۱۷۳) قریشی ہاشمی اور سادات بنی فاطمہ ہم کفو ہیں یا نہیں اور دیگر قریش عرب بس ان کے مابین نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ قریشی ہاشمی و سادات بنی فاطمہ باہم کفو ہیں اور قریش بقیہ عرب غیر قریش کے کفو نہیں ہیں در مختار میں ہے فقريش بعضهم اكفاء بعض قال فى الشامى اشار به الى انه لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمى والنوفلى والتيمى والعدوى وغيرهم ولهذا زوج على وهو هاشمى ام كلثوم بنت فاطمة لعمر وهو عدوى قهستانى فلو تزوجت

---

[۱] لو تزوجته على انه حر او سنى او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا لها الخيار (رد المحتار باب الكفاءة ج ۲ ص ۴۳۶) ظفير [۲] رد المحتار باب العنين وغيره قبيل باب العدة ج ۲ ص ۸۲۳ ظفير ۱۲

ھاشمیۃ قریشیا غیر ھاشمی لم یرد عقدہ وان تزوجت عربیا غیر قریشی لھم ردہ کتزوج العربیۃ عجمیا[۱] الخ فقط

اعلیٰ نسب کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ درجہ کے لڑکے سے ہو جائے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۱۷۴) ایک عورت قوم آدان کی اگر حجام سے نکاح کر لیوے تو ولی عورت کا جو کہ اعلیٰ کفو کا ہے بہ نسبت حجام کے شرعاً نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں، عرب وعجم میں نسب کا لحاظ ہے یا نہیں۔؟

الجواب: - کفارت میں نسب کا اعتبار عرب میں ہے اور عجم میں پیشہ وغیرہ کا اعتبار ہے پس اگر عورت اعلیٰ ہے باعتبار کفارت کے اور مرد کم درجہ کا ہے اور کفو عورت کا نہیں ہے اور وہ عورت اس مرد سے نکاح کر لیوے تو ولی کو اختیار نکاح کے فسخ کرانے کا ہے کذا فی الدر المختار[۲] فقط

چچا نے غیر کفو میں شادی کر دی تو جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۷۵) مشرف خان نے اپنی برادر زادی نور النساء بی بی کا نکاح بحالت نابالغی ایک شخص کے ساتھ کر دیا لیکن نور النساء بی بی مذکور نے ہنگام بلوغ اپنے اظہار کر دیا کہ میں اس نکاح کو منظور نہیں کرتی میرے چچا نے میرا نکاح غیر کفو میں کر دیا تھا جس سے میں راضی نہیں ہوں۔ ایسی صورت میں اس نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب: - درمختار میں ہے کہ باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی مثل نانا یا چچا وغیرہ کے اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوتا اور اگر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کرے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر نابالغہ کو بعد بلوغ کے اس کے فسخ کرانے کا اختیار ہوتا ہے یعنی یہ کہ بذریعہ قاضی کے فسخ کرا لے پس اس صورت میں اگر نابالغہ مذکورہ کا نکاح اس کے چچا نے غیر کفو میں کیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہوا لڑکی کو اختیار ہے کہ بعد بالغہ ہونے کے اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ الخ لا یصح النکاح

---

[۱] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۵ ظفیر۔ [۲] والکفاءۃ حق الولی لا حقھا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لاخیار لھا بل للاولیاء (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۶) وان زوجت فی غیر کفوء لا یلزم او لا یصح (رد المحتار باب کفاءت ج ۲ ص ۴۳۶) ولذا ای للولی اذا کان عصبۃ الخ الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸) ظفیر۔

من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلاً الخ فقط

زنا کا پیشہ کرنے والے سے تیل نکالنے والے کی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۱۷۶) ہندہ بالغہ نے بغیر اجازت اپنے اولیاء کے زید سے نکاح کر لیا زید و ہندہ دونوں ہم قوم ہیں لیکن ہندہ کا کنبہ تیل نکالنے کا کام کرتا ہے اور زید کا کنبہ زنا کاری کرتا ہے ہندہ کے اولیاء اس نکاح کی اجازت نہیں دیتے یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- قال فی الدر المختار و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی الخ قال فی رد المحتار للشامی و قال شمس الائمۃ وھذا اقرب الی احتیاط[1] الخ ص۲۹۷ ج ثانی شامی وفیہ ایضاً من الکفاءۃ فلیس فاسق کفوًا الصالحۃ[2] الخ درمختار۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔ فقط

ادنیٰ قوم کی لڑکی اعلیٰ قوم کے لڑکے سے نکاح کرے تو درست ہے۔

سوال (۱۱۷۷) ایک عورت باکرہ قوم باقندہ رذیل قوم عمر ۱۸ سال نے اپنا نکاح اپنی رضا مندی سے ایسے مرد سے جو شریف قوم کا ہے بدون اجازت و رضا ولی کے کر لیا اور روبرو دو گواہوں کے۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔؟

الجواب:- اس صورت میں نکاح عورت بالغہ عاقلہ کا جو کہ اوس نے اپنی رضامندی سے شریف قوم کے مرد کے ساتھ کر لیا ہے بدون اجازت ولی کے روبرو دو گواہوں کے وہ نکاح شرعاً صحیح ہو گیا ہے شامی میں ہے۔ وان کان ما ظھر فوق ما اخبر فلا فسخ لاحد الخ ص۵۹۸ و فی ص۳۱۶ باب الکفاءۃ وفیہ اشعار بان نکاح الشریف الوضیعۃ لازم فلا اعتراض للولی بخلاف العکس[4] الخ

---

[1] تقدم ان غیر الاب والجد لو زوج الصغیرۃ او الصغیر فی غیر کفوء لا یصح (رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص۴۳۹) ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الولی ج ۲ ص۴۰۸ و ص۴۰۹ ظفیر [3] ایضاً باب الکفاءۃ ج ۲ ص۴۴۲ و ۴۴۱ ظفیر ۱۲ [4] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص۴۳۶ ظفیر ۱۲

جاہل کسان عالم کی لڑکی کا ہم کفو ہے یا نہیں اور نکاح درست ہے یا نہیں

سوال (۱۱۷۸) الزراع الجاهل هل يكون كفوء صغيرة العالم وهي غير عالمة ام لا واذا زوج غير الاب والجد الصغيرة من رجل زراع هل يصح النكاح ام لا والحرفة في الكفوء معتبر ام لا ؟

الجواب :- اقول بالله التوفيق قول صاحب درمختار ولاهما العالم وقاض[1] وتحقيق علامہ شامی ولاهما لبنت عالم وقاض الخ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں زراع جاہل کفو بنت عالم کا نہیں ہے اور غیر اب وجد نے یہ نکاح کیا تو بر قول مفتی بہ نکاح صحیح نہ ہوگا وان كان المزوج غيرهما اي غير الاب وابيه الخ لا يصح النكاح من غير كفو[2] الخ درمختار۔ البتہ اگر اب یا جد ایسا نکاح کریں تو صحیح ہے[3] درمختار۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وہابی نجدی کو لڑکی دینا کیسا ہے

سوال (۱۱۷۹) نجدی وہابی غیر مقلد کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ ہے جیسے مرزائی اور شیعہ غالی اُن سے مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح حرام ہے نکاح نہ ہوگا اور جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ نہیں ہے جیسے غیر مقلد اور نجدی ان سے نکاح سنیہ عورت کا صحیح ہے۔ فقط

شریف عورت نومسلم مرد کی کفو ہے یا نہیں

سوال (۱۱۸۰) عورت مسلمہ شریف خاندان نومسلم کی کفو ہو کر نکاح دونوں میں ہو جاوے گا یا نہ ؟

الجواب :- شریف عورت جس کے آباؤ اجداد مسلمان چلے آرہے ہیں نومسلم کی کفو نہیں ہے لہذا اگر ولی اس عورت کا راضی نہ ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اور اگر ولی اور وہ عورت راضی ہوں تو نکاح ہو جاتا ہے۔ ويفتى في غير الكفوء بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوى درمختار وهذا اذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد الخ[4] شامی ج۲

---

[1] دیکھئے الدر المختار مع رد المحتار باب الکفاءة ج۲ ص۴۲۲۔ [2] ولا الخياط لبنت البزاز والتاجر ولاهما لبنت عالم وقاض (رد المحتار ج۲ ص۴۲۲) ظفیر
[3] الدر المختار على هامش رد المحتار باب الولي ج۲ ص۴۱۹ ظفیر
[4] رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۰۸ و ۴۰۹۔

افغان اور اہیر ہم کفو ہیں یا نہیں اور ان میں باہم نکاح درست ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۸۱) زید قوم کا افغان اور زراعت پیشہ ہے اور ہندہ قوم کی اہیر اور اس کے ورثاء زراعت پیشہ ہیں۔ زید ہندہ کا کفو ہے یا نہیں دونوں صورتوں میں ہندہ کے ورثاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ عجم میں نسب کا لحاظ نہیں ہے اور پیشہ فی الحال یکساں ہے لہٰذا زید مذکور اس عورت ہندہ کا کفو ہے اولیاء ہندہ نکاح مذکور کو فسخ نہیں کرا سکتے۔ قال فی الدر المختار وھذا فی العرب ای اعتبار النسب انما یکون فی العرب الخ شامی

پٹھان عورت کا نکاح راجپوت مسلمان سے جائز ہے

سوال (۱۱۸۲) مسماۃ ہندی بیوہ قوم پٹھان نے اپنا نکاح شمشاد علی خان راجپوت سے کر لیا ہے اس پر مسماۃ ہندی کی ماں اور بھائی ناخوش ہیں، کہتے ہیں کہ اس نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہے اور قابل فسخ ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جو قومیں عجمی ہیں ان میں کفاءت معتبر نہیں ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح مسماۃ ہندی بیوہ کا جو شمشاد علی خان کے ساتھ ہوا ہے وہ صحیح اور نافذ ہے[1]۔ اور بھائی اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا۔ فقط

نومسلم مرد عورت کا نکاح درست ہے ان میں کفاءت کا اعتبار نہیں۔

سوال (۱۱۸۳) ایک بھنگی نے اسلام قبول کیا اور ایک ہندوانی عورت نے اسلام قبول کیا۔ ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا کفو کا لحاظ ہوگا۔؟

الجواب:۔ ان کا نکاح باہم جائز ہے اس میں کفاءت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کیونکہ دونوں نومسلم ہونے کی وجہ سے ایک درجہ میں ہو گئے[2]۔ فقط

پڑھی ہوئی عورت کا نکاح جاہل مرد سے جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۸۴) میرے ساتھ ایک عورت بیوہ نے اپنی مرضی سے نکاح کر لیا ہے لیکن عورت پڑھی ہوئی ہے اور

---

[1] رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۸ ظفیر۔ [2] وھذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاماً (در مختار) ای اعتبار النسب انما یکون فی العرب قولہ اما فی العجم المراد بھم من لم ینتسب الی احد قبائل العرب الخ الا من کان لہ منھم نسب معروف کالمنتسبین الی احد الخلفاء الاربعۃ (رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۸ و ۴۳۹) ظفیر۔ [3] واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاماً (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۹) ظفیر

میں جاہل ہوں مدعی کا دعویٰ ہے کہ ہماری لڑکی پڑھی ہوئی کا نکاح تجھ جاہل کیساتھ جائز نہیں اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے۔ ؟

الجواب:- عورت بالغہ اگر اپنی مرضی سے اپنا نکاح کفو میں کرے، تو صحیح ہے اور عورت کا پڑھی ہوئی ہونا اور شوہر کا جاہل ہونا مانع صحت نکاح سے نہیں ہے جب کہ شوہر عورت سے باعتبار پیشہ وغیرہ کے کم درجہ کا نہ ہو[1]۔ فقط

قوم افغان عجمی ہے یا عربی اور اس میں کفو کا کیا طریقہ ہوگا۔

سوال (۱۱۸۵) قوم افغان عربی ہیں یا عجمی اگر عربی ہیں تو عرب کے کس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں اگر عجمی ہیں تو کیا عجم میں کفو نسبی معتبر ہے یا نہیں۔ ملک افغانستان میں بعض جگہ رواج ہے کہ اپنی لڑکیوں کو فروخت کرتے ہیں اور ہمارے ملک کے لوگ تیلی۔ جولاہا۔ درزی۔ موچی۔ حجام۔ میراثی وغیرہم قیمتاً لاکر ان سے نکاح کرتے ہیں شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:- اس امر کی تحقیق ان کے نسب نامہ سے ہوسکتی ہے کہ ان کا سلسلہ نسب کہاں پہونچتا ہے اور اہل عجم میں کفارت باعتبار نسب کے نہیں ہے[2] بلکہ پیشہ وغیرہ کے اعتبار سے ہے اور لڑکیوں پر قیمت لینے کا رواج اور رسم قبیح اور بد ہے مگر نکاح ہو جاتا ہے۔

افغان کا نکاح کمبوہ سے درست ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۸۶) ہندہ نے اپنا عقد بغیر اجازت ورضا اپنے حقیقی چچا کے زید سے کرلیا۔ ہندہ ایک دولت مند شریف خاندان قوم افغان سے ہے اور زید ایک غریب آدمی قوم کمبوہ سے ہے جن کو قوم شریف نہیں جانتے تو ولی ہندہ کا نکاح شرعاً فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔ ؟ اخرجہ دارقطنی ثم البیھقی فی سننہا عن جابر عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکحوا النساء الا من الاکفاء ولا یزوجن الا الاولیاء۔ اور نیز یہ بھی موطا امام محمدؒ میں ہے۔ ولو زوجت المرءة لنفسہا من غیر کفوء فاولیہا الفسخ حاشیة

---

[1] کفارت میں علم کا اعتبار نہیں، نسب وغیرہ کا اعتبار ہے فتعتبر الکفاءة الخ نسباً وحریة واسلاماً دیانة وحرفة (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الکفاءة ج ۲ ص ۴۳۸) ظفیر

[2] وھذا فی العرب ای اعتبار النسب انما یکون فی العرب (رد المحتار باب الکفاءة ج ۲ ص ۴۳۸) ظفیر

موطا امام محمد رحمۃ اللہ ص۲۴۵ باب نکاح بغیر ولی

الجواب: پٹھان اور کمبوہ باہم کفو ہیں اور عورت بالغہ خود بلا اجازت ولی کے اپنا نکاح کفو میں کر سکتی ہے اور نکاح بالغہ کا کفو میں بلا اجازت ولی کے صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں ہندہ بالغہ کا نکاح زید سے صحیح اور منعقد ہو گیا۔ اور چونکہ نکاح کفو میں ہوا ہے لہٰذا ولی کو حق فسخ حاصل نہیں ہے درمختار میں ہے فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی الخ[1] فقط

قومیت اور ولدیت بدل کے نکاح جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۱۸۷) قومیت اور ولدیت تبدیل کر کے نکاح ہوتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب: اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا[2]۔

نابالغہ کا انکار

سوال (۱۱۸۸) ع۱ ہندہ نابالغہ کو جب فریب کا حال معلوم ہوا تو اس نے انکار کر دیا کہ ہم کو نکاح منظور نہیں ہے اس صورت میں کیا حکم ہے۔؟

نابالغہ کی اجازت

ع۲ ہندہ نے بحالت عدم بلوغ نکاح کرنا منظور کیا پھر جس وقت بالغہ ہوئی اسی وقت نکاح کو نامنظور کیا اور فوراً انکار کر دیا کہ ہم کو نکاح منظور نہیں ہے اس صورت میں کیا حکم ہے۔؟

الجواب: ع۱ نابالغہ کا انکار و عدم انکار برابر ہے اگر صرف اس کی اجازت سے نکاح کیا گیا ہے تو درست ہی نہیں ہوا[3] ظفیر

ع۲ بعد بلوغ کے انکار معتبر ہے لیکن فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی شرط ہے[4]۔

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۰۶ ظفیر [2] لو تزوجتہ علی انہ حر اوسنی الخ فبان بخلافہ او علی انہ فلان ابن فلان فاذا ھو لقیط او ابن زنا لہا الخیار الخ (رد المحتار باب الکفاءۃ ج۲ ص۴۳۶) ظفیر ۱۲ [3] وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون ورقیق ای شخص صغیر الخ فیشمل الذکر والانثی (رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۰۷) ظفیر [4] لہما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ الخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء للفسخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الولی ج۲ ص۴۲۰ وج۲ ص۴۲۱) ظفیر ۱۲

كذا فی الدر المختار والشامی فقط ۱ (صرف نابالغہ کی منظوری سے نکاح درست نہیں اس لئے اگر ولی نے اجازت نہیں دی تھی تو وہ نکاح نہیں ہوا کہ فسخ کی ضرورت ہو۔ ظفیر)

شیعہ دھوکہ سے نکاح کرے تو وہ جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۸۹) اگر مرد شیعہ کسی عورت کو یہ دھوکہ دے کہ میں سنی ہوں تو اس نکاح کی بابت علماء دین کیا فتویٰ فرماتے ہیں۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں فقہاء کا فتویٰ یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوتا اور عورت اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ فقط

نکاح کے بعد جب معلوم ہو کہ لڑکا حرامی ہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۹۰) زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ہندہ کے پسر سے کر دیا بعد کو معلوم ہوا کہ ہندہ کا لڑکا حرامی ہے تو ایسے لڑکے سے جس کے نسب میں فرق ہو اور برادری میں بدنامی ہو۔ زید قبل بلوغ دختر اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے لڑکی بعد بلوغ کے اس کو فسخ کر سکتی ہے اور ولی بھی فسخ کر سکتا ہے[۱]۔ فقط

نسب میں دھوکہ دے کر نکاح کیا بعد میں غلط ثابت ہوا کیا حکم ہے

سوال (۱۱۹۱) ایک شخص نے اپنے کو افغان ظاہر کر کے ایک نو مسلم صالح شخص کی لڑکی سے نکاح کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ افغان نہیں ہے لڑکی اور ولی نے اسی وقت سے اظہار ناراضی کر دیا ہے آیا لڑکی اور اس کے ولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اگر وہ شخص کفو نہ نکلا تو لڑکی اور اس کے ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے۔ کیونکہ اس نے دھوکہ دیا اور دھوکہ دینے کی صورت میں فقہاء نے یہی حکم لکھا ہے کہ عورت اور اس کا ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہیں۔ کذا فی الدر المختار[۲]۔ فقط

---

۱ و ۲ لو تزوجته على انه حر او سني او قادر على المهر و النفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا كان لها الخيار (رد المحتار باب الكفاءة ج ۲ ص ۴۳۶) الا اذا شرط الكفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر انه غير كفوء كان لهم الخيار (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الكفاءة ج ۲ ص ۴۳۷) ظفير

شیعہ شوہر سے جو اولاد ہوئی وہ حلال ہے یا حرامی۔

سوال (۱۱۹۲) عورت سنی اور مرد شیعہ کا نکاح درست ہے یا نہیں اور جو اولاد ہوگی وہ حلال ہے یا حرامی اور اس مرد اور عورت کا جماع شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ عورت سنیہ کا مرد شیعہ سے نکاح درست نہیں ہے ان میں باہم تفریق کرا دینی ضروری ہے اور مجامعت ومفارقت درست نہیں ہے باقی یہ کہ جو اولاد ہو چکی وہ ثابت النسب اور ولد الحلال ہے یا نہیں۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ چونکہ روافض کے کفر وارتداد میں کچھ تفصیل ہے اور نسب کے بارے میں احتیاط ہے اس لئے جو اولاد ہو چکی وہ ثابت النسب اور وارث ہوگی[1] لیکن آئندہ کو احتیاط کرنی چاہیئے۔

قوم راجپوت مسلمان لڑکی سے نقیر نے دھوکہ دے کر شادی کی جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۱۹۳) زینب بیوہ قوم راجپوت سے ہے اس کی ایک لڑکی ہندہ نابالغہ ہے زینب نے دھوکہ زید میں آکر (جو کہ قوم کا نقیر تھا اس نے اپنے کو راجپوت بتلایا) اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح زید سے کر دیا تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ کنبہ والے ہندہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اہل عجم میں کفاءت باعتبار نسب کے معتبر نہیں ہے[2] بلکہ پیشہ وغیرہ کے اعلیٰ اونیٰ ہونے پر مدار ہے بنا بریں بظاہر صورت سوال میں نکاح منعقد ہو گیا اور بدون طلاق دینے شوہر کے دوسرا نکاح ہندہ نابالغہ کا صحیح نہ ہوگا۔ فقط۔

لڑکے نے دھوکہ دیا کہ فلاں قوم سے ہوں بعد نکاح معلوم ہو وہ اس قوم سے نہیں ہے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۱۹۴) زید نے بکر سے یہ کہا کہ میں قوم کا مردہ ہوں تم اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے دو۔ بکر نے یہ قول زید کا سُن کر اپنی لڑکی نابالغہ زید کے نکاح میں دے دی اب یہ معلوم ہوا کہ زید نو مسلم کسی اور قوم کا ہے مردہ نہیں ہے بلکہ نٹ ہے۔ اب لڑکی زید کے نکاح میں رہی یا نہیں

---

[1] ویحتاط فی اثبات النسب ما امکن (رد المحتار فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۳۷۲) وتقدم فی باب المهر ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب العدة وثبوت النسب (ایضا باب العدة ج ۲ ص ۸۳۵) ظفیر

[2] وهذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریة واسلاما (درمختار) ای اعتبار النسب انما یکون فی العرب (رد المحتار باب الکفاءة ج ۲ ص ۴۳۸) ظفیر

اور نکاح جائز رہا یا نہیں اور وہ لڑکی والدین کے یہاں رہ سکتی ہے یا نہ، یا شوہر کے یہاں رہے۔؟

الجواب: تزوجته على انه حر او سني او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا كان لها الخيار الخ (درمختار[1]) وفي الشامي لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفو فحق الفسخ ثابت للكل الخ[2] ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور بعد فسخ کرنے نکاح کے بکر اپنی لڑکی کو اپنے گھر رکھے شوہر کے گھر نہ بھیجے کیونکہ نکاح فسخ ہو گیا۔ فقط

سیدہ کا نکاح نومسلم حجام سے ہو گیا اور قبول دوسرے نے کیا، کیا حکم ہے

سوال (۱۱۹۵) ؎۱ ہندہ بالغہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ایک شخص کو دی کہ خالد سے کر دے۔ بجز ماں کے ہندہ کا کوئی ولی نہیں ہے۔ وکیل بالنکاح نے ہندہ کا عقد یوں کیا کہ خالد خاموش رہا اور کسی دوسرے نے قبول کیا اور کسی تیسرے نے مہر کی تعین کی اور مجلس مناکحت ختم ہوئی اور وکیل بالنکاح وغیرہ بھی اٹھ گئے پھر بعد عقد خالد و ہندہ یکجا ہوئے اور دو ماہ تک ساتھ رہے اتفاقاً ہندہ کو معلوم ہو کہ میرا خاوند نومسلم حجام ہے اس کو سخت صدمہ ہوا کیونکہ یہ لطفہ سادات سے تھی ہندہ اپنے گھر چلی آئی اور اس سے ملنا نہیں چاہتی اور وہ بھی طلاق دینا نہیں چاہتا۔ اس میں کیا حکم ہے۔؟

مرد کی خاموشی قبول ہے یا نہیں

؎۲ کیا مرد کی خاموشی ایجاب وقبول سے ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے۔؟

غیر کفو سے علیحدگی کی صورت

؎۳ کیا تفریق کفو میں افتراق کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔؟

دو ماہ ساتھ رہنے کے بعد!

؎۴ اگر دو ماہ یا زائد غلطی سے زن وشو میں ناجائز طریقہ سے باہم صحبت رہے تو کیا حکم ہے۔؟

الجواب: ؎۱،۲ مرد کی خاموشی ایجاب وقبول سے کافی نہیں ہے اس صورت

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب العنین وغیرہ قبیل باب العدۃ ج ۲ ص ۸۳۲ ورد المحتار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۶ ظفیر [2] رد المحتار باب العنین وغیرہ قبیل باب العدۃ ج ۲ ص ۸۲۲ ظفیر ۱۲

ہیں نکاح نہ ہوگا قال فی البزازیہ اجاب صاحب البدایہ فی امرأۃ زوجت نفسہا بالف من رجل عند الشہود فلم یقل الزوج شیئاً لکن اعطاہا المہر فی المجلس انہ یکون قبولا وانکرہ صاحب المحیط وقال لا، مالم یقل بلسانہ قبلت[1] لیکن جب کہ خالد کی طرف سے کسی دوسرے شخص نے قبول کیا تو یہ قبول کرنا فضولی کا ہوا لہٰذا یہ موقوف ہے خالد کی اجازت پر اگر خالد نے اس کے قبول کرنے کو جائز رکھا اور زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے قبول کو تسلیم کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا کما ہو حکم نکاح الفضولی

ع۳ اگر بوقت نکاح ہندہ کو اور اس کی ماں کو جو اس کی ولی ہے خالد کے غیر کفو ہونے کا علم نہ تھا تو موافق روایت درمختار ان کا نکاح نہیں ہوا۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[2] اور اگر خالد نے اپنا نسب خلاف ظاہر کیا اور بعد میں ہندہ کو معلوم ہوا تو بعد علم کے اس کو اختیار فسخ نکاح کا ہے۔ لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی الخ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار الخ[3]

ع۴ جو فعل غلطی سے ہوا وہ معاف ہے آئندہ عورت کو اختیار علیحدہ ہو جانے کا ہے۔ فقط

بالغہ کا غیر کفو میں نکاح کب درست ہے

سوال (۱۱۹۶) بالغہ عورت کا نکاح غیر کفو میں ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکی متقی شخص کی ہو اور لڑکا عموماً پیشہ چوہڑی وغیرہ کرتا ہو مگر مسلم ہو نیز ولی غیر اب وجد ایک دفعہ لڑکی کا نکاح کر دینے سے ولایت اس کی ساقط ہوئی یا نہیں۔؟

الجواب:۔ عورت اگر خود غیر کفو میں نکاح کرنے پر راضی ہو اور اس کا ولی بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے البتہ رضائے ولی کے بغیر بالغہ عورت کو بھی غیر کفو میں نکاح کرنے کا اختیار نہیں۔ قال فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا الخ وفی الشامی وھذا اذا کان لہا ولی ولم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر۔ واما اذا لم یکن لہا ولی فہو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً الخ شامی[4] ص۲۹۷ ج۲

[1] ردالمحتار کتاب النکاح ج۲ ص۳۶۴ ظفیر [2] الدرالمختار علی ہامش ردالمختار باب الولی ج۲ ص۴۰۸ و ۴۰۹ [3] ردالمحتار باب الکفاءۃ ج۲ ص۴۳۶ ظفیر [4] ردالمحتار باب الولی ج۲ ص۴۰۸ و ص۴۰۹ ظفیر ۱۲

اور ایک دفعہ نکاح کر دینے سے ولی کی ولایت زائل نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم

بابازت ولی اعلیٰ قوم کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ قوم سے جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۱۹۷) اعلیٰ قوم کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ قوم کے مرد سے باجازت اولیاء جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ عورت بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو میں کرے اور اولیاء اس کے راضی ہوں تو وہ نکاح صحیح ہے البتہ اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو مفتی بہ یہ ہے کہ وہ نکاح غیر صحیح ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا الخ قولہ بعدم جوازہ اصلا ھذا روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ رح وھذا اذا کان لہ ولی ولم یرض بہ قبل العقد[۱] الخ شامی ص۲۷ ج ۲ فقط

سیدزادی کا نکاح غیر سید سے درست ہے یا نہیں

سوال (۱۱۹۸) سیدزادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا[۲] الخ

اگر سیدزادی بالغہ اپنا نکاح اپنی رضا و اجازت سے غیر کفو میں کرے بدون اجازت اپنے ولی کے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور اگر ولی کی اجازت سے کرے تو وہ نکاح صحیح ہے کذا فی الشامی[۳] جلد (۲) فقط (یہ واضح رہے کہ غیر سید سے مراد اگر شیخ صدیقی فاروقی، عثمانی ہے تو یہ نکاح درست ہے کیونکہ یہ سید کے ہم کفو ہیں، ہاں عجمی النسل ہو تو جائز نہ ہوگا۔ ظفیر)

بالغہ سیدزادی کی شادی ولی کی رضا سے غیر کفو میں جائز ہے

سوال (۱۱۹۹) ایک شخص نے حسب احکام شریعت ایک عورت سے نکاح کیا اس وقت تک کچھ علم اس بات کا نہ تھا کہ یہ عورت سیدزادی ہے بعد میں شبہ گذرا کہ یہ شاید منکوحہ سیدزادی ہو اگر وہ سیدزادی ہو تو اس

---

[۱] ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ و ۴۰۹ ظفیر [۲] الدرالمختار علی ہامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ ظفیر [۳] ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد الخ اما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا الخ (ردالمختار ج ۲ ص ۴۰۹) او زوجھا بغیر کفوء ان کان الولی ابا او جدا الخ فیصح النکاح اتفاقا الدرالمختار علی ھامش ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۱۸) ظفیر

نکاح میں کوئی نقص تو نہیں ہے درآنحالیکہ مرد غیر سید ہے۔؟

الجواب :۔ اگر اس سیدزادی کا کوئی عصبہ نہ تھا یا اگر تھا تو اس کی رضا سے نکاح ہوا اور وہ سیدزادی بالغہ تھی اور اس نے اپنی رضا سے غیر کفو سے نکاح کیا ہے تو دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہے البتہ اگر اس سیدزادی کا کوئی ولی عصبہ موجود ہے اور وہ اس نکاح سے جو کہ غیر کفو میں ہوا راضی نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی الخ درمختار۔ اور شامی میں ہے۔ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد الخ واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً الخ شامی ج ۲ ص ۲۹۷ فقط

سوال (۱۲۰۰) زید نے اپنا نکاح بالغ لڑکی سے کیا جو غیر کفو کی تھی یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔؟

غیر کفو سے شادی جائز ہے یا نہیں

الجواب :۔ بالغہ لڑکی اگر اپنا نکاح اپنی مرضی سے خلاف رائے ولی و بدون اجازت ولی غیر کفو سے کرے تو وہ نکاح مفتی بہ مذہب کے موافق صحیح نہیں ہوتا کذا فی الدرالمختار اور اگر اس بالغہ کا کوئی ولی نہ ہو یا ہو اور اس نے اجازت دے دی ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے[۲] منشاء یہ ہے کہ لڑکی اونچے خاندان کی ہو، تب یہ جواب ہے اور نکاح جائز ہے اس لئے کہ کفو کا اعتبار اسی صورت میں ہوا کرتا ہے[۳] ظفیر۔

---

[۱] ردالمختار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۸ و ج ۲ ص ۴۰۱ ظفیر ۱۲ [۲] ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی الخ ان لم یکن لھا ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً (درمختار) ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقاً لان وجہ عدم الصحۃ علی ھذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء الخ وقول البحر لم یرض بہ یشمل ما اذا لم یعلم اصلاً فلا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضا کما ذکرنا فلا بد حینئذ لصحۃ العقد من رضا صریحاً (ردالمحتار باب الولی ج ۲ ص ۴۰۹) ظفیر [۳] فان حاصلہ ان المرأۃ اذا زوجت نفسہا من کفوء لزم علی الاولیاء وان زوجت من غیر کفوء لا یلزم او لا یصح بخلاف جانب الرجل فانہ اذا تزوج بنفسہ مکافئۃ لہ او لا فانہ صحیح لازم (ردالمختار باب الکفاءۃ ج ۲ ص ۴۳۶) ظفیر ۱۲

دھوکہ سے جو نکاح ہوا اس پر اختیار فسخ ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۰۱) زید نے ہندو سے مسلمان ہو کر ایک عورت مسلمان سے نکاح کیا اس کی دختر پیدا ہوئی بعد بلوغ دختر کا نکاح خاندان کشمیریوں میں کر دیا یہ خاندان عرصہ دراز سے ماہیر کوٹلہ میں آباد ہیں چونکہ ان کے ناموں میں آخر میں خان ہوتا ہے اور دستاویزات میں بھی افغان لکھواتے ہیں جس سے عموماً ان کو پٹھان سمجھتے ہیں زید نے بھی پٹھان کشمیری خیال کر کے اپنی دختر کا نکاح اس قوم میں کیا۔ دختر زید کا صرف دو دفعہ ڈیڑھ ڈیڑھ تین تین روز کے واسطے اپنے شوہر کے یہاں جانا ہوا۔ دختر زید کو شکایت ہے کہ مجھ کو تخویفی کلمات شوہر نے کہے میری ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا گیا تھا کہ کشمیری پٹھان ہیں۔ یہ پٹھان نہیں لہذا میں ان کے یہاں جانا نہیں چاہتی۔ مجھ کو اوس سے علیحدہ کر دیا جاوے، والدین دختر بھی چاہتے ہیں کہ یہ نکاح فسخ ہو جاوے۔ شرعاً یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ شامی میں اس باب میں تفصیل کی ہے اس قول درمختار پر۔ لو تزوجته على انه حر او سنی او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على انه فلان فاذا هو اخوه كان لها الخيار) قوله كان لها الخيار) اى لعدم الكفاءة واعترضه بعض مشائخنا بان الخيار للعصبة قلت وهو موافق لما ذكره الشارح فى اول باب الكفاءة من انه حق الولى لا حق المرءة لكن حققنا هناك ان الكفاءة حقهما ونقلنا عن الظهيرية لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفوء فحق الفسخ ثابت للكل وان كان كفوءًا فحق الفسخ لها دون الاولياء وان كان ما ظهر فوق ما اخبر فلا فسخ لاحد وعن الثانى ان لها الفسخ لانها عسى تعجز عن المقام معه وتمامه هناك لكن ظهر لى الآن ان ثبوت حق الفسخ لها للتغرير لا لعدم الكفاءة بدليل انه لو ظهر كفوءًا يثبت لها حق الفسخ لانه غرها ولا يثبت للاولياء لان التغرير لم يحصل لهم وحقهم فى الكفاءة وهى موجودة وعليه فلا يلزم من ثبوت الخيار لها فى هذه المسائل ظهوره غير كفوء شامى[1] ج ۲ ص ۵۹۷ اخر باب العنين قبيل باب العدة

[1] دیکھئے ردالمحتار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۲ وج ۲ ص ۸۲۳ ظفیر

اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ امام ابویوسفؒ یہاں تک فرماتے ہیں کہ جس صورت میں شوہر نے جو نسب اپنا بیان کیا ہے اگر اس کے خلاف ظاہر ہو اگرچہ وہ نسب اعلیٰ ہو زوجہ کے نسب سے اور موجب عار نہ ہو تب بھی زوجہ کو اختیار فسخ کا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے لانہ عسی تعجز عن مقام معہ اور علامہ شامی کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے جیساکہ اس کے بعد کی عبارت سے واضح ہے جس کو لکن ظہر لی الآن سے بیان فرمایا ہے اور خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوکہ کی وجہ سے عورت کو خیارِ فسخ ہے نہ بوجہ عدم کفارت کے اور دھوکہ صرف اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ شوہر اپنا نسب دوسرا بیان کرے جو واقع میں اس کا نسب نہ ہو اگرچہ غرض شوہر کی دھوکہ دہی نہ ہو جیساکہ عبارت لو انتسب الزوج الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ فقط

بجواب سوال مکرر متعلقہ ع۱۲۰۱ مندرجہ صفحہ۲۰ از بندہ احقر بخدمت بابرکت

حضرت مخدومی مکرمی جناب مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ بہیچمدان کو ملا روایات فقہیہ سے دونوں باتوں کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لہٰذا معاملات حاضرہ کو دیکھ کر مفتی جس جانب کو راجح والنسب جانے فتویٰ دے سکتا ہے عدم فسخ کے لئے قول طرفین فلا فسخ لاحد دلیل کافی ہے اور اگر مفتی کی رائے میں قرائن وحالات سے یہ راجح معلوم ہو کہ بحالت موجودہ زوجین میں موافقت نہ ہوگی اور فسخ کا حکم نہ کرنا دیگر فتن کا باعث ہوگا جیساکہ مظنون ہے اور دلیل عسی ان تعجز عن المقام معہ کا چسپاں ہونا یہاں زیادہ قریب الوقوع معلوم ہوتا ہے تو قول امام ابویوسفؒ کو اختیار کرنا بھی موید بالروایات ہے کیونکہ جیساکہ فقہاء نے فتوے کے لیے یہ ترتیب قائم کی ہے انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث الخ[1] اسی طرح بعض نے اس کو بھی صحیح فرمایا ہے کہ امام صاحبؒ اور صاحبین میں سے جس کی دلیل قوی ہوگی اس کو اختیار کیا جاوے جیساکہ اس عبارت سے ظاہر ہے وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدلیل المدرک الخ[2] اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ قوتِ دلیل کا معلوم کرنا ہمارا کام نہیں ہے اس کے سوا ایک اور قاعدہ کی فقہاء نے تصحیح فرمائی ہے جس کو بندہ نے پرچہ مشتملہ پر نقل کردیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ مسائل قضاء ومعاملات میں علی الاطلاق قول امام ابویوسفؒ کا مفتی بہ ہوتا ہے جیساکہ مسائل وقف

---

[1] رد المحتار مقدمہ ج ۱ ص [2] مقدمہ رد المحتار ج ۱ ص

میں بھی اس کی تصریح فقہاء نے فرمائی ہے درمختار کتاب الوقف میں ہے۔ واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسهل بحرو فی الدرر صدر الشریعة وبه يفتی و اقره المصنف[1] الدر المختار اور شامی میں ہے قوله واختلاف الترجيح مع التصريح فی کل منهما بان الفتویٰ علیه لکن فی الفتح ان قول ابی یوسفؒ اوجه عند المحققین[2] الخ شامی ص ۳۳۶ ج ۳ الحاصل قول امام ابو یوسفؒ کا ان معاملات میں ارجح ہونا مصرح ہے لیکن مفتی اور قاضی بصورت اختلاف روایات جس جانب کو حسب ضرورت وقرائن اختیار کرے گنجائش ہے ولكل وجهة هو موليها فقط۔ درمختار میں ہے واختلف فیما اختلفوا فیه والاصح کما فی السراجیه وغیرها انه یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرك[3] ای قوة الدلیل وفی الشامی تتمة قد جعل العلماء الفتویٰ علی قول الامام الاعظمؒ فی العبادات مطلقاً الخ وقد صرحوا بان الفتویٰ علی قول محمدؒ فی جمیع مسائل ذوی الارحام وفی قضاء الاشباه والنظائر الفتویٰ علی قول ابی یوسفؒ فیما یتعلق بالقضاء کما فی القنیة والبزازیة الخ ای لحصول زیادة العلم له به بالتجربة الخ وفی شرح البیری ان الفتویٰ علی قول ابی یوسفؒ ایضاً فی الشهادات الخ شامی[4] ج اول ص ۴۹ فقط

تقیہ کا کیا معنی ہے۔ رافضی شیعہ دھوکہ دے کر سنّی لڑکی سے جو نکاح کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۰۲) رافضی شیعہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بیان کرکے اہل اسلام کی لڑکیوں سے نکاح کرلیا کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ تقیہ فرض ہے اور ان کا تقیہ کرنے سے اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح ان سے قائم رہتا ہے یا نہیں اور ان کے تقیہ کا کیا حکم ہے اور تقیہ کے معنی شرعاً کیا ہیں۔؟

الجواب:۔ شیعہ اور رافضی اگر دھوکہ دے کر اور اپنے کو سنی ظاہر کرکے کسی سنیہ سے نکاح کرلیوے تو بعد علم کے اس عورت سنیہ اور اس کے ولی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۵۰۶۔ ظفیر۔ [2] رد المحتار کتاب الوقف ج ۳ ص ۵۰۶۔ ظفیر ۱۲

[3] الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۔ ظفیر۔ [4] رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۔ ظفیر ۱۲

اور غلاۃ روافض جو الوہیت حضرت علیؓ کے معتقد ہیں یا حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت کے منکر ہیں یا حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان باندھتے ہیں اون کو فقہاء نے قطعاً کافر کہا ہے کما فی الشامی نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضؓ او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن[۱] الخ جلد ثالث شامی، ص ۲۹۴ پس ایسے غالی رافضی کا نکاح مسلمہ سنیہ سے منعقد نہیں ہوتا۔ اور تقیہ جو کہ روافض کا معمول ہے اور وہ درحقیقت نفاق ہے اور کذب ہے حرام ہے کیونکہ روافض بھی مثل منافقین کے اہل سنت والجماعت کے دھوکہ دینے کو اون کے سامنے اپنی اغراض عاجلہ کی وجہ سے اپنے کو سنی ظاہر کرتے ہیں اور اپنے عقائد باطلہ کو چھپاتے ہیں جیسا کہ منافقین اپنے عقائد باطلہ کو اہل اسلام کے سامنے چھپایا کرتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا کرتے تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ الآیۃ اور اس تقیہ کو فرض کہنا یہ بھی منافقین کی سی خصلت ہے کہ وہ اس کو بڑی ہوشیاری سمجھتے تھے کہ جھوٹ بول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کو دھوکہ دیتے تھے پس فرض کہنا روافض کا ایسے مذموم اور قبیح امر کو یہ بھی منجملہ روافض کی خباثت کے ہیں اور دلیل ہے اون کے مذہب کے بطلان کی۔ فقط

بنت صالحہ کا فاسق سے نکاح جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۲۰۳) کسی فاسق لڑکے سے کسی متشرع آدمی کی لڑکی کا عقد ہو سکتا ہے یا نہ اگر درصورت عدم واقفیت فسق کے عقد کر دیا جائے تو صحیح ہوگا یا نہ لڑکی قبل از بلوغ اپنے شوہر کے گھر گئی اور وہیں بالغہ ہوئی وہاں سے میکہ آئی اور اب بوجہ فسق وفجور وتعدی شوہر وغیرہ دوبارہ سسرال جانے سے انکار کرتی ہے اس صورت میں کیا حکم ہے لڑکی بالغہ ہے اور ولی اقرب (اب) نے اس کی بلا رضامندی اس کا عقد کر دیا قبل از عقد اس کی ناراضی اس درجہ تھی کہ سونا، کھانا حرام کر دیا بعد از عقد بزرگوں کے جبر واکراہ سے سسرال گئی اور پھر وہاں سے میکہ آئی اور اب عدم طلاق یا عدم خلع پر خودکشی کو ترجیح دیتی ہے اور سسرال جانا گوارا نہیں کرتی اور شوہر نہ طلاق پر راضی ہے نہ خلع پر لڑکی ارتداد وخودکشی پر آمادہ ہے تو بجز طلاق وخلع کے کوئی صورت لڑکی کی علیحدگی کی ہے یا نہ۔؟

الجواب:۔ قال فی الدر المختار فلیس فاسق کفو الصالحۃ الخ وفی رد المحتار من

---

[۱] رد المحتار باب المرتد ص ۴۰۵ ج ۳ وص ۴۰۶ ج ۳۔ ۱۲۔ ظفیر ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

الخانیۃ لایکون الفاسق کفواللصالحۃ بنت الصالحین الخ ص ۳۵۵ ج ۲ شامی وایضاً فی الدر المختار ولزم النکاح ولو بغبن فاحش الخ او بغیر کفوء ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا الخ ایضاً فیہ کذا اذا زوجھا الولی عندھا بحضرتھا فسکتت صح فی الاصح ان علمتہ کما مرّ والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ الخ ان عبارات وامثالہا سے جملہ شقوق سوال کا جواب یہ معلوم ہوا کہ فاسق عورت صالحہ دختر صالحین کا کفو نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے سوا دوسرا کوئی ولی غیر کفو میں نکاح کر دے تو وہ صحیح نہیں ہوتا لیکن اگر باپ دادا غیر کفو مثلاً فاسق سے اپنی دختر کا نکاح کر دے تو وہ صحیح ہے اور لڑکی بالغہ پر ولایت اجبار کسی کو نہیں ہے اس کا نکاح خود اس کی اجازت سے ہو سکتا ہے لیکن ولی نے اگر اس کا نکاح کیا اور وہ خاموش رہی اور اس نے نکاح کی خبر سُن کر اس نکاح کو رد نہ کیا اگرچہ پہلے سے وہ خاموش تھی تو وہ نکاح صحیح ہو گیا اور اگر فوراً اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھ کو منظور نہیں ہے تو وہ نکاح باطل ہو گیا پس اگر یہ دوسری شکل واقع ہوئی ہے یعنی بالغہ نے نکاح کی خبر پاکر انکار کر دیا اور اپنی ناراضی ظاہر کر دی تو وہ نکاح باطل ہو گیا اس صورت میں دوسرے شخص سے اس کا نکاح صحیح ہے اور اگر پہلی صورت واقع ہوئی ہے یعنی اس لڑکی بالغہ نے نکاح کی اطلاع پاکر باپ کے کئے ہوئے نکاح پر سکوت کیا اور اس کو رد نہ کیا اور صراحۃً انکار نہ کیا تو وہ نکاح باپ کا کیا ہوا صحیح ہو گیا اس صورت میں بدون طلاق دینے یا خلع کرنے کے وہ لڑکی اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہ ہوگی اور دوسرا نکاح کرنا اس کا جائز نہ ہوگا۔ فقط

فاسق صالحہ کا کفو ہے یا نہیں | **سوال (۱۲۰۴)** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ امۃ الرحمن بالغہ بنت مولانا سلیمان مرحوم بن مولانا محمد یوسف مرحوم بن مولوی عبدالقیوم مرحوم بن مولوی عبدالحی صاحب مرحوم جو کہ خود صالحہ اور بنت الصلحاء ہے اوس کے ماموں یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح میرے لڑکے سے ہو گیا ہے۔ اور وہ لڑکا صوم و صلوٰۃ و ضروریات شرعیہ کا پابند نہیں ہے انٹرنس میں انگریزی پڑھتا ہے اور جدید روشنی کے روشن دماغوں کا ہم خیال ہے اور مسماۃ کا چچا مولوی محمد اسمٰعیل نبیرہ مولوی عبدالقیوم مرحوم یہ چاہتا ہے کہ مسماۃ کا نکاح کسی مرد صالح کے ساتھ اس کی رضامندی سے ہو جائے۔ چوں کہ کفاءۃ دیانۃ کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عبارات فقہیہ کی رو سے معتبر سمجھی گئی ہے۔

قال وتعتبر ایضاً فی الدین ای الدیانۃ وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہ اللہ ھو الصحیح لانہ من اعلی المفاخر والمرأۃ تعیر بفسق الزوج فوق ما تعیر بضعۃ نسبہ ھدایہ اولین فصل فی الکفاءۃ۔ روی الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہ یجوز النکاح ان کان کفواً وان لم یکن کفواً لایجوز اصلاً واختلفت الروایات عن ابی یوسف رح والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن رح قال الشیخ الامام شمس الائمۃ سرخسی رح روایۃ الحسن اقرب الی الاحتیاط قاضی خان جلد اول فی شروط النکاح ص۱۵۴ وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقویٰ فلیس فاسق کفواً الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر۔ در مختار علی حاشیۃ الطحطاوی قولہ (معلنا کان اولا) اما اذا کان معلنا فظاہر وا ما غیر المعلن فھو بان یشھد علیہ بانہ فعل کذا من الفسقیات وھو لایجاھر بہ فیفرق بینھما بطلب الاولیاء حاشیۃ طحطاوی علی الدر المختار ص۴۳ ج۲

پس حسب قوانین مندرجہ بالا عبارات چچا مذکور نکاح سابق کو قاضی سے فسخ کرا کر کسی مرد صالح کے ساتھ اس لڑکی کی رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی ریاست اسلامیہ کا باشندہ ہے قاضی و مفتی موجود ہیں فسخ نکاح کا کام ممکن ہے لڑکی سے بارہا دریافت کیا گیا حسب عادت بنات صلحاء و شرفاء شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتی ہے اور اجازت صریحہ کا ثبوت بھی لڑکی کی طرف سے نہیں معلوم ہوتا حالانکہ عبارت مندرجہ ذیل سے اجازت صریحہ ضروری معلوم ہوتی ہے قال ان فعل ھذا غیر الولی یعنی استأمر غیر الولی او ولی غیرہ اولی منہ لم یکن رضاحتی تتکلم بہ لان ھذا السکوت لقلۃ الالتفات الی کلامہ فلم یقع دلالۃ علی الرضاء ولو وقع فھو محتمل والاکتفاء بمثلہ للحاجۃ ولاحاجۃ فی حق غیر الاولیاء ھدایۃ اولین باب الاولیاء والاکفاء

الجواب:- یہ صحیح ہے کہ کفائۃ فی الدین معتبر ہے فاسق آدمی صالحہ بنت صالحین کا کفو نہیں ہے۔ اور مفتی بہ یہ ہے کہ ولی مزوج اگر باپ دادا کے سوا کوئی اور ہے تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہیں ہوتا فسخ نکاح کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور صورت مسئولہ میں تو مزوج ولی بھی نہیں ہے کیونکہ عصبات کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نہیں

ہے بلکہ ماموں اس صورت میں اجنبی ہے۔ اس حالت میں تو اگر کفو میں بھی نکاح ہوتا تو بالغہ لڑکی کی صریح اجازت کے بغیر نکاح نہ ہوتا اور صورت مذکورہ میں لڑکی کی صریح اجازت ثابت نہیں ہے۔ ہذا ان دونوں وجہوں سے نکاح مذکور غیر صحیح اور ناجائز ہے کما ذکر فی السوال

چچا چونکہ ولی شرعی ہے بالغہ کی اجازت سے کسی صالح شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دے یہ نکاح جائز ہو جائے گا اور ولی کے نکاح کرنے کی صورت میں بالغہ کا سکوت یہی دلیل رضامندی کی ہے کما فی الدر المختار۔ کذا اذا زوجها الولی عندها فسکتت صح وفیہ ایضاً قبلہ فان استاذنها هو ای الولی (الیٰ ان قال) فسکتت عن ردہ (الیٰ قولہ) فهو اذن الخ فقط واللہ اعلم

بہن بیٹی کی اولاد ہم کفو ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۰۵) بہن یا بیٹی کی اولاد ہم کفو ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ بہن بیٹی کی اولاد کفو ہے۔ بشرطیکہ ان کی شادی کفو میں ہوئی ہو۔ فقط کتبہٗ احقر الطلبہ رشید احمد غفرلہ۔ الاجوابۃ صحیحہ۔ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ الکفاءۃ معتبرۃ من جانبہ لا من جانبها (تنویر) درمختار علی الشامی ج ۲ ص ۴۳۶ جمیل الرحمٰن

ساتواں باب

فصل اوّل مسائل واحکام مہر

بیوی کے مرنے کے بعد مہر کا روپیہ وارثوں کو دیا جائے یا خیرات کر دیا جائے۔

سوال (۱۲۰۶) زید کی بیوی ہندہ کے مہر پچاس روپیہ باندھے گئے تھے وہ بیوی مرگئی۔ اب زید چاہتا ہے کہ مہر ادا کر دوں۔ بیوی نے کچھ اولاد نہیں چھوڑی صرف ماں باپ ہیں اب وہ مہر کا روپیہ وارثوں کو دے یا خیرات کردے اور مصرف خیرات عمدہ کیا ہے۔؟

الجواب:۔ جو مہر ہندہ کا بذمہ شوہر ہے اس میں نصف شوہر کو پہونچے گا اور نصف ہندہ کے والدین کو ملے گا۔[1] زید کو اپنے حصہ کا اختیار ہے کہ خیرات کردے۔ والدین کا حصہ ان کو دینا چاہیئے یا وہ اجازت دیں تو خیرات کر دینا درست ہے۔ عمدہ مصرف صدقہ کے محتاج ومساکین ہیں باقی حسب موقع جس کام کی ضرورت ہو اس میں صرف کرے باختلاف اوقات مختلف مصارف بہتر ہوتے ہیں۔ فقط

مہر کے بدلے میں مکان دیا تو کیا حکم ہے

سوال (۱۲۰۷) زید کی زوجہ ہندہ کے مہر پچاس روپیہ کے تھے۔ زید جب مرنے کے قریب ہوگیا تو اس وقت مجھ کو بلایا اور قاضی کے رجسٹر میں قاضی سے یہ لکھوا دیا کہ بعوض مہر اپنی زوجہ ہندہ کو ایک مکان خام دیتا ہوں۔ روبرو گواہان کے یہ کام کیا گیا۔ اس صورت میں مہر ادا ہوگئے یا نہیں اور کوئی امر خلاف شریعت تو نہیں ہوا۔؟

الجواب:۔ اس صورت میں مہر ادا ہوگئے اور کچھ خلاف شریعت نہیں ہوا۔ فقط

مہر معجل چار سال بعد بھی ادا نہیں کیا تو حق ندجیت ہے یا نہیں

سوال (۱۲۰۸) ایک عورت کا نکاح مہر معجل کے ساتھ ہوا جس کو عرصہ چار سال کا ہوگیا۔ لیکن شوہر نے وہ مہر ادا نہیں کیا۔

---

[1] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل (سراجی ص ۳) ظفیر

عدالت تک نوبت پہونچی ڈگری بھی مہروں کی ہوگئی لیکن کوئی صورت وصول یابی کی نہیں۔ آیا ایسا شوہر حق زوجیت رکھتا ہے یا نہیں جب کہ شوہر مہر ادا کرنا نہیں چاہتا۔ ؟

الجواب:۔ مہر معجل کے ادا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور عورت اس کی زوجیت سے اور نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ لیکن عورت وطی وغیرہ سے انکار کر سکتی ہے اور ساتھ جانے سے بھی انکار کر سکتی ہے۔ ولہا منعہ من الوطی ودواعیہ والسفر بہ الخ لاخذ ما بُیّن تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ[1] الخ ص۳۵۸ شامی باب المہر

مہر لینے کے لیے عورت اپنے آپ کو روک سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۰۹) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ لڑکی زید کے گھر سے خاوند کے گھر کبھی نہیں گئی اور خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی اور دولہا نے طلاق بھی نہیں دی اس صورت میں دولہن مہر کے لینے کی غرض سے اپنے آپ کو روک سکتی ہے یا نہیں۔ اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو تو مہر کس قدر ہوں گے۔ ؟

الجواب:۔ درمختار میں ہے ولہا منعہ من الوطی ودواعیہ الخ والسفر بہ ولو بعد وطی وخلوۃ لاخذ ما بُیّن تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ[2] الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مہر معجل ہے تو عورت مہر کے لینے کی وجہ سے وطی وغیرہ سے شوہر کو منع کر سکتی ہے۔ اور طلاق قبل وطی وخلوت سے نصف مہر لازم آتا ہے[3] فقط (اور اگر مہر معجل (فوری ادائگی والا) نہ ہو تو شوہر کو وطی سے منع نہیں کر سکتی۔ ظفیر)

جو عورت خود طلاق حاصل کرے کیا وہ مہر لے سکتی ہے۔

سوال (۱۲۱۰) جو عورت اپنے خاوند سے خود مانگ کر طلاق لے کیا مہر لینا شرعاً درست ہے یا نہیں جس حال میں کہ خلع نہ ہوا ہو اگر خاوند مہر دینے سے انکار کرے تو اس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ مہر اس عورت کا لازم ہے۔ اگر مدخولہ ہے تو پورا مہر واجب ہے۔ ورنہ نصف۔ اور نہ دینے سے شوہر حقوق العباد میں ماخوذ ہوگا۔[4] فقط

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ص۲۹۳ ج۲ [2] ایضاً ظفیر [3] وتجب العشر ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما ویجب نصفہ بطلاق قبل الوطی او خلوۃ (درمختار ص۴۵ ج۲) [4] افاد ان المہر وجب بنفس العقد الخ وانما یتاکد لزوم تمامہ بالوطء ونحوہ (رد المحتار باب المہر ص۲۴ ج۲) ظفیر

مہر معجل ومؤجل کسے کہتے ہیں

سوال (۱۲۱۱) ع۱ مہر معجل اور مؤجل کس کو کہتے ہیں۔ آیا معجل اور مؤجل کے جو لغوی معنی ہیں وہی کتب فقہ میں معتبر ہیں یا فقہاء نے اپنی اصطلاح میں کوئی دوسرے معنی لے کر فقہ میں استعمال کیا ہے۔؟

مہر نصف معجل ہو اور نصف مؤجل تو مطالبہ کرنا کیسا ہے۔

سوال (۱۲۱۱) ع۲ کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے ہوا اور اس میں مہر نصف معجل اور نصف مؤجل قرار پایا اور بعد بیس برس نکاح عورت قبل طلاق اور قبل موت احد الزوجین مطالبہ مہر کا کیا۔ یہ مطالبہ کرنا عورت کا صحیح ہے یا نہ۔؟

جب مہر میں تفصیل نہ ہو تو مطالبہ کا کیا حکم ہے

سوال (۱۲۱۱) ع۳ کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے ہو۔ اور مقدار مہر ذکر کی گئی لیکن معجل اور مؤجل کا کچھ تذکرہ نہیں ہوا تو بلا طلاق اور بلا موت احد الزوجین کے عورت کو حق مطالبہ مہر کا حاصل ہے یا نہیں۔؟

الجواب (۱تا۳): مہر معجل اور مؤجل کے جو معنی لغوی ہیں وہی اصطلاح فقہاء میں ہیں۔ جو مہر فی الحال دیا گیا یا فی الحال دینا اس کا قرار پایا وہ معجل ہے اور جس مہر کی کچھ مدت ادا کے لیے مقرر کی گئی یا لا علی التعیین چھوڑا گیا ہو وہ مؤجل ہے اور غیر معین مدت کے لیے مدت موت یا طلاق ہے پس اگر نصف مہر معجل اور نصف مؤجل ہے تو معجل کا مطالبہ عورت فی الحال کر سکتی ہے[1]۔ اور مؤجل غیر معین کا مطالبہ بدون مفارقت کے یعنی بدون طلاق یا موت کے نہیں ہو سکتا۔ اور تیسرے سوال کا جواب بھی یہی ہے کہ بلا طلاق یا موت کے مطالبہ مہر کا نہیں ہو سکتا۔ کما فی العالمگیریۃ لا خلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وھو الطلاق او الموت الخ عالمگیریۃ[2] فقط

---

[1] ولہا منعہ من الوطء ودواعیہ الخ لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ الخ الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج۲ ص۲۹۲ و ج۲ ص۲۶۳ ظفیر

[2] عالمگیری مصری کتاب النکاح باب سابع فصل حادی عشر ج۱ ص۲۹۸ ظفیر

مہر مؤجل ادا کئے بغیر بھی بیوی کو لے جا سکتا ہے اور بیوی کی تکلیف بیان کرنا جرم نہیں۔

سوال (۱۲۱۲) زید نے اپنی دختر کی شادی بکر کے ساتھ کر دی بکر کی سوتیلی خوشدامن بکر سے کسی وجہ سے ناراض ہے اور زوجہ بکر کو اس کے گھر جانے نہیں دیتی اور زید کو بھی بہکا رکھا ہے۔ نکاح بکر کا بہ تقرر مہر مبلغ پانچ سد روپیہ رائج الوقت پر معین ہوا ہے جو غیر معجل ہے۔ دختر زید وقت نزدیکی کے چیں بجبیں ہوتی ہے لیکن بعد نزدیکی کے تکلیف ہونا بتلاتی ہے کہ جس کا اظہار حال علاج کرنے پر زید کو ہوا اب زید اس بات پر پردہ فاش کرنے کا جرم بکر پر عائد کر کے زوجیت سے قطع تعلق کرانے کا خواہش مند ہے۔ آیا اس صورت میں بکر اپنی زوجہ کو لے جا سکتا ہے۔ اور بکر نے اگر علاج کی غرض سے عورت کا جسمانی حال کہا تو بکر پر کوئی مواخذہ یا جرم عائد ہو سکتا ہے۔ اور زید اپنی دختر کا مہر فی الحال لے سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب: بکر اس صورت میں اپنی زوجہ کو لے جا سکتا ہے اور اس کو حق ہے کہ اپنی زوجہ کو لے جاوے۔ اور مہر جس کی کوئی میعاد بیان نہیں کی گئی اس کا وقت وصول طلاق یا موت ہوتی ہے فی الحال اس مہر کا مطالبہ نہیں ہو سکتا[1]۔ اور بغرض علاج تکلیف جسمانی زوجہ کا بیان کرنا جرم نہیں ہے۔ بکر اس میں مجرم نہیں ہے۔ فقط

مرض الموت میں مہر معاف کرانے سے معاف نہیں ہوتا ہے جائداد میں دونوں بیویوں کی اولاد کا حق ہے

سوال (۱۲۱۳) زید نے اپنی منکوحہ سے مرض الموت میں درحالیکہ اس کے بطن سے کمسن اولاد بھی زندہ موجود ہے مہر معاف کرائے بعدہ زید نے نکاح ثانی کیا چنانچہ اس بیوی سے بھی کچھ اولاد ہوئی اور موجود ہے اور اس کی وفات کے بعد موجودہ بیوی نے زید کی جائداد سے اپنا مہر اور حصہ وراثت اور اپنی اولاد کے حصہ وراثت حاصل کئے اور زید کی پہلی اولاد کو ان کی والدہ کے دین مہر سے بوجہ علت تمادی لادعوی کر دیا اور جائداد زید پر اپنا قبضہ جما کر حصہ وراثت سے بھی محروم کر رہا ہے۔ آیا شرعاً پہلی بیوی کی اولاد زید کی جائداد سے اپنی والدہ کا دین مہر اور حصہ وراثت

[1] ولم یذکر الوقت للمؤجل اختیر بقع ذلک علی وقت وقوع الفرقۃ بالموت او بالطلاق وروی عن ابی یوسف ما یؤید ھذا القول کذا فی البدائع (عالمگیری مصری کتاب النکاح باب سابع فصل حادی عشر ج ۱ ص ۲۹۸) ظفیر

حاصل کرسکتی ہے یا نہیں اور کیا معاف کرا لینے سے دین مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ اور کیا تمادی اسقاط حقوق میں شرعاً معتبر ہے اور مؤثر ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ حالت مرض الموت میں مہر معاف کرنا شوہر کو معتبر نہیں ہے۔ اس متوفیہ کی اولاد اپنا حصہ میراث کا اور مہر کا شرعاً پانے کی مستحق ہے زوجہ ثانیہ کا قبضہ تمام جائداد ترکہ شوہری پر شرعاً باطل ہے پہلی زوجہ کی اولاد کا اس میں حق ہے اور تمادی شرعاً کوئی چیز نہیں ہے کتب فقہ میں ہے۔ ان الحق لا یسقط بتقادم الزمان۔ شامی[1]۔ وفی الدر المختار اعتاقه ومحاباته وهبته الخ کل ذٰلک حکمه کحکم وصية الخ[2] وفیه ایضاً لا وصية لوارث[3]۔ فقط

سوال (۱۲۱۴) لڑکی کے ولی کا مہر لے کر خرچ کرنا اور مہر سے زیادہ روپیہ لینا کیسا ہے۔ اولیاء مخطوبہ کو خاطب سے مہر کے سوا اور کچھ لینا اور مہر لے کر اس تصرف مالکانہ کرنا اور دعوت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اولیاء مخطوبہ کو زر مہر سے کچھ لے کر اس میں تصرف بیجا کرنا جیسا کہ مذکور ہے یعنی اس کو دعوت اقرباء وغیرہم میں صرف کرنا اور ضائع کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بعض اولیاء کو اگرچہ مہر کا لینا بعض احوال میں درست ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کے لئے اس مہر کو لیوے نہ یہ کہ تصرف بیجا اس میں کرے کہ اضاعت مال صغیر وصغیرہ باپ دادا کو بھی درست نہیں ہے اور غیر مہر سے کچھ لینا زوج وغیرہ سے اس کو فقہائے رشوت سے تعبیر فرمایا ہے اور عبارات مذکورہ فی السوال سے اس کی اجازت نہیں نکلتی کہ مہر لے کر اس کو بے موقع رسومات نکاح میں صرف کرے[4]۔ فقط

سوال (۱۲۱۵) شوہر بعد نکاح مہر بڑھادے تو بیوی اس کی بھی مستحق ہوگی زوجین وقت نکاح نابالغ تھے اب دونوں بالغ ہیں اور زوجہ اب تک رخصت نہیں ہوئی۔ اگر زوج حسب منشاء زوجہ

---

[1] ردالمحتار نسخہ [2] الدر المختار علی ہامش ردالمحتار باب العتق فی المرض ج ۵ ص ۵۹۶، ۵۹۷ ظفیر [3] الدر المختار علی ہامش ردالمحتار کتاب الوصایا ج ۵ ص ۵۷۵ ظفیر ۱۲

[4] ومن السحت ما یاخذ الصهر من الختن بسبب بنته بطیب نفسه (ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة: فصل فی البیع ج ۵ ص ۳۷۴) ظفیر

کی کچھ زیادہ مہر مقرر کر دیوے اور پھر کبھی زوجہ کے رخصت ہونے کے بعد اگر مہر کے وصول کرنے کی ضرورت پڑے یا زوج طلاق دے دے تو زوجہ کل مہر پانے کی شرعاً مستحق ہوگی یا نہیں؟

الجواب:- قال فی الدر المختار وقوله فانها تلزمه ای الزیادة ان وطی او مات عنها الخ[1] شامی پس معلوم ہوا کہ وطی کے بعد پورا مہر مع زیادتی کے لازم ہوتا ہے۔ فقط

مطلق مہر کی صورت میں طلاق کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

سوال (۱۲۱۶) ہندہ کا نکاح جو زید سے ہوا اُس میں نہ تو قاضی صاحب نے نہ ناکح نے بھی مہر کی تفصیل بیان کی نہ معجل کہا نہ مؤجل۔ ناکح نے کہا کہ میں نے ہندہ کو بعوض دین مہر ۵ ہزار کے اپنی زوجیت میں قبول کیا آیا یہ مہر معجل ہوا یا مؤجل یا کچھ معجل اور کچھ مؤجل۔ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی کیا ہندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے۔ کیا بوقت نکاح مہر معجل و مؤجل کی تفصیل نہ ہونے سے اب ہندہ کے مہر کی وصولی میں کوئی جھگڑا پڑے گا۔ مہر معجل و مؤجل کی تعریف جامع مانع ارقام فرمادیں۔؟

الجواب:- مہر معجل اور مؤجل کے جو معنی لغوی ہیں وہی شرعی ہیں یعنی مہر معجل وہ ہے جو فی الحال دیا جاوے یا فی الحال دیا جانا اس کا مقرر کیا جاوے۔ اور مؤجل وہ ہے کہ اس کی کچھ مدت معین ہو۔ اور جس مہر میں معجل اور مؤجل کا کچھ ذکر نہ ہو اُس میں عرف کا اعتبار ہے یعنی جس قدر عرفاً ادا دیا جاتا ہو اس قدر معجل ہوگا اور باقی مؤجل۔ عالمگیریہ میں ذکر کیا ہے کہ مؤجل کے لئے اگر کوئی وقت ذکر نہ کیا جائے تو وقت اس کی ادا کا طلاق ہے یا موت پس صورت مسئولہ میں چونکہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے تو ہندہ مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے[2]۔ فقط

تیسرے خاوند کرنے کے بعد بھی پہلے دونوں شوہروں سے مہر پانے کی مستحق ہے

سوال (۱۲۱۷) حلیمہ نے تین

---

[1] رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۳۔ درمختار کی پوری عبارت یہ ہے او زید علی ما سمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس او قبول ولی الصغیرة الخ رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۳ ظفیر

[2] وان کان لا الی غایة معلومة فقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم یصح وهو الصحیح وهذا لان الغایة معلومة فی نفسها وهو الطلاق او الموت (عالمگیری مصری کتاب النکاح باب سابع فصل حادی عشر ج ۱ ص ۲۹۸) ظفیر ۱۲

نکاح کئے اب تیسرے خاوند کی موجودگی دوسالبقہ خاوند فوت شدہ سے مہر لینے کی مستحق ہے یا نہیں ؟

الجواب: وہ عورت مستحق مہر لینے کی ہے[1] ۔ فقط

دینار سرخ کی قیمت جب مختلف ہے تو فیصلہ کیا ہوگا

سوال (۱۲۱۸) ہندہ کا مہر پانچ سو دینار سرخ قرار پایا تھا اور دینار سرخ کا وزن اور قیمت مختلف فیہ ہے ۔ اقل درجہ دینار سرخ کتنے ماشہ کا اور سکہ کلدار مروجہ سے کتنے روپیہ کا ہوتا ہے اور اکثر درجہ کیا ہے اور قول مفتی بہ اس بارہ میں کیا ہے اور دینار کس چیز کا ہوتا ہے ۔ ؟

الجواب: دینار اور مثقال ایک چیز ہے اور وزن مثقال اور دینار کا ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہ سونے کا ہوتا ہے ۔ پس سونا اگر اٹھائیس روپیہ کا ایک تولہ آتا ہو جیسا کہ اس وقت نرخ ہے تو ایک دینار عہ ۸/ کا ہوگا ۔ غیاث اللغات میں ہے کہ مثقال بالکسر نام ایک وزن کا کہ ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے[2] ۔ فقط (اس وقت ۱۳۸۷ھ ہجری میں سونا پونے دوسو روپیہ تولہ بکتا ہے اس لئے اس زمانہ میں دینار کی قیمت بہت بڑھ جائے گی ۔ ہر زمانہ میں سونے کی جو قیمت ہوگی اسی نرخ سے قیمت لگے گی ۔ ظفیر)

مرنے والی عورتوں کا مہر اس کی اولاد لے سکتی ہے

سوال (۱۲۱۹) شخصے متوفی سہ عورت داشت وآں ہر سہ عورت قبل از وے متوفی شدند داخیر را مہر ادا ساخت ۔ الحال اولاد کبار باقی ہر دو زوجہ می خواہند کہ مہر امہات خود استخراج کردہ شوند ۔ آیا مہر آں دو زوجہ ادا کردہ شود یا نہ ۔ ؟

الجواب: دریں صورت مہر ہر دو زوجہ متوفیہ ادا کردہ شود و ہر چہ حصہ

---

[1] تماز ادفعلیہ المسمّٰی ان دخل بھا ومات عنھا لانہ بالدخول یتحقق تسلیم المبدل وبہ یتاکد البدل وبالموت ینتھی النکاح نھایتہ والشئ بانتھائہ یتقرر ویتاکد (ھدایۃ باب فی المھر ج ۲ ص ۳۰۴) ظفیر ۱۲ھ

[2] والمثقال ھو الدینار عشرون قیراطا والدرھم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات کذا فی التبین (عالمگیری مصری کتاب الزکوٰۃ الباب الثالث ج ۱ ص ۱۶۷) نیز دیکھئے غیاث اللغات لفظ مثقال سونا کا اس وقت ۱۳۹۱ھ میں سوا دوسو روپے تولہ ہے تو اس وقت ساڑھے چار ماشہ سونے کی قیمت چھ اسی روپے ۳۷ پیسے ہوگی ۔ ظفیر

اولادِ شان باشد یا دشان دادہ شود^۱۔ فقط

شوہر کی جائداد میں تصرف کرنے اور ترکہ لینے سے مہر ساقط ہوتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۲۰) زید نے انتقال کیا اور ایک زوجہ مسماۃ ہندہ اور ایک دختر فاطمہ کو چھوڑا۔ اور زید پر اس کی زوجہ ہندہ کا دین مہر بھی تھا لیکن اتنا مال نقد وزیور و جائداد صحرائی وسکنائی کی قسم سے ترکہ میں چھوڑ گیا جو ہندہ کے دین مہر سے بدرجہا زائد تھا۔ ہندہ اپنی حیات میں تمام مالیت پر قابض و متصرف رہی اور بیع وہبہ ہر قسم کا تصرف کرتی رہی اور مقدار مہر سے کہیں زیادہ خرچ کر چکی۔ بالآخر اس نے بقیہ جائداد کو اپنی دختر فاطمہ کے نام کر دیا اور آٹھواں حصّہ جو اس کا شرعی حصّہ تھا اپنے نام رہنے دیا قضاءِ الٰہی سے دختر فاطمہ کا بھی انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے شوہر اور اپنی خالہ خدیجہ کو چھوڑا۔ اب ہندہ مذکورہ کی ہمشیرہ یعنی خدیجہ اپنی ہمشیرہ ہندہ کے دین مہر کا دعویٰ کرتی ہے۔ فریق اوّل کہتا ہے کہ جب وہ اپنی حیات میں زید کی جملہ مالیت پر منفرداً مالک رہ کر دین مہر سے کہیں زیادہ خرچ کر چکی اور جو باقی رہی اس کو باستثناء آٹھواں حصّہ اپنی دختر فاطمہ کے نام کر چکی اس لیئے دین مہر میں سے جو خدیجہ نصف سہام اپنا چاہتی ہے نہیں مل سکتا۔ ہاں آٹھویں حصّہ میں نصف بحیثیت ہمشیرہ ہونے کے مل سکتا ہے اس صورت میں دعویٰ خدیجہ کا ہندہ کے دین مہر کی بابت صحیح ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ تصرف ہندہ کا ترکہ مشترکہ میں چونکہ بحیثیت وصول دین مہر نہیں ہوا ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ تصرف اس نے اپنی دختر کے اور اپنے حصہ شرعی کی حیثیت سے کیئے ہوں اس لیئے دعویٰ خدیجہ کا نصف دین مہر کا اور نصف حصّہ شرعیہ ہندہ میں صحیح ہے حاصل یہ ہے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ ہندہ نے دین مہر وصول کر کے تصرفات مذکورہ اسی مقدار دین مہر میں کئے ہیں اس وقت تک یہ متعین نہ ہوگا کہ ہندہ نے اپنا دین مہر وصول پا لیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر معاف کرانے کے لیئے حیلے کیا کیا ہو سکتے ہیں۔

سوال (۱۲۲۱) (۱) جو دین مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ مقرر ہوا ہو ایسے دین مہر سے خلاصی کے لیئے کیا کوئی حیلہ ہے ؟

(۲) اگر بیوی سے اس مہر کے معافی کے کلمات کسی حیلہ سے کسی اجنبی زبان میں کہلائے

---

^۱ والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين الخ (عالمگیری مصری کتاب النکاح باب السابع فصل ثانی ج ۱ ص ۲۸۴) نمبر ۱۲

جسے وہ نہیں سمجھتی اور شوہر نے زوجہ کو اس کی اطلاع بھی نہیں دی تو کیا مہر معاف ہو جائے گا۔؟

(۳) اگر بیوی کو اس بات پر راضی کرے کہ وہ کہہ دے کہ میں نے اپنا حق مہر اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ سے بخش دیا۔ یعنی میں اللہ کے یہاں نہیں لوں گی باقی تا زیست دنیا میں میرا حق رہا جب کبھی مجھے ضرورت ہوگی یا میں تم سے کبیدہ ہوں گی تو حاکم عدالت سے نالش کر کے لے سکوں گی۔ غرض معاف کرانے کا عنوان یہ ہوا کہ اگر تا زیست میں نے تم سے مہر نہ لیا اور تم سے خوش رہی تو بعد مرنے کے اپنا حق معاف کیا۔ تو ایسے معاف کرنے کا کوئی اثر ہوگا یا نہیں اور اس صورت میں مہر معاف ہو جائے گا یا نہ؟ (۴) کوئی حیلہ ایسا بھی ہے کہ زید کو اس سے نجات ہو۔؟

(۵) کیا بیوی کے معاف کرنے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا بھی عدم مواخذہ اخروی کے لئے شرط ہے۔؟

الجواب:- (۱) مہر زوجہ کا دین ہے شوہر کے ذمہ پر اس بار سے سبکدوشی کی دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ شوہر اس دین کو ادا کرے یا زوجہ سے معاف کرا دے اور کوئی حیلہ معافی کا نہیں ہے[1]

(۲) اس طریقہ سے مہر ساقط (معاف) نہ ہوگا۔ (۳) در مختار میں ہے۔ کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد اوان مت فانت بری من الدین اوان مت فی مرضک ھذا اوان مت فی مرضی ھذا فانت فی حل من مھری فھو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق الخ وفی الشامی وذکر شمس الاسلام خوفھا بضرب حتی تھب مھرھا فاکراہ ان کان قادرا علی الضرب وذکر بکر سقوط المھر لا یقبل التعلیق بالشرط الا تری انھا لو قالت لزوجھا ان فعلت کذا فانت بری من المھر لا یصح قال لمدیونہ ان لم اقتض مالی علیک حتی تموت فانت فی حل فھو باطل لانہ تعلیق والبراءۃ لا تحتملہ بزازیہ　　شامی[2] جلد ۴ مسائل متفرقہ کتاب الہبہ ان عبارات سے واضح ہوا کہ صورت مذکورہ سے مہر معاف اور ساقط نہ ہوگا۔

---

[1] ومن سمی مھرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بھا اومات عنھا (ھدایہ باب فی المھر ج ۲ ص ۳۰۴) وان حطت عنہ من مھرھا صح الحط لان المھر حقھا والحط یلاقیہ حالۃ البقاء (ایضاً ج ۲ ص ۳۰۵) لف

[2] ردالمحتار کتاب الہبہ مسائل متفرقہ ج ۴ ص ۷۱۶ ۱۲ ظفیر۔

(۴) کوئی حیلہ ایسا معلوم نہیں۔ (۵) مواخذۂ اخروی سے بچنے کے لئے اور دیانۃً معاف ہونے کے لئے گواہوں کا موجود ہونا بوقت معافی ضروری نہیں ہے۔

طلاق دینے کے بعد مہر کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے، البتہ طلاق دینا شوہر کے اختیار میں ہے

سوال (۱۲۲۲) ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا اور مہر مبلغ پانچ سو روپیہ مقرر کیا، اب لڑکی کا والد اور لڑکی خود یہ چاہتے ہیں کہ وہ شخص طلاق دے دے، لیکن وہ طلاق نہیں دیتا اس وجہ سے کہ لڑکی مہر مبلغ پانچ سو روپیہ مجھ سے وصول کرے گی جو کہ غیر معجل ہے، اور نہ اس شخص کے پاس اتنی وسعت ہے کہ مہر ادا کر سکے، اب وہ لڑکی اپنے مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے کے بعد عورت مطالبہ مہر مؤجل کا فوراً کر سکتی ہے[1]۔ باقی طلاق دینے یا نہ دینے کے بارہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی وجہ طلاق دینے کی موجود نہیں ہے یعنی شوہر کی طرف سے کچھ کوتاہی نان نفقہ اور زوجہ کے حقوق ادا کرنے میں نہیں ہے تو طلاق دینا اس کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ البتہ اگر اس سے زوجہ کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے اور اس میں وہ کوتاہی کرتا ہے تو اس کو طلاق دے دینا چاہیئے[2]۔

بیوی کے مرنے کے بعد اس کے مہر کا مستحق کون ہوتا ہے۔

سوال (۱۲۲۳) ایک شخص کی زوجہ فوت ہوئی اور مہر نہ دیا گیا اور نہ معاف ہوا تھا، اب مہر کی ادائیگی کس صورت سے ہو سکتی ہے، مسجد وغیرہ کے کام میں یہ روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ زوجہ کا مہر اگر ادا نہ ہوا تھا اور وہ انتقال کر گئی تو اس کے مرنے کے بعد وہ مہر اس کے ورثہ کو پہنچتا ہے، ان وارثوں میں شوہر بھی ہے، اگر کچھ اولاد متوفیہ کے نہ تھی تو نصف شوہر کو پہنچا اور نصف باقی ورثہ ذوی الفروض یا عصبات یا ذوی الارحام کو جو بھی کوئی ان

---

[1] وان کان لا الی غایۃ معلومۃ الخ قال بعضہم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموت الخ وبالطلاق الرجعی یتعجل المؤجل الخ (عالمگیری مصری کتاب النکاح باب سابع فصل حادی عشر ج ۱ ص ۲۹۵) ظفیر

[2] الاصح حظرہ ای منع الا لحاجۃ الخ ویجب لوفات الامساک بالمعروف (الدر المختار ھامش رد المحتار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۷۱، ۵۷۲) ظفیر

ہیں دور نزدیک کا قرابت دار موجود ہو اس کو دیا جاوے، اگر کوئی بھی نہ ہو تو پھر تمام مہر شوہر کو ملے گا۔ اس کو اختیار ہے وہ جہاں چاہے صرف کرے خواہ اپنے صرف میں لاوے یا مسجد وغیرہ میں صرف کرے، لیکن بموجودگی دیگر ورثہ کے شوہر کو ان کے حصہ میں کچھ تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے بلکہ ان کا حصہ انہی کو دینا چاہیے [1]۔

خوشی سے مہر معاف کرے تو معاف ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۲۲۴) ایک عورت مرگئی، اور وقت مرگ بیہوش تھی مہر معاف نہیں کئے مگر حیات میں خفیہ طور سے اپنی رضامندی سے شوہر کو معاف کردیئے تھے، اور لوگوں کو معاف کرنا معلوم نہیں ہے تو وہ مہر معاف ہوا یا نہیں۔

(۲) ایک عورت نے خفیہ طور سے مہر معاف کیا اور پھر ایک موقع پر اس نے چند عورتوں کے سامنے بلاحجاب ظاہر کردیا کہ میں اپنے شوہر کو مہر معاف کرچکی ہوں ایسی صورت میں مہر معاف ہوا یا نہیں۔

الجواب:۔ (۱) عنداللہ وہ مہر معاف ہوگیا [2]۔

(۲) اس صورت میں بھی عنداللہ مہر معاف ہوگیا [3]۔

طلاق کے بعد مہر دینا ہوگا اور جو زیور ہبہ کرچکا ہے وہ بیوی کا ہے۔

سوال (۱۲۲۵) زید بوجہ نااتفاقی و نافرمانی کے زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے، عورت کو چونکہ یہ معلوم ہوگیا ہے بدیں وجہ تمام زیورات جو کہ زید نے بعد نکاح کے بنوائے تھے کسی غیر جگہ پوشیدہ کردیئے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ بعد طلاق یہ تمام زیورات جو میرے قبضہ میں ہیں اور مہر زید سے لے لوں گی، آیا شرعاً بعد طلاق زید کے ذمہ اس عورت کا حق کس قدر ہے۔

الجواب:۔ طلاق کے بعد شوہر کے ذمہ مہر کا ادا کرنا لازم ہے اور عدت کا نفقہ بذمہ شوہر ہے [4]۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے سراجی باب ذوی الفروض ۱۲ ظفیر [2] وان حطت عنہ من مہرھا صح الحط (ھدایہ باب فی المہر ج ۲ ص ۳۰۵) [3] وصح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا (الدر المختار ھامش رد المحتار باب المہر مطلب فی حط المہر والابراء منہ ج ۲ ص ۴۶۴ و ج ۲ ص ۴۶۵) ظفیر [4] وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والفرقۃ بلا معصیۃ الخ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ (درمختار) وفی المجتبی نفقۃ العدۃ کنفقۃ النکاح الخ واطلق فشمل الحامل وغیرھا والبائن بثلاث او اقل (رد المحتار) باب النفقۃ مطلب فی نفقۃ المطلقۃ ج ۲ ص ۹۲۱

اور قبل طلاق جو کچھ شوہر نے کپڑا اور زیور اس کو ہبہ کیا وہ اس کی مالک ہوگئی اور جو زیور و کپڑا عاریۃً دیا وہ شوہر کو واپس ملے گا یا مہر میں شمار نہیں ہوگا۔[۱]

غیر مطلقہ نے دھوکہ دے کر نکاح کیا اور شوہر سے ہم بستر ہوئی تو مہر واجب ہوا یا نہیں

سوال (۱۲۲۶) ہندہ غیر مطلقہ اگر زید سے نکاح پڑھوالے اور زید سے ہم بستری وغیرہ کرے تو زید کو مہر ادا کرنا ہوگا یا نہیں، ہندہ واقع میں غیر مطلقہ ہے مگر گواہ مسلمان پیش کر کے کہ میں مطلقہ ہوں نکاح پڑھواتی ہے۔

الجواب:- اس صورت میں مہر لازم ہے۔[۲]

عدت میں جو نکاح ہوا اس کا مہر لازم ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۲۷) ہندہ کا بحالت عدت اگر نکاح پڑھ دیا جاوے تو منعقد ہوگا یا نہیں اور بحالت عدت اگر نکاح ہوگیا اور ہم بستری کی نوبت آئی تو مہر واجب ہوگا یا نہیں۔

الجواب:- عدت میں نکاح نہیں ہوتا۔ لیکن اگر عورت نے آکر کہا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور عدت گذر گئی تو اس کے بیان پر اس سے نکاح کرنا درست ہے۔ اور بعد دخول وصحبت شوہر ثانی تمام مہر مثل لازم ہے درمختار میں ہے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا باس ان ینکحها[۳] الخ الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مهر[۴] الخ درمختار والموطؤۃ بشبهة ومنه تزوج امرأۃ الغیر غیر عالم بحالها[۵] الخ

مہر دینے کے بعد عورت خنثیٰ مشکل نکلی تو مہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۲۲۸) زید نے ہندہ کے ساتھ عقد کیا۔ اور ہندہ کے والیان کو مہر وغیرہ ادا کر دیا بعدہ بوقت خلوت صحیحہ ہندہ خنثیٰ مشکل

---

[۱] ولو بعث الی امرأته شیئاً ولم یذکر جهته عند الدفع غیر جهة المهر الخ فقالت هو ای المبعوث هدیة وقال هو من المهر الخ فالقول له بیمینه والبینة لها فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده الخ وفی غیر المهیا للاکل والقول لها بیمینها فی المهیا له (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب المهر ص ۲۹۹ ج ۲) ظفیر [۲] ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد الخ بالوطیٔ فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب المهر ج ۲ ص ۲۸۱ و ص ۲۸۲) ظفیر [۳] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب العدۃ ج ۲ ص ۸۴۷ ظفیر [۴] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب المهر ج ۲ ص ۵۰۰ ۱۲ [۵] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب العدۃ ج ۲ ص ۸۳۶ ظفیر

ثابت ہوئی آیا زید ہندہ کے والیان سے مہر وغیرہ خرچ شدہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ خنثیٰ مشکل سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ درمختار میں اس کی تصریح ہے۔ پس جب کہ نکاح صحیح نہ ہوا تو مہر وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا، اور شوہر نے جو کچھ دیا وہ واپس لے سکتا ہے۔[1]

دین مہر میں مہر سے زائد جائداد لکھ دی تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۲۹) ایک شخص نے اپنی حیات میں بحیثیت طول عمر کے حواس ٹھیک نہ رہنے کی حالت میں اپنی عورت کو کچھ جائداد منقولہ وغیر منقولہ دین مہر میں مہر کی مقدار سے زیادہ عورت کی ترغیب سے لکھا کر رجسٹری کرا دی اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے۔ ؟

الجواب:۔ مہر کی مقدار سے زیادہ جو ایسی حالت میں دی وہ بحکم وصیت ہے۔ لہٰذا ناجائز ہے بحکم لا وصیۃ لوارث[2]

مہر کا دعویٰ کس پر کیا جائے۔

سوال (۱۲۳۰) ہندہ کا نکاح زید سے بتعین مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہوا، اور اس نکاح کے ٹھہرانے والے اور اس کے متعلق تمام مراسم کے انجام دینے والے زید کا بھائی خالد اور زید کی والدہ سعیدہ تھے۔ زید نے بعد اس کے لاولد وفات کی اور زید کے باپ نے بحالت حیات خود جائداد زرعی کل اپنی زوجہ کے نام جو کہ مسماۃ ہندہ کی ساس ہے ہبہ کردی تھی، صرف مکان مسکونہ ہبہ سے مستثنیٰ تھا، جس کے مالک وارثاً زید اور خالد اور ایک بہن حمیدہ اور مسماۃ سعیدہ ہوئے۔ حالت علالت میں زید سے خالد نے ایک بیع نامہ حصہ مکان کا بالعوض سات سو روپیہ کے لکھا لیا۔ حالانکہ وہ حصہ بہت زیادہ قیمت کا ہے، اور سعیدہ نے قبل نکاح ہندہ کے دستاویز کے ذریعہ چار روپیہ ماہوار تاحیات ہندہ کا کفاف مقرر کر کے اس کے ادا کے لیے ایک جائداد زرعی مکفولی کر دی تھی، اب اس حالت میں اول دعویٰ مہر کا ہندہ کو کس پر کرنا چاہیئے، آیا خالد اور سعیدہ بذات خود بھی ذمہ دار ادائے مہر کے ہیں یا نہیں، دوم آیا زر مہر اس حصہ مکان سے وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں جو کہ زید کا تھا اور اس حالت میں وہ بیع جو بحالت مرض الموت

---

[1] عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۵۷) ظفیر

[2] دیکھئے ہدایہ کتاب الوصایا ج ۴ ص ۶۴۱ ۱۲ ظفیر۔

زید نے بنام خالد کی تھی جائز ہے یا نہیں یا اسی خریداری کے ذریعہ سے خالد ادائے دین مہر ذمگی زید متوفی کا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: خالد اور سعید پر جب کہ وہ متکفل اور ضامن مہر کے نہیں ہوئے رجوع زوجہ کا نہیں ہو سکتا اور مکان کا حصہ جو زید نے بحالت مرض الموت خالد کے ہاتھ فروخت کیا ہے بیع اس کی صحیح ہو گئی، لیکن جس قدر قیمت زید نے خالد سے کم لی وہ خالد سے لی جاوے گی، وزینب مہر میں اسی کو لے سکتی ہے اعتاقہ ومحاباتہ الخ حکمہ کحکم وصیۃ ولا وصیۃ لوارث[1].

سوال (۱۲۳۱) کابین نامہ میں بالفرض مہر کی مقدار ایک لاکھ روپیہ تحریر ہے اور وقت نکاح پدر وکیل نے جس کو پدر دختر اور خود دختر نے نکاح کرنے کا کل اختیار دیا ہے، صرف ایک ہزار روپیہ مہر کا حکم دیا اور نکاح خواں نے بھی بوقت نکاح ایک ہزار روپیہ مہر کا مقرر کر دیا اور اظہار کیا، اور سب حاضرین مجلس نے سنا اور تعداد رقم مہر مندرجہ کابین نامہ بالکل مخفی رکھی گئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مہر کون سا واجب الاداء ہے آیا وہ جو کابین نامہ میں درج ہے یا وہ جس کا اظہار مجلس میں کیا گیا۔

مہر کی جو مقدار نکاح کے وقت بتائی گئی وہ معتبر ہے یا جو خفیہ طور پر رجسٹری لکھا دی۔

الجواب: مہر کی مقدار وہ معتبر ہے جس کو نکاح خواں نے بوقت نکاح ظاہر کیا اور جس مہر کو سن کر شوہر نے قبول کیا اور حاضرین مجلس نے سنا، کیونکہ مہر وہی واجب ہوتا ہے جو عقد کے وقت نام لیا جاوے اور جس پر عقد نکاح کیا جاوے۔ قال فی الدر المختار وتجب العشرۃ ان سماھا او دونھا ویجب الاکثر منھا ان سمی الاکثر الخ ویتاکد عند وطئ او خلوۃ صحت الخ در مختار قولہ ویتاکد ای الواجب من العشرۃ او الاکثر وافاد ان المہر وجب بنفس العقد مع احتمال سقوطہ بردتھا[2] الخ شامی

سوال (۱۲۳۲) زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور مہر معجل قرار پایا، باوجود قرار پانے مہر معجل کے زید مہر ادا نہیں کرتا اور طرح طرح کے بہانے کرتا ہے، اس صورت میں جب تک زید مہر نہ دے

مہر معجل ہے شدہ اگر شوہر نہ دے تو عورت باپ کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں اور شوہر قید ہو سکتا ہے یا نہیں۔

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب وصایا باب العتق فی المرض ج ۵ ص ۵۹۶ ۱۲ ظفیر۔

[2] رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴ ۱۲ ظفیر۔

قید ہو سکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہندہ والدین کے گھر چلی جاوے تو کچھ قباحت تو نہیں۔؟

الجواب:۔ مہر معجل ہونے کی صورت میں اگر شوہر باوجود غناء کے مہر دینے میں تاخیر کرے بطلب زوجہ حبس ہو سکتا ہے اور در مختار میں فرمایا ہے کہ اگر زوجہ مہر معجل کے نہ ملنے کی وجہ سے اپنے والدین کے گھر چلی جاوے تو نفقہ ساقط نہ ہوگا اور ناشزہ نہیں ہے او امتنعت للمہر الخ لا ای لا نفقۃ الخ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق الخ وفی الشامی قولہ بغیر حق ذکر محترزا بقولہ بخلاف ما لو خرجت الخ وکذا ھو احتراز عما لو خرجت حتی یدفع لھا المہر الخ[1]

سوال (۱۲۳۳) بیوی نے مہر معاف کر دیا اس کی موت کے بعد والدین طلب کرتے ہیں کیا حکم ہے۔ ہندہ بالغہ پندرہ سالہ نے گواہوں کے سامنے اپنے شوہر کو مہر معاف کر دیا، اب بعد انتقال ہندہ کے اس کے والدین مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہندہ نابالغہ تھی اس کا معاف کرنا معتبر نہیں ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ہندہ جب کہ پندرہ سالہ اور بالغہ تھی تو معاف کرنا اس کا مہر کو صحیح ہے اور والدین کا مطالبہ مہر کا شوہر سے درست نہیں ہے۔[2]

سوال (۱۲۳۴) مہر معاف کر دینے کے بعد اس کا انکار کرنا کیسا ہے۔ اگر عورت مہر معاف کر دے اور پھر انکار کرے تو کیا حکم ہے۔؟

الجواب:۔ عورت اگر مہر معاف کر دے تو پھر انکار کرنا مسموع نہ ہوگا، مہر معاف ہو جاوے گا۔[3]

سوال (۱۲۳۵) پندرہ ہزار میں پانچ ہزار معجل اور بقیہ مؤجل ہے تو کیا کیا جائے۔ ایک کابین نامہ لکھا گیا جس میں مقدار مہر پندرہ ہزار بہ عبارت ذیل مرقوم ہے۔ زرِ دین مہر معجل مبلغ پندرہ ہزار روپیہ قرار پاتے ہیں، منجملہ اس کے پانچ ہزار روپیہ اس وقت بحق مسماۃ از قسم اثاث البیت وزیورات ادا کر دیا گیا۔ اور باقی ماندہ مبلغ دس ہزار روپیہ اپنی حیات میں مسماۃ موصوفہ کو ادا کر دوں گا، مبلغ دس ہزار

[1] ردالمحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۸۸۹ ۱۲ ظفیر۔ [2] ان حطت عنہ من مہرھا صح الحط لان المہر حقھا والحط یلاقیہ حالۃ البقاء (ھدایہ باب المہر ج ۲ ص ۳۰۵) ظفیر۔ [3] وصح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۴ و ۴۶۵) ظفیر

روپیہ مذکور شرعاً معجل کی تعریف میں آئے گا یا مؤجل ٹھہرے گا۔ اگر مؤجل قرار دیا جائے تو ارشاد ہو کہ مؤجل کے کتنے اقسام ہیں اور یہ صورت کون سی قسم میں داخل ہے، اور اپنی حیات میں ادا کر دینے کا جو وعدہ ہے اس کی رُو سے عورت اپنے شوہر سے کس وقت زرِ مہر مذکور یعنی دس ہزار روپیہ کے وصول کرنے کی مستحق ہو سکتی ہے۔

الجواب :۔ شروع عبارت کابین نامہ میں اگرچہ کل مہر کو معجل قرار دیا تھا مگر بعد میں تفصیل کرنے میں پانچ ہزار کو معجل اور دس ہزار کو مؤجل قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا دس ہزار مؤجل ہو گیا۔ اور مؤجل الی الطلاق یا الی الموت صحیح ہے درمختار میں ہے الا التاجیل لطلاق او موت فیصح[1] الخ اور شامی میں ہے کہ طلاق سے مؤجل بھی معجل ہو جاتا ہے۔ وبالطلاق یتعجل المؤجل[2]

لڑکی والے کا بوقت نکاح روپیہ لینا کیسا ہے۔

سوال (۱۲۳۶) بوقت نکاح علاوہ تعیین دین مہر کے لڑکی والا لڑکے والے سے کچھ لے لیتا ہے۔ یہ لینا جائز ہے یا نہ۔ اور دین مہر میں شمار ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ ایسی رقم کو فقہاء نے رشوت قرار دیا ہے اور واجب الرد لکھا ہے۔ کما فی الدر المختار اخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ[3] اور جب کہ مہر کا نام نہیں لیا تو وہ مہر میں شمار نہ ہوگا۔

بعد خلوت خواہ عورت نافرمانی کرتی رہی ہو تو بھی طلاق کے بعد کل مہر واجب ہے

سوال (۱۲۳۷) زید اپنی منکوحہ ہندہ سے بعد از نکاح خلوت صحیحہ سے مستفیض ہوا، بعد چندے ہندہ ناشزہ و نافرمان ہو کر مباشرت سے مانع ہوئی۔ باوجودیکہ زید مباشرت وجماع پر علی وجہ التام قادر ہے، لیکن ہندہ اطاعت زید سے برگشتہ ہے، اگر زید ہندہ کو طلاق دے دے تو زید پر کل مہر واجب الاداء ہے یا بالعکس، ہندہ نے صلب عقد میں زید سے یہ شرط کی تھی کہ میری بلا اجازت اگر دوسری عورت سے نکاح کرو گے تو میری طلاق میرے اختیار میں، اگر اختیار کر دوں گی تو کل مہر دینا پڑے گا۔ زید اگر دوسرا نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جاوے گا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے۔

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۳ ۱۲ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۳ ۱۲ ظفیر۔
[3] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۵۰۳ ۱۲ ظفیر۔

الجواب: جب کہ خلوت صحیحہ ہوگئی تو زید کے ذمہ کل مہر واجب الادا ہوگیا، زید اگر ہندہ کو طلاق دے گا تو پورا مہر زید کو ادا کرنا ہوگا، ہندہ یہ شرط کرتی یا نہ کرتی، زید کو مہر دینا ہی ہوگا[1] لیکن دوسرے نکاح سے یہ شرط حارج نہیں ہے، دوسرا نکاح کرلے، جس وقت مہر دینے کی طاقت ہو، مہر ادا کردیوے، ہکذا فی الدر المختار۔

عورت کے انتقال کے بعد اس کا مہر کیسے ادا کیا جائے

سوال (۱۲۳۸) جس عورت کا خاوند سفر میں ہو اور وہ عورت انتقال کرجاوے اور مہر ادا نہ ہوا ہو تو مہر کیونکر ادا ہو۔

الجواب: بقدر حصہ دیگر ورثہ، عورت کے وارثوں کو مہر دے کر دیا جاوے[2]۔

مہر شرعی کی مقدار کیا ہے

سوال (۱۲۳۹) مہر شرعی کی مقدار کیا ہے۔

الجواب: دس درہم ہے، اور ایک درہم تقریباً ۴/۰ کا ہوتا ہے، پس دس درہم قریب پونے تین روپیہ کے ہوئے[3]۔

تجدید نکاح میں مہر ضروری ہے یا نہیں

سوال (۱۲۴۰) تجدید نکاح میں تعین مہر ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب: ضروری ہے[4]۔

---

[1] والخلوۃ الخ کالوطی الخ فی ثبوت النسب الخ وفی تاکید المهر المسمی (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المهر مطلب فی احکام الخلوۃ ج ۲ ص ۴۶۵) ظفیر۔ [2] اگر بچے نہیں ہیں تو عورت کے نصف مہر کا حق دار خود شوہر ہوگا، اور بقیہ نصف کے عورت کے بقیہ ورثاء ہوں گے، اور اگر بچے ہیں تو شوہر کو اس مہر کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا، اور بقیہ تین چوتھائی اس کے بچے اور اس کے والدین کو، واللہ اعلم ۱۲ ظفیر۔ [3] واقل المهر عشرۃ دراھم الخ ولنا قوله علیه السلام ولا مهر اقل من عشرۃ دراھم (ہدایہ باب المهر ج ۲ ص ۳۰۳، ۳۰۴) تخریج زیلعی میں اضافہ کرتے ہیں ولا مهر دون عشرۃ دراھم (حاشیہ ہدایہ ایضاً) ایک درہم ۱۳۳۶ھ میں ۴/۰ کا تھا، اب ہمارے اس زمانہ ۱۳۸۷ھ میں چاندی کافی گراں ہے پونے چھ روپے تولہ سے کم نہیں ملتی اور دس درہم چاندی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ ہوتی ہے اس حساب سے اس کی قیمت ساڑھے چودہ روپے کے قریب ہوتی ہے، چاندی کی قیمت کے حساب سے دس درہم کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہے گی، واللہ اعلم ظفیر۔ [4] ثم المهر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل (ہدایہ باب المهر ج ۲ ص ۳۰۳) ظفیر

بیوی جب مہر معاف کردے تو معاف ہوگا یا نہیں

سوال (۱۲۴۱) میرا حقیقی بالغ بھائی عبدالوہاب فوت ہوگیا ہیں نے مرحوم کی بیوہ کو کہا کہ تیرا حق مہر اس کے ذمہ ہے اگر تو لینا چاہتی ہے تو ہم دینے کے لیئے تیار ہیں، ورنہ معاف کردے، بیوہ مذکورہ نے برادری کے دو گواہوں کے روبرو کہا کہ میں معاف کرتی ہوں، اس صورت میں مہر معاف ہوا یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں مہر معاف ہوگیا، عند اللہ کچھ مواخذہ مہر کا عبدالوہاب متوفی کے ذمہ نہیں رہا[1]۔

مہر معاف کرنے کے بعد لینا اور عدت کے اندر نکاح کرنا کیسا ہے

سوال (۱۲۴۲) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اور زوجہ نے مہر معاف کردیا اور عدت کے اندر ہی عورت نے عقد ثانی کرلیا، اور اپنے چند رفقاء کے ورغلانے سے شوہر پر عدالت میں مہر کا دعویٰ کرکے جھوٹا ثبوت بہم پہنچا کر مہر کی ڈگری حاصل کرلی اور اپنی تحریر معافی مہر سے منکر ہوگئی، اور طلاق بھی اس شرط پر تھی کہ حق مہر معاف، تو اس صورت میں معافی مہر سے انکار کرنا طلاق کے بارے میں مؤثر ہوگا یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں شوہر کی طرف سے طلاق ہوگئی اور عورت کی طرف سے مہر معاف ہوگیا، پھر عورت کا معافی مہر سے منکر ہوکر اور جھوٹی شہادت عدالت میں پیش کرکے مہر کی ڈگری کرا لینا ظلم ہے، طلاق پر کچھ اثر اس کا نہ ہوگا، طلاق واقع ہوگئی اور مہر بھی عند اللہ معاف ہوگیا لہٰذا عورت کا مہر وصول کرنا فعل ناجائز اور حرام ہے، اور عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح کرنا بھی حرام اور باطل ہے نکاح نہیں ہوا[2]، اور جو لوگ اس نکاح میں ساعی ہوئے مرتکب فعل حرام کے اور فاسق ہوئے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ[3] الآية

مہر معجل سوتوہر کی طرف سے قبل ... وصول کرسکتا ہے

سوال (۱۲۴۳) زید کی لڑکی سے عمر کے

---

[1] وان حطت عنہ من مہرھا صح الحط لان المہر حقہا والحط یلاقیہ حالۃ البقاء ہدایہ باب المہر ج ۲ ص ۳۰۵، وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۳۶۶ نمبر ۲۔ [2] اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ الخ فلم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا رد المحتار باب العدۃ ج ۲ ص ۸۳۵۔ [3] نمبر ۳ سورۃ البقرۃ ۔ ۳۰

لڑکے کا مبلغ دو ہزار روپیہ مہر معجل پر عقد ہوا، زید کی لڑکی نابالغہ ہے عمر گیارہ سال ہے، عرصہ سوا برس کا گزر گیا۔ اب عمر کا لڑکا زید کی لڑکی کو رخصت کرانا چاہتا ہے، زید کہتا ہے تاوقتیکہ مہر مبلغ دو ہزار روپیہ مہر معجل ادا نہ کرو گے تب تک لڑکی رخصت نہ کروں گا۔ آیا زید کو اپنی لڑکی کے مہر معجل وصول کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں اور رخصت کے قبل کس قدر مہر معجل زید کو لینا چاہیئے اور بعد رخصت کے کس قدر، اور بلا ادائیگی مہر معجل نکاح درست ہے یا نہ۔

الجواب:- زید کو اپنی دختر نابالغہ کے مہر معجل وصول کرنے کا حق حاصل ہے درمختار میں ہے ولہا منعہ من الوطی ودواعیہ والسفر الخ لاخذ مابین تعجیلہ وفی الشامی قولہ ولہا منعہ الخ وکذا الولی الصغیرۃ المنع المذکور قولہ والسفر الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر فی الکنز لیعم الاخراج من بیتہا الخ[1] اور جب کہ کل مہر معجل قرار پایا ہے تو زید کل مہر کا مطالبہ قبل رخصت کرنے لڑکی کے کر سکتا ہے اور نکاح صحیح ہو گیا۔

ایک بیوی کا مہر پانچ ہزار ہے دوسری کا پانچ سو کم والی کا بڑھا دینا کیسا ہے۔

سوال (۱۲۴۴) زید نے ہندہ سے پانچ ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا، اس کی بہت مدت کے بعد دوسری عورت زینب سے پانچ سو روپیہ مہر پر نکاح کیا اور دونوں کو ان کا مہر ادا بھی کر دیا، زینب نے ایک روز اظہار کیا کہ تم نے میرا مہر بہت کم مقرر کیا، زید نے اس کی دل جوئی کے لیئے یہ قصد کیا کہ تین چار سو روپیہ اس کے مہر میں اور زیادہ کر دے۔ کیونکہ زیادۃ بعد العقد بھی اصل کے ساتھ بتصریح فقہاء ملحق ہو جاتے ہیں، تین سو چار سو اس کو اور دے دوں، خواہ نقد یا کسی مکان کا ایک حصہ کہ زینب کو فی الحال اس حصہ مکان کی ضرورت بھی ہے، لیکن زید کو اس میں تردد یہ ہے کہ جس طرح تمام حقوق میں زوجتین کے درمیان تساوی ضروری ہے کہیں یہ زیادتی فی مہر احدہما خلاف عدل نہ ہو جائے، یہ زیادتی فی مہر احدہما جائز ہے یا نہ، اگر کوئی دلیل صریح نہ ہو تو کوئی کلیہ ہی شافی وکافی ہے، اور تصریح فقہی اگر مل جاوے تو اقرب الی الاقناع ہے۔

الجواب:- موافق اس قاعدہ فقہیہ کے کہ زیادتی فی المہر بعد العقد ملحق باصل المہر ہے اور یہ مبتدءً نہیں ہے کما یقول بہ الامام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ زیادۃ فی مہر احدی الزوجات

---

[1] دیکھئے رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۲-۴۹۳ ۱۲ ظفیر

درست ہے خصوصاً اس زوجہ کے مہر میں زیادتی کرنا جس کا مہر اصل سے کم ہو، اور اضرار زوجہ ثانیہ اس سے مقصود نہ ہو اور اس کو حیلہ ترک عدل وتسویہ بین الزوجات جو کہ واجب ہے نہ بنایا جاوے خلاف عدل نہیں ہونا فتح القدیر کے جزئیہ ذیل سے یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ زیادۃ فی المہر اگر بطریق رشوت نہ ہو تو درست ہے، عبارت اس کی یہ ہے۔ قولہ وان رضیت احدی الزوجات بترک قسمہا لصاحبتہا جاز هذا اذا لم یکن برشوۃ من الزوج بان زادھا فی مہرھا لتفعل او یتزوجہا بشرط ان یتزوج اخری فیقیم عندھا یومین وعند المخاطبۃ یوماً فان الشرط باطل ولا یحل لہا المال فی الصورۃ الاولیٰ فلہ ان یرجع فیہ[1] الخ اور عنایہ کی یہ عبارت بھی جواز کی طرف مشیر ہے قولہ خلافاً لزفرؒ فانہ یقول الزیادۃ ھبۃ مبتدءۃ لا تلتحق باصل العقد ان قبضت ملکت والا فلا[2] الخ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ زیادۃ کو ہبہ مبتدءۃ قرار نہیں دیتے کہ اس کو خلاف عدل کہا جاوے کیونکہ یہ تصریح ہے کہ ہبات میں بھی تسویہ بین الزوجات ضروری ہے، کما فی العینی علی البخاری وتمام العدل ایضاً بین تسویتہن فی النفقۃ والکسوۃ والھبۃ ونحوھا[3]

عورت کو مہر وصول کرنے کا حق ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۴۵) منکوحہ اپنے خاوند سے مہر مقررہ جس وقت چاہے طلب کر سکتی اور وصول کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- مہر اگر معجل ہو تو عورت کو ہر وقت اس کے وصول کرنے کا حق ہے اور اگر مؤجل ہو تو طلاق کے بعد مطالبہ کر سکتی ہے، کذا فی کتب الفقہ[4]۔

نابالغہ لڑکی کا ولی مہر کم کر سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۲۴۶) ولی نے نابالغہ لڑکی کا نکاح بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر کے کر دیا، لڑکے نابالغ کے باپ نے منظور کر لیا، کیا لڑکی کا ولی مہر کو کم کر سکتا ہے یا نہیں۔

[1] فتح القدیر باب القسم ج ۲ ص ۲۰۳ ۱۲ ظفیر۔ [2] عنایہ علی ہامش فتح القدیر باب المہر ج ۲ ص ۲۴۰ ۱۲ ظفیر۔ [3] عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۹ ص ۵۰ ۱۲ ظفیر۔ [4] ولہا منعہ من الوطء ودواعیہ الخ لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی الخ الا التاجیل لطلاق او موت (درمختار) فی الخلاصۃ وبالطلاق یتعجل المؤجل ولو راجعہا لا یتأجل (ردالمحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۳) ظفیر

الجواب: در مختار میں ہے وصح حطہا لکلہا او بعضہ عنہ قبل او لا الخ وفی الشامی وقید بحطہا لان حط ابیہا غیر صحیح لو صغیرۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ ولی نابالغہ کو مہر کے کم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کو بچہ چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو تو کیا مہر پورا دینا پڑے گی۔

سوال (۱۲۴۷) اول عشرہ جمادی الثانی میں مسماۃ ہندہ کا عقد مسمیٰ بکر کے ساتھ ہوا، تقریباً دو ماہ تک مسماۃ مذکورہ اپنے شوہر کے پاس رہی، عشرہ سوئم ماہ ذیقعدہ میں مسماۃ مذکورہ کے لڑکا پیدا ہوا مگر ضعیف القویٰ جو زندہ ہے، ایسی حالت میں مسماۃ مذکورہ مہر کا حق رکھتی ہے یا نہیں، اور بچہ کی پرورش شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں۔

الجواب: جب کہ ہندہ سے بکر نے خلوت وصحبت کی ہے تو مہر پورا بذمہ بکر لازم ہو گیا کیونکہ نکاح اس صورت میں صحیح ہو گیا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ مہر مجرد نکاح سے لازم ہو جاتا ہے لیکن احتمال سقوط رہتا ہے۔ جب شوہر نے وطی کر لی یا خلوت صحیحہ پائی گئی تو کل مہر واجب الاداء ہو جاتا ہے، رد المحتار میں ہے وافاد ان المہر الخ انما بیناکن لزوم تمامہ بالوطی ونحوہ الخ اور بچہ چونکہ وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں پیدا ہوا ہے، اس لئے بکر سے نسب اس کا ثابت نہیں ہے اور نہ بکر کے ذمہ اس کی پرورش وغیرہ کا حق ہے۔ در مختار میں ہے واقلہ ستۃ اشہر اجماعاً الخ

بیوی مرجائے تو مہر دین لازم ہے یا نہیں اور وہ کس کو دے گا۔

سوال (۱۲۴۸) ہندہ زوجہ زید اچانک بغیر دین مہر معاف کئے فوت ہو گئی تو اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ (۱) ہندہ کے مذکورہ بالا صورت پر فوت ہو جانے سے زید دین مہر ہندہ سے سبکدوش ہو جاتا ہے یا نہیں، اور دین مہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں (۲) اگر زید بلا ادا کرنے دین مہر کے سبکدوش نہ ہو سکتا ہو تو دین مہر ہندہ کے ورثاء کو دیوے یا فقراء پر تقسیم کر دے (۳) از روئے شریعت ہندہ کے ورثاء اس کے میکہ والے ہیں یا سسرال والے یا اس کی اولاد۔ (۴) اگر ہندہ کے دین

ے رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۴ ۱۲ ظفیر ے رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۵ ۱۲ ظفیر فلو لاقل من ستۃ اشہر من وقت النکاح لا یثبت النسب ولا یرث منہ رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۴۰۱ ظفیر
ے الدر المختار علی ہامش رد المحتار فصل فی ثبوت النسب ج ۲ ص ۸۵۷ ظفیر

وہ پانے کی مستحق اس کی اولاد ہی ہے تو زید کا مال تو آگے ہی ان کا ہے۔

الجواب:۔ (۱) سبکدوش نہیں ہوتا، اور دین مہر اس کے ذمہ مثل تمام دیون کے باقی رہتا ہے کوئی وجہ ساقط ہونے کی نہیں [۱]۔ (۲) ہندہ کے ورثہ کو ملنا چاہیے [۲]۔ (۳) جب کہ ہندہ کے اولاد ہے تو ایک ربع تو اس کے شوہر کا ہے اور باقی اس کی اولاد وغیرہ کا (۴) پھر اگر ہے تو یہ دلیل اولاد کے نہ وارث ہونے کی کیوں ہوئی، علاوہ ازیں یہ کہنا کہ زید کا مال تو آگے ہی ان کا ہے درست نہیں، بلاشک اولاد بھی زید کے مال کی وارث ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ سوا اولاد کے اور کسی کا کوئی حق اس میں نہ ہو، اگر دوسرے ورثہ ہوں گے، ان کا حق بھی اس میں نکلے گا، اور یہ سب کچھ زید کی موت کے بعد ہے۔

عورت کا یہ کہنا کہ مجھ سے ہم بستر ہو تو اپنی ماں سے ہو، طلاق نہیں ہے، طلاق دے گا تو بھی مہر ضروری ہے۔

سوال (۱۲۴۹) ایک عورت نے کسی بات پر اپنے شوہر کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ ہم بستر ہو تو گویا اپنی ماں بہن کے ساتھ ہم بستر ہو، شوہر نے ہم بستر ہونا چھوڑ دیا اور طلاق دینے پر آمادہ ہے، اگر طلاق دیوے تو مہر دینا ہوگا یا نہ۔

الجواب:۔ اس صورت میں اس شخص کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی، عورت کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر اس عورت کو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے اور اگر طلاق دینا چاہے تو طلاق دے دے، اگر طلاق دے دے گا تو مہر ادا کرنا لازم ہوگا [۳]۔

رخصتی کے پہلے شوہر مر جائے تو مہر کتنا دینا ہوگا۔

سوال (۱۲۵۰) ہندوستان میں دستور ہے کہ بعض مرتبہ نکاح بالغ و بالغہ کا ہو جاتا ہے اور رخصت کی دوسری تاریخ مقرر ہوتی ہے،

---

[۱] شوہر مہر ادا کر دیتا یا بیوی معاف کر دیتی، یہاں ان دونوں صورتوں میں کوئی صورت پائی نہیں گئی، باقی موت تو اس سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے تجب العشرۃ ان سماھا او دونھا ویجب الاکثر منھا ان سمی الاکثر ویتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما الخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر جلد ۲ ص ۴۵۴، ظفیر)۔ [۲] اگر بال بچہ ہے تو ایک چوتھائی ورنہ نصف شوہر کا ہوگا، بقیہ دوسرے ورثہ کو پہنچے گا۔ وہ ادا کر دے یا ان سے معاف کرا لے ۱۲۔ ظفیر [۳] ویتأکد (ای المہر) عند وطئ او خلوۃ صحت الخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴) ظفیر

ایسی صورت میں اگر قبل رخصت خاوند فوت ہوجائے تو بیوی کو کتنا دین مہر دیا جاوے گا۔

الجواب:۔ اس صورت میں مہر پورا واجب ہے جیساکہ درمختار میں ہے ویتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت الخ او موت احدھما الخ[1]

سوال (۱۲۵۱) زید وعمرو دو بھائی حقیقی ہیں، یہ علیحدہ علیحدہ شہروں میں مقیم ہیں، عمر اپنے باپ کی جائداد پر قابض ہے، زید کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، زید نے اپنا ذاتی مکان دوسرے شہر میں بنا لیا ہے۔ زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا جس سے ایک لڑکی شادی شدہ موجود ہے، زید نے اپنا نکاح ثانی کیا، کچھ عرصہ کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، زوجہ زید کو دو سال بعد بکر نے نکاح کا پیام دیا، زوجہ زید نے بکر سے نکاح سے انکار کیا اور عظیم کے ساتھ نکاح کر لیا، عظیم و بکر کی پہلے سے مخالفت تھی اس نکاح سے اور زیادہ ہوگئی، جب زوجہ زید کے نکاح ثانی کی اطلاع عمرو داماد زید کو ہوئی تو وہ دونوں زید کے مکان پر آئے اور اس کی زوجہ سے کہا کہ مکان خالی کردو کیونکہ تم نے اپنا نکاح کر لیا ہے، اب تمہارا اس مکان میں کوئی حق نہیں رہا، سابقہ زوجہ زید نے کہا کہ یہ مکان میرا شوہر میرے مہر دین میں دے گیا ہے، میں اس پر قابض ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہے۔

عورت کہتی ہے کہ شوہر یہ مکان مہر میں دے گیا ہے ورثہ انکار کرتے ہیں کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ شرعاً شہادت کافی کسی طرف سے بھی نہیں ہے، نہ ادائے مہر کی اور نہ مکان کے مہر میں دئے جانے کی اس لئے کہ ادائے مہر کا گواہ صرف بکر ہے اور ایک شخص اگرچہ ثقہ بھی ہو، اس کی گواہی شرعاً معتبر نہیں ہوتی[2]۔ اور اس پر کوئی حکم شرعاً نہیں ہوسکتا، اور اس صورت میں تو وہ اس وجہ سے بھی مخدوش اور ناقابل اعتبار ہے کہ عداوت اس کی ظاہر ہے، اور مکان کا مہر میں ملنے کا بھی ثبوت نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف عورت کا بیان ہے لیکن چونکہ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ ترکہ میت سے اول دیون وغیرہ ادا کرکے جو کچھ باقی رہے وہ ورثاء کو ملتا ہے اور مہر بھی ایک

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴ ظفیر [2] ونصابھا لغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ الخ رجلان الخ او رجل وامراتان (الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب الشہادات ج ۴ ص ۵۱۵ و ۵۱۶) ظفیر

دین بذمہ شوہر ہے اور مہر کا ادا ہونا ثابت نہیں ہے اور عورت مدعی مہر کی ہے، لہٰذا اس کا مہر اول دلوایا جاوے گا، پس اگر میت نے یعنی زید نے کچھ اور ترکہ سوائے مکان کے چھوڑا ہو تو اس میں سے مہر ادا کیا جاوے گا، اور اگر سوائے مکان کے اور کچھ نہ چھوڑا ہو تو پھر مکان سے مہر دیا جاوے[1] گا۔ اور وارثوں کو یہ بھی اختیار ہے کہ مہر اپنے پاس سے ادا کریں اور مکان بقدر حصہ خود رکھ لیں اور علاوہ مہر کے آٹھواں حصہ عورت کا میراث کے طریق سے ہے اور نکاح ثانی کرنے سے اس کا مہر اور حصہ میراث ساقط نہیں ہوتا۔

مہر کی معافی کے دو گواہ ہیں کیا حکم ہے

سوال (۱۲۵۲) ہندہ نے اپنے شوہر خالد کو اس کی بیماری میں اللہ کے واسطے اپنا مہر معاف کر دیا، اس واقعہ کے دو عینی گواہ یہ شہادت دیتے ہیں، نادبخش کہتا ہے کہ میں مہر بخشنے کا گواہ ہوں، خالد نے کہا کہ مہر بخش دو، ہندہ نے کہا کہ اللہ کے واسطے معاف کیا فاضل کہتا ہے کہ ہندہ نے کہا کہ خدا کے واسطے میرا مہر معاف کیا، آیا یہ شہادت کامل ہے یا ناقص۔

الجواب:- یہ شہادت تو کافی ہے اگر دونوں گواہ عادل ہوں[2]، لیکن مرض الموت میں ہبہ کرنا دین معاف کرنا بحکم وصیت ہے[3]، اور وصیت وارث کے لئے درست نہیں ہے اس لئے مرض الموت میں مہر کا معاف کرنا معتبر نہ ہوگا، لیکن اگر دیگر ورثاء راضی ہوں تو وارث کے لئے وصیت درست ہو سکتی ہے اور وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے اس میں بھی اگر ورثاء راضی ہوں تو ثلث سے زیادہ میں بھی جاری ہو سکتی ہے[4]۔

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقصير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته (سراجي ص۵و۶) ظفير [2] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره الخ رجلان الخ او رجل و امرأتان (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الشهادات ج ۴ ص ۵۱۵ و ۵۱۶) ظفير [3] اعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث كما قدمنا (در مختار) قوله محاباته اي في الاجارة والاستئجار والمهر والشراء الخ (رد المحتار كتاب الوصايا باب العتق في المرض ج ۵ ص ۶۹۶) ظفير [4] لا لوارثه وقاتله الخ الا باجازة ورثته لقوله عليه السلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الوصايا ج ۵ ص ۶۷۵) ظفير

مہر معجل اور مؤجل وصول میں ایک ہیں یا الگ الگ۔

سوال (۱۲۵۳) کیا مہر معجل اور مؤجل بعد ہم بستری کے ادائیگی کی صورت میں ایک حکم رکھتے ہیں یا نہیں، یعنی زوجہ دونوں قسم کے مہر کل لے سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ در مختار میں ہے ویتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما الخ[1] شامی میں ہے افاد ان المھر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ او تنصفہ بطلاقھا قبل الدخول وانما یتأکد لزوم تمامہ بالوطئ ونحوہ الخ[2] اس روایت سے معلوم ہوا کہ دخول اور وطی سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے احتمال سقوط اور تنصیف کا نہیں رہتا بلکہ پورا مہر شوہر کے ذمہ واجب اور لازم ہو جاتا ہے لیکن مہر معجل تو عورت فوراً وصول کر سکتی ہے اور شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا فوراً لازم ہے اور مہر مؤجل کے وصول کا وقت طلاق یا موت ہے اس سے پہلے عورت مہر مؤجل وصول نہیں کر سکتی کما مر[3]۔

مہر مثل میں کس کا اعتبار ہوگا

سوال (۱۲۵۴) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، اس عورت کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد پھر زید نے اس کی دوسری بہن سے شادی کی اس سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں، زید کی پہلی بیوی کی پہلی لڑکی سے عمر نے نکاح کیا۔ اس کا انتقال ہو گیا، اس کے نکاح سے ۲۵ سال بعد عمر نے اس کی دوسری حقیقی بہن سے مہر مثل پر نکاح کیا، عمر کو اپنی پہلی بیوی (زید زوجہ اولیٰ کی بنت اولیٰ) کا مہر یاد نہیں رہا، اور نہ رجسٹر قاضی میں درج ہے اور نہ کوئی گواہ باقی ہے، زید کی زوجہ ثانیہ سے جو چار لڑکیاں ہوئیں، ان کا مہر ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپیہ ہے، عمر کی زوجہ ثانیہ کا مہر مثل کیا ہوگا۔

الجواب:۔ عمر کی دوسری زوجہ جو کہ حقیقی بہن ہے زوجہ اولیٰ متوفیہ کی تو جو مہر اس زوجہ کا ہے وہی پہلی زوجہ کا مہر مثل ہے۔ پس جب کہ گواہوں سے کوئی مقدار مہر کی ثابت نہیں ہے جو مہر اس زوجہ کا ہے وہی زوجہ سابقہ کا ہوگا اور اگر اس میں جھگڑا ہو تو علاتی بہنوں کے مہر کا اعتبار

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴ ۱۲ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴ ۱۲ ظفیر۔ [3] لو کان المہر مؤجلاً لیس لہا المنع قبل حلول الاجل ولا بعدہ (رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۴) ظفیر

ہوگا۔ وفی الخلاصۃ ویعتبر باخواتہا وعماتہا الخ درمختار[1] (جب یاد نہیں تو اس کی زوجہ ثانیہ کی دوسری بہنوں کا جو مہر ہے وہی مہر مثل قرار پائے گا کیونکہ باپ کے خاندان کا مہر، مہر مثل کہا جاتا ہے۔

مطلق مہر رواج کے مطابق مؤجل قرار پائے گا اور عورت کے لئے نان نفقہ کا دعویٰ جائز ہے۔

سوال (۱۲۵۵) ہندہ بالغہ کا نکاح ہمراہ زید بتقرر مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہوا، کوئی اظہار مؤجل یا معجل کا نہیں ہوا، عام رواج خاندانی ہندہ کا مہر مؤجل ہے اب ہندہ بوجہ ناموافقت شوہر خود جس میں زیادتی شوہر کی ہے مطالبہ مہر کرتی ہے آیا ناموافقت وعلیحدگی خاوند بلا اظہار طلاق جو ہندہ کے نکاح سے پانچ سات ماہ کے بعد سے بدستور ہے جس کو عرصہ پانچ سال گزر گیا ہے حکم اجل رکھتی ہے یا نہیں اور بصورت نہ رکھنے حکم اجل کے صورت موجودہ میں ہندہ مطالبہ مہر کر سکتی ہے یا نہیں، اور ہندہ حسب حیثیت اپنے خاوند کے نان نفقہ کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں۔

اور ہندہ اگر عدالت مجاز میں دعویٰ و چارہ جوئی اس بات کی کرے کہ یا طلاق دے دے یا حقوق زوجیت ادا کرے تو شرعاً اختیار حاصل ہے یا نہیں اور گناہ گار تو نہ ہوگی۔

الجواب:- ایسی حالت میں مہر مؤجل سمجھا جاتا ہے اور اجل کی ادائیگی کی موت شوہر ہے یا طلاق[2]، اور جب کہ شوہر حقوق زوجہ ادا نہیں کرتا تو عورت اپنے حقوق ونفقہ کا دعویٰ کر سکتی ہے، شوہر کو چاہیے اور اس پر واجب ہے کہ یا وہ حقوق زوجہ نان نفقہ وغیرہ ادا کرے، ورنہ طلاق دے دے کما قال اللہ تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان[3] اس کا حاصل یہ ہے کہ یا اچھی طرح عورت کو رکھے ورنہ طلاق دے دے اور بعد طلاق کے مہر کے وصول کرنے کا دعویٰ عورت کر سکتی ہے اور نفقہ بقدر حالہا یعنی بین بین شوہر کے ذمہ لازم ہے اس کو

---

[1] والحرۃ مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا الخ من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ کبنت عمہ وفی الخلاصۃ ویعتبر باخواتہا وعماتہا الخ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر مطلب فی بیان مہر المثل ج ۲ ص ۴۸۷ ظفیر [2] وان بینوا قدر المعجل یعجل ذلک وان لم یبینوا شیئاً ینظر الی المرأۃ والی المہر المذکور فی العقد انہ کم یکون المعجل لمثل ہذہ المرأۃ من مثل ہذا المہر فیعجل ذلک معجلاً ولا یتقدر بالربع ولا بالخمس وانما ینظر الی المتعارف الخ (عالمگیری کشوری باب المہر ج ۲ ص ۳۳۰ ظفیر [3] سورۃ البقرۃ رکوع ۲۹-۱۲ ظفیر

وہ بذریعہ عدالت بھی لے سکتی ہے اور عورت کی طرف سے یہ چارہ جوئی کہ یا شوہر نان نفقہ ادا کرے ورنہ طلاق دے دے موافق حکم شریعت کے ہے اس میں اس پر کچھ گناہ نہیں اور نفقہ اوسط درجہ کا بذمہ شوہر لازم ہوتا ہے یعنی عورت اور مرد دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہوتا ہے، مثلاً اگر عورت غریب ہے اور شوہر غنی تو متوسط درجہ کا نفقہ لازم ہوگا۔[1]

مہر میں جب اشرفی ہو تو اشرفی سے کون اشرفی مراد ہوگی۔

سوال (۱۲۵۶) ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور ایک سو ایک روپیہ اور ایک سو ایک اشرفی سکہ رائج الوقت مہر قرار پایا۔ اشرفی کی قیمت مختلف رہتی ہے تو اب ہندہ کو مہر کس حساب سے دیا جائے گا۔

الجواب:۔ بحکم المعروف کالمشروط مہر میں وہ اشرفی مراد ہوگی جو اس وقت یعنی بوقت نکاح مروج تھی اور اگر مختلف وزن اور مختلف قیمت کی اشرفیاں اس وقت مروج تھیں تو جس اشرفی کا زیادہ رواج ہو وہ مراد ہوگی اور اگر یہ معلوم نہیں کہ اس وقت اشرفی کس قیمت کی زیادہ مروج تھی تو جو کچھ عورت کہتی ہے اور اس کا مکذب کوئی نہیں ہے تو اسی کے قول کے موافق اسی اشرفی سے حساب مہر کا کیا جاوے گا۔

شوہر مفلس ہو تو کیا عدالت مہر کم کر سکتی ہے

سوال (۱۲۵۷) زید کا نکاح بتقرر مہر پانچ صد روپیہ ہمراہ مسماۃ مریم ہوکر کابین نامہ میں، باضابطہ پانصد روپیہ بوقت نکاح تحریر ہوا، کچھ عرصہ کے بعد فریقین میں تنازعہ ہوکر مسماۃ مریم کی طرف سے دعویٰ پانصد روپیہ زر مہر عدالت میں دائر کیا گیا، عدالت ابتدائی سے باعتبار تحریر کابین نامہ دعویٰ ڈگری ہوا لیکن عدالت سیشن وچیف کورٹ سے بلا رضامندی مسماۃ مریم مدعیہ بجائے پانصد روپیہ مہر کے بتیس روپیہ چھ آنے زر مہر کو بوجہ مفلسی ونا داری مدعا علیہ کے قائم رکھ کر باقی رقم مہر کو خارج کر دیا گیا شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ شرعاً وطی کے بعد پورا مہر لازم ہو جاتا ہے، شامی میں ہے وافادان المهر وجب بنفس العقد لكن مع احتمال سقوطه برد تها الخ وانما يتاكد لزوم تمامه

---

[1] فتجب النفقة للزوجة بنكاح صحيح الخ على زوجها الخ بقدر حالهما به يفتى (درمختار) كذا في الهداية وهو قول الخصاف وفي الولوالجية وهو الصحيح وعليه الفتوى (رد المحتار باب النفقة ج ۲ ص ۸۸۸) ظفیر۔ ۲ رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۴۔ ۱۲ ظفیر

بالوطی ونحوہ[1] الخ اور اگر شوہر مفلس بھی ہو تو مہر ساقط نہیں ہوتا بلکہ موخر ہو جاتا ہے۔ پس بالکل ساقط کر دینا مہر کا یا کم کر دینا خلاف حکم شرع ہے[2]۔

آنحضرت صلعم کی صاحبزادیوں اور ازدواج مطہرات کا مہر کتنا تھا۔

سوال (۱۲۵۸) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اکثر بنات وازدواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مہر کیا تھا، اور اس وقت سکہ رائج الوقت انگریزی سے تخمینہ کتنا ہوتا ہے۔

الجواب:۔ پانسو درہم تھا جو تقریباً سوا سو روپیہ ہوتا ہے[3]۔

مہر میں آنحضرت صلعم کی مطابقت افضل ہے یا حسب حیثیت

سوال (۱۲۵۹) امیر کبیر اگر مہر میں مطابقت کرے حضرات بنات وازدواج مطہرات کی تو یہ افضل اور موجب خیر وبرکت ہے، یا حسب حیثیت امراء کے لیے مہر افضل اور موجب خیر وبرکت ہے۔

الجواب:۔ زیادہ مہر کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا کہ وارد ہے لا تغالوا صدقۃ النساء[4] الحدیث لہذا متابعت بنات مکرمات وازدواج مطہرات کی اس بارے میں افضل ہے اگرچہ جائز زیادتی بھی ہے[5]۔

---

[1] رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴ ۱۲ ظفیر [2] قال فی البدائع واذا تاکد المہر بما ذکر لا یسقط بعد ذلک الا بالابراء (ایضاً) ظفیر [3] عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃ کم کان صداق النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ ونش قالت أتدری ما النش قلت لا قالت نصف اوقیۃ فتلک خمس مائۃ درھم رواہ مسلم [4] وعن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولٰکم بہا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا انکح شیئاً من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشر اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابو داؤد (مشکوٰۃ المصابیح باب الصداق ص ۲۷۷) پانچ سو درہم ایک سو سوا اکنیس تولے چاندی ہوتی ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اس کی قیمت سوا سو روپے ہوتی تھی، ہمارے اس زمانہ میں ساڑھے چھ سو روپے سے زیادہ ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲ ظفیر

[5] مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح باب الصداق ص ۲۷۷ ۱۲ ظفیر [5] حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے نقل کی جا چکی ہے، دیکھ لیں ۱۲ ظفیر

ہے۔ (اور بعض اہل علم نے موجودہ دور میں عورت کی بہی خواہی زیادتی ہی میں قرار دی ہے۔ ظفیر)

فاحشہ عورت جو شوہر کے گھر سے بھاگ جائے مہر پائے گی یا نہیں

سوال (۱۲۶۰) ایک عورت بعمر ۲۰ سالہ جس کے ماں باپ کو بخوبی علم تھا کہ یہ بدچلن ہو گئی، اسی بدچلنی کی وجہ سے وہ دو ایک مرتبہ گھر سے بھی بھاگی، اس بدنامی کو مٹانے کی غرض سے اس کا نکاح ایک ناواقف شخص سے بمہر پانسو روپیہ کے کر دیا، وہ عورت خاوند کے گھر آئی وہاں وہ چند ماہ رہی چونکہ اس کے ماموں کے ساتھ اس کا کچھ تعلق مشاہدہ ہوا، خاوند کے گھر آنے پر بھی اس کا ماموں اس کے پاس آتا جاتا رہا، خاوند نے اس وجہ سے اس کی روک ٹوک نہیں کی کہ یہ اس کا ماموں ہے، حالانکہ یہ اس کا سوتیلا ماموں تھا مگر کسی کو بھی اس بات کا گمان نہ ہو سکا لہذا اس کا آنا جانا نہیں روکا گیا، اس عرصہ میں اس کی نوکری کسی دوسری جگہ کی ہو گئی، تب اس عورت نے اپنا تمام زیور اور گھر میں جس قدر زیور اور تھا مع کپڑے وغیرہ کے لے کر آدھی رات کو وہاں سے بھاگی اور اپنے ماموں کے پاس چلی گئی، راستہ میں اس کا ایک چچا بھی ملازم تھا وہاں نہیں اتری اور نہ اپنے ماں باپ کے پاس گئی بعد تجسس بسیار کے پتہ ملنے پر چند آدمی وہاں گئے تو دیکھا۔ دراصل وہ ماموں کے پاس تھی وہاں سوائے اس کے ماموں کے اور کوئی نہ تھا ملی، چنانچہ اس کا باپ اس کو اپنے گھر لے آیا، کیا ایسی عورت مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں وہ مہر پانے کی مستحق ہے[۱]۔

مہر موجل جب چاہے وصول نہیں کر سکتی۔

سوال (۱۲۶۱) کیا مہر موجل سے یہی مراد ہے کہ زوجہ اپنے شوہر سے بعد خلوت صحیحہ جب چاہے زر مہر وصول کر سکتی ہے اور جب تک یہ دین مہر زوجہ اپنے شوہر سے وصول نہ کر لے کیا شوہر سے علیحدہ رہ سکتی ہے۔

الجواب: یہ حکم مہر معجل کا ہے کہ عورت جب چاہے وصول کر سکتی ہے مہر موجل کا یہ حکم نہیں ہے اس کے وصول کرنے کا وقت موت یا طلاق ہے[۲]۔

---

[۱] زنا کا وبال اور گناہ اس عورت پر ہے، مگر چونکہ وہ شوہر کے پاس رہ چکی ہے اس لئے اس کا پورا مہر شوہر پر واجب الاداء ہے والمهر يتاكد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين (عالمگیری کشوری باب المهر ج ۲ ص ۳۱۴) ظفیر [۲] لاخلاف لاحد ان تاجيل المهر

(باقی بر صفحہ ۲۴۳)

شوہر مہر مؤجل ادا کئے بغیر رخصتی کرا سکتا ہے۔ **سوال (۱۲۶۲)** شوہر بلا ادائے دین مہر مؤجل اپنی زوجہ کو رخصت کرا سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مہر مؤجل ہیں بیشک شوہر بدون ادائے مہر رخصت کرا سکتا ہے[1]۔

لڑکی والا شادی میں خرچ کرنے کے لئے مہر سے کچھ لے سکتا ہے یا نہیں۔ **سوال (۱۲۶۳)** لڑکی والا لڑکے والے سے کچھ حصہ مہر معینہ سے بطور مہر معجل قبل از نکاح لے سکتا ہے یا نہیں، اس وجہ سے کہ لڑکی کی شادی کے کاروبار میں یعنی ضروری اشیاء میں صرف کرے۔

الجواب:۔ لڑکی کے سامان کے لئے باپ کو مہر کا کچھ حصہ لے کر اس میں صرف کرنا جائز ہے کما فی ردالمحتار وفیہا قبض الاب المہر وہی بالغۃ اولا وجہزہا وقبض مکان المہر عیناً لیس لہا ان لا تجیز لان ولایۃ قبض المہر الی الآباء وکذا التصرف فیہ[2] الخ

طلاق کے بعد مہر کی ادائیگی میں لڑکی اور حمل دینا کیسا ہے۔ **سوال (۱۲۶۴)** ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک جلسہ میں طلاق دے کر گھر سے نکال دیا اور بعوض مہر مقررہ کے اپنی ایک دختر تین سالہ اور ایک حمل سات ماہ کا دیا، دختر اور حمل کا مہر میں دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ دختر اور حمل کو مہر میں دینا ناجائز اور لغو ہے مہر پورا شوہر کے ذمہ لازم ہے، اور مہر مال سے ہوتا ہے لڑکی اور حمل مہر نہیں ہو سکتا، قال اللہ تعالیٰ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ[3] الآیۃ

تنخواہ دیتے وقت شوہر نے کہا جو رقم خرچ سے بچ جاوے وہ مہر میں محسوب ہوگی کیا حکم ہے۔ **سوال (۱۲۶۵)** زید اپنی زوجہ کو بارہ سال سے اپنی پوری تنخواہ دیتا ہے جو گھر کے خرچ سے بہت زائد ہے اور

(بقیہ صفحہ ۲۴۲) الی غایۃ معلومۃ الخ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وھو الطلاق او الموت (عالمگیری کشوری باب المہر ج ۲ ص ۳۳۱ ظفیر)

(فوائد صفحہ ہذا) [1] واذا کان المہر مؤجلا الی اجل معلوم فقبل الاجل لیس لہا ان تمنع نفسہا للمستوفی فی المہر (ایضاً ج ۲ ص ۳۳۰) ظفیر [2] ردالمحتار باب المہر قبیل باب النکاح الرقیق ج ۲ ص ۵۰۸ ۱۲ ظفیر [3] سورۃ النساء ۴

زوجہ زید نے اس بیچ سے ایک معتدبہ رقم پس انداز کرلی ہے، پانچ سال تک زید نے باقی ماندہ رقم کے متعلق کچھ نہیں کہا لیکن پانچ سال بعد زید نے اپنی زوجہ سے یہ کہہ دیا کہ جو رقم تمہارے نفقہ اور ایک بچہ کے نفقہ اور میرے خرچ سے زاید موجود ہے مہر میں شمار میں ہوگی۔ اس صورت میں باقی ماندہ رقم مہر میں شمار ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں مابقی رقم مہر میں محسوب ہوگی۔ لتصریح الزوج بہ اور رقم نفقہ حسب عرف متعین ہو جاوے گی۔

مہر شوہر کی جائداد سے وصول ہوگا یا شادی کرنے والے کی

سوال (۱۲۶۶) زید بالغ ہے مگر اس کا کوئی ولی وارث نہیں ہے، ایک غیر شخص نے اس کا نکاح ایک بالغ العمر سے ایسی حالت میں کرایا کہ زید بالکل بے حس تھا اور اس کا مرض بتدریج بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ زید کا انتقال ہو گیا، زید کو خلوت صحیحہ کا موقع تک نہیں ملا۔ زید کے انتقال کے ایک ہفتہ بعد غالباً اس کی بیوی بھی فوت ہوگئی، بیوی کے وارث مہر کے مدعی ہیں، کیا شرعاً یہ مہر واجب الاداء ہے، اور ہندوستان میں اس کا کیا دستور ہے اور پنجاب میں کیا، کیا یہ مہر اس شخص پر واجب ہے جس نے زید کا نکاح کرایا تھا یا زید کی جائداد سے وصول ہوگا۔

الجواب:۔ مہر بذمہ شوہر پورا واجب ہوگیا، زید کی جائداد سے لیا جاوے گا اور یہ شرعی حکم عام ہے، ہندوستان اور پنجاب میں کچھ فرق نہیں ہے[1]۔

مہر معاف کرتے وقت کہا معاف کرتی ہوں لیکن اگر تمہارے لڑکوں نے جھگڑا کیا تو لے لوں گی کیا حکم ہے

سوال (۱۲۶۷) زینب نے عبداللہ نے ایک طویل سفر کے وقت مہر معاف کر دینے کی درخواست کی، زینب نے کہا کہ میں مہر معاف کرتی ہوں لیکن اگر تمہاری پہلی بیوی کے لڑکوں نے تمہارے بعد مجھ سے جھگڑا وغیرہ کیا تو میں عدالت کے ذریعہ سے ضرور اپنا مہر تمہارے ترکہ سے لوں گی، ورنہ معاف کرتی ہوں، تو آیا یہ دین مہر عنداللہ وعند القضاء معاف ہوگیا یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں عنداللہ مہر معاف ہوا نہ عند القاضی کما یصح تعلیق

---

[1] ویتأکد (المہر) عند وطئ او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۵۵۲) ظفر

الابراء عن الدّین لبشرط محض الخ درمختار

نکاح بعد مہر بڑھ سکتا ہے یا نہیں اور کیا اس کے لئے کوئی وقت مقرر ہے۔

سوال (۱۲۶۸) اگر بوقت نکاح زوجین بالغ ہوں اور دین مہر متعین ہو جاوے تو بعد نکاح اس مقدار معینہ دین مہر میں جو وقت نکاح قرار پایا تھا توسیع ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر ہو سکتی ہے تو حسب استدعا زوجہ یا شوہر خود بغیر استدعاء زوجہ بھی توسیع کر سکتا ہے، اگر توسیع جائز ہے تو بعد نکاح کس وقت، ہمہ وقت یا بعد خلوت صحیحہ۔

الجواب: در مختار میں ہے وما فرض الخ بعد العقد الخ او زید علی ما سمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس[1] الخ پس معلوم ہوا کہ مہر کا زیادہ کرنا بعد قبول کرنے عورت کے صحیح و معتبر ہے اور لازم ہو جاتا ہے خواہ عورت کی طلب پر ہو یا خود شوہر زیادتی کر دیوے اور بعد دخول کے ہو یا قبل دخول کے غرض یہ کہ کسی وقت ہو، لیکن وجوب اس زیادتی کا بعد دخول یا موت کے ہے اور اگر قبل دخول و خلوت طلاق ہو جاوے تو وہ زیادتی ساقط ہے۔ اصل مہر کا نصف لازم ہو جاتا ہے۔ ہکذا فی الدر المختار والشامی[2]۔

تجدید نکاح کی صورت میں مہر پھر از سر نو ہوگا اور بیوی دونوں مہروں کی مستحق ہوگی۔

سوال (۱۲۶۹) جب کسی کو تجدید نکاح کی ضرورت ہو تو ایجاب و قبول کے وقت مہر سابقہ کا اعادہ کیا جاوے یا از سر نو جداگانہ مہر مقرر کرنے کی ضرورت ہوگی، اور اس مہر کی تقرری میں عورت کو اختیار ہوگا یا کیا، اور مرد کو ہر دو مہر ادا کرنے ہوں گے یا کیا جب کہ مہر سابقہ بھی ہنوز ادا نہیں کیا ہے۔

الجواب: نکاح جدید میں مہر جدید ہوگا اور وہ باختیار عورت ہے جو مقدار وہ کہے وہی ہوگی، اور شوہر کو دونوں مہر ادا کرنے ہوں گے۔

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۳ ظفیر۔ [2] لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص بل تجب المتعة فی الاول ونصف الاصل فی الثانی (در مختار) قوله لا ینصف ای بالطلاق قبل الدخول بحر قوله ونصف الاصل فی الثانی ای فیما لو زاد بعد العقد (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۶ قبیل مطلب فی حط المهر) ظفیر۔ وتجب العشرة ان سماها او دونها ويجب الاكثر منها ان سمی الاكثر ويتأكد عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت (باقی ص ۲۴۶)

بیوی نے کہا طلاق دے گا تو مہر معاف کردوں گی شوہر نے قبول کر لیا اس نے معاف کر دیا اور شوہر نے طلاق نہیں دی تو کیا حکم ہے

سوال (۱۲۷۰) زوجہ زید نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو مجھ کو طلاق دے دے تو میں تمہارے مہر بخش دوں، زید راضی ہو گیا مگر عورت نے کہا کہ قسم کھاؤ، زید نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم اگر تو میرے مہر بخش دے گی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا، فوراً اس کی زوجہ نے مہر بخش دیئے اور زید نے طلاق دینے سے انکار کر دیا تو کیا اس صورت میں زوجہ زید مطلقہ مغلظہ ہوئی یا نہیں، اور اس کا مہر زید کو معاف ہوا یا نہیں۔

الجواب:- اس صورت میں اگر شوہر طلاق نہ دے گا تو مہر بھی معاف نہ ہوگا کیوں کہ مہر کی معافی عورت کی طرف سے بعوض طلاق کے تھی، پس جب کہ شوہر نے طلاق نہیں دی تو مہر بھی معاف نہیں ہوا[1] کیونکہ یہ معافی معلق تھی (ظفیر)

زنا کی وجہ سے مہر ساقط ہوتا ہے یا نہیں اور زانیہ بیوی کو معاف کر دینا کیسا ہے۔

سوال (۱۲۷۱) ایک عورت منکوحہ شوہر دار نے زنا کیا آیا بوجہ زنا کاری کے دین مہر ساقط ہو گیا یا بذمہ شوہر باقی رہا اگر اس عورت زانیہ کے اس خطا کو اس کا شوہر معاف کر دے تو مواخذہ قیامت اس پر رہے گا یا نہیں۔

الجواب:- زنا کی وجہ سے اس کا مہر ساقط اور باطل نہیں ہوا پورا مہر بذمہ شوہر لازم ہے اور زنا کاری اللہ کا گنہ ہے توبہ کرنے سے اور استغفار کرنے سے معاف اور ساقط ہو جاتا ہے اور شوہر کی بھی خیانت اور حق تلفی ہے وہ شوہر کے معاف کرنے سے معاف ہوتی ہے لیکن شوہر کے معاف کر دینے سے اللہ کا گنہ معاف نہیں ہوا وہ توبہ سے معاف ہوتا ہے اور جب صدق دل سے اللہ سے توبہ کر لی اور وہ توبہ قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے زنا کا گناہ معاف فرما دیا تو وہ معاف ہو گیا، شوہر معاف کرے یا نہ کرے، ہاں جو بے حرمتی اور خیانت شوہر کی ہوئی اس کا مطالبہ شوہر کی طرف سے ہو سکتا ہے اور وہ شوہر کے معاف کرنے سے ساقط ہوتا ہے اور

(بقیہ ص ۲۴۵) احدهما او تزوج ثانيا (در مختار) فيما لو طلقها بائنا بعد الدخول ثم تزوجها في العدة وجب كمال المهر الثاني بدون الخلوة والدخول (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۶) ظفير

[1] قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط ۱۲ ظفیر

شوہر سے بالاجمال بھی معاف کرا سکتی ہے، مثلاً یہ کہے کہ جو میں نے تمہاری خطا کی ہو وقصور کیا ہو وہ معاف کردو، اگر وہ معاف کردے تو جو شوہر کی حق تلفی ہوئی تھی وہ معاف ہوجاوے گی۔ فقط۔

حالت طلاق میں مہر کا فیصلہ کیا ہوگا۔

سوال (۱۲۷۲) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور حسب رواج مبلغ دو ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا، چند ماہ بعد نااتفاقی ہوگئی۔ جس کو تقریباً سات سال ہوئے اب وہ بموجب شرع فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ آیا حالت طلاق میں مہر وغیرہ کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب:- اگر طلاق بطریق خلع ہو یعنی اس طرح کہ عورت اپنا مہر معاف کردیوے اور شوہر طلاق دیوے تو بعد طلاق کے عورت مطالبہ مہر وغیرہ کا نہیں کر سکتی اور اگر شوہر دیسے ہی بلا عوض مہر وغیرہ کے طلاق دے دیوے تو پھر عورت اگر مدخولہ ہے اور خلوت ہوچکی ہے تو وہ پورا اپنا مہر لے سکتی ہے[۱] فقط

جب مہر کا پتہ نہ چلے تو کیا طے کیا جائے۔

سوال (۱۲۷۳) ہندہ کا انتقال ہوگیا، اب ہندہ کی ماں اور بھائی مسمی زید، بکر، عمرو، وغیرہ اپنی بہن ولڑکی مسمیٰ ہندہ کا دین مہر سو روپیہ مانگتے ہیں اور شوہر ہندہ ڈھائی سو روپیہ بتلاتا ہے مگر تحقیق کسی نہیں معلوم کہ کیا دین مہر مقرر ہوا تھا چونکہ قاضی وکیل وگواہان کا ووالدین دولہا ودلہن کا انتقال ہوگیا صرف ہندہ کی ماں ہے اس کو بھی یہ تحقیق معلوم نہیں ہے اور شادی دولہا دلہن کی دس سال کی عمر میں ہوگئی تھی اس وقت ہندہ کے بھائیوں کی عمر ۶ سال و ۸ سال تھی، بھائیوں کو بھی کچھ پتہ نہیں البتہ ہندہ کے چچازاد بہن جو ہندہ کے باپ کا پھوپھی زاد تھا اس کی لڑکی کا دین مہر کا غذ قاضی میں دو سو روپیہ کے تحریر ہے اور کوئی ہندہ کے حقیقی بہن دپھوپھی نہیں ہے کیا تعداد مقرر کی جائے گی۔

الجواب:- اس صورت میں ہندہ کے چچازاد بہن کا جو مہر ہے وہی ہندہ کا مہر مثل ہوگا، کما فی الدر المختار ومهر مثلها من قوم ابيها[۲] فقط

---

[۱] ويتأكد المهر عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما الخ ويجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة (الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر ۲ ص ۴۵۶) ظفیر

[۲] الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر مطلب في بيان مهر المثل ۲ ص ۴۸۷ ۱۲ ظفیر

مہر موجل قبل طلاق یا موت طلب نہیں کر سکتی اور بیوی کو شوہر کے یہاں رہنا ہوگا۔

سوال (۱۲۷۴) زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا۔ ہندہ زید کے گھر آتی جاتی رہی اور زید سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی، ہندہ کی والدہ کی خواہش یہ ہے کہ اس کا داماد اس کی لڑکی کو ان کے گھر رکھے اور وہاں خرچ دے، زید کہتا ہے کہ میں اپنے گھر رکھوں گا، ہندہ زوج کے گھر آنے سے انکار کرتی ہے، ہندہ یہ عذر شرعی پیش کرتی ہے کہ اگر زید مجھ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو اس کو اول میرے مہر ادا کرنے ضروری ہیں، جب تک مہر ادا نہ کرے گا میں اس کے گھر نہ جاؤں گی، شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا گیا، شوہر یہ کہتا ہے کہ میری زوجہ کا مہر معجل نہیں تھا، رسید نکاح جو میرے پاس ہے اس میں بلا صراحت لکھا ہے اور وقت نکاح بھی معجل کی صراحت نہیں کی گئی تھی، اگر مہر معجل ہوتا تو میں ادا کرنے کا مستحق ہوتا اور برادری میں یہ دستور ہے کہ وقت نکاح کوئی مہر نہیں دیتا اور نہ زوجہ قبل طلاق یا موت مطالبہ کرتی ہے لہذا مسماۃ ہندہ کا مہر اس وقت واجب الادا نہیں ہے اس کو مطالبہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے البتہ اس وقت وہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں یا میرا انتقال ہو جائے، خلاف طریقہ ودستور برادری اس وقت مطالبہ زوجہ ناجائز ہے اور زوجہ کو میرے ساتھ رہنے میں کوئی حق انکار حاصل نہیں ہے۔ آیا ہندہ کو زید کے یہاں جانا چاہیے یا نہیں اور کیا وہ قبل طلاق و موت مطالبہ کر سکتی ہے اور زوج کو شرعاً کیا کرنا چاہیئے اور زوج کا عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زوج اس بارہ میں حق پر ہے، جب کہ مہر معجل نہیں تو عورت مہر کا مطالبہ موافق عرف کے قبل طلاق یا موت کے نہیں کر سکتی، عالمگیریہ میں ہے وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموت[1] الخ　　اور عورت کو اس صورت میں شوہر کے گھر جانے سے انکار کا حق نہیں ہے۔ فقط

اختلاف کی صورت میں مہر کیا ہوگا۔

سوال (۱۲۷۵) ہندہ اپنے دین مہر کی تعداد سوا لاکھ روپیہ بیان کر کے زوج کے مقابلہ میں دعویدار ہوئی، زوج نے یہ جواب دیا کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر میں بعوض دین مہر مذکور اپنی جائداد جو تقریباً بیس ہزار کی ہے مدعیہ کی بطنی پسر کے نام کرنے

---

[1] عالمگیری مصری کتاب النکاح فصل حادی عشر ج ۲ ص ۲۹۵ ۱۲ ظفیر

کو تیار ہوں، دوران مقدمہ میں زوج کا انتقال ہوگیا اور اس کے پسر نے جو دوسری بیوی کے بطن سے ہے مقدمہ کی جواب دہی کی اور تعداد مہر ہندہ دوسو روپیہ اور پانچ اشرفی بتائی، اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا۔

الجواب:۔ ایسی حالت میں شرعاً مہر مثل کو دیکھا جائے گا۔ مہر مثل جس کے قول کے مطابق ہوگا، اس کے موافق کیا جاوے گا۔ وفالا یقضی بمهر المثل کحال حیاة وبه یفتی در مختار[1] فقط

سوال (۱۲۷۶) زید کا نکاح ۱۵ / جون ۱۹۱۶ء مسماۃ ہندہ کے ساتھ ہوا تھا۔ شادی کے بعد ہندہ زید کے گھر آتی جاتی رہی اور زید سے بعد شادی ہندہ کے حمل پڑ گیا، اور ۱۵ / اپریل ۱۹۱۷ء کو یعنی دس ماہ بعد ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی اور اب تک زندہ ہے، ہندہ کی والدہ کی خواہش یہ ہے کہ اس کا داماد اس لڑکی کو اس کے گھر رکھے اور وہاں ہی خرچ دے، زید کہتا ہے کہ میں اپنے گھر رکھوں گا، ہندہ اپنی والدہ اور دیگر عزیزان کے بہکانے سے اپنے زوج کے گھر آنے سے انکار کرتی ہے اور یہ عذر کرتی ہے کہ وہ اس کے گھر نہیں رہے گی اور نہ زوج کی ماں کے ساتھ رہنے پر رضامند ہے، اب ہندہ یہ شرعی عذر پیش کرتی ہے کہ اگر زید مجھ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو اس کو اول میرے مہر ادا کرنے ضروری ہیں، جب تک کہ میرے مہر ادا نہ کرے گا، میں اس کے گھر نہ جاؤں گی اور نہ زوج کو شرعاً بلا ادائے دین مہر مجھے میری والدہ کے یہاں سے لے جانے کا کوئی حق حاصل ہے چونکہ یہ شرعی مطالبہ زوجہ کا ہے اس لئے شوہر سے اس کا مطالبہ کیا گیا تو شوہر اس شرعی مطالبہ کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ میری زوجہ کا مہر معجل نہیں تھا، رسید نکاح جو میرے پاس ہے اس میں بلا صراحت لکھا ہے، یہ امر فی الواقع صحیح ہے مہر بلا صراحت ہے اور وقت نکاح بھی معجل کی صراحت نہیں کی گئی تھی، اگر مہر معجل ہوتا تو میں اس وقت ادا کرنے کا مستحق ہوتا اور نکاح کے وقت بھی تصریح نہیں کی گئی تھی، نیز مسماۃ کے لڑکی پیدا ہو چکی ہے اور اس کی عمر اس وقت تقریباً دو سال ہے اب اس کو اس مطالبہ کرنے کا کہ بلا ادائے مہر نہیں جا سکتی

مہر مؤجل کا مطالبہ طلاق یا موت سے پہلے نہیں ہو سکتا اور بیوی شوہر کے یہاں رہے۔

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار، باب المہر ج ۲ ص ۴۹۸ ۱۲ ظفیر۔

کوئی حق حاصل نہیں ہے اور برادری میں یہ دستور ہے کہ بوقت نکاح کوئی مہر نہیں دیتا اور نہ زوجہ قبل طلاق یا موت مطالبہ کرتی ہے اور زوجین میں اس طرح دبا لینا ہے لہذا مسماۃ ہندہ کے مہر اس وقت واجب الادا نہیں ہیں نہ اب اس کو مطالبہ کا کوئی حق حاصل ہے البتہ اس وقت مطالبہ کر سکتی ہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں یا میرا انتقال ہو جائے، خلاف طریقہ دستور برادری اس وقت مطالبہ زوجہ ناجائز ہے اور زوجہ کو میرے ساتھ رہنے میں کوئی حق انکار حاصل نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ حسب شرع شریف ہندہ کو زید کے یہاں جانا چاہیئے یا نہیں اور کیا وہ اس صورت مذکورہ بالا میں قبل طلاق و موت مطالبہ کر سکتی ہے اور زوج کو شرعاً کیا کرنا چاہیئے اور زوج کا عذر عند الشرع معتبر ہے یا نہیں۔ جواب معہ حوالہ کتب شرع شریف درج فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عقد نکاح میں مہر ایک لازمی امر ہے خواہ بوقت ایجاب و قبول زوجین میں تذکرہ مہر نہ کیا گیا ہو یا اس شرط کے ساتھ نکاح ہوا ہو کہ مہر نہ دیا جائے گا تب بھی مہر دینا لازمی ہوگا، مہر دو قسم کا ہوتا ہے ایک معجل اور ایک مؤجل، ہر ایک صورت مہر تصریح بوقت نکاح یا رواج بلاد پر موقوف ہے، مہر معجل کا مطالبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زوجہ ہر وقت کر سکتی ہے اگرچہ پہلے اپنے نفس کو حوالہ زوج کر چکی ہو اور وہ اپنے نفس کو تسلیم سے روکنے کے لیئے عدم ادا مہر معجل کا عذر کر سکتی ہے۔ صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں خلاف ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ بعد خلوۃ صحیحہ اور تسلیم نفس کے زوجہ کو مہر معجل کی عدم ادا کی وجہ سے کف نفس کا حق حاصل نہیں رہتا، یہی قول معتبر ہے۔

مہر مؤجل کا مطالبہ زوجہ قبل اجل نہیں کر سکتی نہ تسلیم نفس سے منع کر سکتی ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ مہر کی کچھ تصریح نہ ہو، ایسی صورت میں کوئی حصہ مہر یعنی ثلث یا نصف و ربع و خمس مقرر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ عرف اور رواج برادری کے موافق اس صورت میں حکم دلایا جائے گا۔ اگر برادری اور عرف میں ایسی صورت میں مہروں کا کوئی جزو دلایا جاتا ہے تو اسی قدر دلایا جائے گا ورنہ نہیں۔ صورت مسئولہ منسلکہ سائل میں یہ امر صاف ہے کہ زوجہ تسلیم نفس کر چکی ہے کیونکہ اس کی لڑکی موجود ہے، اور مہر کی کوئی تصریح نہیں ہے، تو اب عورت کو کوئی حق کف نفس کا باقی

نہیں رہتا اور اس کو شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہیے، زوجہ کا یہ عذر کہ میں والدہ زوج کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی شرعاً قابل پذیرائی ہے۔ وہ والدہ زوج کے ساتھ رہنے پر شرعاً مجبور نہیں کی جائے گی بلکہ زوج ہندہ اپنی زوجہ کو علیحدہ مکان میں رکھے اور وہاں دونوں رہ کر حقوق زوجین باہم ادا کریں، اس وقت عورت کا مطالبہ مہر قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ سوال میں صاف الفاظ میں مہر کی تصریح نہیں ہے برادری میں یہ رواج ہے کہ قبل طلاق اور موت مہر دن کا لینا دینا نہیں ہوتا، زمانہ حیات زوجین میں نہ کوئی لیتا ہے نہ کوئی دیتا ہے بلکہ بعد طلاق یا موت مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس صورت میں خلاف رواج برادری عورت کو کوئی حق مطالبہ مہر کا نہیں ہے اور نہ اس وجہ سے وہ کف نفس کر سکتی ہے ملاحظہ ہو "بہشتی زیور حصہ چہارم مطبوعہ کانپور ص۱۹ بیان مہر" ہندوستان میں دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق یا موت یعنی مر جانے کے بعد ہوتا ہے جب طلاق مل جاتی ہے تب مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا ہو تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعویدار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بی بی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کی پیشگی دینے کا دستور ہے، اتنا دینا واجب ہے ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا، البتہ مہر معجل بوقت نکاح قرار پائیں اور رواج برادری اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں رواج برادری بمقابلہ تصریح وقبول شوہر متروک سمجھا جائے گا اور مقبولہ زوجین کو ترجیح دی جائے گی، پس خلاصہ یہ ہے کہ زوجہ کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہیے اب انکار کا کوئی حق اس کو حاصل نہیں مہروں کا مطالبہ وہ بعد طلاق یا موت کر سکتی ہے، شوہر کو چاہیے کہ زوجہ کو اپنے ساتھ رکھے اور حقوق زن ادا کرتا ہے صورت مسئولہ میں شوہر کا عذر قابل قبول واعتبار ہے اور اس کا عذر عند الشرع معتبر ہے۔ کما جاء فی کتب الفقہ ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۳۳۸

ولو دخل الزوج بها او خلا بها برضاها فلها ان تمنع نفسها عن السفر به حتی تستوفی جمیع المهر علی جواب الكتاب والمعجل فی عرف دیارنا عند ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی وفی منع النفس بقولهما وان بينوا قدر المعجل

بعجل ذلک وان لم یبینوا شیئا ینظر الی المرأة والی المهر المذکور فی العقد انه کم یکون المعجل مثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فیعجل ذلک معجلا ولا یقدر بالربع ولا بالخمس وانما ینظر الی المتعارف وان شرطوا فی العقد تعجیل کل المهر یجعل الکل معجلاً ویترک العرف کذا فی فتاوی قاضی خان بحرالرائق جلد ثالث مصری ص۱۹۱۔ بحث کف نفس فی الفتیا یعنی بعد الدخول لا تمنع نفسها ولو منعت لا نفقة لها زیلعی جلد ثانی مصری ص۱۵۵ قال ابویوسف ومحمد رحمهما الله اذا دخل بها برضاها او خلا بها لیس لها ان تمنع نفسها و تزتب علیها استحقاق النفقة لهما ان المعقود علیه قد صار مسلما الیه بالوطأة او بالخلوة ولهذا یتاکد جمیع المهر فلم یبق لها حق الحبس کالبائع اذا سلم المبیع بخلاف ما اذا کانت مکرهة الخ مجمع الانهر جلد اول مصری ص۳۵۸ وللمرأة منع نفسها من الوطی والسفر بوفیهما تقدر ما بین تعجیله من مهرها کلاً او بعضاً ولها السفر والخروج من المنزل ایضاً ولها النفقة لو منعت نفسها کذلک وهذا قبل الدخول وکذا بعده عند الامام لان المهر مقابل لجمیع الوطأت الموجودة فی الملک فاذا سلمت بعض المعقود علیه لا یسقط حقها فی حبس الباقی کما سلم البائع بعض المبیع خلافاً لهما فیما کان الدخول برضاها وفی الایضاح انه قول الامام اولی لان التسلیم المعقود علیه یحصل بالوطأة الاولی فیسقط حق امتناعها کما یسقط حق البائع فی حبس الجمیع بعد تسلیمه قید برضاها لانها مکرهة فلها المنع اتفاقاً فتاوی قاضیخان برحاشیه فتاوی عالمگیری ص۳۵۲ بحث حبس نفس اذا وجدت المرأة ولها مهر معلوم کان لها ان تحبس نفسها لاستیفاء المهر وان کان من موضع یعجل البعض ویترک الباقی فی الذمة الی وقت الطلاق او الموت کما هو عرف دیارنا کان لها ان تحبس نفسها لاستیفاء المعجل وهو الذی یقال فی الفارسیة دست پیمان ولیس لها ان تطالب کل المهر فان بینوا قدر المعجل یعجل ذلک وان لم یبینوا شیئاً ینظر الی المرأة والی المهر المذکور فی العقد انه کم یکون المعجل لمثل

هذه المرأة مثل هذا المهر فيعجل ذلك معجلاً ولايقدر ذلك بالربع ولا بالخمس وانما ينظر الى
المتعارف فلان الثابت عرفاً كالثابت شرطاً وان شرطا فى العقد تعجيل كل المهر يعمل الكل معجلاً
ويترك العرف شامى جلد ثانى مصرى ص ۳۶۸ - بحث منع نفس زوجه او اخذ قدر
مايعجل لمثلها عرفاً اى ان لم يبين تعجيله او تعجيل بعضه فلها المنع لاخذ
مايعجل لها منه عرفاً وفى الصيرفيه الفتوى على اعتبار عرف بلدهما من غير
اعتبار الثلث او النصف وفى الخانية يعتبر التعارف لان الثابت عرفاً كالثابت
شرطاً تبيين الحقائق جلد ثانى مصرى ص ۱۵۵ - بحث منع نفس اعلم ان المهر مذكور
منها ما تعورف تعجيله حتى لا يكون لها ان تحبس نفسها فيما تعورف تاجيله الى
الميسرة او الموت او الطلاق ولو كان حالاً لان المتعارف كالمشروط وذلك يختلف باختلاف
البلدان والازمان والاشخاص هذا اذا لم ينصا على التعجيل او التاجيل اما
اذا نصا على تعجيل المهر او تاجيله فهو على ما شرطا حتى كان لها ان تحبس
نفسها الى ان تستوفى كله فيما اذا شرط تعجيل كله وليس لها ان تحبس نفسها
فيما اذا كان كله مؤجلاً لان التصريح اقوى من الدلالة فكان اولى فقط
والله تعالى اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند یکم رجب ۱۳۳۷ھ

بدچلنی کی وجہ سے طلاق میں بھی مہر واجب ہے۔

سوال (۱۲۷۷) جو عورت بدچلن ہو اور بدچلنی کی وجہ سے اس کا خاوند طلاق دے دیوے تو مہر کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ اگر طلاق بعد دخول یا خلوت کے دی گئی تو پورا مہر شوہر کے ذمہ ادا کرنا لازم[1] ہے، اور شوہر کی طرف سے جو کچھ شادی میں خرچ ہوا وہ مہر میں نہیں شمار ہوگا اور جو زیور عورت کو دیا گیا اس میں اگر نیت مہر میں دینے کی کی گئی اور عورت کی ملک کر دیا گیا، وہ البتہ مہر میں شامل ہوگا۔ فقط۔

---

[1] والمهر يتأكد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة وموت احد الزوجين (عالمگیری کشوری کتاب النکاح باب المہر فصل ثانی ج ۲ ص ۳۱۴) ظفیر۔

جو روپیہ نکاح کے نام پر لیا گیا وہ رشوت ہے مہر میں محسوب نہ ہوگا۔

سوال (۱۲۷۸) ایک شخص نے ایک عورت سے اس کے باپ کو کچھ روپیہ دے کر اپنے لڑکے کا نکاح کیا کچھ روز بعد عورت کا شوہر مر گیا پھر اس کے شوہر متوفی کے باپ نے دوسرے شخص سے وہ روپیہ واپس لے کر اس عورت کا نکاح کرا دیا، ایسی صورت میں وہ روپیہ جو شوہر ثانی کی طرف سے دیا گیا اس کے مہر میں محسوب ہوگا یا نہیں۔

الجواب:۔ وہ روپیہ رشوت ہے شوہر کے باپ کو وہ روپیہ لینا درست نہیں ہے واپس کرنا چاہیے اور مہر میں وہ روپیہ بدون تصریح اس کے کہ یہ روپیہ مہر کا ہے محسوب نہیں ہو سکتا ہے۔ فقط۔

شوہر قبل خلوت مر جائے تو مہر کا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۷۹) ایک لڑکی بالغہ کا نکاح ہوا مگر قبل خلوۃ صحیحہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا، ایسی حالت میں اس کے لئے عدت دس دن چار ماہ واجب ہے یا نہیں اگر اس نے قبل دس دن چار ماہ کے نکاح ثانی کر لیا، تو نکاح جائز ہوا یا نہیں، دین مہر پورا واجب ہے یا نہ۔

الجواب:۔ مہر کل واجب ہے کیونکہ شوہر کے مرنے کی صورت میں زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ پورا مہر شوہر کے ترکہ سے دلوایا جاوے گا۔[1] فقط

مہر معجل میں جب شوہر مفلس ہو تو کیا ہوگا۔

سوال (۱۲۸۰) میری زوجہ کو اس کے والدین نے ورغلا کر اپنے گھر روک لیا ہے اور میرے اوپر مہر کا دعویٰ عدالت میں کرا دیا ہے اور بوقت نکاح کے میرے سے ایک اسٹامپ اور قاضی کے رجسٹر پر ایک ہزار کا مہر معجل درج کرا لیا تھا اور میں ایک نوکری پیشہ آدمی ہوں کوئی کافی جائداد میرے پاس موجود نہیں ہے کہ میں مہر معجل ادا کروں، عرصہ ڈیڑھ سال سے بیکار ہوں، فاقہ کشی پر نوبت آگئی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے کچھ کمی مہر میں ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں پورا مہر شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہے اور مہر معجل کا

---

[1] ویتأکد (ای المهر) عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار باب المهر ۲/۳۵۷) ظفیر

مطالبہ عورت ہر وقت کر سکتی ہے[1]، باقی مفلسی کی وجہ سے وہی احکام جاری ہوں گے جو مدیون مفلس کے لیئے ہوتے ہیں یعنی بعد اس کے کہ حکام کو اس کا مفلس ہو جانا محقق ہو جاوے تو اس کو مہلت دی جاوے گی یا کوئی قسط ادا کے لیئے حسب استطاعت شوہر معین ہو گی۔ فقط

عورت سے مہر کے متعلق نہیں پوچھا اور شرع محمدی پر نکاح کر دیا گیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۸۱) - نکاح پڑھتے وقت عورت سے اجازت لے کر نکاح پڑھا گیا۔ لیکن دین مہر کی اجازت لینا عورت سے بھول گئے بلکہ خاوند سے دریافت کیا اس نے شرع محمدی مہر کی اجازت دی اس صورت میں نکاح صحیح ہوا یا نہ اور مہر کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب :- اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا اور مہر کے جس مقدار پر عورت راضی ہو وہ درست ہے اگر عورت اسی مہر پر راضی ہے جو شوہر نے کہا تو وہی صحیح ہے ورنہ جو کچھ عورت کہے اور مرد اس کو قبول کر لیوے وہی مقدار مہر کی لازم ہو گی[2]۔

جو مکان مہر میں لکھ دیا وہ عورت بیچ سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۲۸۲) زلفو نے اپنے لڑکے محمد حسین کا نکاح حسین بخش کی لڑکی سے کیا اور حسین بخش نے اپنی لڑکی کا مہر دو سو روپیہ مقرر کیا اور زلفو نے اپنے لڑکے محمد حسین کے مہر کے عوض میں اپنی جائداد میں سے ایک مکان مہر کے عوض میں لڑکے کی بیوی کے نام لکھ دیا، یہ درست ہے یا نہیں، اور زلفو اس مکان کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب :- وہ مکان حسین بخش کی دختر کا ہو گیا، مسمی زلفو کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے[3]۔ فقط

مہر کا مطالبہ شوہر کے بعد اس کے باپ سے کیسا ہے

سوال (۱۲۸۳) زید بالغ کا نکاح بولایت والد

---

[1] ولها منعه من الوطؤ ودواعیہ والسفر بها ولو بعد وطؤ وخلوۃ رضیتهما الخ لاخذ ما بین تعجیله من المهر کله او بعضه او اخذ قدر ما یعجل لمثلها عرفاً (الدر المختار علی هامش رد المختار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۲) ظفیر۔

[2] ویصح النکاح وان لم یسم فیه مهراً الخ ثم المهر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل (هدایہ) والمهر هو المال یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ منافع البضع (عنایۃ علی هامش فتح القدیر باب المهر ج ۳ ص ۲۰۴) ظفیر

[3] اس لئے کہ مہر عورت کا حق ہے اور وہی اس کی مالک ہے ثم المهر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل (ہدایۃ) ظفیر

ہندہ کے ساتھ ہوا، زید وہندہ ہر دو کا کفیل زید کا والد رہا، اب زید کا انتقال ہوگیا، کوئی جائداد نہیں چھوڑی، ہندہ مہر اپنا زید کے والد سے شرعاً وصول کرنے کی مجاز ہے نہیں۔

الجواب:۔ مہر ہندہ کا بذمہ اس کے شوہر زید کے تھا، زید کے والد سے بدون اس کے ضامن ہونے کے ہندہ مطالبہ مہر کا نہیں کر سکتی۔[1]

اولاد ہونے سے مہر میں کمی تو نہیں ہوئی۔

سوال (۱۲۸۴) ایک شخص کی زوجہ بارہ سال سے اپنے والدین کے یہاں ہے، اس بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، شوہر نے ہر چند لانے کی کوشش کی مگر سسرال والوں نے انکار کیا، شوہر نے دوسری شادی کرلی، سسرال والوں نے مہر اور نان نفقہ کی بابت نالش کردی ہے، آیا اولاد ہونے سے عورت کے مہر میں کچھ کمی ہوجاتی ہے اور جب کہ مہر دیا جائے گا تو نان نفقہ بھی دیا جائے گا یا نہیں، اور دونوں اولاد والدہ کی ہمراہ ہے۔ اور شوہر کہتا ہے کہ مہر تو میں دوں گا، مگر میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے میرا ارادہ ہے کہ میں قسط سے مہر ادا کردوں، یہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اولاد کے ہونے سے مہر میں کمی نہیں ہوتی، مہر پورا بذمہ شوہر اس صورت میں لازم ہے[2]۔ لیکن چونکہ عورت کو اس کے والدین بے وجہ شوہر کے گھر نہیں بھیجتے اس لئے نفقہ عورت کا بذمہ شوہر کے اس صورت میں لازم نہیں ہے[3]۔ اور اولاد کا نفقہ بلاشک لازم ہے[4]

[1] وصح ضمان الولی مهرها الخ وتطلب ایّاً شاءت من زوجها البالغ او الولی الضامن فان ادّیٰ رجع علی الزوج ان امر کما هو حکم الکفالة (درمختار) لانه لایطالب بلاضمان (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۷۹ و ج ۲ ط ۳۹۰) ظفیر۔

[2] ومن سمی مهرا عشرة فما زاد فعلیه المسمی ان دخل بها او مات عنها لانه بالدخول یتحقق تسلیم المبدل وبه یتاکد البدل (هدایه باب المهر ج ۲ ص) ظفیر۔

[3] فاما اذا امتنعت عن الانتقال الخ واما اذا کان الامتناع بغیر حق الخ فلا نفقة لها وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه (عالمگیری مصری باب فی النفقات ج ۲ ص ۴۸۵) ظفیر۔

[4] نفقة الاولاد الصغار علی الاب لایشارکه فیها احد (ایضاً فصل نفقة الاولاد ج ۲ ص ۲۹۶) ظفیر

اور مہر کے مطالبہ کا حق عورت کو یا اس کے ورثہ کو جب کہ مہر مؤجل ہو بعد طلاق کے یا موت کے ہے کذا فی الدر المختار والشامی وغیرہ تما اور بعد وجوب کے مہر اگر فی الحال کل ادا نہ ہو سکے تو بیوی زوجہ اور اس کے ورثہ کے ذمہ دین رہ سکتا ہے لیکن ابھی تو شوہر مہر کے دینے میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مہر مؤجل ہے اور میں نے طلاق نہیں دی تو ابھی مہر کا حق میرے ذمہ نہیں ہو سکتا ہے اور اگر شوہر کو یہ عذر کرنا نہیں ہے اور فی الحال ادا کرتا ہے تو قرضہ ذمہ کر دیوے۔ فقط

فارغ خطی قبول کرنے اور شوہر ... ہے مہر لے سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۲۸۵) زوجین میں بہت زیادہ ناموافقت تھی ایک روز چند اشخاص کو جمع کر کے ان کے روبرو عورت کو فارغ خطی دی اور عورت نے بھی قبول کر لی اور دوسرا شوہر کر لیا، اب پہلے شوہر سے مہر لے سکتی ہے یا نہیں حالانکہ پہلے شوہر نے ایک دفعہ بھی جرح نہیں کیا۔

الجواب: قال فی الدر المختار ویسقط الخلع والمبارأة کل حق لکل منهما علی الآخر مما یتعلق بذلک النکاح قوله کل حق یشمل المهر والنفقة والمفروضة والماضیة والکسوة کن لک[۲] الخ شامی پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں بعد فارغ خطی کے ذمہ شوہر لازم نہیں رہا اور دعوی عورت کا دربارہ مہر وغیرہ شوہر اول پر باطل ہے۔

مقدار مہر پر بحث اور اس کا فیصلہ

سوال (۱۲۸۶) اس طرف یورپ میں عام طور سے امیر غریب سب کا مہر چالیس ہزار مقرر کرتے ہیں اور جو مہر ازواج مطہرات اور حضور کی صاحبزادیوں کا ہے اس کو ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، زید جو کہ عربی خواں طالب علم ہے اس کی نسبت پھوپھی زاد ہمشیرہ سے ہوئی ہے، اب نکاح کی تجویز ہے اور لڑکی کے والدین چالیس ہزار سے کم پر کسی طرح راضی نہیں، زید کہتا ہے کہ مہر مروجہ کے ساتھ نکاح کرنے میں شریعت مجھ کو عاصی ٹھہراتی ہے اس واسطے کہ اول تو شریعت نے اس شخص کو جو ادائیگی مہر کی نیت نہ رکھے حکماً زانی قرار دیا ہے چنانچہ ابن حجر مکیؒ زواجر عن اقتراف الکبائر میں لکھتے ہیں السابعة والستون بعد المائتین ان یتزوج امرأة وفی عزمه انه لا یوفیها صداقها لو طلبته اخرج الدیلمی بسند رجاله

---

[۱] الا ان یتاجیل بطلاق او موت، الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر ج۲ ص۲۹۲ نمبر ۲۔ دیکھے
رد المحتار، باب الخلع ج۲ ص۷۷۶، ظفیر

ثقات انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قل من المہر اوکثر لیس فی نفسہ ان یؤدی الیہا حقہا فمات ولم یؤد الیہا حقہا لقی اللہ یوم القیامۃ وھو زان انتہی[۱] اور میں حیثیت موجودہ کے اعتبار سے تقریباً آٹھ دس ہزار سے زائد کا متحمل نہیں اگر میں چالیس ہزار پر راضی ہوجاؤں تو ظاہر ہے کہ میری صحیح نیت ادائیگی کی نہیں ہے اور چالیس ہزار مہر مقرر کرنا دراصل جائز تھا تو اب اس کو لازم اور مثل واجب کے سمجھنا اور سنت کی تحقیر کرنا سخت مذموم ہے، ایسی حالت میں حکم شرعی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدار مسنون سے مہر میں زیادتی نہ کی جاوے اور اگر اس وقت کسی قدر زیادہ بھی ہو جو قلب پر گراں نہ ہو تو یہ بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے تاکہ رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ کی نوبت آئے شرعاً جو حکم ہو تحریر کیجیے۔

الجواب:۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مہر کا کم ہونا بہتر ہے اور حیثیت سے زیادہ ہونا تو کسی طرح مناسب نہیں ہے حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولیٰ کم بھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا انکح من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ[۲] اس روایت سے بنات وازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر بارہ اوقیہ ۴۸۰ درہم ہونا معلوم ہوا، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں ساڑھے بارہ اوقیہ وارد ہیں جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں اور یہ باعتبار اکثر ازواج کے ہے کیونکہ حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر چار ہزار درہم تھا، حضرت ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا کہ اگر یہ شبہہ کیا جاوے کہ حضرت عمرؓ کا مہر کی مقدار زیادہ بڑھانے سے منع فرمانا آیت کریمہ وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا[۳] کے منافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیت سے بہت بڑا خزانہ بھی مہر میں مقرر کرنا جائز معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے، آیت سے جواز مہر کی زیادتی کا معلوم ہوتا ہے اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو یہاں تک کہ خزانہ ہو، اور حضرت عمرؓ کے ارشاد سے فضیلت کمی مہر کی معلوم ہوتی ہے پس کچھ تعارض نہ رہا کیونکہ

---

[۱] الزواجر عن اقتراف الکبائر ص۔ ظفیر۔ [۲] مشکوۃ عن احمد والترمذی وغیرہما، باب الصداق ص۲۷۷ ظفیر۔

[۳] سورۃ النساء ۔۳۔ ظفیر۔

حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ مقدار کثیر مہر کی مقرر کرنا جائز اور درست ہے لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ مقدار مہر کی کم ہو، پس یہی جواب صورت مسئولہ میں ہے کہ چالیس ہزار روپیہ یا اس سے بھی زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے۔ اگرچہ حیثیت شوہر اس قدر نہ ہو اور ادا کرنا دشوار معلوم ہو اور نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن افضل اور بہتر اور موافق سنت کے یہ ہے کہ مہر کی مقدار کم ہو اور حیثیت سے زیادہ تو کسی طرح نہ ہو۔

باقی زید کا یہ خیال کہ مہر مروجہ کے ساتھ نکاح کرنے میں شریعت مجید کو عاصی اور مرتکب حرام ٹھہراتی ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ فقہاء حنفیہ یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر نکاح کے وقت مہر کی نفی بھی کردے کہ میں مہر نہ دوں گا تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے اور مہر مثل وہی ہے جو اس خاندان میں مروج ہو، پس اگر نیت نہ دینے کی ہو تو بدرجہ اولیٰ نکاح صحیح ہو جاوے[1] گا، اور روایت جو زواجر سے منقول ہے اس میں لفظ حقہا کا ہے جو جملہ حقوق کو شامل ہے یہاں تک معاشرت اور نفقہ وغیرہ کو بھی، پس جس شخص کی نیت نکاح میں یہ ہو کہ میں کوئی حق زوجہ کا ادا نہ کروں گا نہ مہر دوں گا نہ نفقہ نہ مسکن نہ لباس نہ صحبت وغیرہ تو اس کے عاصی عنداللہ ہونے میں کیا شبہ ہے، اور واضح ہو کہ نیت ادا اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ اگر ہو سکا تو ادا کردوں گا ورنہ معاف کرالوں گا تو اس صورت میں لاکھوں روپیہ بھی مہر مقرر ہو تو گنجائش نکل سکتی ہے، بہر حال حاصل یہ ہے کہ زیادتی مہر کے جواز میں تو کلام نہیں ہے اور نہ نکاح کے منعقد ہونے میں کلام ہے اور قبول کرنا زیادہ مقدار مہر کا سبب معصیت بھی نہیں ہے البتہ کمی کرنا مہر کا بہت ثواب اور فضیلت رکھتا ہے اور جملہ اقوام شرفاء وغیر شرفاء کو اس رسم زیادتی مہر کو جو کہ درجہ مغالاۃ میں ہے ترک کرنا چاہیئے اور کمی مہر کا رواج دینا چاہیئے۔

لاولد عورت کے مہر کے وارث اس کی ماں بہن ہیں یا نہیں اور ان کے معاف کرنے سے معاف ہوگا یا نہیں

سوال (۱۲۸۷) میری اہلیہ کا لاولد انتقال ہوگیا، والدین اور بہن بھائی موجود ہیں، اگر مرحومہ کے والدین اپنا ترکہ مہر بطیب خاطر معاف کردیں تو میں دین سے سبکدوش ہو سکتا ہوں یا نہیں۔

---

[1] وکذا یجب المهر المثل فیما اذا لم یسم مهرا او نفی ان وطئ الزوج او مات عنها (درمختار) قوله او نفی بان تزوجها علی ان لا مهر لها (ردالمحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۲) ظفیر

الجواب :- اس صورت میں مرحومہ کے بہن بھائی وارث نہیں ہیں. والدین اور شوہر وارث ہیں، پس والدین اگر اپنا حصہ مہر بحق شوہر معاف کردیں تو شوہر بری الذمہ ہو جاوے گا۔

معافی صراحتاً ہونی چاہیئے۔

سوال (۱۲۸۸) مرحومہ کا ترکہ مہر بازیور وظروف ثیاب وغیرہ کے اس کی والدین سے معافی کے لئے کنایۃً مثلاً مطالبہ نہ کرنا یا تصرف میں دخیل نہ ہونا کافی ہے یا صراحۃً الفاظ معافی شرط ہیں۔

الجواب :- مطالبہ نہ کرنا یا دخیل نہ ہونا کافی نہیں ہے، صراحۃً معافی کے الفاظ کہنا ضروری ہے۔

مرزائی شوہر سے فسخ نکاح کے بعد عدت ومہر کا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۸۹) ہندہ اور خالدہ نے اپنے اپنے شوہروں سے جو مرزائی تھے فسخ نکاح کر لیا اس وجہ سے کہ وہ کافر ومرتد ہیں کیا فی الواقع علماء کا ایسا فتویٰ ہے اور مہر وعدت ووراثت کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب :- فی الواقع مرزائیوں کے بارے میں ایسا ہی فتویٰ ہے ان کا کافر ومرتد ہونا متفق علیہ ہو گیا ہے لہٰذا کوئی عورت سنیہ مسلمہ ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی علیحدگی ضروری ہے اور مہر وعدت لازم ہے اور وراثت ثابت نہ ہوگی[1]۔ فقط

شوہر پاگل ہو تو مہر کا مطالبہ کس سے ہو اور کب۔

سوال (۱۲۹۰) ایک شخص کا نکاح ایک عورت سے ہوا، رخصتی سے پہلے وہ شخص پاگل ہو گیا اور گھر سے نکل گیا، جس کو نکلے ہوئے تقریباً چھ سال گزر چکے، اب تک کچھ پتہ اس کی موت وحیات کا معلوم نہیں، لڑکی کے والدین مہر طلب کرتے ہیں اس صورت میں لڑکے کے ورثہ کے ذمہ مہر واجب ہے تو کس قدر، نیز لڑکی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب :- مہر مؤجل کا حکم شرعاً یہ ہے کہ بعد طلاق یا موت احد الزوجین اس کا مطالبہ عورت یا اس کے ورثہ کر سکتے ہیں، پس اس صورت میں کہ زوج مفقود الخبر ہے. جب تک اس کی موت کا حکم نہ کیا جاوے اس وقت تک عورت اور اس کے والدین مطالبہ دین مہر

---

[1] ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد الخ ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر عن صاحبہ دخل بہا او لا وتجب العدۃ بعد الوطی الخ من وقت التفریق الخ ویثبت النسب (درمختار) قولہ ویثبت النسب اما الارث فلا یثبت فیہ (رد المحتار باب المہر ج۲ ص۴۸۶ ج۲ ص۴۹۲) ظفیر

کا نہیں کر سکتے اور مہر اس صورت میں پورا بذمہ شوہر لازم ہے اور اس کی زوجہ چار سال کے بعد عدت وفات دس دن چار ماہ پوری کر کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے کیونکہ دربارہ نکاح حنفیہ نے بھی امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور میراث پر فتویٰ نہیں ہے اس میں نوے برس کی عمر یا موت اقران وغیرہ پر فتویٰ دیا ہے یا مفوض لی رای الحاکم ہے کما فی الشامی قولہ خلاف لمالکؒ۔ فان عندہ تعتد زوجۃ المفقود عدۃ الوفاۃ بعد مضی اربع سنین وھو مذھب الشافعی القدیم واما المیراث فمذھبھما کمذھبنا فی التقدیر بتسعین سنۃً او الرجوع الی رای الحاکم[1] فقط

جو بیوی قابل مجامعت نہ ہو اس کا مہر لازم ہے یا نہیں

سوال (۱۲۹۱) زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا اور زید ہندہ کے پاس بغرض صحبت تین شب متواتر گیا، معلوم ہوا کہ ہندہ قابل مجامعت نہیں ہے، عضو مخصوص میں برائے نام سوراخ ہے پیشاب بھی بمشکل تمام ہوتا ہے، اب زید کہتا ہے کہ میں اس کو طلاق دوں گا، ہندہ اپنا مہر مانگتی ہے، اس صورت میں زید کو پورا مہر دینا ہوگا یا نصف۔ اس پر ایک شخص مولوی نور محمد نے پورے مہر کا حکم اور فتویٰ لکھا ہے جس پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے جواب ذیل تحریر فرمایا ہے۔

الجواب:- اقول وبیدہ ازمۃ التحقیق صورت مسئولہ میں پورا مہر کسی طرح واجب نہیں کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ رتق کی صورت میں خلوۃ صحیحہ متحقق نہیں ہوتی اور رتق کی تفسیر جو فقہا نے کی ہے اس کے نیچے صورت مسئولہ بھی داخل ہو جاتی ہے کما فی الدر المختار من الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم او غدۃ وفی الشامی قولہ عظم فی البحر عن المغرب القرن فی الفرج مانع یمنع من سلوک الذکر فیہ[2] ۳۲۷/۲ اور بحر الجواہر میں رتق کے یہ معنی لکھے ہیں رتق بالفتح ضد الفتق من باب نصر بازبستن نقاء زنیکہ باوی دخول نتواں کردہ فی المغرب امرأۃ رتقاء اذا لم یکن لھا خرق الا المبال ھ وہ عورت جس کی ساتھ دخول نہ کر سکے اور اس کی صرف پیشاب کا روزن ہی ہو (ص۱۱۴) اس

---

[1] ردالمحتار کتاب المفقود ص۴۵۶ مطلب فی الافتاء بمذہب امام مالک فی زوجۃ المفقود۔ ظفیر۔

[2] ردالمحتار باب المہر ص۳۶۵/۲ مطلب فی احکام الخلوۃ۔ ظفیر۔

سے صاف معلوم ہو گیا کہ عورت مذکورہ پر عند الفقہاء وکذا عند الاطباء رتقا ہونا صادق آئے گا، لہٰذا رتقا کی ساتھ خلوت کا جو حکم ہے وہی اس عورت کی خلوت کا بھی حکم ہوگا یعنی نکاح کو منعقد تسلیم کیا جائے گا اور اگر خلوت کے بعد زوج طلاق دیکر اسکو جدا کرنا چاہے گا تو نصف مہر دینا پڑیگا۔ کما فی الہدایہ وان کان احدہما مریضاً او صائماً فی رمضان او محرماً بحج فرض او نفل او بعمرۃ او کانت حائضاً فلیست الخلوۃ صحیحۃ حتی لو طلقہا کان لہا نصف المہر ص۳۰۶ ج۲ خلاصہ یہ کہ رتق و قرن کے ہوتے ہوئے خلوۃ غیر صحیحہ کو فقہاء نے تسلیم کر لیا ہے اور خلوۃ فاسدہ غیر صحیحہ کے بعد بصورت طلاق نصف مہر واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ بھی بصورت طلاق نصف مہر کی مستحق ہے اور مجبوب کے مسئلہ کے ساتھ اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ مجبوب کی صورت میں خلوۃ کو فقہاء نے فاسد نہیں مانا بلکہ اس کو خلوۃ صحیحہ تسلیم کرتے ہیں۔ فان هذا من ذاك۔ فقط

لڑکی کے مرنے کے بعد باپ مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

سوال (۱۲۹۲) باپ لڑکی کے مرنے کے بعد دعویٰ مہر کا کر سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بقدر اپنے حصہ کے باپ مہر کا دعوی شوہر سے کر سکتا ہے، اسی طرح شوہر اپنا حصہ عورت کے ترکہ سے لے سکتا ہے۔

بیوی کی ہر چیز میں شوہر کا جو حصہ ہے وہ وضع ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۹۳) جب کہ زید شوہر نے نفقہ اور سکنی ہمیشہ اپنے ذمہ رکھا اور نیز جو جہیز باسن وغیرہ مسماۃ کے باپ کے گھر کی تھی یا کوئی جائداد کہ جس کا مالک بعد وفات مسماۃ کے نصف کا زید ہوا اس کی بھی قیمت لگانی درست ہے یا نہیں

الجواب:۔ شوہر اپنے نصف حصہ کا حساب کر کے مہر کے معاوضہ میں اس کو لگا سکتا ہے، مثلاً عورت کا باپ اپنے حصہ کا مہر لینا چاہتا ہے اور شوہر کا حق اس ترکہ عورت میں ہے جو کہ باپ کے قبضہ میں ہے تو اس کا حساب کر کے جس کا جو کچھ لینا دینا باقی رہے اس کے موافق عمل درآمد ہو گا۔ فقط

مہر میں اختلاف پڑ جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۲۹۴) اگر مہر میں اختلاف ہو، خاوند کہتا

ہے کہ مہر مثلاً ایک ہزار ہے اور وارث زوجہ کے مہر پانچ ہزار بتاتے ہیں اور خاندان میں مہر مختلف ہو تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

الجواب:۔ اگر گواہ کسی کے پاس موجود ہوں تو اس کے موافق عمل کیا جاوے گا اور اگر گواہ کسی کے پاس نہیں ہیں تو جس کا قول موافق مہر مثل کی ہو، اس کے موافق حکم کیا جاوے گا،[1] اور مہر مثل وہ ہوتا ہے جو اس عورت کے باپ کے خاندان میں مروج ہو، اور درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اس کی بہنوں اور پھوپھیوں کے مہر کا اعتبار ہوگا والحرة مهر مثلها الشرعي مهر مثلها م اللغوی ای مهر امرأة تماثلها من قوم ابيها الخ

مہر جو رسمی طور پر مقرر ہوتا ہے وہ لازم ہے یا نہیں

سوال (۱۲۹۵) مہر معجل ہندوستان میں محض رسمی طور سے مقرر کیا جاتا ہے نہ کہ مرد کی نیت دینے کی ہوتی ہے اور نہ عورت کی لینے کی نیت ہوتی ہے اس صورت میں مہر لازم ہوتا ہے یا نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کسی وارث نے دعویٰ مہر کا کیا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عرب میں دستور اکثر اپنی حیات میں مہر کے ادا کر دینے کا تھا اور مہر کی مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قدر نہ ہوتی تھی جس کا تحمل شوہر کو نہ ہو یا ادا دشوار ہو، بہرحال مسئلہ شرعی یہ ہے کہ جو مقدار مہر کی مقرر ہو جاوے، وہ شوہر پر لازم ہو جاتی ہے دینے کی نیت کا ہونا یا نہ ہونا اس پر کچھ اثر نہیں کرتا۔[2] فقط

جس نے غلط تعریف کر کے شادی کرائی اس سے مہر وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۲۹۶) زید نے بکر کو اشتعال دیا کہ مسماۃ زینب بیوہ منکسر المزاج خوبصورت ہے بکر نے اس بیان

---

[1] وان اختلفا فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن تشهد له مهر المثل بیمینه وای اقام بینة قبلت سواء شهد مهر المثل له اولها اولا وان اقاما البینة فبینتها مقدمة ان شهد مهر المثل له وبینته مقدمة ان شهد مهر المثل لها لان البینات لاثبات خلاف الظاهر وان کان مهر المثل بینهما تحالفا فان حلفا او برهنا قضی به ان برهن احدهما قبل برهانه (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر مطلب مسائل الاختلاف فی المهر ج ۲ ص ۴۹۷) ظفیر [2] ایضاً مطلب فی بیان مهر المثل ج ۲ ص ۴۸۶) ظفیر

[3] تجب العشرة ان سماها او دونها ویجب الاکثر منها ان سمی الاکثر (رد مختار) افاد ان المهر وجب بنفس العقد (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۴) ظفیر

پر اس سے نکاح کرلیا بعدہ معاملہ مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ زید کی تعریف کے برعکس ہے اور مطلقہ ہے اب بکر اپنی منکوحہ کو طلاق دیتا ہے اگر منکوحہ مہر طلب کرے تو بکر زید سے رجوع کرسکتا ہے کیونکہ زید نے بکر کو دھوکہ دیا ہے۔

الجواب:۔ اس صورت میں بکر کے ذمہ جو مہر واجب ہوا بوجہ استمتاع منکوحہ کے تو بکر اس کو زید سے نہیں لے سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین[1] پس معلوم ہوا کہ مہر کا ذمہ دار شوہر ہی ہے زید سے اس کو لینے کا حق نہیں ہے اور اس دھوکہ دہی کی وجہ سے زید کے ذمہ ضمان مہر کی لازم نہ ہوگی۔ فقط

پونے تین روپے مہر ہوسکتا ہے یا نہیں | **سوال (۱۲۹۷)** مہر ۲ ¾ کا ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مہر شرعی کم از کم دس درہم کا ہے[2]، جس کے تقریباً پونے تین روپے ہوتے ہیں۔ (دس درہم ساڑھے اکتیس ماشہ چاندی کے برابر ہے، چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لئے ہر زمانہ میں سکہ رائج الوقت سے مہر شرعی کی مقدار مختلف ہوگی، آج کل ساڑھے چھ روپے تولہ چاندی بکتی ہے۔ تو اس حساب سے اس کی قیمت سترہ روپے زیادہ ہوگی لہذا اس سے کم موجودہ دور میں مہر جائز نہ ہوگا۔ ظفیر)

نابالغ پر مہر لازم ہے۔ نہیں | **سوال (۱۲۹۸)** نابالغ لڑکے پر مہر واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ یا نابالغ کے باپ پر مہر لازم ہے؟

الجواب:۔ مہر نابالغ لڑکے پر لازم ہوا، اگر باپ اس کا ذمہ دار ہوگیا تھا تو باپ سے وصول ہوسکتا ہے[3]۔

نابالغ کی بیوی مہر کا دعویٰ کس پر کرے | **سوال (۱۲۹۹)** اگر لڑکا لڑکی کو چھوڑ دے تو مہر کا دعویٰ کس پر ہوسکتا ہے۔

---

[1] سورۃ النساء ۴ ظفیر [2] واقلہ عشرۃ دراھم فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل الخ وتجب العشرۃ ان سماھا اودونھا (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ۲ ؍ ۴۵۳) ظفیر [3] اذا زوج ابنہ الصغیر امرأۃ ضمن عنہ المہر وکان ذلک فی صحتہ جاز (الی قولہ) ثم للمرأۃ ان تطالب الولی بالمہر (عالمگیری کشوری ج ۲ ص ۳۲۹) ظفیر

الجواب:- نابالغ لڑکا طلاق نہیں دے سکتا بعد بلوغ کے طلاق دے سکتا ہے، مہر کا دعویٰ لڑکے یعنی شوہر پر ہوگا اور اگر باپ ذمہ دار ہوا ہے تو باپ پر بھی ہو سکتا ہے[1]۔

اب ضامن ہو تو اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا۔

سوال (۱۳۰۰) لڑکا نابالغ ہے اور باپ کی اجازت سے مہر مقرر ہوا تھا اور نابالغ کے دستخط بھی کرائے گئے تھے، اس صورت میں مہر کس پر واجب ہے اور کس سے لینا چاہیے۔؟

الجواب:- دستخط ہوئے یا نہ ہوئے لڑکا دراصل ذمہ دار مہر کا ہے اگر باپ ضامن ہو گیا تھا تو اس سے مہر لیا جاوے گا[2]۔

شوہر پر مہر کس عمر میں واجب ہے

سوال (۱۳۰۱)۔ لڑکے پر کس وقت اور کس عمر میں مہر واجب ہوتا ہے۔؟

الجواب:- مہر کے واجب ہونے کے لئے بلوغ لڑکے کا شرط نہیں ہے۔ نابالغ کے ذمہ بھی مہر لازم ہو جاتا ہے[3]۔

مہر لازم ہے خواہ حالت ظاہر نہ کی ہو۔

سوال (۱۳۰۲) نکاح کے وقت لڑکی کی حالت قاضی صاحب پر ظاہر نہیں کی تو نکاح صحیح اور مہر لازم ہوا یا نہیں۔؟

الجواب:- حالت ظاہر کی یا نہ کی نکاح ہو گیا اب کچھ نہیں ہو سکتا اور مہر لازم ہو گیا[4]۔

مہر ختم نہیں ہو سکتا

سوال (۱۳۰۳) اگر نابالغ لڑکے کے مہر توڑنے کی نالش عدالت میں کی جاوے تو مہر ٹوٹ سکتا ہے یا نہیں

الجواب:- نہیں ٹوٹ سکتا[5]۔ فقط

---

[1] لا یقع طلاق ... الصبی و ... (در المختار ج ۲ ص ۵۹۱) نمبر ۲ من سمی مہرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بها او مات عنها ... ان طلقها قبل الدخول والخلوۃ فلها نصف المسمی (ہدایہ ج ۲ ص ۳۰۱) اذا زوج ابنہ الصغیر امرأۃ وضمن عنہ المہر الی قولہ للمرأۃ ان تطالب ... بالمہر (عالمگیری کشوری ج ۲ ص ...) نمبر ۳ من سمی مہرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی (ہدایہ ج ۲ ص ۳۰۳) نمبر ۴ وینعقد ای النکاح ینعقد ... بایجاب وقبول (رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۷) نمبر ۵ من سمی مہرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی (ہدایہ ج ۲ ص ...) افاد ان المہر وجب بنفس العقد (رد المختار باب المہر ج ۲ ص ...)

عورت کے معاف کرنے سے مہر معاف ہو جاتا ہے

سوال (۱۳۰۴) اگر عورت بالغہ پہلی رات کو اپنا زر مہر معاف کر دے تو معاف ہو جاوے گا یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ مہر معاف ہو گیا اگر زوجہ اس معافی کو تسلیم کرنے یا دو گواہ مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں عادلہ گواہ ہوں تو مہر ساقط ہو گیا۔ مطالبہ مہر کا پھر کوئی نہیں کر سکتا اور اگر زوجہ کو معافی سے انکار ہو اور گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو مطالبہ زوجہ صحیح ہو گا۔[۱]

بغیر خلوت طلاق سے نصف مہر ہوتا ہے۔

سوال (۱۳۰۵) اگر زوج اپنی منکوحہ کو نکاح کے بعد بغیر رخصتی کے طلاق دے دے، مہر لازم ہو گا یا نہیں۔ ؟

الجواب:۔ بدون خلوت صحیحہ اور وطی وجماع کے اگر شوہر اپنی زوجہ کو طلاق دیدے تو آدھا مہر لازم ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم[۲] الایۃ وفی الدر المختار ویجب نصفہ بطلاق قبل وطئ او خلوۃ[۳] الخ فقط

مہر میں مکان دینا درست ہے اور اس سے نکاح ہو گیا۔

سوال (۱۳۰۶) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر میں ایک مکان دینا مقرر کیا اور کہا کہ رجسٹری بعد نکاح کے کرا دوں گا، دو سال ہو گئے رجسٹری نہیں ہوئی، اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں۔ ؟ اور نیز وہ شخص ٹھیٹر میں ملازم ہے اور یک چشم ہے ان امور سے نکاح میں تو کچھ فرق نہیں آیا۔ ؟

الجواب:۔ نکاح ہو گیا اور جو مکان شوہر نے مہر میں دینا مقرر کیا تھا وہ مہر ہوا اور زوجہ کی ملک ہو گیا، رجسٹری اگر نہ کی گئی تب بھی وہ مکان زوجہ کی ملک ہے، شوہر کی رجسٹری نہ

---

[۱] وصح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶) ونصابھا لغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق الخ رجلان او رجل وامرأتان (الدر المختار کتاب الشھادات ج ۲ ص ۹۱) ظفیر [۲] سورۃ البقرۃ ۱۲ ظفیر۔

[۳] الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۶ ظفیر۔

کرانے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا[1] اور نہ اس وجہ سے کہ شوہر تھیٹر میں ملازم ہے، اور بیک چشم ہے نکاح میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ فقط

مہر مؤجل کے وصول کرنے کی مدت

سوال (۱۳۰۷) مہر مؤجل وصول کرنے کی کیا میعاد ہے؟

الجواب: مہر مؤجل فرقت بالطلاق کے بعد یا موت کے بعد ادا کرنا واجب ہوتا ہے[3]

بیوی شوہر سے ترکہ پائے گی

سوال (۱۳۰۸) زوجہ بعد وصول کرنے مہر کے ملکیت شوہر سے حصہ وصول کرنے کی مستحق ہے یا نہ؟

الجواب: بعد حاصل کرنے مہر کے اگر زوج فوت ہو جاوے تو زوجہ کو حصہ پہنچے گا اور قبل الفوت نفقہ وکسوۃ کے سوا استحقاق نہیں ہے۔ فقط

دیوانہ کی بیوی کیا کرے

سوال (۱۳۰۹) ہندہ کا شوہر مسلوب الحواس ہو گیا آیا ہندہ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہ؟ اور ہندہ اپنے شوہر سے طلاق لے سکتی یا خلع کر سکتی یا نہ؟ اور مہر وصول کر سکتی ہے یا نہ؟ اور جب کہ شوہر مسلوب الحواس کی جائداد اس قدر ہے کہ وہ زوجہ کے بارِ کفالت کی ذمہ دار ہو سکتی ہے تو اس صورت میں زوجہ کو دعویٰ مہر کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہ؟

الجواب: مسلوب الحواس اور دیوانہ کی زوجہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی[2] اور دیوانہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی[3] اور نہ خلع ہو سکتا ہے۔ مہر اگر مؤجل ہے تو شوہر دیوانہ کے مرنے کے بعد اس کی جائداد سے اس کی زوجہ مہر لے سکتی ہے فی الحال دعویٰ نہیں کر سکتی کیونکہ مہر مؤجل کا مطالبہ طلاق یا موت کے بعد ہو سکتا ہے، صورت مسئولہ میں طلاق تو ہو نہیں سکتی، لہٰذا بعد موت شوہر دعویٰ مہر کا ہو سکتا ہے[4]، ہذا کلہ فی کتب الفقہ۔ فقط

---

[1] ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر ویتاکد عند وطئ او خلوۃ صحت (در مختار) وافاد ان المہر وجب بنفس العقد الخ (رد المختار ج۲ ص۴۵۴ باب المہر) ان المسمی ان کان غیر النقد بان کان عرضا او حیوانا اما ان یکون معینا باشارۃ او اضافۃ فیجب بعینہ (رد المختار ج۲ ص۴۷۹) مصیب زوجہا علی عشرۃ دراہم ونوب) ظفیر۔

[2] ولا یتخیر احدہما ای الزوجین بعیب الآخر فاحشا لجنون وجذام الخ (الدر المختار علی ہامش رد المختار ج۲ ص۸۲۲ باب العنین وغیرہ) ظفیر۔

[3] لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبد (الی قولہ) والمجنون (الدر المختار ج۲ ص۲۱۷) ظفیر۔

[4] ولو کان المہر مؤجلا (الی قولہ) ویقع ذلک علی وقت وقوع الفرقۃ بالموت او بالطلاق وروی عن ابی یوسف ما یؤید ہذا القول کذا فی البدائع (عالمگیری کشوری ج۲ ص۳۳) ظفیر۔

وقت وقوع الفرقۃ بالموت او الطلاق وروی عن ابی یوسف ما یؤید ہذا القول کذا فی البدائع (عالمگیری کشوری ج۲ ص۳۳) ظفیر

بیوی نے مہر معاف نہ کیا تو شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہے

سوال (۱۳۱۰) ایک شخص نے اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور نہ زوجہ سے معاف کرایا تھا کہ زوجہ کا انتقال ہوگیا تو اس وقت میں کیا حکم ہے۔؟

الجواب:۔ مہر اس کا بذمہ شوہر واجب الاداء ہے لیکن اگر متوفیہ کے اولاد کچھ نہیں ہے تو نصف ترکہ متوفیہ کا وارث شوہر ہوتا ہے اور نصف باقی ورثہ کو ملتا ہے۔ پس مہر میں سے بھی نصف شوہر کو پہنچا۔[1]

مہر معاف کرنے کے وقت گواہ ضروری نہیں۔

سوال (۱۳۱۱) مہر معاف کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ مہر کے معاف ہونے کے لیے کسی گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے[2] لیکن اگر عورت کے ورثہ انکار کریں تو دو گواہوں سے معافی ثابت ہوگی۔[3]

کیا مہر میراث میں داخل ہے۔

سوال (۱۳۱۲) کیا مہر بھی میراث میں داخل ہے۔؟

الجواب:۔ میراث میں مہر بھی داخل ہے۔ اگر اولاد نہیں تو خاوند کا حصہ نصف مہر وغیرہ ہے۔ فقط

بیماری کے اخراجات مہر میں محسوب ہوں گے یا نہیں۔

سوال (۱۳۱۳) عورت منکوحہ کی بیماری و دیگر ضروریات میں جو روپیہ صرف ہو وہ مہر میں محسوب ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ یہ اخراجات بدون رضامندی عورت مہر میں محسوب نہیں ہو سکتے۔[4] فقط

مہر مقرر کرنے کی وجہ

سوال (۱۳۱۴) نکاح میں مہر مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے۔؟ اور اس کا کیا سبب ہے!

---

[1] واما الزوج فلہ النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والربع مع الولد الخ (سراجی ص ۱۳) ظفیر

[2] وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۱ مطلب فی حط المہر) ظفیر

[3] وما سوا ذلک من الحقوق یقبل فیہا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان الحق مالا او غیر مال مثل النکاح والطلاق الخ (ہدایہ ج ۳ ص ۱۳۲) ظفیر

[4] اعلم ان المذہب الصحیح الذی علیہ الفتوی وجوب النفقۃ للزوجۃ قبل النقلۃ او بعدہا ... ولا معہا او وجہا ولا یسقط منع نفسہا اذا طالبہا بالنقلۃ ... حینئذ بینہا وبین المرأۃ الصحیحۃ لو موجوداً التمکن من الاستمتاع کما فی الحواشی ... الفساد الخ (رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۱۹۲) ظفیر

الجواب:- نص قطعی میں وارد ہے واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین[1] الآیۃ اس آیت قطعیہ سے مہر کا ضروری ہونا معلوم ہوا اس سے عورت کی عظمت و شرافت کو اجاگر کرنا ہے۔ ثم المھر واجب شرعا لشرف المحل۔ البحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۲ ظفیر

زیورات جو شوہر نے دیئے وہ مہر میں محسوب ہوں گے یا نہیں

سوال (۱۳۱۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی پس مہر مقرر شدہ میں زیورات از وقت نکاح تا وقت طلاق شمار ہوں گے یا نہیں۔؟

الجواب:- اگر شوہر نے مہر میں حساب کر کے زیور دیا ہے تو وہ مہر میں محسوب ہوگا اور اگر ہدیۃً وہبۃً دیا ہے تو مہر میں شمار نہ ہوگا، اور اگر محض عاریۃً دیا تھا تو وہ زیور شوہر کی ملک ہے اگر وہ چاہے مہر میں محسوب کر سکتا ہے[2]۔ فقط

مہر کا دعوی

سوال (۱۳۱۶) زید نے اپنی ہمشیرہ مرحومہ ہندہ کے مہر کا دعوی عمر شوہر ہندہ پر کیا، عمر نے جواب دیا کہ ہندہ اپنی حیات میں مہر معاف کر چکی ہے در ثبوت معافی میں چند گواہ پیش کئے حاکم نے گواہوں میں جرح وغیرہ کا نقص نکال کر گواہی رد کر دی۔ اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب:- معافی مہر کا ثبوت شرعی پورا ہو تو دعوی مہر کا عورت کے بھائی کی طرف سے مسموع نہ ہوگا، مفتی کا کام اسی قدر ہے کہ یہ تحریر کرے کہ اگر دو گواہ عادل معافی مہر کے موجود ہیں تو مہر ساقط ہے[3]۔ اور مطالبہ عورت کے بھائی کا غیر مسموع ہے اور اگر دو گواہ عادل نہیں ہیں یا کوئی امر موجب رد شہادت ان میں موجود ہے تو عورت کے بھائی کا دعوی صحیح اور مہر اس کو دلوایا جاوے گا، باقی قبول یا رد شہادت، یہ کام حاکم و قاضی کا ہے۔ فقط

اطاعت نہ کرنے کی صورت میں مہر

سوال (۱۳۱۷)۔ زید کی بیوی اس کی اطاعت نہیں کرتی اگر زید اس کو طلاق دے دے تو مہر لازم ہوگا یا نہ؟

[1] سورۃ نساء رکوع ۴ ظفیر [2] لو بعث الی امرأته شیئا ولم یذکر جهة عند الدفع غیر جهة المهر فقالت هو ای المبعوث هدیة وقال هو من المهر او من الکسوة او عاریة فالقول له بیمینه (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۹۹) ظفیر [3] وما سوی ذلک من الحقوق یقبل فیها شهادة رجلین او رجل وامرأتین سواء کان الحق مالا او غیر مال الخ (هدایه ج ۳ ص ۱۴۴) ظفیر

الجواب:۔ اگر دخول یا خلوۃ صحیحہ ہو چکی ہے تو طلاق کے بعد پورا مہر ادا کرنا لازم ہے[1]۔ فقط

مہر مثل سے مراد کیا ہے | **سوال (۱۳۱۸)** ایک عورت کا نکاح مہر مثل پر ہوا، بعد چند روز کے میاں بیوی میں مہر کے متعلق اختلاف ہوا، بیوی کا یہ قول ہے کہ میرا مہر مثل میری ماں اور حقیقی بہن کے برابر یعنی جتنا جتنا ان کا تھا اتنا ہی میرا ہے، بخلاف خاوند کے وہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ تمہارا مہر تمہاری سوتیلی بہنوں کے برابر ہے اب عند الشرع کس کا قول معتبر ہے اور خاوند کو کون سا مہر ادا کرنا ہوگا اور وقت نکاح کے بجز مہر مثل کے کوئی تفصیل نہیں کی گئی تھی۔ فقط۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے ومھر مثلھا الشرعی مھر مثلھا اللغوی ای مھر امرأۃ تماثلھا من قوم ابیھا لا امھا الخ سنا وجمالا[2] الخ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باپ کے اقرباء میں جو عورت اس کے مثل ہو عمر اور صورت و دینداری وغیرہ میں اس کے مہر کو دیکھنا چاہئے وہی مہر مثل ہے اور یہ بھی اس عبارت میں مذکور ہے کہ ماں اور اس کے قبیلہ کے مہر کا اعتبار نہیں ہے اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی بہن اور علاتی بہن میں کچھ فرق نہیں ہے ان میں جو اس کے مماثل ہو عمر و صورت وغیرہ میں جو اس کا مہر ہوگا، وہی اس کا مہر ہوگا۔ فقط

مہر مؤجل قرار پایا اب لڑکی کا باپ معجل کا دعویٰ کرتا ہے کیا حکم ہے | **سوال (۱۳۱۹)** ہندہ کا نکاح زید سے ہوا، اور مہر مؤجل قرار پایا لیکن یا تو قاضی کی غلطی سے یا ہندہ کے باپ کی سازش سے رجسٹر قاضی میں لفظ مؤجل تحریر نہیں ہوا، ہندہ لاولد ہے اور اس کا باپ بہت مقروض ہے اس نے ہندہ کو اپنے قبضہ میں کر کے ہندہ کے نصف دین کا دعویٰ عدالت میں کر دیا۔ اس صورت میں مہر مؤجل کا اعتبار ہے یا گیا، جب کہ عرف یہاں کا یہ ہے کہ اگر دین مہر بلا صراحت ہوتا ہے تو تا قیام نکاح و تا حیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ رواج کا عدم وجود اس وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عدالت میں کوئی مقدمہ گیا ہو اور ناکامی ہوئی ہو، اور بلا عدالت کی تجویز کے رواج کا پتہ نہیں چل سکتا۔

---

[1] یجب الاکثر منھا ان سمی الاکثر ویتأکد عند وطؤ او خلوۃ صحت (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المھر ج ۲ ص ۳۵۴) ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۸۷ باب المھر۔ ظفیر

الجواب:۔ اعتبار اسی کا ہے جو کچھ دربارہ مہر قرار پایا تھا پس جب کہ مہر موجل قرار پایا تھا تو موجل ہی لازم ہے اور مہر موجل کا مطالبہ بعد طلاق یا موت کے ہو سکتا ہے، عرف یہی ہے، کذا فی عالمگیریہ[1]

اگر مرنے والے شوہر کی جائداد مہر سے کم ہو تو بقیہ ورثہ کے ذمہ ہوگی یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۰) اگر متوفیہ کی جائداد مہر سے کم ہو تو ورثہ کے ذمہ اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ متوفی کی جائداد سے مہر لیا جا سکتا ہے[2]۔ اگر متوفی کی جائداد اس کو کافی نہ ہو تو وارثوں پر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

عورت کی زندگی میں مہر میں کسی کا حق پہنچتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۱) عورت کی زندگی میں اس کے مہر میں کن کن ورثہ کو حصہ پہنچے گا۔

الجواب:۔ کسی کو نہیں پہنچتا۔

موت کے وقت جو مہر معاف کراتے ہیں اس سے معاف ہوتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۲) شوہر کو دفن کرنے سے پہلے اکثر عورتیں ورثاء متوفی اپنا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے زوجہ متوفی کو مجبور کرتے ہیں کہ مہر معاف کر دے چونکہ وہ وقت نہایت رنج والم وسقوط عقل و ہوش و پریشانی کا ہوتا ہے، ایسے وقت کی معافی مہر معتبر ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ایسے وقت کی معافی صحیح و معتبر ہے[3]۔

معافی کے وقت کسی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۳) مہر معاف کرنے کے وقت زوج و زوجہ کے قریبی رشتہ دار باپ بھائی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ معافی مہر کے لئے زوج اور زوجہ کے رشتہ داروں کے موجود ہونے کی

---

[1] لاخلاف لاحد ان تاجیل المهر الی غایة معلومة الخ وان كان لاالی غاية معلومة فقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم يصح وهو الصحيح وهذا لان الغاية معلومة فی نفسها وهو الطلاق او الموت (عالمگیری باب المهر ص ۲۹۸ ج ۲) ظفیر

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضی ديونه من جميع ما بقی من ماله الخ (سراجی ص ۴)

[3] وصح حطها لكله او بعضه عنه قبل اولا (در مختار) بملحظ الاسقاط كما في المغرب الخ وان لا تكون مريضة مرض الموت (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۲ و ج ۲ ص ۴۶۵) ظفیر

ضرورت نہیں ہے البتہ اگر زوجہ معافی مہر سے انکار کرے تو شوہر کے وارثوں پر دو گواہ عادل معافی مہر کے پیش کرنا ہوگا۔ بدون گواہوں کے بصورت انکار زوجہ معافی مہر ثابت نہ ہوگی [۱]۔

مہر مطلق ہو تو کتنے کا مطالبہ زندگی میں کر سکتی ہے۔

سوال (۱۲۲۴) اگر مہر بلا صراحت ثابت ہو تو اندریں حال کہ اگر عورت لاولد ہو اور اس کا باپ عیاش اور فضول خرچ اور مقروض ہو، اور شوہر نے اس کی سکونت اور خورد و نوش کا بھی انتظام کر دیا ہو اور کسی خاص رواج کا بھی ثبوت نہ ہو تو زوجہ شرعاً بحیات زوجین کس قدر مہر پانے کی مستحق ہے یعنی نصف کی وہ دعوی دار ہے یا خمس و ربع کی۔

الجواب:۔ مہر مؤجل ہونا اگر ثابت ہو جاوے تو ہندہ مہر کا مطالبہ شوہر کے مرنے پر یا طلاق دینے پر کر سکتی ہے کذا فی العالمگیریہ وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموت الخ (باب المہر [۲]) ترجمہ اور یہ اس لئے کہ غایۃ اور مدت معلوم ہے اور وہ طلاق ہے یا موت ہے الخ اور درمختار میں ہے الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف ص ۳۵۹ شامی [۳] جلد ۲ ترجمہ۔ مگر مدت مہر کی بوقت طلاق کے یا موت کے صحیح ہے عرف کی وجہ سے۔ (اس سے پہلے نہ نصف کا دعوی کر سکتی ہے نہ ربع اور خمس کا۔ ظفیر)

مہر مؤجل ثابت ہو جائے تو یہ کس وقت پانے کی عورت مستحق ہوگی

سوال (۱۲۲۵) اگر مدعیہ کی طرف سے اس کے دعویٰ کے موافق مہر کا بلا صراحت مقرر ہونا ثابت نہ ہو سکے اور زید ہی کا قول کہ مہر مؤجل قرار پایا تھا، تسلیم کر لیا جاوے تو ہندہ کس وقت مہر پانے کی مستحق ہے۔

الجواب:۔ اگر مہر کے معجل و مؤجل ہونے کی کچھ تصریح نہ ہو اور عورت کا دعوی عدم تصریح کا ثابت ہو جاوے تو عرف کے موافق حکم ہوگا اور جب کہ مدار عرف پر اور رواج پر ہے تو عرف و رواج وہاں کا دیکھنا چاہیے کہ عام طور سے جب کہ مہر مطلق ہو اور کچھ تصریح نہ ہو کس وقت مہر دیا جاتا ہے قال فی فتح القدیر بل المعتبر فی المسکوت العرف الخ ص ۱۶۰ جلد ۲ یعنی

---

[۱] ونصابھا لغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق رجلان الخ او رجل وامرأتان (الدرالمختار علی ھامش رد المحتار کتاب الشھادت ج ۴ ص ۵۱۵) ظفیر

[۲] عالمگیری مصری ج ۱ ص ۲۹۸ ۱۲ ظفیر۔ [۳] دیکھئے رد المحتار مطبوعہ استنبول ج ۲ ص ۴۹۳ باب المہر ۱۲ ظفیر۔

بلکہ معتبر اس مہر میں جس میں کچھ تصریح نہ ہو، عرف و رواج اس شہر کا ہے۔ (اب اگر وہاں کا عرف موجل ہے تو طلاق یا موت کے بعد مطالبہ کا حق ہے پہلے نہیں۔ ظفیر)۔

مہر مطلق میں رواج ملنے کا نہیں ہے تو کیا حکم ہوگا۔

سوال (۱۳۲۶) اور اگر مہر تو بلا صراحت ثابت ہو کہ امر وہبہ کے اہل سنت سادات میں اگر مہر بلا صراحت مقرر ہوتا ہے تو بحالت حیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے تو شرعاً ہندہ کو اس وقت کوئی جز مل سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جب کہ مہر میں کچھ تصریح اور قید نہ ہو اور عرف و رواج وہاں کا یہ ہے کہ تا قیام نکاح و تا حیات زوجین مہر نہیں دیا جاتا تو اسی کے موافق عمل درآمد ہوگا، اور ہندہ کو کوئی جزو مہر کا اس وقت نہیں مل سکتا جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت مذکورہ میں گذرا ہے اور نیز فتح القدیر کی عبارت مذکورہ میں قاضی خاں سے منقول ہے فان لم بینوا قدر المعجل ینظر الی المرأة والی المهر انه کم یکون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فیجعل ذٰلك ولا یتقدر بالربع والخمس بل یعتبر المتعارف فان الثابت عرفاً کالثابت شرطاً الخ[1]
پس اگر بیان نہ کریں مقدار معجل کی تو عورت کو اور اس کے مہر کو دیکھا جاوے گا کہ ایسی عورت کے لئے ایسے مہر میں سے کس قدر مہر معجل ہوتا ہے اسی قدر اس کو فی الحال دیا جاوے گا۔ چوتھائی اور پانچویں حصہ کی کچھ تعیین اور تحدید نہیں ہے بلکہ متعارف کا اعتبار ہے اس لئے کہ جو امر عرف سے ثابت ہو وہ ایسا ہے جیسا کہ شرط سے ثابت ہو۔

ثبوت رواج کے لئے کیا چاہئے۔

سوال (۱۳۲۷) ہندہ کے باپ کا یہ قول کہ ثبوت رواج کے واسطے عدالت کی تجویز ضروری ہے صحیح ہے یا نہیں، اور ثبوت رواج کے واسطے کسی حاکم یا قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ثبوت عرف و رواج کے لئے کسی فیصلہ کی اور عدالت کی تجویز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس شہر کا عرف و رواج وہاں کے واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے، ہندہ کے باپ کا قول اس بارہ میں صحیح نہیں ہے جیسا کہ عبارت قاضی خاں مذکورہ ینظر الی المرأة والی المهر الخ سے واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] دیکھئے فتح القدیر باب المہر و عالمگیری جلد اول ص ۲۹۷-۱۲۔ ظفیر۔

اگر بیوی شوہر کا مال لے کر بھاگ جائے تو وہ مہر میں وضع کیا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۸) میری دوسری بیوی میری عدم موجودگی میں میری بلغیر اجازت اپنے بہنوئی کے ساتھ بہ نیت فعل بدفرار ہوگئی اور اپنے ہمراہ مال وزیور جس میں میری لڑکی کا بھی زیور تھا جو تقریباً پندرہ سو کا نکال لے گئی اور اس کا مہر ایک ہزار کا ہے تو اس صورت میں وہ مہر کی دعوے دار ہو سکتی ہے یا مہر ادا ہوگیا۔

الجواب:۔ اگر عورت اقرار کرے مال واسباب شوہر کے لے جانے کا اور اس کو مہر میں محسوب کرے تو محسوب ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

زنا کی وجہ سے بیوی کو طلاق دی تو وہ مہر کی مستحق ہوگی یا نہیں۔

سوال (۱۳۲۹) زید اپنی عورت زانیہ کو طلاق دیتا ہے یہ عورت بعد طلاق کے مہر کی مستحق ہوگی یا نہ۔

الجواب:۔ اگر صحبت یا خلوت ہو چکی ہے تو وہ عورت بعد طلاق کے کل مہر پانے کی مستحق ہے[1] (اور اگر صحبت اور خلوت نہیں ہوئی ہے تو نصف۔ ظفیر)

بوقت موت قبل خلوت پورا مہر عورت کیوں پاتی ہے۔

سوال (۱۳۳۰) بصورت تسمیہ مہر عندالنکاح قبل خلوت اگر زوج فوت جاوے تو فقہ کی کتابوں سے کل مہر کا واجب الاداء ہونا معلوم ہوتا ہے فالمسمی عندالوطی اوالموت احدھما سواء کان الموت قبل خلوۃ او بعدہ لیکن اس حکم کا ثبوت کہاں سے ہے آیت قرانی یا حدیث ہے۔

الجواب:۔ موت احد الزوجین کی صورت میں پورا مہر لازم ہونا باجماع ثابت ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ولا اختلاف للاربعۃ فی ھذا[2] اور وہ حدیث جو عدم تسمیہ مہر و موت قبل دخول کی صورت میں پورا مہر لازم ہونے میں وارد ہے اس اجماع کی دلیل ہے، وہ حدیث یہ ہے وعن علقمۃ عن ابن مسعودؓ انہ سئل عن رجل تزوج امرأۃ ولم یفرض لھا شیئا ولم یدخل بھا حتی مات فقال ابن مسعودؓ لھا مثل صداق نسائھا لاوکس ولا شطط وعلیھا العدۃ ولھا المیراث فقال معقل بن سنان الاشجعی

---

[1] ویتأکد عند وطؤ او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المھر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر۔

[2] مشکوٰۃ شریف باب الصداق ص ۲۷۶ ۱۲ ظفیر

لم نفعل فقضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بروع بنت واشق امرأۃ منا بمثل ما قضیت ففرح بھا ابن مسعودؓ۔ رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی۔ مشکوٰۃ شریف[1]

عورت مہر مؤجل زندگی میں وصول کرسکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۳۳۱) زید چوبیس سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو نان و نفقہ نہیں دیتا، مہر مقررہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ جس میں سے دو ثلث مؤجل اور ایک ثلث معجل ہے، اس میں سے مہر معجل تو بتدریج وصول ہوگیا، اب مہر مؤجل زید کے ذمہ باقی ہے، زید اس کی ادائیگی سے پہلوتہی کرتا ہے، زید کے کوئی جائداد بھی ایسی نہیں ہے جو بعد وفات وصول کی امید ہو اب ہندہ مہر مؤجل وصول کرسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مہر مؤجل کے وصول کا وقت فقہاء نے موت یا طلاق لکھی ہے یعنی جب کہ مہر مؤجل کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا تو بوقت فرقت وصول ہوسکتا ہے خواہ فرقت طلاق سے ہو یا موت سے۔ قال فی العالمگیریہ لاخلاف لاحد ان تاجیل المھر الی غایۃ معلومۃ نحو شھرا وسنۃ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم یصح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموت الخ کذا فی المحیط[2]۔ عالمگیریہ

والدین کی اجازت کے بغیر عورت مہر معاف کرسکتی ہے یا نہیں اور میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں کیا حکم ہے۔

سوال (۱۳۳۲) زوجہ بالغہ بلا اجازت والدین کے مہر معاف کرسکتی ہے یا نہیں اگر شوہر گواہ پیش کرے کہ زوجہ نے مہر معاف کردیا ہے اور زوجہ منکر ہو تو اس صورت میں دعویٰ عورت کا مسموع ہوگا یا نہ۔

الجواب:۔ زوجہ بالغہ برضائے خود اپنا مہر معاف کرسکتی ہے[3]، اور شوہر اگر دو گواہان عادل وثقہ سے معافی مہر ثابت کردے تو عورت کا انکار معتبر نہیں ہے اور دعویٰ عورت کا دربارہ مہر غیر مسموع ہے[4]۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب الصداق ص ۲۷۷ ۔ ۱۲ ظفیر [2] عالمگیری مصری کتاب النکاح باب سابع ج ۲ ص ۲۹۸ ۔ ظفیر [3] وصح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المھر ج ۲ ص ۴۶۲) [4] وما سوی ذلک من الحقوق یقبل فیھا شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان الحق مالا او غیر مال مثل النکاح والطلاق الخ (ہدایہ کتاب الشہادۃ ج ۳ ص ۱۳۸)

مہر کی معافی کے بعد عورت پھر مستحق ہوتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۳۳) اگر عورت راضی وخوشی سے شوہر کو معاف کر دے روبرو گواہان کے تو بعد معاف کرنے کے پھر عورت مستحق مہر پانے کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اگر عورت مہر معاف کر دے تو مہر معاف ہو جاتا ہے اور بعد معاف کرنے کے پھر عورت کو عند اللہ مہر کا لینا شوہر سے درست نہیں ہے، لیکن اگر عورت مہر کے معاف کرنے سے منکر ہو اور شوہر کے پاس دو گواہ عادل معافی مہر کے نہ ہوں تو قاضی حکم مہر دلوانے کا کر دے گا[۱]۔

مہر جب مطلق ہو تو عورت یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ مہر دو، ورنہ تمہارے پاس نہ جاؤں گی۔

سوال (۱۳۳۴) ہندہ کا مہر بوقت نکاح مطلق تھا۔ بلاقید معجل ومؤجل۔ اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں ہے اور اس کی یہ خواہش ہے کہ اپنا مہر وصول کر لوں اور نفقہ وغیرہ کا انتظام ہو جائے تب زوج کے گھر جاؤں اس صورت میں ہندہ وصول کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ہندہ کو ابھی مہر وصول کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ مہر مطلق میں عرفاً وصول مہر کا وقت موت یا طلاق ہے باقی شوہر اگر فی الحال مہر دے دے کچھ حرج نہیں ہے۔ مگر جبراً ہندہ ابھی اس کو وصول نہیں کر سکتی[۲]۔ اور نفقہ ہندہ کا شوہر کے ذمہ اسی وقت لازم ہے کہ ہندہ شوہر کے گھر جانے سے انکار نہ کرے۔ شوہر جہاں رکھے وہاں رہے[۳]۔

طلاق بائن کے بعد جب دوبارہ شادی کی تو پہلا مہر عورت لے سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۳۳۵) ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے مہر مقررہ پر ہوا، تین چار ماہ بعد شوہر نے زوجہ منکوحہ کو طلاق بائن دے دی، چند ایام کے بعد بر دے شرع پھر اسی سے نکاح ثانی کر لیا اور مہر دوسری مرتبہ مہر جدید بوعدہ عند الطلب قرار پایا اور مہر اول کی بابت کوئی تصفیہ نہیں ہوا، ایسی صورت میں مہر اول قابل ادائیگی رہا یا نہیں۔

---

[۱] قال علیہ السلام البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (ہدایہ ج۳ ص۱۸۷) ظفیر۔

[۲] ولہا منعہ من الوطئ ودواعیہ والسفر بہا الخ لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او قدر ما یعجل لمثلہا عرفاً (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج۲ ص۴۹۲) ظفیر۔

[۳] فتجب للزوجۃ علی زوجہا ولو صغیراً الخ منعت نفسہا للمہر الخ لا خارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود (ایضاً باب النفقۃ ج۲ ص۸۸۶) ظفیر

الجواب:۔ وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد اگر طلاق دی جاوے تو پورا مہر لازم ہوتا ہے پھر جو دوسرا نکاح ہوگیا اس کا مہر علیحدہ واجب ہے، مہر اول بھی ادا کرنا چاہیے اور مہر ثانی بھی۔ و یتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت[1] الخ (درمختار)

مہر کی کم اور زیادہ مقدار کیا ہے

سوال (۱۳۳۶) مہر شرع محمدی کی مقدار کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے۔

الجواب:۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہیں جو قریب تین پونے تین روپے کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی کچھ حد نہیں ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ[2] (یہ واضح رہے کہ دس درہم کا صحیح وزن ساڑھے اکتیس ماشے چاندی ہے لہٰذا چاندی کے بھاؤ کے حساب سے دس درہم کی قیمت متعین کی جائے گی۔ مفتی علامؒ نے تین پونے روپے دس درہم کی قیمت ۱۳۳۴ھ میں لکھا ہے اس وقت چاندی سستی تھی اس وقت ۱۳۹۱ھ میں چاندی کا بھاؤ تقریباً سات روپے تولہ ہے، اس حساب سے دس درہم کی قیمت ہمارے زمانہ میں اٹھارہ سوا اٹھارہ روپے ہوگی، اس لیۓ سوا اٹھارہ روپے سے کم مہر نہیں ہوسکتا ہے۔ اور جس طرح قیمت بڑھے گی روپے کی مقدار بھی زیادہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر)۔

جو مہر طے ہوا ہے وہی واجب ہے یا زیادہ یا کم۔

سوال (۱۳۳۷) زید کا نکاح بعمر سولہ سال ہندہ کے ساتھ جس کی عمر تیرہ سال کی تھی ہوا، تو کیا وہ تعداد مہر کی جو بوقت نکاح قائم ہوئی، وہی واجب ہوئی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جو مقدار مہر کی بوقت نکاح مقرر ہوئی وہی قائم رہے گی اور وہی مقدار بذمہ شوہر واجب ہے لیکن اگر قبل از دخول و خلوت کے شوہر طلاق دے دیوے تو نصف مہر بذمہ شوہر واجب الادا[3] ہوگا۔

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۷۔ ۱۲ ظفیر۔ [2] اقلہ (ای المہر) عشرۃ دراہم الخ وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا و یجب الاکثر عنہا ان سمی الاکثر (درمختار) یجب الاکثر ای بالغا ما بلغ (رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر[3] ولو سمی اقل من عشرۃ فلہا العشرۃ (الی قولہ) ولو طلقہا قبل الدخول تجب خمسۃ عند علمائنا (ہدایہ باب المہر ج ۲ ص ۳۰۴) ظفیر

مہر کا ایک حصہ دے دیا تو اب طلاق کے وقت پھر کل کی مستحق ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۳۸) وقت نکاح تشریح مہر مؤجل ومعجل کی نہ تھی اور بعد نکاح کے زید نے ایک جزو مہر کا ہندہ کو ادا کیا تو طلاق کے وقت کل مہر ادا کرنا ہوگا یا کیا۔

الجواب:۔ طلاق کے وقت کل مہر باقی ماندہ ادا کرنا ہوگا۔[۱]

طلاق نہ دینے کی صورت میں کیا حکم ہے

سوال (۱۳۳۹) در صورت نہ دینے طلاق کے کل مہر کا دعوی ہو سکتا ہے یا جزو کا یا نہیں ہو سکتا۔

الجواب:۔ نہیں ہو سکتا۔

طلاق کی طلب پر شوہر نے کہا کہ مہر معاف کر دو تو لڑکی کے باپ نے ذمہ لے لیا اب طلاق دے دی تو مہر کا کیا حکم ہے

سوال (۱۳۴۰) ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ تو میری دختر کو طلاق دے دے اس نے کہا کہ اگر وہ مہر معاف کر دے گی تو میں طلاق دے دوں گا۔ زوجہ کے باپ نے ضامن ہو کر کہا کہ میں اپنی بیٹی سے مہر معاف کرادوں گا، اس بنا پر شوہر نے طلاق دے دی، بعد میں نہ باپ نے معاف کرایا نہ لڑکی نے معاف کیا، اس صورت میں شوہر کے ذمہ مہر ادا کرنا واجب ہے یا کیا۔

الجواب:۔ اس صورت میں طلاق ہو گئی اور بی بی نے اگر مہر معاف نہ کیا تو باپ ذمہ دار ہے اس سے لیوے۔

جو مہر مؤجل ہے اس میں سے کچھ معجل ہو سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۴۱) ہندہ کا عقد زید کے ساتھ بمعاوضہ زر مہر دا۔ عـ روپیہ ۲۱ اشرفی پانچ دینار کے منعقد ہوا، یہ کل مہر سیاہیہ نکاح میں بلفظ مہر مؤجل لکھا ہے، متناکحین حی وقائم ہیں اور ہنوز نکاح بھی قائم ہے اب سوال یہ ہے کہ مہر مذکورہ بالا کا کوئی جزو مہر معجل ہو سکتا ہے اگر ہو سکتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی۔

الجواب:۔ جب کہ تمام مہر مؤجل قرار پایا ہے تو اس کی کوئی مقدار معجل نہیں ہو سکتی اور فی الحال مطالبہ کسی جزو کا نہیں ہو سکتا ہے۔[۲]

---

[۱] ۔ وبالطلاق یتعجل المؤجل (ردالمحتار باب المهر ج ۲ ص ۲۹۳) ظفیر [۲] وان کان لا الی غایۃ معلومۃ قال بعضهم یصح وهو الصحیح وهذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسها و هو الطلاق او الموت (عالمگیری کشوری ج ۲ ص ۳۳۹) ظفیر

خنثی عورت کو مہر ملے گا یا نہیں۔

سوال (۱۳۴۲) جب کہ ہندہ کے کوئی علامت مذکر و مؤنث کی نہیں اور نہ پستان صرف راستہ پیشاب مثل ایک بہت تنگ سوراخ کے ہے ایسی حالت میں اس کا مہر نصف لازم ہوگا یا نہیں۔

الجواب:- جب کہ ہندہ خنثیٰ مشکل ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا مہر بھی لازم نہ ہوگا نہ کل نہ نصف، در مختار میں ہے[1]

مہر میں قرض شمار ہوگا یا نہیں

سوال (۱۳۴۳) زوجہ کا مہر قرض میں شمار ہوگا یا نہیں۔

الجواب:- زوجہ کا مہر دینا بذمہ شوہر ہوتا ہے اور اس کا ادا کرنا تقسیم ترکہ سے مقدم ہوتا ہے (معلوم ہوا کہ قرض میں شمار نہ ہوگا[2]۔ ظفیر)

مزنیہ سے نکاح کیا پھر طلاق دی تو مہر کتنا ملے گا۔

سوال (۱۳۴۴) زید نے زینب کے ساتھ زنا کیا جب لڑکا پیٹ میں پیدا ہوا تو زینب کا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دیا، بعد چند روز کے ہم بستر ہو کر تین طلاق دے دی، زینب کو پورا مہر ملے گا یا نصف۔

الجواب:- اس صورت میں زینب کا نکاح زید کے ساتھ صحیح ہو گیا تھا[3] اور صحبت کے بعد طلاق دینے سے پورا مہر زینب کا زید کے ذمہ لازم اور واجب الاداء ہو گیا[4]۔ فقط

شوہر کے اس کہنے سے کہ بغیر میری اجازت کہیں نہ جانا ورنہ مہر نہ دوں گا اور بیوی چلی گئی تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۳۴۵) زید نے اپنی بی بی ہندہ سے کہا کہ اگر تم بغیر میری اجازت کے اور میری عدم موجودگی میں کہیں گئی تو تمہارا دین مہر میں نہ دوں گا بعد دو ہفتہ کے عدم موجودگی میں اپنے رشتہ دار کے یہاں چلی گئی تو شرعاً کیا حکم ہے۔

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳۵۶ ای ان ایراد العقد علیهما لا یفید ملک استمتاع الرجل بهما لعدم محلیتهما له (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۶) ظفیر [2] اذا دان المهر وجب بنفس العقد (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۸) ظفیر [3] وصح نکاح حبلی من زنا الخ ثم لو نکح الزانی حل له وطؤها (الدر المختار علی هامش رد المحتار فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۴۰۶) ظفیر [4] وتجب العشرة ان سماها او دونها ویجب الاکثر منها ان سمی الاکثر ویتأکد عند وطئ او خلوة صحت من الزوج (الدر المختار علی هامش رد المختار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۸) ظفیر

الجواب :۔ اس صورت میں مہر ساقط نہیں ہوا، زید کے ذمہ مہر بندہ کا لازم ہے اور زید کو وہ مہر دینا ہوگا[1]۔ فقط

پہلے ڈھائی سو پر نکاح کیا پھر تجدید نکاح چودہ ہزار سے زیادہ پر کیا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۳۴۶) مسمی بڈن نے ۲۷ محرم ۳۸ھ کو مسماۃ زہرا بی سے بمعاوضہ مہر مبلغ دو سو پچاس روپیہ مہر موجل عقد کیا، اٹھارہ روز بعد بتاریخ ۱۵ صفر ۳۸ھ مسمی بڈن مذکورہ نے مسماۃ مذکورہ سے چودہ ہزار سات سو پچاس روپیہ مہر مقرر کرکے تجدید نکاح کی یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ منکوحہ سے عقد ثانی کرنا فضول ہے لیکن اضافہ مہر صحیح ہے[2]۔

رضاعی بھائی بہن میں شادی ہوگئی تو مہر لازم ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۴۷) زید اور فاطمہ نے ایک تیسری عورت کا جو اجنبیہ ہے دودھ پیا، زید و فاطمہ کے اولیاء نے دونوں کا باہم عقد کر دیا، یہ عقد صحیح ہے یا نہیں، بہر حال مہر موطوئہ کا ناکح پر لازم ہے یا نہ۔

الجواب :۔ نکاح ان دونوں رضیعین (دودھ پینے والوں) کا باہم درست نہیں ہے ان میں تفریق ہونی چاہیئے اور بصورت وطی مہر لازم ہے[3]۔ فقط

بلا مہر نکاح ہوا اور قبل خلوت طلاق دے دی تو مہر اب کیا ہوگا۔

سوال (۱۳۴۸) ایک مرد ۱۶ سالہ عمر کا نکاح دختر ۷ سالہ نابالغہ سے ہوا، اور بوقت ایجاب و قبول مہر کا ذکر بھی نہیں ہوا اور نہ کا بین

---

[1] افادان المهر وجبت بنفس العقد الخ وانما یتأکد لزوم تمامه بالوطئ ونحوه (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۷) ظفیر

[2] نکاح تو پہلے ہی ہوچکا تھا یہ دوسرا نکاح فضول ہوا البتہ مہر میں اضافہ شوہر کی طرف سے ہوگیا۔ او زید علی ماسمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس الخ وفی الکافی جدد النکاح بزیادة الف لزمه الالفان (در مختار) حاصل عبارة الکافی تزوجها فی السر بالف ثم فی العلانیة بالفین فی الاصل انه یلزمه عنده الالفان ویکون زیادة فی المهر وعند ابی یوسف المهر هو الاول لان العقد الثانی لغو فیلغو ما فیه وعند الامام ان الثانی وان لغا لا یلغو ما فیه من الزیادة (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۳ و ۴۶۴) ظفیر

[3] فیحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب رواه الشیخان (الدر المختار علی هامش رد المحتار کتاب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷) ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطوء لا بغیره (ایضاً۔ باب المهر ج ۲ ص ۴۸۱ و ص ۴۸۲) ظفیر

نامہ میں تحریر ہوا، مرد نے بوجہ عدم بلوغ زوجہ، زوجہ کو قبل وطی طلاق دے دی تو اس صورت میں مہر کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ حکم شرعی اس صورت میں ہے کہ جب کہ بوقت نکاح مہر کا تذکرہ اور تسمیہ نہیں ہوا، اور طلاق دخول و خلوۃ سے پہلے دی گئی تو مہر کچھ لازم نہیں ہے، صرف متعہ یعنی تین کپڑے یا ان کی قیمت لازم ہے[1]۔

بداطواری کی وجہ سے طلاق دی جائے تو بھی مہر دینا ہوگا۔

سوال (۱۳۴۹) زید کا عقد سلمہ کے ساتھ بمعاوضہ زر مہر ایک سو پچھتر روپیہ سکہ عثمانیہ باندھا گیا، سلمہ نے بعد عقد ایک سال تک اپنے منہ پر نقاب رکھا، ہر وقت ہم بستری اور خدمت گذاری سے ناراض رہتی تھی بعد نقاب اٹھ گیا، اس کی ساتھ ہی فحش کلامی و نافرمانی خاوند کے ساتھ کی، زید نے ایسی حرکات سے تنگ آکر خوراکی ماہانہ دے کر اس کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا اور زر مہر ماہانہ حسب آمدنی ادا کرنا چاہتا ہے مگر اس کی والدہ زر مہر متفرق حاصل کرنے سے روکتی ہے کہ یکمشت دیا جائے زید میں یکمشت ادا کرنے کی قدرت نہیں ہے ایسی عورت کے ساتھ کیا کیا جائے، کیا نان و نفقہ زید کے ذمہ واجب الادا ہے، بداخلاقی و نافرمانی سے تنگ آکر طلاق دی جاوے تو زر مہر کیا عائد ہوگا، سلمہ ماہانہ زر مہر کے حاصل کرنے میں دریغ کرتی ہے، اس کی نسبت کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ مہر اگر مؤجل ہے یعنی فی الحال دینا مہر قرار نہ پایا تھا تو اس کے وصول کا وقت فقہاء نے طلاق یا موت لکھی ہے۔ قبل طلاق عورت مطالبہ نہیں کر سکتی[2]، اور اگر مہر معجل ہے تو عورت فی الحال اس کا مطالبہ کر سکتی ہے لیکن جب کہ شوہر یکمشت دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو باقساط ادا کیا جاوے گا اور جو عورت شوہر کے مکان سے بلا اس کی اجازت کے اندراہ نافرمانی

---

[1] وتجب متعۃ لمفوضۃ وهي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفۃ (درمختار) ولو دفع قیمتها اجبرت علی القبول (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۶۲) ظفیر

[2] ویتأکد المهر عند وطء او خلوۃ الخ (درمختار) واذا تأکد المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذلک وان کانت الفرقۃ من قبلها لان البدل بعد تأکده لا یحتمل السقوط الا بالابراء (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر

چلی جاوے اس کا نفقہ ساقط ہے مگر صورت مسئولہ میں چونکہ خود شوہر نے اس کو بوجہ اس کی بد اخلاقی کے اس کی والدہ کے پاس بھیجا ہے تو اس صورت میں نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے[1]۔ فقط

خلوت سے پہلے طلاق دینے پر مہر لازم ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۳۵۰) زید نے اپنا عقد ہندہ سے بہ تقرری مہر سوا چالیس روپیہ کے کیا اور قبل وطی اور خلوۃ صحیحہ کے زید نے ہندہ کو طلاق بائن دے کر نکاح سے خارج کر دیا اور مہر دینے سے انکار کرتا ہے اور موضح القرآن سے آیۃ کریمہ لاجناح علیکم الخ دلیل میں پیش کرتا ہے اس صورت میں مہر دینا ہوگا یا نہیں۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں قبل دخول وخلوۃ طلاق دینے سے نصف مہر لازم آتا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ الآیۃ اور یہ آیت لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ الآیۃ کے بعد ہے اس کی تفسیر کو بھی موضح القرآن میں دیکھ لیں وہ پہلا حکم مہر واجب نہ ہونے کا اس وقت ہے کہ مہر بالکل مقرر نہ ہو اور قبل دخول وخلوۃ طلاق دی جاوے اور جب کہ مہر کی مقدار مقرر ہوئی ہو جیسا کہ اس صورت میں ہے اور طلاق قبل دخول وخلوۃ واقع ہوئی ہو تو نصف مہر لازم آتا ہے اس آیت وان طلقتموهن الآیۃ میں اس کا بیان ہے اور کتب فقہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح ہے[2]۔ فقط

بیوی سے مہر معاف نہ کرا سکا تو اب کیا کرے۔

سوال (۱۳۵۱) بکر کی زوجہ کا انتقال ہو گیا اور بکر نے نہ تو مہر ادا کیا چونکہ وسعت نہیں تھی اور نہ مہر معاف کرایا، اب زوجہ کی والدہ وغیرہ سے بکر مہر معاف کرا لیوے تو معاف ہو سکتا ہے یا نہیں جب کہ مرحومہ لاولد ہے (۲) مرحومہ کے مہر کا حقدار کون کون ہے (۳) کوئی ایسی صورت ہے جب کہ وہ واقعی ادائیگی کے قابل نہیں ہے کہ وہ

---

[1] فتجب (النفقة) للزوجة بنكاح صحيح الخ على زوجها الخ ولو هي في بيت أبيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى وكذا اطالبها ولم تمنع (الدر المختار على هامش رد المحتار باب النفقة ج ۲ ص ۸۸۶ و ۸۸۹) ظفير [2] سورة البقرة آيت ۲۳۱ [3] ايضاً ظفير [4] ويجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة (الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفير

مرحومہ کے قرض مہر سے بچ جاوے اور قیامت میں گرفتار عذاب نہ ہو (۴) اگر کوئی شخص خلوۃ میں اپنی زوجہ سے مہر معاف کرالیوے تو معاف ہو جاوے گا یا نہ گواہوں کی ضرورت تو نہ ہوگی۔

الجواب:- زوجہ کے مرنے کے بعد زوجہ کے وارثوں سے اگر مہر معاف کرائے گا مہر معاف ہو جائے گا، عام اس سے کہ ادائے مہر کی استطاعت ہو یا نہ ہو اور مہر میں خاوند کا بھی حق ہے اس کو معاف کرانے کی ضرورت نہیں[1]۔ (۲) زوجہ کے وارثوں کو مہر اسی طرح پہنچے گا جس طرح کہ زوجہ کا اپنا مملوکہ مال پہنچتا ہے (۳) معاف کرانے کے سوا اور کوئی صورت نہیں (۴) اگر تخلیہ میں زوجہ سے مہر معاف کرادے گا تو وہ عنداللہ معاف ہو جاوے گا لیکن اگر جھگڑا قاضی کے یہاں پیش ہوگا تو وہ بغیر گواہ یا اقرار زوجہ کے مہر ساقط نہ کرے گا۔

بیس برس بعد مہر کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۵۲) زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو بیس برس ہوئے طلاق دے دی ہے مگر اب تک زید نے دین مہر اپنی زوجہ کا ادا نہیں کیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو دین مہر کے مطالبہ کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں۔

الجواب:- اس صورت میں زید کی زوجہ اپنے مہر کا مطالبہ شرعاً کر سکتی ہے۔

کیا کوئی مدت ہے جس کے بعد مہر کا مطالبہ جائز نہیں ہوتا

سوال (۱۳۵۳) کیا شرعاً ایسی کوئی مدت ہے جس کے گذرنے کے بعد مطالبہ مہر کا حق زوجہ کو نہ رہے۔

الجواب:- شرعاً کسی مدت کے گزرنے سے حق کسی وارث کا اور صاحب حق کا ساقط نہیں ہوتا، شامی میں ہے قالوا ان الحق لا یسقط بالتقادم[2]۔ فقط۔

جس بیماری میں مہر معاف کیا اسی میں بیوی مرگئی تو معاف ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۳۵۴) ہندہ مریضہ نے اپنے شوہر کو بدیں مضمون مہر معاف کر دیا کہ میں چونکہ امراض لاحقہ میں مبتلا رہتی ہوں، لہذا اپنے مہر بخشتی ہوں بعد اس تحریر کے اس مرض لاحقہ میں دس روز کے بعد انتقال کیا، اب عورت کے وارث مہروں میں شرعاً حصہ پا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب:- مرض الموت میں مہر معاف کرنا صحیح نہیں ہے، پس اگر باقی ورثہ مہر کی معافی

---

[1] شوہر کا حصہ بیوی کے ترکہ میں نصف اگر بچے نہ ہوں، ورنہ چوتھائی دیکھئے سراجی وغیرہ

[2] دیکھئے الاشباہ والنظائر مع الحموی کتاب القضاء ص ۲۱۴۔ ۱۲ ظفیر۔

کو تسلیم نہ کریں تو وہ اپنا حصہ مہر میں سے لے سکتے ہیں، درمختار میں ہے کہ مرض الموت کا ہبہ وغیرہ بحکم وصیت ہے اور بحکم لا وصیۃ لوارثٍ[1] وارث کے لیے وصیت صحیح نہیں ہوتی مگر یہ کہ باقی ورثہ راضی ہوں۔ فقط۔

کیا بیوہ نکاح کرلے تو مہر اور ترکہ کی مستحق نہیں رہتی۔

سوال (۱۳۵۵) زید کا انتقال ہوگیا اس کے پسماندگان دو تین بچہ نابالغ اور ایک بیوی ہے، زید نے اپنی حیات میں چند متولیان مقرر کردیئے تھے جن کے زیر نگرانی اس کی پسماندگان کی پرورش ہوتی رہی، زید کی زوجہ جوان ہے نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے، متولیان کہتے ہیں کہ اگر نکاح ثانی کیا تو مہر اور ترکہ کچھ نہ دیا جائے گا، یہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زید کی زوجہ کا جو کچھ حصہ شرعی زید کی جائداد میں سے ہے اور مہر اس کا جو بذمہ شوہر واجب ہے وہ بہر حال زوجہ کو دیا جاوے گا خواہ وہ عقد ثانی کرے یا نہ کرے اوصیاء اور متولیان کا یہ کہنا کہ اگر اس نے عقد ثانی کرلیا تو اس کو کچھ نہ دیا جاوے گا غلط ہے اور خلاف شرع ہے، زوجہ بہر حال اپنے حصہ شرعیہ اور مہر کی حقدار اور مالک و مستحق ہے اگر اس کو کچھ نہ دیا جاوے گا تو یہ ظلم اور گناہ کبیرہ ہے اور حق العباد کا مواخذہ ان کے ذمہ رہے گا[2]۔

مقررہ مہر نالش کرکے لے لیا پھر شوہر نے پہلا مہر قائم رکھا تو یہ دوسرا اضافہ مہر عورت لے سکتی ہے۔

سوال (۱۳۵۶) مسماۃ امۃ الغنی نے مبلغ پانچ ہزار روپیہ اپنا دین مہر شوہر سے بذریعہ نالش وصول کرلیا اور بعد کو شوہر نے موافقت پیدا کرکے مسماۃ مذکورہ کا وہی مہر تعداد مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر مکرر قائم کرکے تسلیم کرلیئے، اب چونکہ شوہر مسماۃ کا انتقال ہوگیا لہٰذا مسماۃ مذکورہ شرعاً اپنا دین مہر مکرر ترکہ شوہر سے پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں عورت پانچ ہزار روپیہ پانے کی ترکہ شوہری سے مستحق ہے، کیونکہ یہ دوبارہ شوہر کا پانچ ہزار روپیہ مہر کا تسلیم کرنا زیادتی مہر پر محمول ہوکر بذمہ شوہر واجب الادا ہوگیا کما یظہر من فروعات باب المہر من الدر المختار والشامی وہ ما فوض

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المختار کتاب الوصایا ج ۵ ص ظفیر۔ [2] افادان المہر وجب بنفس العقد الخ واذ تأکد المہر بما ذکر لا یسقط بعد ذلک وان کانت الفرقۃ من قبلہا لان البدل بعد تأکد لا یحتمل السقوط الا بالاداء کالثمن اذا تأکد بقبض المبیع (رد المختار باب المہر ۲/ ۱۵۴) ظفیر

بتراضیهما الخ بعد العقد الخ او زید علی ما سمّی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس الخ درمختار و فی الشامی و کذا لو قال لزوجته بمهر و کانت قد وهبته له فانه یصح ان قبلت فی المجلس ؎ فقط

سوال (۱۳۵۷) عورت نے مہر لے کر زیور بنوالیا اور مطالبہ باقی رکھا اب اس کے مرنے کے بعد کیا حکم ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے مہر طلب کیا، شوہر نے مہر ادا کر دیا مگر مہر دینے کے وقت کوئی گواہ نہ کیا عورت نے مہر کا روپیہ لے کر زیور بنوا کر پہن لیا اور اپنے شوہر سے کہا کہ مہر دے شوہر نے کہا کہ میں مہر دے چکا، عورت نے کہا کہ اس کا تو میں نے زیور بنوالیا اور وہ زیور تیرے ہی گھر میں ہے مجھ کو اس سے کیا نفع ہوا، مجھ کو دوبارہ مہر دے مگر شوہر نے دوبارہ مہر نہیں دیئے، عورت کا انتقال ہو گیا تو شوہر کے ذمہ مہر باقی ہے یا نہیں، اگر باقی ہے تو کس کو دے۔

الجواب:- اگر عورت کے ورثہ ادائے مہر کو تسلیم نہیں کرتے اور شوہر کے پاس دو گواہ عادل موجود نہیں ہیں تو مہر بذمہ شوہر لازم ہے، پس اگر عورت لاولد رہی ہے تو نصف مہر شوہر کو پہنچ گیا اور نصف دیگر ورثہ کو پہنچا، شوہر ان کو نصف مہر دے دے۔

سوال (۱۳۵۸) نکاح کے بعد پورا مہر دے دیا مگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی تو آدھا مہر شوہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بھی دے دیا لیکن رخصت نہیں کی یعنی قبل خلوة طلاق دے دی تو نصف مہر واپس لے سکتا ہے، اگرچہ مہر میں جانور ذی روح دیا ہو اور وہ مرگیا ہو، یا روپیہ ہو اور خرچ ہو گیا ہو یا کپڑے ہوں وہ پہننے سے گل گئے ہوں۔

الجواب:- اس صورت میں شوہر نصف مہر واپس لے سکتا ہے اور جو بعینہٖ واپس نہ ہو سکتا ہو تو اس کی مثل یا قیمت واپس کی جاوے گی، فی الدرالمختار قبضت الف المهر فوهبته له وطلقت قبل وطی رجع علیها بنصفه لعدم تعین النقود فی العقود ؎۔

سوال (۱۳۵۹) مرض الموت کی معافی جائز ہے یا نہیں اور مہر معاف کرنے کے گواہ نہیں ہوں تو لڑکا مہر پائے گا یا نہیں۔

مسماۃ ہندہ نے مرض الموت میں چند زیورات مسجد میں دیا اور بقیہ زیور اپنے لڑکے خالد نابالغ کو دیا شوہر کو کوئی عذر اپنے حق میں اس وقت نہیں ہوا۔

؎ ردالمحتار باب المہر ج ۲ ص ۳۶۳۔ ظفیر۔ ؎ دیکھئے الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار باب المہر ج ۲ ص ۳۷۴۔ ظفیر۔

بعد انتقال کے شوہر نے اپنا حصہ لے لیا، خالد جب بالغ ہوا تو مہر طلب کیا، شوہر کہتا ہے کہ مہر معاف کر دیا مگر نہ کوئی شہادت ہے نہ ثبوت ہے پس ایسی صورت میں خالد مہر پانے کا مستحق ہے یا نہیں، اور مرض الموت میں اگر مہر معاف کرا لے تو معاف ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ شوہر کا دعویٰ معافی مہر کا بلا دو گواہ عادل کے مسموع نہ ہوگا[1] اور خالد بقدر اپنے حصہ کے مہر وصول کرے گا اور شوہر کا حصہ ساقط ہو جاوے گا اور مرض الموت کی معافی باطل ہے۔ فقط

مہر حضرت ام حبیبہؓ پر نکاح ہوا تو مہر کتنا ہوگا۔

سوال (۱۳۶۰) اگر کسی شخص نے مہر حضرت ام حبیبہؓ پر نکاح کیا اور کوئی تفسیر اس کی نہیں کی گئی تو زوج کو کیا دینا ہوگا، چار سو دینار کی برابر سونا یا اس کی قیمت روپیہ سے یا بوقت عقد چار سو دینار سونے کی جو قیمت ہو وہ دینا ہوگی۔

الجواب:۔ چار سو دینار سونے کی قیمت بوقت عقد جو ہو وہ دینی ہوگی[2] (ایک دینار ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے۔ ظفیر)

مہر معجل کا مطالبہ لڑکا سے ہوگا یا اس کے باپ سے

سوال (۱۳۶۱) خاتون نابالغہ دختر عبدالکریم کا نکاح نذیر احمد پسر بشیر احمد سے بولایت والدین بتقرر مہر مبلغ پانسو روپیہ نصف معجل ونصف مؤجل ہوا تو لڑکی کا باپ مہر معجل کا مطالبہ شوہر سے کر سکتا ہے یا اس کے باپ سے۔

الجواب:۔ لڑکا اگر بالغ ہے تو دختر کا باپ شوہر سے مہر معجل کا مطالبہ کر سکتا ہے، اور اگر شوہر نابالغ ہے تو اگر اس کا باپ ضامن ادائے مہر کا ہو گیا ہے تو اس سے مطالبہ مہر کا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں[3]۔ فقط

---

[1] ونصابها (ای الشهادة) لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية الخ رجلان اورجل وامرأتان (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الشهادات ج ۴ ص ۵۱۵) ظفير

[2] عن ام حبيبة كانت تحت عبد الله بن جحش فمات بارض الحبشة فزوجها النجاشي النبي صلى الله عليه وسلم وامهرها عنه اربعة الالف درهم (مشكوة باب الصداق ص ۲۷۷)

[3] وصح ضمان الولي مهرها الخ وتطالب اياً شاءت من زوجها البالغ او الولي الضامن (در مختار) وقيد بالضامن لان الكلام فيه ولانه لا يطالب بلا ضمان الخ لان المهر انما يلزم ذمة الزوج (رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۹۱، ۴۹۰) ظفير

مہر سے مراد

سوال (۱۳۶۲) مہر سے کیا مراد ہے۔

الجواب:۔ مہر وہ مال ہے جو نکاح میں مقرر ہو[۱]۔

مہر کتنا ہونا چاہیے۔

سوال (۱۳۶۳) مہر حیثیت پر ہونا چاہیئے۔ یا شرعی۔

الجواب:۔ ہر طرح درست ہے یعنی جس قدر چاہے مہر مقرر کردے وہ لازم ہو جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ بہت زیادہ نہ کرے (اقلہ عشرۃ دراھم الخ و یجب الاکثر منھا ان سمی الاکثر (در مختار) ای بالغا ما بلغ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر

مہر کی ادائیگی ضروری ہے یا معاف کرالینا کافی ہے

سوال (۱۳۶۴) ادائیگی مہر ضروری ہے یا بخشوانا کافی ہے۔

الجواب:۔ ادائیگی مہر ضروری ہے لیکن اگر عورت بخوشی معاف کردے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

نہ معاف کرایا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۳۶۵) اگر منکوحہ بدون وصول اور بدون معاف کرنے مہر کے فوت ہو گئی تو وہ مہر فی سبیل اللہ خرچ کرنا جائز ہے یا ورثہ کو دیا جاوے۔

الجواب:۔ وہ وارثوں کو پہنچانا چاہیے یعنی شوہر اپنا حصہ وضع کر کے باقی دیگر ورثہ کا حصہ ان کو پہنچادے۔

کنواری کہہ کر ایک ہزار مقرر کیا بعد میں معلوم ہوا کہ کسی کے نکاح میں رہ چکی ہے تو اب مہر کیا ہوگا۔

سوال (۱۳۶۶) زید نے ہندہ کے ساتھ شادی کی، ہندہ کے باپ نے اپنی لڑکی کو کنواری مجلس نکاح میں ظاہر کر کے ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرایا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہندہ منکوحہ غیر تھی۔ اس بنے اب مہر مقررہ ایک ہزار روپیہ کے بارہ میں کیا حکم ہے، زید کے ذمہ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مہر مقررہ ہزار روپیہ اس صورت میں واجب ہے، کما فی الدر المختار ولو شرط البکارۃ فوجدھا ثیبا لزمہ الکل و رجحہ فی البزازیۃ[۲] فقط

---

[۱] ثم عرف المھر فی العنایۃ بانہ اسم المال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ البضع (رد المحتار باب المھر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر [۲] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۰ عبارتہا تزوجہا علی انہا بکر فاذا ہی لیست کذالک یجب المہر (رد المختار ایضا) ظفیر

نکاح جس مہر پر ہو وہی دینا واجب ہے گو رجسٹر میں لکھا نہ گیا ہو۔

سوال (۱۳۶۷) ایک شخص نے قبل از نکاح لڑکی کے ولد کے مشورہ سے حق مہر کے لیئے ایک اسٹامپ تحریر کر دیا جس میں یہ لکھا کہ میں اپنی منکوحہ مسماۃ زینب بی بی کے لیئے مبلغ ایک ہزار روپیہ بابت حق مہر علاوہ بتیس روپیہ و زیورات مندرجہ رجسٹر ادا کرنے کا عہد کرتا ہوں، عندالطلب مجھ سے وصول کرنے کا حق رکھتی ہے لیکن بعد از تحریر باہم رنجش ہو گئی اسٹامپ ناپسند کیا گیا۔ اس پر لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل بوقت نکاح رجسٹر نکاح میں اس کا حوالہ بالکل نہیں دوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۸ء کو اسٹامپ تحریر ہوا۔ اور ۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء کو نکاح پڑھایا گیا اور ایک ہزار کی رقم درج رجسٹر نہیں ہوئی صرف بتیس روپیہ اور زیورات درج ہوئے، اس صورت میں زوجہ ایک ہزار کی رقم بھی وصول کر سکتی ہے یا نہیں، اقرار نامہ رجسٹری نہیں ہوا۔

الجواب: اس صورت میں علاوہ بتیس روپیہ و زیورات مذکورہ کے ایک ہزار روپیہ بھی مہر میں داخل ہے اور عندالطلب شوہر کو ادا کرنا لازم ہے کیونکہ زبانی و تحریری اس صورت میں کافی ہے، رجسٹری ہونے کی ضرورت شرعاً نہیں ہے کما فی الدر المختار ویجب الاکثر منہما ان سمی الاکثر[۱] الخ فقط

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت قابل جماع نہیں ہے تو مہر واجب ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۳۶۸) ایک شخص نے اپنا نکاح کیا مبلغ عہ/۴ مہر مقرر ہوا، اور بعوض نان ونفقہ پانسو روپیہ کی اراضی مسماۃ کے نام کر دی بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ یہ عورت قابلِ وطی و اولاد کے نہیں ہے لہٰذا وہ شخص اس کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ مہر واجب ہے یا نہ اور نان ونفقہ کے عوض جو دیا گیا اس کی مالک ہوگی یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں طلاق دینے سے نصف مہر شوہر پر لازم ہوگا[۲] اور نان ونفقہ کے لیے جو کچھ شوہر نے اس عورت کو دے دیا وہ اس کی مالک ہوگئی اس کی واپسی اب نہیں ہو سکتی۔

---

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۴۔ ظفیر۔ [۲] رتقاء وغیرہ عورت سے نکاح جائز ہے حق کہ خیار فسخ نکاح بھی نہیں ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن (درمختار) رتق بالتحریک انسداد مدخل الذکر وقرن کفلس لحم ینبت فی مدخل الذکر کالغدۃ وقد یکون عظما۔

بقیہ بر صفحہ ۲۸۹

بعد طلاق مہر مؤجل بھی معجل ہو جاتا ہے

سوال (۱۳۶۹) زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ساڑھے تین سال سے روٹی کپڑا اور حق پرورش بچہ کا نہیں دیا نہ حق زوجیت ادا کیا، زید ایک مرتبہ چند مستورات کو اپنے ہمراہ لے کر آیا اور ہندہ پر سخت تشدد کیا، بالآخر لفظ تین طلاق چند آدمیوں کے سامنے کہہ کر چلا گیا تو ہندہ اپنا مہر مؤجل وصول کر سکتی ہے یا نہیں، زید عذر کرتا ہے کہ مہر مؤجل تھا معجل نہ تھا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ اگر دو گواہ عادل طلاق کے موجود ہیں یا زید کو اس کا اقرار ہے تو ہندہ مطلقہ ثابت ہو گئی اور مہر اگر مؤجل تھا تو معجل ہو گیا بعد طلاق کے ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ زید سے کر سکتی ہے اور زید کے اعذار لغو اور باطل ہیں اور نفقہ گذشتہ زمانہ کا ہندہ کو نہیں مل سکتا۔

لڑکی جو قابل وطی نہ ہو اس کا مہر

سوال (۱۳۷۰) ایک شخص کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، مگر لڑکی وطی کے قابل نہیں ہے نکاح ہوا یا نہیں، بعد میں باہم یہ فیصلہ ہوا کہ جو کچھ جہیز لڑکی کا تھا وہ لڑکی والے کو مل جاوے اور جو زیورات وغیرہ لڑکے والے کے تھے وہ لڑکے والے کو مل جاویں چنانچہ لڑکی اپنا جہیز لے گئی اور ہمارا زیور دے گئی، اب اس کو طلاق دی جاوے یا نہیں اور مہر ہم پر کس قدر لازم ہے۔

الجواب:۔ نکاح ہو گیا تھا اور بطریق خلع جو فیصلہ ہو گیا وہ صحیح ہو گیا، لیکن اگر خلع وغیرہ کا لفظ نہیں بولا گیا اور طلاق بھی نہیں دی تو نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی اور جب کہ عورت قابل وطی کے نہ ہو تو اس سے اگر خلوت بھی ہو تب بھی بعد طلاق کے نصف مہر لازم آتا ہے کیونکہ وہ خلوت صحیحہ نہیں ہے[1]۔ فقط

شوہر کے مرتد ہونے کے بعد بھی اس سے مہر وصول کیا جائے گا۔

سوال (۱۳۷۱) ہندہ کا شوہر نو سال سے عیسائی ہو گیا ہے، لیکن وہ ہندہ کی خبر نان و نفقہ سے لیتا رہا ہے، اب

(ردالمحتار باب العنین وغیرہ ج ۲ ص ۸۲۲) اگر ایسی عورت ہو تو خلوت کے باوجود نصف مہر ہے کیونکہ اس صورت میں خلوت نہیں ہوتی۔ دیکھئے باب المہر ج ۲ ص ۴۶۵۔ صرف خنثیٰ مشکل سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر یہ صورت ہے تو یہ الگ بات ہے۔ ظفیر۔ [1] والحنون بلا مانع حسی الخ ورتق والتلاحم الخ وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین عدۃ (در مختار) فی البحر عن المغرب القرن فی الفرج مانع یمنع سلوک الذکر فیہ (ردالمحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۵) ظفیر

ہندہ کے اقرباء کہتے ہیں کہ ہم مہر کی نالش کریں گے، آیا بصورت ارتداد شوہر اگر مہر کی نالش ہو سکتی ہے تو کس میعاد تک، اور مرتد نے جو روپیہ کثیر ہندہ کو دیا ہے اس کا لینا ہندہ کو جائز تھا یا نہیں۔ اور اب شوہر مرتد ہندہ سے وہ روپیہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بصورت ارتداد شوہر کے زوجہ مہر لے سکتی ہے[1] اور میعاد اس کی شرعاً کچھ نہیں ہے یعنی کسی مدت کے گذرنے سے مہر ساقط نہیں ہوتا ہوتا اور جو کچھ عیسائی نے اس عورت کو دیا اور ہبہ کر دیا وہ اس کی مالک ہوگئی، موانع رجوع کے پائے جانے کی صورت میں وہ عیسائی اس دیئے ہوئے مال کو واپس نہیں لے سکتا اور اسلام لانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ فقط

حلالہ سے پہلے نکاح کی صورت میں مہر آتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۷۲) شخصے زوجہ خود را سہ طلاق داد بعدہ قبل از تحلیل نکاح منعقد ساخت ومقاربت وقربان بایام بوجود رسید دریں صورت نکاح شرعاً صحیح شد یا نہ ومہر لازم است یا نہ۔

الجواب:۔ دریں صورت نکاح نہ شد، ومہر مثل در نکاح فاسد لازم می شود بعد دخول وصحبت قال فی الدر المختار ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد الخ بالوطی[2] الخ

مطلقہ کا مہر شوہر کے ذمہ لازم ہے

سوال (۱۳۷۳) ایک عورت نافرمان کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اور شوہر صرف آٹھ روپیہ کا ملازم ہے تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ دین مہر زوجہ کا واجب ہے یا نہ؟ اور شوہر کی مفلسی کا بھی کچھ لحاظ شریعت میں ہوگا یا نہ۔؟

الجواب:۔ دین مہر زوجہ کا جو مطلقہ ہے، شوہر کے ذمہ لازم وواجب ہے، جس وقت ہو ادا کرے اس دین میں حاکم شوہر کو قید کر سکتا ہے بعد ثابت ہونے افلاس کے رہا کر دیوے، پھر جس وقت وسعت ہوگی ادا کرنا لازم ہے، بہرحال دین مہر بذمہ شوہر واجب الاداء[3] ہے۔ فقط

---

[1] افادان المہر وجب بنفس العقد الخ وانما یتأکد لزوم تمامہ بالوطئ ونحوہ الخ لان البدل بعد تأکدہ لا یحتمل السقوط الا بالابراء (رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۵۲) ظفیر [2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۸۱) ظفیر [3] ومن سمی مہرا عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بھا اومات عنہا (الی قولہ) وان طلقہا قبل الدخول والخلوۃ فلہا نصف المسمی (ھدایہ ج ۲ ص ۳۰۴) ظفیر۔

شوہر نابالغ انتقال کر جائے تو بھی مہر اور عدت ضروری ہے یا نہیں۔

سوال (۱۲۷۴) شوہر اگر صغیر نابالغ ہو اور اس کی زوجہ ابھی رخصت نہ ہوئی ہو، اسی حالت میں شوہر صغیر کا انتقال ہو جائے تو زوجہ کا مہر واجب ہوگا یا نہیں؟ اور زوجہ پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔؟

الجواب: شوہر اگر مر جاوے اگرچہ صغیر ہو[1]، اور اس کی زوجہ رخصت نہیں ہوئی مہر اور عدت لازم ہے (المهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمى او مهر المثل حتى لا يسقط منه شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق (فتاوى عالمگیریہ جلد۲ ص۳۱۲ نولکشوری) عدة المرأة في الوفاة اربعة اشهر وعشرة ايام سواء كانت مدخولا بها او لا مسلمة اوكتابية صغيرة او كبيرة او آيسة الخ (ايضاً ص۵۲۵)

بعد طلاق مہر اور زیور کس قدر عورت کو ملے گا

سوال (۱۲۷۵) ایک شخص کی ایک عورت ہے وہ ہمیشہ اپنے شوہر کو ناراض رکھتی ہے جس کی وجہ سے شوہر نے عورت کو اپنے گھر سے نکال دیا عورت نے عدالت میں خرچہ کا دعویٰ کیا، عورت و شوہر میں صلح ہوگئی، خرچہ دینے پر شوہر عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے، ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ نکاح کے وقت کچھ زیور اور مہر زیادہ باندھی جاتی ہے اور مہر اس زمانہ میں کوئی عورتوں کو دینا نہیں ہے اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ کیا مہر دینا ہوتا ہے جو کہیں منظور کر لو، جن لوگوں کو کبھی ایک ہزار روپیہ ملتا بھی نہیں ان کو ہزار روپیہ کی مہر باندھی جاتی ہے اور ہمارے یہاں یہ بھی دستور ہے کہ عورت کے مر جانے کے بعد اس کے میکے والے زیور شوہر والا جتنا ہوتا ہے واپس کر دیتے ہیں اور بعض آدمی اپنا دیا ہوا لے لیتے ہیں اور شوہر والا شوہر کو دے دیتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر عورت کو طلاق دینا چاہے تو کتنا زیور و مہر پانے کا حق رکھتی ہے؟

الجواب: اگر طلاق بعد دخول یا خلوۃ صحیحہ کے ہوگی تو پورا مہر شوہر کو دینا لازم ہے

[1] ولو بزوج لا يطاق معه الجماع (در مختار) اى لو كان الصغر لصاحب الزوج يعني لا فرق بين ان يكون الزوج او الزوجة او كل منهما صغيرا الخ وتجب العدة بخلوة وان كانت فاسدة لان تصريحهم بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبى (رد المحتار باب المهر ص۴۶۶ ج۲) ظفير

اور اگر قبل وطی وخلوۃ صحیحہ ہوگی تو نصف مہر دینا لازم ہے اور زیور جو مرد کا ہے اور عورت کو عاریۃً دے رکھا تھا وہ واپس لیوے گا اور جو زیور عورت کا ماں باپ کے گھر کا ہے یا شوہر نے اس کی ملک کر دیا تھا وہ عورت کو ملے گا۔ کما فی الدر المختار ویتأکد عند وطئ او خلوۃ صحت الخ ویجب نصفہ لطلاق قبل وطی او خلوۃ الخ فقط واللہ اعلم

سوال (۱۳۷۶) زیادہ مہر کی صورت میں نکاح درست ہے یا نہیں — فی زمانا شادی میں بہت زیادہ چالیس ہزار مہر مقرر ہوتا ہے حالانکہ گھر میں فاقہ کی نوبت ہوتی ہے مگر کم معیوب سمجھا جاتا ہے ایسا نکاح درست ہے یا کیا۔

الجواب:۔ مہر کا زیادہ کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا اور شرعاً پسندیدہ امر نہیں [1] باقی جو کچھ مہر مقرر کر دیا جاوے، اگرچہ وہ شوہر کی حیثیت سے زیادہ ہو وہ مہر لازم ہو جاتا ہے اور نکاح ہو جاتا ہے [2]۔

سوال (۱۳۷۷) مہر لینے کے بعد بیوی کو شوہر کے گھر آنا چاہیے یا نہیں — شوہر کی ڈگری زوجیت کی اور زوجہ کی ڈگری مہر معجل کی ہوئی تو زوجہ مہر لے کر شوہر کے گھر آنا نہیں چاہتی، اس صورت میں مہر دینا چاہیے یا نہیں۔

الجواب:۔ مہر معجل کا ادا کرنا ضروری ہے اور بعد لینے مہر معجل کے زوجہ کو شوہر کے گھر آنے سے انکار کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط [3]

سوال (۱۳۷۸) مہر لازم ہونے کے بعد کبھی ساقط ہوتا ہے یا نہیں — ایک شخص نے اپنی زوجہ کو

---

[1] عن عمر بن الخطاب قال ألا لا تغالوا صدقۃ النساء فانھا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولٰکم بھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا انکح شیئاً من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی، مشکوۃ باب الصداق ص۲۷۷ ظفیر

[2] ونجب العشرۃ ان سماھا او دونھا ویجب الاکثر منھا ان سمی الاکثر ویتأکد عند وطی او خلوۃ صحت اوموت احدھما (درمختار) قولہ یجب الاکثر ای بالغاً ما بلغ (رد المختار باب المھر ج۲ ص۴۵۷) ظفیر

[3] ولھا منعہ من الوطئ لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ (درمختار) واللام بمعنی الی (رد المحتار باب المھر ج۲ ص۴۹۲ و۴۹۳) ظفیر۔

عدالت میں کہا کہ وہ زانیہ ہے جس پر عورت نے عدالت دیوانی میں طلاق لعان کا دعویٰ کر دیا اور عدالت نے باضابطہ عورت کو حکم دے دیا کہ تم کو طلاق ہو گئی تو اس صورت میں عورت مذکور مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ سید امیر علی صاحب نے جو شرع محمدی لکھی ہے اس کتاب میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مہر خلوۃ صحیحہ سے جب واجب ہو جاتا ہے تو لبعد ازاں وہ عورت کے کسی فعل سے معدوم نہیں ہونا چاہئے یہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب: صحیح یہ ہی ہے کہ جب خلوۃ صحیحہ کے بعد پورا مہر لازم ہو جاتا ہے تو پھر وہ عورت کے کسی فعل سے ساقط نہیں ہوتا، درمختار وغیرہا کتب فقہ میں ایسا ہی ہے[1]۔ فقط

شوہر کے باپ سے مہر کا مطالبہ درست ہے یا نہیں

سوال (۱۳۷۹) اگر شوہر بحیات پدر خود مفلس بمیرد، زوجہ راحق مطالبہ مہر خود از پدر زوج می رسد یا نہ؟

الجواب: اگر شوہر بحیات پدر خود مفلس بمیرد، زوجہ را مطالبہ مہر از پدر شوہر بدون ضمان او نمی رسد، کذا فی الشامی[2] وغیرہ

شوہر کی موت کے بعد مہر کی ادائیگی اس کے باپ کے ذمہ نہیں ہے شوہر کی جائداد سے لے سکتی ہے۔

سوال (۱۳۸۰) ایک شخص کا لڑکا جب جوان ہوا تو اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی، اس کی بیوی کا مہر ۱۵۰۱ ہزار روپیہ مقرر ہوا، زیور چاندی سونے کا اور پارچ ہائے ریشمی حسب دستور اس کی بیوی کو چڑھایا گیا، شادی سے ایک سال بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا اس کی بیوہ کبھی سسرے کے یہاں کبھی باپ کے یہاں رہتی رہی، اب وہ بیمار ہو کر باپ کے یہاں آگئی کچھ تھوڑا زیور جو ہر وقت پہنا جاتا ہے وہ اس کے پاس ہے اور باقی کل زیور و کپڑے سسرے کے یہاں ہیں اور باپ اس لڑکی کا غریب ہے اس کی بیماری کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا کیا اس کا سسر اپنے

---

[1] واذا تأكد المهر بما ذكر لا يسقط بعد ذلك وان كانت الفرقة من قبلها لان البدل بعد تأكده لا يحتمل السقوط (رد المختار باب المهر ص ۳۵۶ ج ۲) ظفیر۔

[2] ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغنى فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه كما فى النتف فانه لا يؤخذ بها الا اذا ضمن (الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر مطلب فى ضمان الولى المهر ج ۲ ص ۳۹۱) ظفیر

اپنے لڑکے کے عوض مہر اس کی بیوہ کو دے سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ وہ اپنے باپ سے علیحدہ نہیں تھا اور اس کا سسر مہر ادا نہیں کر سکتا تو وہ زیور جو اس کو چڑھایا گیا تھا، وہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے یا نہیں اور جو زیور لڑکی کے پاس ہے اس کا اس بارہ میں کیا حکم ہے۔؟

الجواب:۔ مہر جو بذمہ شوہر متوفی اس کا ذمہ دار شوہر کا باپ نہیں[1] ہے لیکن اگر وہ تبرعاً اپنے بیٹے کی طرف سے اس کا مہر ادا کر دیوے یا زیور و پارچہ کو جو بوقت نکاح چڑھایا گیا تھا مہر میں شمار کر کے ملک عورت کی کر دیوے تو یہ درست ہے، باقی ویسے وہ ذمہ دار مہر کا نہیں ہے، شوہر کی چیز سے عورت اپنا مہر لے سکتی ہے پس اگر اس کی ملک میں کچھ نہ تھا تو عورت کچھ نہیں لے سکتی اور زیور و پارچہ جو چڑھایا گیا تھا اگر وہ عاریۃً سمجھا گیا تھا یعنی عورت کی ملک کرنا مقصود نہ تھا تو اس کا مالک شوہر کا باپ ہے اور اگر اپنے پسر کی ملک کر کے اس کی زوجہ کو دیا تھا جیسا کہ عرف ہے تو وہ ملک شوہر ہے اس میں سے عورت اپنا مہر لے سکتی ہے اور اگر دینے کے وقت بہو کی ملک کر دی تھی تو وہ مالک ہو گئی ہے۔ فقط

مہر معجل کی وصولی کے لئے بیوی شوہر کے گھر جانے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۸۱) مسماۃ ہندہ کا نکاح بالعوض مبلغ مالر ۲۵۰ سکہ کلدار مہر معجل زید سے ہوا تحریری معاہدہ قبل نکاح روبرو گواہان مابین قرار پایا کہ میں ہندہ کو ہندہ کے گھر رکھوں گا اور خود رہوں گا اگر اپنے گھر ہندہ کو لے جاؤں تو ہندہ کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہے میں اس سے دست بردار ہوں گا، اب زید ہندہ کو لے جانا چاہتا ہے، ہندہ طالب مہر معجل ہے تو شرعاً زید کو بغیر ادا کئے مہر معجل کے ہندہ کے لے جانے کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں ہندہ مہر معجل کا مطالبہ زید سے کر سکتی ہے اور مہر کی وصولی کے لئے زوج کے گھر جانے سے انکار کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولها منعه من الوطی ودواعیه والسفر بها الخ لاخذ ما بین تعجیله من المهر کله او بعضه الخ وفی الشامی قوله (والسفر) الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر فی الکنز لیعم الاخراج[2]

[1] لان المهر مال یلزم ذمة الزوج ولا یلزم الاب بالعقد، ذلو لزم مسلما افاده النعمان - رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۹۱) ظفیر

[2] دیکھئے رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۹۲۔ ظفیر۔

لڑکی کی رضامندی کے بغیر ولی کا مہر خرچ کرنا کیسا ہے۔

سوال (۱۳۸۲) ولی لڑکی کے مہر میں سے بلا رضامندی لڑکی کے تصرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ولی کو بلا رضامندی اختیار تصرف نہیں ہے، اگر باپ یا دادا ولی ہے اور لڑکی نابالغہ ہے تو مہر بحفاظت رکھے اور اگر بالغہ ہے تو اس کو سپرد کر دے واللہ تعالیٰ اعلم (لقولہ عزوجل ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا الآیۃ)

لڑکی کے ورثہ کب تک اس کے شوہر سے مہر لے سکتے ہیں

سوال (۱۳۸۳) منکوحہ کو طلاق دینے کے ایک سال بعد اگر وہ مرجائے تو اس کے وارث اس کا مہر کس مدت تک لے سکتے ہیں، اور یہ عورت لاولد مری ہے۔

الجواب:۔ اس کا مہر اس کے ورثہ لے سکتے ہیں اور چونکہ عورت لاولد مری ہے تو نصف مہر شوہر کو پہنچ گیا، باقی نصف دیگر ورثہ لے سکتے ہیں اور اس کے لئے کوئی میعاد نہیں ہے۔ فقط

مہر بذمہ شوہر ہے اور اس کے والد کے ساتھ گستاخی گناہ ہے

سوال (۱۳۸۴) زید نے اپنے فرزند عمر عاقل بالغ کا نکاح اس کی رضامندی اور اجازت سے بکر کی دختر سے کیا قبل از عقد نکاح زید نے بحیثیت ولی ہونے کے حسب معمول اپنے فرزند عمر کی اجازت اور رضامندی سے بکر کو حق مہر اور دیگر شرائط تحریر کر دی، بکر نے اپنے داماد عمر کو اس کے والد زید کی عداوت اور مخالفت پر آمادہ کیا اور عاق بنا دیا۔ بکر اپنی دختر کے حق مہر اور دیگر شروط کی ایفاد اور ادائیگی شرعاً زید والد عمر سے طلب کرنے کا مستحق ہے یا اپنے داماد عمر سے اور کیا عمر اپنے والد زید کا عاق ہے کیونکہ عمر نے اپنے والد زید کو سخت صدمہ پہنچایا اور گستاخی سے پیش آیا۔

الجواب:۔ مسئلہ یہ ہے کہ مہر بذمہ شوہر لازم آتا ہے لیکن اگر باپ ذمہ داری کر لیوے اور ضامن ہو جاوے تو باپ سے مہر کا مطالبہ ہو سکتا ہے کما فی الدر المختار ولا یطالب الاب بمھر ابنہ الصغیر الخ الا اذا ضمنہ علی المعتمد[1] الخ پس صورت مسئولہ میں اگر زید نے ذمہ داری مہر کی اپنے پسر کی طرف کر لی ہے تو زید سے مطالبہ مہر کا ہو سکتا ہے اور اگر ذمہ داری نہ کی تھی تو نہیں ہو سکتا اور عمر بسبب افعال مذکورہ کے اپنے باپ کا عاق اور نافرمان ہے اس کو اپنے باپ سے

[1] دیکھئے الدر المختار (علی ھامش رد المحتار باب المھر ۲ ص ۴۹۱) ظفیر

معاف کرانا چاہیئے ورنہ وہ عاصی و فاسق رہے گا۔ فقط

لڑکے کے والد نے مہر کا ذمہ لیا تھا شوہر کے مرنے کے بعد اس سے مطالبہ جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۳۸۵) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا بوقت نکاح مہر مقرر ہوا اور لڑکے کے والد نے کہا کہ اس کا مہر میں ادا کر دوں گا، کیونکہ لڑکا نابالغ تھا اور اس شخص کے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا، لڑکا تو باپ کے سامنے فوت ہوگیا، اب تین لڑکیاں زندہ ہیں اور لڑکے کی زوجہ مہر کا دعویٰ کرتی ہے اس کو میراث سے کتنا حق پہنچتا ہے، در مہر کا کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر الخ[۱] الا اذا ضمنہ الاب علی المعتمد الخ اس سے معلوم ہوا کہ باپ اگر مہر کا ضامن ہوگیا تو اس سے مہر کا مطالبہ ہوسکتا ہے، باقی میراث کا حصہ پسر متوفی کے زوجہ کو کچھ نہیں مل سکتا، کیونکہ لڑکا جو باپ کی حیات میں فوت ہوگیا وہ ترکہ پدری سے محروم رہا، لہٰذا اس کی زوجہ بھی اس ترکہ سے محروم ہوگئی۔ فقط

حضرت ام حبیبہ رضؓ کا مہر مقرر ہوا، اب اس کی قیمت کس طرح لگے گی اور کتنی ہوگی۔

سوال (۱۳۸۶) فیما بین زید و عمر مقدار مہر ام حبیبہ رضؓ میں مباحثہ ہے، زید کہتا ہے کہ مہر چار سو دینار ہے جس کے چار ہزار درہم ہوتے ہیں اور اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم کا تھا اسی حساب سے اب بھی چار ہزار درہم کے روپیہ بنائے جاویں گے جو گیارہ سو کم وبیش ہوں گے، عمر کہتا ہے کہ چار سو۴۰۰ دینار کے تولہ ماشہ بنا کر اس کی قیمت آج کے نرخ سے سونے کی لگائی جاوے گی جس کے ساڑھے چار ہزار روپیہ ہوں گے، صحیح کیا ہے۔

الجواب:۔ اب اگر کوئی شخص مہر مثل حضرت ام حبیبہ رضؓ چار سو دینار مقرر کرے[۲] تو ظاہر

لہ الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۱ ظفیر ۲ے عن ام حبیبۃ انہا کانت تحت عبد اللہ بن جحش فمات بارض حبشۃ فزوجہا النجاشی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامہرہا عنہ اربعۃ آلاف وفی روایۃ اربعۃ آلاف درہم وبعث بہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع شرحبیل بن حسنۃ رواہ ابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ باب الصداق ص ۲۷۷)

اہل لغت لکھتے ہیں کہ ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے اس حساب سے چار سو دینار کا وزن ایک سو پچاس تولہ ہوتا ہے اور یہ سونا کا سکہ ہوتا ہے اس وقت سونا سوا دو سو روپے تولہ ہے اس حساب سے اس کی قیمت (۲۳۷۵۰) روپے ہوتی ہے، مفتی علام نے بھی ایک دینار کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہی مان کر جواب میں حساب درج

بقیہ بر صفحہ ۲۹۷

ہے کہ اس کے تولہ بنا کر اس کی قیمت کا حساب کر لیا جاوے گا جو قیمت بحساب تولہ بوقت ادائے مہر ہو گی وہ دی جاوے گی یا اس قدر سونا جو چار سو دینار کا ہوتا ہے دیا جاوے گا، پس اگر بوقت ادائے مہر نرخ سونا تیس روپیہ تولہ ہو تو ساڑھے چار ہزار روپیہ ہوں گے، ورنہ جو نرخ ہو گا اس کے موافق حساب کیا جاوے گا۔ فقط

دق کی مریضہ نے موت سے دو ہفتہ پہلے مہر معاف کیا کیا حکم ہے

سوال (۱۳۸۷) ایک عورت جو کئی سال سے مرض دق میں مبتلا تھی اس نے اپنے مرنے سے دو ہفتہ پہلے گواہوں کے سامنے شوہر کو معاف کر دیا تو مہر معاف ہوا یا نہیں۔

الجواب:۔ مرض دق میں جب کہ زیادتی ہونے لگی اور ضعف بڑھنے لگے اور پھر اس میں مر جاوے تو ایسا مرض مرض الموت ہے اور ہبہ وغیرہ تبرعات اس کے بحکم وصیت ہیں لہٰذا اس صورت میں معاف کرنا اس کا مہر کو صحیح نہیں ہے، کیونکہ وصیت وارث کے لئے بدون رضاء باقی ورثہ کے صحیح نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض[۱] الخ وفی الشامی قلت وحاصلہ انہ ان صار قدیما بان تطاول سنۃ ولم یحصل فیہ ازدیاد فہو صحیح اما لو مات حالۃ الازدیاد الواقع قبل التطاول او بعدہ فہو مریض[۲] الخ ص۵۲۱ جلد ۲ شامی وفیہ ایضاً فبیلہ ان علم انہ بہ مرضاً مہلکاً غالباً وھو یزداد الی الموت فھو المعتبر[۳] الخ اور یہ ظاہر ہے کہ مریض مرض دق کو مرنے سے ایک دو ہفتہ پہلے ازدیاد مرض وضعف لازمی ہے، الغرض

(بقیہ ص۲۹۶) کیا ہے اس وقت چاندی اور سونے کی قیمت ایک اور دس کا فرق نہیں بلکہ بہت زیادہ تفاوت ہے، درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب سے چاندی کا وزن گیارہ سو چھیاسٹھ تولہ آٹھ ماشہ ہوتا ہے، اس وقت چاندی سات روپے تولہ ہے اس کی قیمت آٹھ ہزار ایک سو چھیاسٹھ اور دس پیسے ہوتی ہے اس لئے مسئلہ یہی ہے کہ دینار کا وزن جوڑ کر اس کی قیمت لگائی جائے جیسا کہ مفتی علامؒ نے کیا ہے، سونے کی قیمت ہر دور میں مختلف ہوتی ہے اس کے حساب سے رقم بنے گی، مفتی علامؒ کے زمانہ میں ساڑھے چار ہزار ہوتی تھی اور اس زمانہ میں (۳۳۷۵۰) ہو گی۔ ظفیر

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب طلاق المریض ج۲ ص۷۱۶ ظفیر۔ [۲] رد المحتار باب طلاق المریض ج۲ ص۷۱۷ ظفیر۔ [۳] ایضاً ج۲ ص۷۱۶ ظفیر۔

مریضہ مذکورہ کا یہ تصرف مرض الموت میں سمجھا جاوے گا اور مرض الموت میں مہر کا معاف کرنا شوہر کے لیے صحیح نہیں ہے۔

قال فی الدر المختار اعتاقہ ومحاباتہ وھبتہ الخ کل ذٰلک حکمہ کحکم وصیۃ الخ وفیہ من الوصایا ولا لوارثہ الخ الا باجازۃ ورثتہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ الخ فقط[1]

مہر ضروری ہے کوئی نمائشی چیز نہیں

سوال (۱۳۸۸) مہر کوئی نمائشی چیز ہے یا نہیں، زید نے بوقت نکاح ایک معقول رقم حق مہر معجل اسٹامپ پر تحریر کردی، بعدازاں طلب پر جواب دیا کہ میں نے مہر نمائشی لکھ دیا تھا، نہ ادائیگی کے لیے، شرع کا کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ مہر کوئی نمائشی چیز نہیں، بلکہ شوہر نے جو مقدار مہر معجل کی مقرر کردی اس کا ادا کرنا فی الحال ضروری ولازم ہے، عورت ہر وقت وہ مقدار لے سکتی ہے[2]۔ اور باوجود استطاعت نہ دینا شوہر کا اس مقدار کو ظلم صریح ہے۔ فقط

جب کسی نے دو بیوی کی تو ان دونوں کی اولاد الگ الگ مہر وصول کرسکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۳۸۹) مسماۃ کنیز رابعہ زوجہ مولوی محمد شفیع فوت ہوئی چند اولاد بالغہ چھوڑی بعد ایک سال کے محمد شفیع نے دوسری شادی مسماۃ فقیلن سے کی اس سے بھی چند اولاد ہوئی جس وقت محمد شفیع فوت ہوئے اس وقت زوجہ ثانیہ اور ایک بالغ لڑکا موجود تھا، اب دونوں بیبیوں کی اولاد والد مرحوم کی اشیاء منقولہ وغیر منقولہ سے دین مہر لینا چاہتی ہے، یہ تو سہل تھا کہ دونوں نصف نصف بحصہ رسد تقسیم کرلیں، لیکن ہر ایک وارث پوری تعداد مہر کی لینا چاہتا ہے جس کی دلیل بھی ہر ایک فریق بیان کرتا ہے، وارثان کنیز رابعہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہماری والدہ فوت ہوئی ہم کو دین مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگیا اور ہم اس کے مالک ہوگئے، اگرچہ ہم نے

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار ۲؎ لما ان المھر وجب بنفس العقد رد المحتار باب المھر ج ۲ ص ۴۲۵) ولھا منعہ من الوطئ ودواعیہ والسفر بھا الخ لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المھر ص ۴۹۰ / ۲۷) ظفیر

والد کے ادب سے مطالبہ نہیں کیا اور اس وقت ہمارے سوا اور کوئی وارث نہ تھا، لہٰذا ہم کو کل دین مہر ملنا چاہیئے۔

وارثان بی بی نقلین کہتے ہیں کہ جب پہلی بی بی کی اولاد نے بیس برس تک مطالبہ دین مہر کا نہیں کیا تو اب ان کو حق دین مہر کے مطالبہ کا نہیں رہا، لہٰذا ہم کو پورا دین مہر ملنا چاہیئے شرعاً اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

الجواب:- شرعی مسئلہ یہ ہے کہ پہلا اور پچھلا قرض برابر ہے اور دائن مقدم و دائن مؤخر کا حق برابر ہے اس میں کسی کو ترجیح نہیں ہے اور یہ بھی حکم شرعی ہے کہ کوئی دائن جب تک اپنا دین مدیون سے وصول کر کے اپنے قبضہ میں نہ لاوے اس وقت تک وہ مالک نہیں ہوتا اور یہ بھی مسئلہ شرعیہ ہے کہ تمادی سے دائن کا حق ساقط نہیں ہوتا کما فی الشامی ان الحق لا یسقط بتقادم الزمان[1] بعد اس تمہید کے فیصلہ شرعیہ یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ہر دو زوجہ کا دین مہر برابر ہے ترکہ متوفی میں سے اول دونوں کا مہر ادا کیا جاوے گا اور باقی ماندہ ورثہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جاوے گا اور اگر ترکہ دونوں مہروں کا کافی نہ ہو تو دونوں کو بقدر حصہ تقسیم کیا جاوے گا، مثلاً اگر مقدار دین مہر ہر دو زوجہ مختلف ہے تو زیادہ والی کو زیادہ اور کم والی کم حساب کے موافق دیا جاوے گا اور تساوی مہر کی صورت میں دونوں کو برابر دیا جاوے گا، لیکن کنیز رابعہ کے مہر میں سے ایک چہارم اس کے شوہر کو پہنچا جو کہ بعد شوہر کی وفات کے ان وارثوں کو حسب حصص ملے گا جو کہ بوقت وفات شوہر موجود تھے۔

اللہ واسطے کہنے سے مہر میں نقصان نہیں آتا اور نہ نکاح میں۔

سوال (۱۳۹۰) بعض لڑکی کا ولی اجازت دیتا ہے کہ نکاح اللہ واسطے پڑھو، قاضی صاحب خطبہ اور ایجاب وقبول اس طور کراتے ہیں کہ مسماۃ زینب دختر عمرالدین بالعوض مبلغ پانچ ہزار روپیہ زر مہر کے تجھے اللہ واسطے بخش دی، اس نے قبول کر لی، پھر بعض یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جب مہر مقرر کیا گیا پھر اللہ واسطے کیسی ہوئی، مہر مقرر نہ کیا جاوے تو ٹھیک ہے، نکاح جائز ہے ورنہ نہیں، اگر لڑکی مر جاوے تو اس کا ولی مہر کا دعوی کر سکتا ہے تو پھر وہ مہر کیوں لیتا ہے جب اللہ واسطے بخش دی تھی۔

[1] دیکھئے الاشباہ والنظائر مع الحموی کتاب القضاء والشہادات ص ۲۱۴۔ ظفیر۔

الجواب:۔ اول تو اس لفظ اللہ واسطے کی کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کہا جاوے تو اس سے مہر ساقط نہیں ہوتا اور نکاح میں بھی کچھ نقصان نہیں آتا، گویا اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ موافق حکم شریعت کی لوجہ اللہ یہ نکاح کیا جاتا ہے یعنی مقصود رضاء الٰہی ہے۔

ان گواہوں کے بیان سے گیارہ ہزار ثابت ہوتا ہے یا نہیں

سوال (۱۳۹۱) والدہ مرحومہ کا مہر گیا ہزار گیارہ اشرفی کا ہے، نکاح کو عرصہ ۴۵ سال کا ہوا، چنانچہ ان دونوں کے انتقال کے بعد عاجز نے جائداد والد پر دعویٰ مہر کیا، ثبوت مہر میں بوقت نکاح جو لوگ گواہ تھے ان میں سے قاضی عبدالرحمٰن صاحب نے گیارہ ہزار دس اشرفی کا مہر بیان کیا اور قمرالدین خان نے ہزاروں روپیہ اور دس اشرفی کا مہر بیان کیا اور بخشی بیگم نے گیارہ ہزار دس اشرفی بیان کی اور دو گواہ میرے والد کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا تھا کہ گیارہ ہزار پر میرا نکاح ہوا تھا، اسی قدر میرے لڑکے کا مہر باندھو، اس صورت میں میری والدہ کا مہر گیارہ ہزار ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں، جب کہ حکیم صاحب دس ہزار یا گیارہ ہزار تردید کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

الجواب:۔ وقت نکاح کے گواہوں میں سے ایک گواہ قاضی عبدالرحمٰن کا بیان گیارہ ہزار دس اشرفی کلہے اور ایک عورت بخشی بیگم کا بیان اس کے مثل ہے اور قمرالدین خان کا بیان ہزاروں روپیہ اور دس اشرفی کا ہے جو کہ مطابق دعویٰ کے نہیں ہے یعنی صاف طور سے اس میں گیارہ ہزار دس اشرفی کا بیان نہیں ہے اور دس ہزار یا گیارہ الخ بیان کرنا بھی بوجہ تردید کے مطابق سابق کے نہیں، پس یہ بیانات مثبت گیارہ ہزار روپیہ دس اشرفی کے شرعاً نہیں ہیں البتہ اقرار والد نذیر احمد کا جو بدیں الفاظ ہوا کہ جس قدر میرا مہر تھا اسی قدر میری دختر کا ہوگا، تو اگر اس موقع پر گیارہ ہزار الخ کی تصریح ہوگئی ہے اور اس اقرار کے سننے والے دو گواہ عادل موجود ہیں تو گیارہ ہزار الخ مہر ثابت ہوسکتا ہے[1]، مگر پہلے خود حکیم صاحب تردید کے ساتھ دس یا گیارہ ہزار بیان کر چکے ہیں، لہٰذا اس سے بھی گیارہ ہزار الخ کا ثبوت نہیں ہوسکتا، پس ایسے نزاع کی حالت میں مہر مثل سے فیصلہ ہوتا ہے[2]۔ فقط

[1] ونصابها (ای الشهادة) لغيرها من الحقوق الخ رجلان الخ او رجل وامرأتان (الدر المختار علی هامش رد المختار کتاب الشهادات ج ۴ ص ۵۱۵ ظفیر) [2] وان اختلفا فی المهر ففی اصله الخ يجب مهر المثل

(باقی برص ۳۰۱)

دعویٰ معافی مہر میں گواہی اور اس سلسلہ میں سوال

سوال (۱۳۹۲) دعویٰ معافی مہر کا دائر ہے لیکن اس میں مسماۃ الف کی شہادت بھوپال میں ہوئی اور مسماۃ ب کی شہادت بہت عرصہ کے بعد لاہور میں ہوئی اور مسمی ج کی شہادت مسماۃ الف کی ساتھ ساتھ ہوئی اور گواہان ۱ ۲ ۳ کی شہادتیں بوجہ اقرار عدم پابندی و بے پردہ ہونے کے مفید ثبوت نہیں اس لئے کل متروکہ سے دین مہر ادا کیا جاوے اس صورت میں نصاب شہادت پورا ہے یا نہیں اور چونکہ مسماۃ الف و ب کی شہادت علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اس میں کچھ شرعی نقص ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ معافی مہر کا دعویٰ اس وجہ سے غیر ثابت قرار دیا گیا ہے کہ اس میں ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیتی ہیں مگر دو عورتوں نے علیحدہ علیحدہ ادائے شہادت کیا ہے یعنی دو عورتوں کی علیحدہ علیحدہ شہادت ادا کرنے کی وجہ سے ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو نصاب شہادت قرار نہ دیا گیا ہے، اور لبسبب عدم نصاب شہادت کے دعوی کو غیر مسموع قرار دیا گیا ہے، حالانکہ مذہب حنفیہ میں ایسا کوئی قول نہیں جس سے یہ ثابت ہو جاوے کہ عورتوں کی شہادت میں تفریق شرط قبول ہے، ہاں اتنا صحیح ہے کہ قاضی کو دو عورتوں میں تفریق نہ کرنا چاہیئے کما فی الدر المختار ولا یفرق القاضی بینہما[1] الخ اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ ام شافعی کا قال ابی اور ام بشر حاکم کے پاس شہادت کے لیئے حاضر ہوئیں، اس نے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا چاہا تو ام شافعی نے فتذکر احدٰہما الاخری کی آیت پڑھ کر سنا دی اور حاکم ساکت ہوا[2]۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ام شافعی کے استنباط کا دار و مدار آیت مذکورہ پر ہے جس کی حقیقت اس سے زائد نہیں کہ اشارہ عدم ضرورت تفریق معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ عدم تفریق ضروری ہے، چنانچہ خود شوافع کے یہاں

(بقیہ ص ۳۰۰) (درمختار) قال فی الفتح الاختلاف فی المہر اما فی قدرہ او فی اصلہ و کل منہما اما فی الحیوٰۃ او بعد موتہما او موت احدہما (رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۶) ظفیر

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار کتاب الشہادات ج ۴ ص ۵۱۶ ظفیر [2] حکی ان ام بشر شہدت عند الحاکم فقال الحاکم فرقوا بینہما فقالت لیس لک ذلک قال اللہ تعالیٰ ان تضل احدٰہما فتذکر احدٰہما الاخری فسکت الحاکم (رد المحتار کتاب الشہادات ج ۴ ص ۵۱۶) اس کی تفصیل واقعہ جس میں ام شافعی کا تذکرہ بھی ہے اس کے لئے دیکھئے حموی علی الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات ص ۲۲۱ ظفیر

بھی بوقت ارتیاب قاضی کو تفریق کا اختیار ہے بلکہ مستحب ہے کہ شاہدوں کو بشرط اشتباہ و ارتیاب ایک دوسرے سے علیحدہ کرے کما فی الحموی قال التاج السبکی بعد نقل هذه الحکایة وهذا فرع حسن استنباط جید والمعروف فی مذهب والدها (وهو الشافعی) اطلاق القول بأن الحاکم اذا ارتاب بالشهود استحب له التفریق بينهم وكلامها يرجح استثناء النساء للمنزع الذی ذکرته ولا باس به اه اقول وفی الملتقط من الحکایة المذکورة لیس صریحًا فی ان المذهب عندنا عدم التفریق فی شهادة النساء اذا ارتاب القاضی۔[۱] اس تصریح سے ثابت ہوا کہ قاضی باوجود رضامندی نساء کے بھی بصورت ارتیاب کے تفریق کر سکتا ہے پس اگر خاص عذر سے یا بدون عذر اتفاقاً دو عورتوں کی شہادت علیحدہ علیحدہ لی گئی تو اس میں کیا مضائقہ ہے لہذا محض علیحدہ علیحدہ ادائے شہادۃ امرأتین کی وجہ سے نصاب شہادت کو ناقص نہ سمجھا جاوے گا بلکہ اس شہادت سے معافی مہر ثابت ہوگی اور اگر اس توہم پر محض علیحدہ علیحدہ اور مختلف اوقات میں ادائے شہادت ہونے کی بناء پر رد دعویٰ کی قضا ہو تو وہ قضا بھی نافذ نہیں، کما فی الشامی المقلد متی خالف من هبه لاینفذ حکمه ج ۴ ص۴۳۰ فقط

معافی کے بعد مہر کا مطالبہ صحیح نہیں

سوال (۱۳۹۳) ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تیرا مہر موجود ہے معاف کر دے، ورنہ تجھ کو زکوٰۃ دینا پڑے گی، اس نے خیال کیا کہ مہر تو ملنے سے رہا، لہذا معاف کر دیا، اب شوہر سے پاسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جب کہ عورت نے کسی وجہ سے ہو معاف کر دیا، اور بدون زبردستی واکراہ کے معاف کیا، اگرچہ شوہر کے کہنے سے معاف کیا، اور اگرچہ عورت نے بخوف زکوٰۃ مہر معاف کیا، اس صورت میں مہر معاف ہوگیا، اب وہ عورت عنداللہ مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

(للمرأة ان تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها اولم یدخل (عالمگیری مصری ج ۱ ص۲۹۶) اذا وهب احد الزوجین لصاحبه لایرجع فی الهبة قاضی خان ج ۴ ص۲۸۹

[۱] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشہادات ص۲۲۱۔ ظفیر

عورت نے مہر نہیں لیا روپیہ تجارت میں لگا دیا گیا اب عورت مع نفع مہر لے سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۳۹۴) اگر شرعاً اس عورت کے مہر ادا نہیں ہوئے اور نقدی ہیں سے اس کو مہر لینے کا حق ہے اور نقدی تجارت میں لگادی اور اس میں نفع ونقصان سب کچھ ہوا، آج عورت اپنا مہر مع منافع مانگتی ہے، عورت کو منافع لینے کا حق ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں عورت صرف اپنا مہر ورثہ سے لے سکتی ہے وہ مہر ورثہ کے ذمہ دین ہے، لہٰذا عورت اصل مہر لے سکتی ہے اس کے نفع کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ فقط

لڑکی کے مرنے کے بعد باپ اس کا مہر لے سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۳۹۵) لڑکی کے مرجانے کے بعد اس کے والدین کو اس کے مہر لینے کا حق ہے یا نہ۔

الجواب:۔ لڑکی اگر لاولد مرجاوے اور اپنا شوہر اور والدین چھوڑے تو اس کے مہر اور تمام ترکہ میں سے بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث نصف اس کے شوہر کو اور نصف والدین کو پہنچتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد[1] فقط

خلع کے لئے جو روپیہ غیر لے عورت کے حکم سے اس کے شوہر کو دیا تھا وہ شخص عورت سے وہ روپیہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۳۹۶) عمر نے زید سے ایک سو ساٹھ روپیہ ہندہ کے امر سے جو لیا تھا رقم لے کر اپنی زوجہ ہندہ کو تین طلاق پر مطلقہ کیا، زید نے روپیہ بکر کے واسطے دیا تھا کہ ہندہ کی عدت گزر جاوے گی تو بکر سے نکاح کراؤں گا، بکر عدت ہندہ کے اندر فوت ہوگیا، نہ عدت پوری ہوئی نہ نکاح ہوا، زید اپنا ایک سو ساٹھ روپیہ ہندہ یا اس کے والد سے طلب کرتا ہے، ہندہ انکار کرتی ہے، اپنے خرچہ ومہر ونسب کا دعویٰ کرتی ہے، آیا زید اپنی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور ہندہ کا دعویٰ بھی چل سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ہندہ کے امر سے جو روپیہ زید نے عمر کو طلاق دینے کی غرض سے دیا تو زید اس روپیہ کو ہندہ سے واپس لے سکتا ہے اور طلاق علی المال میں صحیح قول کے موافق عورت کا مہر ساقط نہیں ہوتا، البتہ نفقہ گذشتہ ومفروضہ ساقط ہو جاتا ہے، درمختار میں ہے ویسقط الخلع والمباراۃ کل حق ثابت وقتھما لکل منھما علی الآخر الخ قولہ کل حق شمل المہر

---

[1] سورۃ النساء

والنفقة المفروضة والماضية[1] الخ شامی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمهر کالخلع المعتمد لا در المختار وفی الشامی ان النفقة المقضی بها تسقط بطلاق والطلقة فتشمل الطلاق بمال وغیرہ شامی[2] وفی رد المحتار للشامی وان ارسله بان قال علی[3] الف فان قبلت لزمها تسلیمه الخ شامی[4] فقط

بنات وازواج مطہرات کا مہر کتنا تھا اور اس سے زیادہ مہر رکھنا مکروہ ہے یا نہیں

سوال (۱۳۹۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں یہ کہ ازواج مطہرات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ صدیقہ وبی بی حفصہ وبی بی خدیجۃ الکبریٰ وغیرہا رضی اللہ عنہا وبنات آنحضرت یعنی بی بی فاطمہ ورقیہ وام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد نکاح میں کتنا مہر مقرر کیا گیا تھا۔ دیگر یہ کہ اگر کوئی ان کے مہر سے زیادہ مقرر کرے تو مکروہ ہوگا یا نہ، بالتفصیل تحریر فرمادیں وسند سے۔

الجواب:۔ مکروہ نہیں ہے، البتہ بہت زیادتی مہر میں پسندیدہ نہیں ہے، ازواج مطہرات وبنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر بارہ اوقیہ ونصف تھا۔ جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں، سوائے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ان کا مہر چار ہزار درہم نجاشی نے باندھا تھا، مشکوٰۃ[5] (پانچ سو درہم کا وزن ایک سو اکتیس تولہ چاندی ہے اس کی قیمت چاندی کے بھاؤ سے ہر زمانہ میں لگائی جائے۔ ظفیر)

---

[1] دیکھئے رد المحتار باب الخلع ص۸۲۲ و ص۸۲۳ ج۲۔ ظفیر۔ [2] ایضاً ص۸۲۳ ج۲ ظفیر۔ [3] عن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو کانت مکرمة فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولیٰکم بها نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا انکح شیئاً من بناته علی اکثر من ثنتی عشرة اوقية عن ابی سلمة قال سالت عائشة کم کان صداق النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان صداقه لازواجه ثنتی عشرة اوقية ونش قالت اتدری ما النش قلت لا قالت نصف اوقية فتلك خمس مائة درهم رواه مسلم (مشکوٰۃ باب الصداق ص۲۷۷) ام حبیبہؓ کے متعلق صراحت ہے امهرها عنه اربعة الاف درهم (ایضاً) ظفیر [4] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر مطلب لابی الصغیرة المطالبة بالمهر ص۵۰۸ ج۲ ظفیر [5] رد المحتار باب ایضاً مطلب ایضاً ج۲ ص۵۰۸) ظفیر

اولیاء کا قبل نکاح یا بوقت نکاح مہر لینا کیسا ہے۔

سوال (۱۳۹۸) بعض آدمی لڑکے یا ورثاء لڑکے سے لڑکی کا مہر قبل از نکاح یا بوقت نکاح لیتے ہیں اور اپنی حوائج میں صرف کرتے ہیں اور دلیل جواز حدیث انت ومالک لابیک پیش کرتے ہیں اور قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی لڑکی کے مہر میں بکریاں چروائی تھیں۔ تو یہ دلیلیں اموال اولاد کے جواز کے لئے درست ہیں یا نہ۔

الجواب: لڑکی کے باپ کو مہر لینا درست ہے لیکن اپنے صرف میں نہ لاوے اور اگر اپنے صرف میں لایا تو اس کو لڑکی کو دینا ہوگا لاب الصغیرة المطالبة بالمهر درمختار[1] وفی الشامی والصغیر غیر قید ففی الھندیة للاب والجد والقاضی قبض صداق البکرة صغیرة کانت او کبیرة الا اذا نھتہ وھی بالغة صح النھی[2] الخ شامی[3] اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں یہ تحقیق ہے کہ اگرچہ فقہا نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر باپ کی بکریاں چرانے کی خدمت کو مہر مقرر کیا جاوے تو نکاح صحیح ہے اور مہر مثل لازم ہے ومقتضاه وجوب مهر المثل فی خدمة ولیها وعدم لزوم الخدمة ولکن ینافی مثل قصة شعیب علیہ السلام[4] مگر شامی میں کہا ہے کہ اس صورت میں باپ کے ذمہ اس خدمت کی قیمت لڑکی کو دینا لازم ہے درمختار ہے ومفاده صحة تزوجها علی ان یخدم سیدها او ولیها کقصة شعیب علیہ السلام مع موسیٰ علیہ السلام[5] اور شامی میں ہے ومفاده صحة الاستدلال بها علی الجواز فی رعی غنم الاب[6] قال الرحمتی والظاهر ان ولیها یضمن لها حینئذٍ قیمة الخدمة الخ فقط

انیس روپے ماہانہ والا مہر کتنا مقرر کرے۔

سوال (۱۳۹۹) جس شخص کو انیس روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو، بوقت عقد زیادہ سے زیادہ کس قدر مہر بندھ سکتا ہے۔؟

الجواب: مہر کی ادنیٰ مقدار دس درہم شرعی ہے جس کے پونے تین روپے کے قریب

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر مطلب لابی الصغیرة المطالبة المہر ج۲ ص۵۰۰ ظفیر۔ [2] رد المختار باب ایضاً مطلب ایضاً ج۲ ص۵۰۰ ظفیر [3] رد المختار باب المہر ج۲ ص۵۰۰؟ ظفیر۔ [4] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر ج۲ ص۴۵۸ ظفیر [5] رد المختار باب المہر ج۲ ص۴۵۹ ظفیر۔ [6] رد المختار باب المہر ج۲ ص۴۵۸۔ ظفیر۔

ہوتے ہیں اور زیادہ کی کچھ حد شریعت سے مقرر نہیں کی گئی کما قال اللہ تعالیٰ وان اٰتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً الخ[1] اس سے معلوم ہوا کہ ہزار ہا روپیہ بھی مہر ہو سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ اور حیثیت سے زیادہ مقرر نہ کیا جاوے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنات طیبات کا مہر پانسو درہم یعنی قریب سوا سو روپیہ کے ہوا ہے، پس مناسب اور مستحب طریقہ یہی ہے کہ مہر زیادہ نہ بڑھایا جاوے[2]۔ فقط

"مہر معاف کرنے کا حق لڑکی کے باپ کو ہوگا" یہ شرط کیسی ہے۔

سوال (۱۴۰۰) زید کا نکاح ہندہ بالغہ سے ہوا، اور ہندہ کے والدین نے چند شرائط زید سے لکھوائی ایک شرط یہ ہے کہ مہر کے معاف کرنے کا اختیار ہندہ کے والد کو ہوگا ہندہ کو نہیں، یہ شرط صحیح ہے یا نہیں۔ (۲) بموجب شرط اقرار نامہ ہندہ کا مہر اس کے والدین معاف کر سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ شرط لغو ہے، والدین ہندہ کو مہر معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ہندہ کا مہر زید کے ذمہ بدستور واجب ہے، وہی اس کی مستحق ہے، اور وہی معاف کر سکتی ہے، والدین یا کسی کا اس طرح کی شرطیں لگانا اور شوہر کا قبول کرنا شرعاً قطعاً بے معنی ہے[3]۔

جب مہر یاد نہ ہو تو مہر مثل ملے گا یا کیا

سوال (۱۴۰۱) ہندہ کا عقد بقاعدہ شرعی ہوا، مگر قاضی کے رجسٹر میں درج نہیں ہے، اور نہ مقدار مہر یاد ہے، اس صورت میں مہر مثل دلایا جائے گا، اور نکاح ثابت ہوگا یا نہیں۔

---

[1] سورۃ النساء، ظفیر۔ [2] پونے تین روپے کم سے کم مہر ۱۳۴۷ھ کی بات ہے اب ۱۳۹۱ھ میں اکیس روپے سے کم نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ چاندی سات روپے تولہ ہے اور دس درہم کا وزن ۳۵ ماشہ چاندی ہے، ہر زمانہ میں اس کی جو قیمت ہوگی وہی کم سے کم مہر کی مقدار قرار پائے گی، اسی طرح پانچ سو دراہم کی قیمت اس دور میں سوا سو کے بجائے لگ بھگ سوا نو سو روپے ہوگی، اس لئے کہ پانچ سو درہم کا وزن ایک سو اکتیس تولہ چاندی ہے اس کی جو قیمت ہوگی سکہ رائج الوقت میں وہی حساب میں آئے گا۔ واللہ اعلم۔ ظفیر۔ [3] وصح حطہا لکلہ اوبعضہ عنہ (درمختار) وقید بحطہا لان حط ابیہا غیر صحیح لو صغیرۃ ولو کبیرۃ توقف علی اجازتہا ولا بد من رضاہا ففی ہبۃ الخلاصۃ خوفہا بضرب حتی وہبت مہرہا لم یصح لو قادرا علی الضرب اھ (رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۶۲) ظفیر

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، اور مہر مثل دلوایا جاوے گا[۱] اور مہر مثل وہ ہے جو اس کی بہنوں اور پھوپھیوں وغیرہن کا مہر ہو[۲] و باقی التنویر والمطلب من کتب الفقہ فقط

اپنے لڑکے کی بیوی کو دودھ پلادیا اب وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۰۲) ایک عورت نے اپنے لڑکے کی زوجہ صغیرہ ڈیڑھ سالہ کو دودھ پلادیا، اس صورت میں اگر نکاح باطل ہوا تو مہر کا لین دین ہوگا یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں زوجین کے درمیان حرمت قائم ہوگئی اور نکاح فسخ ہوگیا، اور شوہر کے ذمہ نصف مہر واجب ہے اگر پورا مہر ادا کرچکا ہو تو نصف واپس لے سکتا ہے، فتاوی عالمگیریہ میں ہے ولو ان رجلاً تزوج صغیرۃً فجاءت امرأۃ الزوج من النسب او من الرضاع فارضعت الصغیرۃ حرمت علیہ یجب علیہا علیہ نصف المہر[۱] الخ فقط

لڑکی کا باپ مہر مانگتا ہے اور رخصتی نہیں کرتا اور سو روپیہ ادھار لے لیا، کیا حکم ہے

سوال (۱۴۰۳) میرا خسر میری بیوی کو نہیں بھیجتا ایک مرتبہ ایک سو روپیہ طلب کئے تھے کہ سو روپیہ دے دو، پھر بھیج دوں گا، لیکن روپیہ لے کر بھی نہیں بھیجا، اور روپیہ مجھ کو واپس نہیں دیتا، اور مہروں کا دعویٰ کرتا ہے، کیا مہر دیئے جائیں گے، جب کہ وہ میری بیوی کو نہیں بھیجتا، اور ان کے یہاں پردہ قطعی نہیں ہے، ایسی صورت میں ان کی امامت درست ہوگی یا نہیں۔

الجواب: اگر مہر موجل ہیں تو عورت قبل طلاق اور قبل موت شوہر سے وصول نہیں کرسکتی، فتاوی عالمگیری میں ہے لاخلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی

---

[۱] وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ الخ یجب مہر المثل الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۹ وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہراً ففی ایضاً ج ۲ ص ۵۴۳ ظفیر۔ [۲] والحرۃ مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا من قوم ابیہا لا امہا فی الخلاصۃ ویعتبر باخواتہا وعماتہا الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر مطلب فی بیان مہر المثل ج ۲ ص ۴۸۷ ظفیر۔ [۱] عالمگیری مصری کتاب الرضاع ج ۲ ص ۳۲۵ ظفیر۔

نفسہا وھو الطلاق او الموت[1] الخ اور جو مبلغ سو روپیہ آپ نے اپنے خسر کو دیئے تھے ان کو وصول کر سکتے ہیں۔ اور جس شخص کے گھر کی عورتیں بے پردہ ہوتی ہیں اور پھرتی ہیں، اگر وہ ان کو منع نہیں کرتا تو امامت اس کی مکروہ ہے۔ فقط

مہر دینے کے باوجود عورت کے نام جائداد لکھ دی شوہر اسے واپس لے سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۴۰۴)۔ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اور مہر ادا کر دیا اور اس عورت کے نام کچھ جائداد نان و نفقہ میں تحریر کر دی تو بعد طلاق و ادائیگی مہر کے وہ عورت مستحق نان و نفقہ کی شرعاً رہے گی یا نہیں اور وہ جائداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ طلاق کے بعد اگر زمین اور جائداد دی ہے تو وہ بصورت ہبہ عورت کی مملوک ہوگی، اب زبردستی اور قانونی طور سے شوہر واپس نہیں لے سکتا۔ رضامندی سے واپس ہو جائے تو بکراہت لینا جائز ہے۔

جائداد بعد موت کسے ملے گی

سوال (۱۴۰۵) اگر عورت مذکورہ شوہر کی حیات میں فوت ہو جائے تو وہ جائداد اس کے شوہر کو ملنا چاہیئے یا اولاد کو۔

الجواب:۔ طلاق اور عدت گذرنے کے بعد اگر زوجہ فوت ہوئی ہے تو شوہر کو اس کی میراث سے کچھ نہ ملے گا، اولاد اور دیگر ورثاء شرعی کو میراث پہنچے گی۔ فقط

شوہر نابالغی میں فوت ہو جائے تو عورت مہر اور نفقہ کی حق دار ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۰۶) نابالغوں کی شادی ان کے اولیاء نے کر دی تھی، شوہر نابالغی کی حالت میں گزر گیا، آیا دلہن حق دار مہر و خرچ ہو سکتی ہے یا نہ۔

الجواب:۔ اس صورت میں زوجہ پورے مہر کی مستحق ہے، شوہر کے ترکہ سے پورا مہر وصول کر سکتی ہے اور خرچ خوراک زمانہ عدت کا واجب نہیں ہے۔ در مختار میں ہے لا تجب النفقۃ الخ لمعتدۃ موت مطلقاً[2] الخ در مختار باب النفقہ اور در مختار باب المہر میں ہے ویتاکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما[3]

---

[1] عالمگیری مصری الباب السابع فی المہر فصل حادی عشر ج ۲ ص ۳۱۸ ظفیر

[2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب النفقہ ج ۲ ص ۸۲۲، ظفیر۔ [3] ایضاً باب المہر ج ۲ ص ۴۵۲، ظفیر۔

جس معافی کے گواہ نہ ہوں اس کا حکم | **سوال (۱۴۰۷)** ایک عورت کا مہر پانچ ہزار مقرر ہوا تھا، جس میں سے اس نے اپنی خوشی سے بحالت صحت اپنے خاوند کو دو ہزار روپیہ معاف کر دیئے جس کا کوئی گواہ شاہد نہیں شرعاً یہ معافی معتبر ہوگی یا کالعدم ہو جائے گی۔

الجواب: اگر زوجہ اس ابراء (معاف کرنے) سے منکر نہیں بلکہ مقر ہے تو شرعاً یہ معافی معتبر ہوگی، زوج کے ذمہ سے مہر کا یہ حصہ ساقط ہو گیا، ہدایہ میں ہے وان حطت عنہ من مہرہا صح الحط لان المہر حقہا والحط یلاقیہ حالۃ البقاء[1]۔ انتہیٰ

لیکن اگر زوجہ اقرار نہیں کرتی تو پھر شرعی شہادت کے بغیر اس معافی کا اعتبار نہ ہوگا (اور گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت ہونے ضروری ہیں۔ ظفیر)

زیورات کی شکل میں مہر ادا کرنا کیسا ہے | **سوال (۱۴۰۸)** بقیہ تین ہزار اس طور سے ادا کئے کہ مختلف اوقات میں زائد از ایک ہزار کے زیورات ایک ایک دو دو کر کے بنوا دیئے اور دو ہزار نقد دے دیا، کیا بعد میں عورت دعویٰ مہر کر سکتی ہے یا مہر کے جزو کی وصیت کر سکتی ہے۔

الجواب: شوہر نے جس قدر روپیہ اور زیورات وغیرہ مہر کے نام سے دیئے وہ سب مہر میں محسوب ہوں، عورت اس حصہ کے متعلق مہر کا دعویٰ یا وصیت نہیں کر سکتی، شوہر کے قول کا اس بارہ میں اعتبار کیا جائے گا۔ اعطاھا مالاً وقال من المہر وقالت من النفقۃ فالقول للزوج الا ان تقیم ھی البینۃ کذا فی فتح القدیر[2] ومن بعث الی امرأتہ شیئاً فقالت ھو ھدیۃ وقال ھو من المہر فالقول قولہ فی غیر المتہیا للاکل کالعسل والسمن الخ[3] فتاویٰ عالمگیریہ۔

ایک ثلث مہر کے خیرات کی وصیت جائز ہے یا نہیں | **سوال (۱۴۰۹)** عورت نے موت سے ۳۶ گھنٹے پہلے وصیت کی کہ اس کے مہر کا ایک ثلث بمد خیرات دیا جاوے۔

وصیت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: شرعی حیثیت سے اس کے مہر کا جو حصہ شوہر کے ذمہ ثابت ہو اس کی ثلث میں وصیت جاری ہوگی، بقیہ روپیہ ورثاء پر تقسیم ہوگا، جس میں اس کا شوہر بھی

[1] ہدایہ باب المہر ج ۲ ص ۳۰۵۔ ظفیر [2] عالمگیری مصری باب سابع فصل ثانی عشر ج ۱ ص ۳۲۲۔ ظفیر [3] ایضاً

شامل ہے لیکن اگر اس کی پچھلی معافی اور شوہر کی ادائیگی ثابت ہو جائے تو یہ وصیت کالعدم ہے۔ فقط

جو مہر مقرر ہو جائے وہ شوہر کے ذمہ ضروری ہے

سوال (۱۴۱۰) زوجین کے مورث اعلیٰ کا زر مہر سوا لاکھ سوا سو اشرفی تھا جو بعد انتقال مورث اعلیٰ اب تک اس خاندان میں زر مہر مذکورہ بلا لحاظ آمدنی و استطاعت زوج تبرکاً و رسماً مقرر کیا جاتا ہے کوئی نیت لینے دینے کی کسی فریق کی نہیں ہوتی اور نہ ادائیگی اس کی بوجہ غربت ممکن ہے، چنانچہ زید و ہندہ جو اس خاندان کے ممبر تھے اس وقت بوقت عقد صرف ۲۶ روپیہ ماہوار کے سوا کوئی جائداد بیش بہا نہیں رکھتے تھے باتباع طریقہ آباء کے و رواج خاندانی سوا لاکھ روپیہ اور سوا سو اشرفی مہر باندھ لیے، کوئی نیت لینے دینے کی نہ تھی، اور نہ موقع محل سے اس کا استنباط ہو سکتا تھا۔ اب ہندہ کا فرزند عمر بعلت جرم فوج داری ملزم ثابت قرار پایا اور اس کی تنخواہ بپاداش جرم مذکور گورنمنٹ سے مسدود ہو گئی اور جس کو پھر پدر بزرگوار نے اپنی زندگی میں علیحدہ بھی کر دیا تھا اور مرتے دم تک صورت سے بیزار رہا، طالب مہر متروکہ ہے علاوہ ازیں زید کے دو اور زوجات ہیں، جن کا زر مہر میت کے ذمہ واجب الاداء ہے اور منجملہ ان کے ایک زوجہ سلمیٰ متروکہ میت پر قابض بھی ہے (جو بوجہ ناممکن الوقوع ہونے کے قانوناً باطل ہے) اور جو ہندہ کے ساتھ کیا گیا ہے، کیا نکاح صحیح و قائم ہو سکتا ہے، اور بصورت صحت نکاح کیا بلحاظ احکام شرعیہ ایسا معاہدہ واجب التعمیل ہے اور اس کی ذمہ داری متروکہ پر عائد ہو سکتی ہے، کیا دوسری زوجہ (سلمیٰ) قابض جائداد کو بھی اس کا زر مہر (دو ہزار و حصہ شرعی) اس متروکہ سے مکمل مل سکتا ہے، کیا بعد ادائے زر مہر (سلمیٰ) مقبوضہ جائداد سے بے دخل ہو سکتی ہے، کیا ایسے اوصاف والا فرزند متروکہ پا سکتا ہے۔

الجواب: مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ جس قدر مہر عقد نکاح تراضی طرفین سے مقرر ہو جائے خواہ وہ مقدار کتنی ہی زیادہ ہو مثلاً سوا لاکھ روپیہ اور سوا سو اشرفی یا اس سے بھی زیادہ ہو وہ ہر مقدار مہر کی شوہر کے ذمہ واجب اور لازم ہو جاتی ہے اور اس کا ادا کرنا بذمہ شوہر واجب اور ضروری ہوتا ہے[1]۔ مثل دیگر دیون کے خواہ نیت لینے دینے

---

[1] قال اللہ تعالیٰ وَإِنْ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (سورۃ النساء)

کی ہو یا قانوناً یہ معاہدہ باطل ہو یا نہ ہو لیکن شرعاً یہ معاہدہ صحیح اور یہ دین واجب الادا ہے اور اس معاہدہ کے ساتھ اور اس مقدار مہر پر نکاح زید و ہندہ کا شرعاً بلاشبہ صحیح ہوگیا تھا اور رقم دین مہر کا ادا کرنا شوہر کے ذمہ واجب تھا جب کہ اس نے اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو اس کے مرنے پر اس کے ترکہ میں سے ہر دو زوجہ مسماۃ سلمیٰ و ہندہ کا ادا کرنا واجب ہے اور تجہیز و تکفین کے علاوہ دیگر حقوق سے مقدم ہے[1]، لہٰذا زید کے ترکہ میں سے بعد اخراجات تجہیز و تکفین کے اول دونوں زوجات سلمیٰ و ہندہ کا مہر ادا کیا جاوے اس کے بعد اگر کچھ باقی بچے تو اس کو ورثاء شرعی پر حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جاوے اور اگر ترکہ زید کا دونوں زوجات کے مہر کو کافی نہ ہو تو دونوں زوجات کا مہر حصہ رسد دیا جائے یعنی جس زوجہ کا مہر زیادہ ہو اس کو اس نسبت سے اور جس کا مہر کم ہے اس کو اس نسبت سے مہر کی مقدار دینی چاہیئے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱۰) قنطار مال کثیر کو کہتے ہیں جس کی کوئی حد نہ ہو۔ ظفیر۔

[1] ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد ویقدم دین صحۃ علی دین المرض (در مختار) دین الصحۃ ہو ما کان ثابتا بالبینۃ مطلقاً او بالاقرار فی حالۃ الصحۃ (رد المحتار کتاب الفرائض ج ۵ ص ۶۶۲) فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد ولو صداق زوجتہ المؤجل للفراق (ایضاً کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۷) ظفیر

فصل دوم

مسائل جہیز ومتفرق مسائل

جہیز لڑکی کا ہوتا ہے یا لڑکے کا۔

سوال (۱۴۱۱) محمد خلیل نے اپنی زوجہ رحمت کو طلاق بائن دے دی، بوقت عقد زوجہ کے والد نے اپنی لڑکی رحمت کو جہیز میں برتن وغیرہ دیئے تھے وہ کس کی ملک ہیں۔

الجواب:۔ وہ اشیاء وسامان جہیز کا رحمت کی ملک ہے۔ محمد خلیل کا اس میں کچھ حق نہیں ہے[1]۔ (پس معلوم ہوا کہ جہیز لڑکی کا حق ہوتا ہے لڑکے کا نہیں۔ ظفیر)

جہیز لڑکی کا ہوتا ہے یا لڑکے کے باپ کا۔

سوال (۱۴۱۲) زید نے اپنے پسر کی شادی بکر کی دختر سے کی اور جو برتن بکر نے جہیز میں دیئے، اس کو زید نے اپنے سابق برتنوں میں رکھ لیئے بعد چند روز کے زید نے اپنی دختر کی شادی کی اور بکر کے سامنے اس کی دختر کے جہیز کے برتنوں میں سے اپنی لڑکی کو دیئے بکر نے منع نہیں کیا، آیا بکر یا دختر بکر زید سے ان برتنوں کو واپس لے سکتی ہے یا نہیں، اسی بناء پر بکر دختر کو اس کے شوہر کے یہاں نہیں بھیجتا، کیونکہ نکاح کو فسخ کرانا چاہتا ہے۔

الجواب:۔ جو ظروف وغیرہ بکر نے اپنی دختر کے جہیز میں دیئے تھے دختر کی ملک ہو گئے ہیں بکر کو ان میں کچھ حق واپس لینے کا نہیں ہے، البتہ دختر بکر زید سے ان ظروف کو لے سکتی ہے[2] اور

[1] جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به وبه يفتي وكذا لو اشتراه لها في صغرها الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۵۱۰ ظفیر
[2] فلا خلاف في كون الجهاز للبنت لما في الولوالجية جهز ابنته ثم ادعى انه ۳۳

بکر کا روکنا اپنی دختر کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے سے درست نہیں ہے اور بدون طلاق دینے شوہر کے نکاح سابق فسخ نہیں ہو سکتا ہے۔ فقط

شوہر فوت ہوگیا تو لڑکی کے باپ نے جو زیور دیا تھا وہ خسر کا ہوگا یا لڑکی کا اور مہر کا کیسا حکم ہے۔

سوال (۱۴۱۳) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا عقد عبدالستار کے لڑکے سے بعوض مہر مبلغ پانسو روپیہ کردیا، ایک ماہ کے بعد لڑکا بلا ادائے مہر انتقال کر گیا، اب لڑکی کا دوسرا نکاح قرار پایا ہے، بیوہ کے باپ نے شادی میں جو زیور اپنی لڑکی کو دیا تھا اس کو عبدالستار بیوہ کا سسر طلب کرتا ہے اور بیوہ اپنا مہر طلب کرتی ہے کیونکہ زیور اگر عبدالستار کا ہے تو بیوہ کا مہر مقررہ اس کو ادا کرنا چاہیئے یا نہیں۔

الجواب: بیوہ کا جو زیور و سامان اس کی باپ کی طرف سے دیا ہوا ہے وہ بیوہ کی ملک ہے اس میں عبدالستار سسر کا کچھ حق نہیں ہے اور دعویٰ اس کا باطل ہے[1]، اور مہر بیوہ کا بذمہ اس کے شوہر کے ہے، اگر شوہر کا کچھ ترکہ ہو تو اس میں سے لے سکتی ہے۔ شوہر کے باپ عبدالستار سے نہیں لے سکتی، البتہ اگر عبدالستار ذمہ دار ہوگیا ہو تو اس سے لے سکتی ہے۔ فقط

زیور شوہر کے مرنے کے بعد اس کا باپ لے سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۱۴) زید کے لڑکے بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی، اب زید کی موجودگی میں بکر فوت ہوا، ایک پسر اور بیوی اور باپ زید کو چھوڑا، بعد عدت ہندہ نے دوسرا نکاح کر لیا، زید نے ہندہ کو کچھ زیورات دیئے تھے جو واپس لینا چاہتا ہے اور ہندہ کی جانب سے دین مہر کا دعویٰ کیا ہے، مہر کی ادائیگی زید کے ذمہ ہے بکر اپنے باپ کے ساتھ رہتا تھا، زید کے پاس معمولی سامان خانگی کے علاوہ اور کوئی جائداد نہیں ہے، زید بکر کے لڑکے سے لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور

(بقیہ ص۳۱۲) ثم مات فطلب بقیة الورثة القسمة فان کان الاب اشتری لها فی صغرها اوفی کبرها وسلم لها فی صحته فهو لها خاصة اه (رد المحتار باب المهر ج۲ ص۳۷۸) ظفیر۔ ولو دفعت فی تجهیزها لابنتها اشیاء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلك من ابنته لجریان العرف به کذا اذا انفقت الام فی جهازها ما هو معتاد والاب ساکت (الدر المختار علی هامش ۲

ہندہ کو جو زیورات دیئے تھے وہ بھی لینے کا مستحق ہے یا نہیں، مہر کی معافی معلوم نہیں، اس میں ہندہ کا قول معتبر ہوگا یا کیا۔

الجواب: موافق عرف کے جو زیور زید نے اپنے پسر بکر کی زوجہ کو دیا وہ اپنے پسر کو دیا تھا، لہٰذا بعد مرنے بکر کے وہ زیور ہندہ سے واپس نہیں لے سکتا، ہندہ اپنے مہر میں وہ زیور رکھ سکتی ہے[1]۔ اور جب کہ مہر کی معافی کے گواہ نہیں ہیں تو قول ہندہ کا معتبر ہے اور ہندہ نے اگر دوسرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو غیر ہے لڑکے کا محرم نہیں تو حق پرورش ہندہ کا ساقط ہوگیا، نانی، دادی، خالہ وغیرہ میں جو کوئی موجود ہو حق پرورش اس کو ہے اور ولایت نکاح دادا یعنی زید کو ہے۔ فقط

زیور جو ملتا ہے عورت اس کی مالک ہوتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۱۵) جو زیور وغیرہ شوہر کی جانب سے عورت کو دیا جاتا ہے، عورت اس کی مالک ہوتی ہے یا نوشہ۔

الجواب: ہمارے شہروں یہی عرف ہے و رواج ہے کہ زیورات وغیرہ کا عورت کو مالک بنا دیا جاتا ہے اور عورت اس کی مالک سمجھی جاتی ہے۔ پس اس صورت میں عورت اس کی مالک ہے، شوہر کا اس پر کوئی حق نہیں۔

لڑکی کے جہیز اور لڑکے کے لباس کی ملکیت کس کو حاصل ہے۔

سوال (۱۴۱۶) بوقت نکاح جہیز میں جو اشیاء لڑکی کو دیتے ہیں اور داماد کے واسطے جو لباس مکلف بناتے ہیں، اس کی مالک لڑکی ہے یا نوشہ۔

الجواب: باپ کی طرف سے جو اشیاء لڑکی کو جہیز میں ملی ہیں، ان کی وہ مالک ہے اور لڑکے کو جو کپڑا اور نقد دیا گیا ہے وہ لڑکے کی ملکیت ہے لڑکی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فقط

جو زیور دیا ہے طلاق کے بعد وہ شوہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں اور عورت مہر پائے گی یا نہیں

سوال (۱۴۱۷) زید کا بکر کی بالغ لڑکی کے ساتھ نکاح ہوا، اور زید نے مبلغ للعاض ۴۵ روپیہ کا

---

[1] ولو بعث الی امرأته شيئاً ولم يذكر جهة عند الدفع غير جهة المهر الخ فقالت هو اى المبعوث هدية وقال هو من المهر الخ فالقول قوله بيمينه والبينة لها فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده وترجع بباقی المهر (الدر المختار على هامش رد المحتار باب المهر ج ۲ ص ۴۹۶) ظفیر

زیور نقرئی وطلائی بکر کی لڑکی کے استعمال کے لیئے دیا اور بکر نے اپنی لڑکی کا مہر مبلغ صما روپیہ کا قرار دیا جس کو زید نے قبول کیا۔ بکر نے حسب وعدہ اپنی لڑکی کو رخصت نہیں کیا اور نہ کرنے کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ بہ سبب رنجیدگی کا طرفین کو ہوا، اس رنج کو دفع کرنے کے لیئے بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ زید منکوحہ کو طلاق دے، چونکہ دولہا اور دلہن کو کوئی موقع تنہائی کا نہیں ملا، تو مہر کتنا دیا جائے گا اور زیور زید کا بیوی سے واپس لینا ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اگر شوہر اپنی زوجہ کو قبل وطی اور قبل خلوۃ صحیحہ طلاق دے دے تو نصف مہر ادا کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویجب نصفہ بطلاق قبل وطیٔ او خلوۃ[1] الخ لہذا اس صورت میں مبلغ اڑھائی سو روپیہ دین مہر کے ادا کرنا بذمہ زید واجب ہیں اور جو زیور زید نے زوجہ کی ملک کر دیا ہے تو وہ بعد طلاق واپس نہیں لے سکتا، اور اگر مستعار دیا تھا تو واپس لے سکتا ہے اور اگر زیادتی شوہر کی ہو تو اس کو زوجہ سے طلاق کے بدلے میں کچھ معاوضہ لینا مکروہ ہے۔

بیوی کو شوہر اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۱۸) ایک عورت نے اپنی دختر کی شادی ایک شخص سے کر دی اور بوقت عقد یہ شرط کی ایک سال تک یا جب تک شوہر کی ملازمت یا معاش کا انتظام ہو، میں اپنی دختر کو اپنے مکان پر رکھوں گی چنانچہ ایک سال تک زوج نے نہایت تنگ دلی سے زوجہ کی مفارقت گوارہ کی ایک سال کے بعد جب معاش کا بھی انتظام ہو گیا، شوہر نے اپنی زوجہ اپنے پاس وطن سے باہر بلانا چاہا، مگر اس کی والدہ بھیجنا نہیں چاہتی، تو شوہر کو لے جانے کا حق حاصل ہے یا نہیں، اور ایک سال تک نہ لے جانے کا وعدہ پورا کرنا شوہر کے ذمہ واجب تھا یا نہیں اور شوہر کا زوجہ کو سفر میں لے جانا ظلم ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ وطن سے باہر سفر میں اپنی زوجہ لے جانے کے بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر شوہر مہر ادا کر چکا ہے خواہ معجل ہو یا موجل تو وطن سے باہر سفر میں لے جا سکتا ہے بشرطیکہ زوجہ راضی ہو اور شوہر کی طرف سے اطمینان ہو کہ کوئی تکلیف

[1] الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار، باب المہر ج ۲ ص ۴۵۶۔ ظفیر۔

نہ پہنچا دے گا اور اگر مہر ادا نہیں کیا اور زوجہ سفر میں جانے پر راضی نہیں ہے تو شوہر کو جبراً لے جانے کا اختیار نہیں ہے۔ والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بھا جبراً علیھا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی[1] الخ

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ معمول بہ یہ ہے کہ جبراً شوہر اپنی زوجہ کو سفر میں نہیں لے جاسکتا، اور شامی میں ہے کہ فقیہ ابوالقاسم صغار اور فقیہ ابواللیث سے مروی ہے کہ بدون زوجہ کی رضامندی کے شوہر اس کو مطلقاً سفر میں نہیں لے جا سکتا، پس اگر زوجہ راضی ہو تو پھر اس کو سفر میں یا ملازمت پر لے جانا ظلم نہیں ہے[2] اور شوہر نے جو وعدہ ایک برس تک رخصت نہ کرانے کا کیا تھا، اور اس کو پورا کیا یہ شوہر کے ذمہ واجب نہ تھا، اس وعدہ کا ایفاء مستحسن تھا کما ورد فی الحدیث احق الشروط ان توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج متفق علیہ[3] یعنی جو شرطیں نکاح کے وقت کی گئی ہوں از قسم مہر و نفقہ و رخصت وغیرہ اس کو پورا کرنا احق والنسب ہے۔ فقط۔

حضرت علیؓ سے آنحضرت نے جہیز کا سامان لیا تھا یا نہیں

سوال (۱۴۱۹) تواریخ حبیب الٰہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں حضرت علیؓ سے زرہ فروخت کرا کے جہیز میں صرف کیا۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ سے لے کر جہیز وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں۔

الجواب:۔ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے روپیہ لے کر سامان جہیز اس لئے کیا کہ آپ کے پاس کچھ موجود نہ ہو، بہر حال اس کے جواز میں کچھ کلام نہیں، والدین دختر اگر شوہر سے ہی سامان جہیز کرا دیویں یا اس سے لے کر سامان نکاح مرتب کریں کچھ مضائقہ نہیں، فقہاء جس کو منع فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ شوہر وغیرہ سے روپیہ لیکر خود رکھیں[4]۔

[1] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر مطلب فی السفر بالزوجہ ج۲ ص۴۹۵۔ ظفیر۔ [2] ثم ذکر من الفقیہین ابی القاسم الصغار وابی اللیث انہ لیس لہ السفر مطلقاً بلا رضا والفساد الزمان (رد المختار باب المہر ج۲ ص۴۹۵)

[3] مشکوٰۃ باب اعلان النکاح ص۲۷۱ ظفیر۔ [4] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سلسلہ کی تمام روایتوں کے سامنے رکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ مہر میں دے دی تھی، گھر میں کوئی سامان

(بقیہ بر صفحہ ۳۱۷)

والدین والے جہیز وغیرہ اور سسرال والے زیور وغیرہ کا مالک کون ہے

سوال (۱۴۲۰) ایک عورت سنت والجماعت جس کا نکاح بموجب شرع محمدی ہوا ہو، اور اس کو جہیز اس کے والدین اور بری میں اس کی ساس سسر نے کچھ زیور یا پارچہ دبرتن وغیرہ حسب رواج دیا ہو تو از روئے شرع کیا مذکورہ بالا اشیاء کا دینا مستعار سمجھا جاتا ہے اس کی مالک کامل عورت ہو جاتی ہے؟ اگر نہیں تو شوہر یا عورت کے والدین میں سے کون اس کا مالک کامل ہے۔؟

الجواب:- جو کچھ عورت کے والدین نے جہیز میں دیا ہے وہ ملک عورت کی ہے والدین عورت کے یا سسرال والے اس کے مالک نہیں ہیں، اور جو کچھ ساس وخسر نے زیور وغیرہ چڑھایا وہ مستعار سمجھا جاتا ہے وہ عورت کی ملک نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (یہ زیور والا مسئلہ دراصل رواج کے اوپر موقوف ہے یا ساس سسر کے قول پر، بعض جگہ عورت کو مالک بنا دیتے ہیں جو زیور کپڑا یا کوئی اور چیز سسرال کی طرف سے لڑکی کو ملتا ہے اس کے متعلق یہ طے ہوتا ہے کہ لڑکی کو بطور ہبہ ہے اور بعض جگہ لڑکی کی ملک نہیں بناتے، لہٰذا فیصلہ رواج پر ہوگا یا سسرال والوں کے بیان پر۔ ظفیر)

زیور اور کپڑا جو لڑکی کو دیتے ہیں وہ کس کی ملک ہے۔

سوال (۱۴۲۱) جو جہیز از قسم زیور و پارچہ وغیرہ دلہن کو قبل از نکاح وبعد نکاح دیئے جاویں وہ حق زوجہ ہے یا حق شوہر۔؟

(بقیہ صہ ۳۱۶) نہیں تھا، خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے وہ سامان نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مہر والی زرہ فروخت کر دو، اور اس سے جو رقم آئے اس سے ضروری سامان لے لو نور حضرت علیؓ کا بیان فبعتها من عثمان بن عفان باربع مائة وثمانين درهما ثم ان عثمان رد الدرع الى على رض فجاء بالدرع والدراهم الى المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم فدعا لعثمان رضي الله عنه بدعوات زرقانی شرح مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳ کما فی روایة آگے علامہ زرقانیؒ نے بھی لکھا ہے۔ يشبه ان العقد وقع على الدرع وانه صلى الله عليه وسلم اعطاها عليا لا ليبيعها ويأتى بثمنها (ایضاً ج ۲ ص ۶) ايضاً لو جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعد ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به وبه يفتى (الدر المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۵۰۲) او بعث الى امرأته شيئا الى قوله فالقول له بيمينه (ایضاً ج ۲ ص ۴۹۹) ظفیر

الجواب:- جو اشیاء ماں باپ کی طرف سے دی جاویں وہ ملک زوجہ ہے اور جو اشیاء شوہر یا اس کے والدین کی طرف سے دی جاویں، اس میں نیت کا اعتبار ہے، جیسی نیت ہو اور جس کے لئے نیت ہو اس کی ملک ہے[1]۔

لڑکی کے ولی کا روپیہ لے کر نکاح کرنا اور اسے مصرف میں لانا کیسا ہے

سوال (۱۴۲۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنی لڑکی کے نکاح میں داماد کے ولی سے اس شرط پر بات چیت کی کہ اگر تم مجھے بیس تیس روپیہ دو تو میں اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے بیٹے سے کر دوں گا ورنہ نہیں، یہ روپیہ لے کر اپنے مصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:- جواب یہ ہے کہ اپنی دختر کے نکاح میں باپ کا داماد کے ولی سے روپیہ لینا اور بدون لینے روپیہ کے نکاح نہ کرنا جیساکہ مندرجہ سوال ہے اور اس روپیہ کو اپنے صرف میں لانا درست نہیں ہے بلکہ حرام ہے، اس لئے کہ ولی کا یہ لینا رشوت ہے اور رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، اور جو رشوت لیتا ہے وہ مرتشی (رشوت لینے والا) کے قبضہ کرنے سے اس کی ملکیت میں نہیں آجاتا بلکہ راشی (رشوت دینے والا) ہی اس کا مالک رہتا ہے پس مرتشی پر لازم ہے کہ اس روپیہ کو واپس کر دے اور راشی اس کو واپس لے لے، کما فی الدر المختار اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة وذكر فى الشامى قوله عند التسليم اى بان ابى ان يسلمها اخوه او نحوه حتى يأخذ شيئا وكذا لو ابى ان يزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالكا لانه رشوة بزازيه، شامی[2] جلد ۲، نیز شامی میں ہے الرشوة يجب ردها ولا تملك شامی[3] جلد ۴ ص۳۰۴ اور فتاوی خیریہ میں ہے سئل فى امرأة ابى اقاربها ان يزوجوها الا ان يدفع لهم الزوج كذا فوعد هديه هل يلزم ام لا؟ اجاب لا يلزم ولو دفع فله ان يأخذ قائما او هالكا لانه رشوة كما فى البزازية[4] اور طحطاوی میں ہے حرام سے ہے وہ مال کہ عقد نکاح کے درمیان ہو کر کچھ مال لیویں اور جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر

---

[1] اس کے لئے دیکھئے اس سے پہلے والا حوالہ، ۱۲ ظفیر [2] رد المحتار باب المہر ج۲ ص۵۰۳۔ ظفیر [3] رد المحتار کتاب القضا مطلب فی الکلام علی الرشوت والهدیہ ج۴ ص۳۲۱۔ [4] فتاویٰ خیریہ ج۲ ص۲۸۔ ظفیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی۔[1]

نصف مہر لے کر لوگوں کو کھلانا کیسا ہے

سوال (۱۴۲۳) لیکن اس صورت میں کہ لوگ اس کے گھر کھاتے نہیں تو لوگوں کے کھلانے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے کہ پہلے عقد کر دیتا ہے اور لڑکی کا ولی لڑکی سے قبل از عقد یہ کہہ دیتا ہے کہ تو بعد عقد کے نصف مہر کی مالک ہو جاوے گی عقد کے بعد تو یہ کہنا کہ تم میرے مہر میں سے نصف دے دو، مگر وہ لڑکی اس فقرہ کو نہیں کہتی بلکہ لڑکی کا ولی ہی کہتا اور لیتا ہے، اب اس حیلہ سے لوگوں کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں۔؟

(۱۴۲۳/۲) لڑکی کے نام سے اس کا ولی عقد کے بعد نصف مہر لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا عند الحساب۔ فقط

الجواب:۔ جواب یہ ہے کہ بحیلہ مذکور اول جو مندرجہ سوال کا ہے کہ نصف مہر وصول کرنا اور اپنے صرف میں لانا اور برات والوں کو اس میں سے کھانا کھلانا درست نہیں، بلکہ حرام ہے اس لئے کہ ولی مذکور اپنی دختر سے قبل از عقد اجازت وصول نصف مہر کی چاہتا ہے کہ ولی دختر کے نام سے وہ مہر وصول کرے اور اپنے صرف میں لادے جیسا کہ بحوائے عبارت مندرجہ سوال سے ہویدا ہے اور باقی مہر کی دختر مالک ہو، اور حال یہ ہے کہ درحقیقت یہ طلب اجازت مہر علی سبیل الہبہ اپنے واسطے ہے کہ عقد میں اعتبار معانی اور مقاصد کا ہے نہ صورت اور الفاظ کا کما فی الہدایہ العبرۃ للمعانی لا للصور (اور سکوت تزویج مسائل میں بمنزلہ نطق قرار دیا گیا ہے اس میں سے سکوت دختر بھی ہے) ہکذا فی الفصول العمادی اور دختر مذکورہ اجازت دینے کے ساکت رہی لفظ لا یا نعم نہ کہا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے پس ایسے موقعہ پر شرعاً سکوت دختر مذکورہ بالا کا بمنزلہ نطق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ فقہاء کرام نے جو سکوت بمنزلہ نطق قرار دیا وہ تزویج مسائل میں ہے، اور نہیں ہے یہ عقد ان مسائل میں سے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے صراحت نہ ولایت سے، اور شمار کیا ہے ان مسائل کو علامہ شامی اور صاحب اشباہ وغیرہ نے۔ من شاء فلیطالع فیہا۔

اور بالفرض سکوت دختر مذکورہ کا دربارہ ہبہ بمنزلہ نطق قرار دیا جاوے تو بھی ولی

[1] ترمذی باب ماجاء فی الراشی والمرتشی ج ۱ ص ۲۱۱ ظفیر

مستور کا مہر موہوبہ کو قبل از عقد یا بعد از عقد وصول کرنا اور اپنے تصرف میں لانا درست نہیں ہے اس لیئے کہ اگر وہ لڑکی بالغہ ہے تو اس وجہ سے یہ مہر کا لینا صحیح نہیں ہے کہ قبل عقد موہوب مملوک واہب نہیں ہوتا، اس واسطے کہ وجوب مہر کا نفس عقد نکاح سے ہوتا ہے کہ وہ بدل بضع کا ہے (کما صرح بہ فی الہدایہ صفحہ ۳۸۰) نہ قبل از عقد۔ اور ملک واہب کی موہوب پر بوقت ہبہ کے مشروط ہے تا کہ تملیک غیر مملوک لازم نہ آوے اور یہ باطل ہے درمختار میں لکھا ہے شرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک (درمختار علی ہامش الشامی ج۴ صفحہ ۔) اور کفایہ حاشیہ ہدایہ کے باب الوکالت میں لکھا ہے تملیک ما لا یملک باطل ہے اور عنایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے التملیک من غیر المالک لا یتصور علاوہ ازیں جب کہ دختر مذکورہ نے قبل عقد مہر اپنا جس کی بعد العقد مالک ہوے گی ہبہ کیا تو اس میں اضافت تملیک کی طرف اس شئے کے ہوئی کہ آئندہ اس کا وجود ہوگا اور ایسی اضافت صحیح نہیں کما فی الہدایہ واضافۃ التملیک الی ما سیوجد لا یصح اور اگر وہ دختر نابالغہ ہے تو ہبہ نابالغہ کا صحیح نہیں کما فی عبارت الدر المختار، بہر حال حیلہ مندرجہ سوال ناجائز ہے اور جو مال بطور ناجائز کے مکسوب ہوگا۔ اس کا کھانا کھلانا ناجائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں نگارش ہے اکل الربوا وکاسب الحرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یأکل ما لم یخبرہ ان ذلک اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ (عالمگیری صفحہ ۳۴۳ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی فی الہدایا والضیافات)۔

(۲) جواب سوال دوم کا یہ ہے، مہر کی دو صورتیں ہیں ایک مہر مؤجل ساتھ ہمزہ کے اور دوسرا مہر معجل ساتھ عین کے۔ پہلی صورت میں تو حق مطالبہ اور قبض مہر کا قبل وقوع فرقت بموت یا طلاق کے منکوحہ ہے نہ اس کے ولی مجاز کو، چنانچہ فتاوی ابراہیم شاہی میں مرقوم ہے المہر لا یخلو ان یکون بشرط التعجیل او سکوت عنہ فانہ یجب فی الحال معجلا وان کان مؤجلا فلیس لہا حق المطالبۃ اور فتاوی عالمگیری میں ہے لا خلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح وان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وہو الصحیح وہذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وہو الطلاق

او الموت الابری ان تاجیل البعض صحیح وان لم ینصا علی غ آینۃ معلومۃ الخ عالمگیری ج ۱ ص ۳۱۸ فقط

عورت کو دیئے ہوئے زیور

سوال (۱۷۲۴) بوقت نکاح عورت کو جو زر و زیور و ملبوس وغیرہا دیا جاتا ہے، عند الطلاق شوہر کو واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟ درصورتیکہ اس کو مالک و مختار بنا دیا ہو، از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع الخ فقالت ہو ہدیۃ وقال ہو من المہر فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا فان حلف والمبعوث قائم فلہا ان ترده وترجع بما فی المہر الخ اوکلہ ان لم یکن دفع لہا شیئا سنۃ الخ

شامی دفیہ اوادعت انہ ای المبعوث من المہر وقال ہو ودیعۃ فان کان من جنس المہر فالقول لہا وان کان من خلافہ فالقول لہ لشہادۃ الظاہر۔ رد المحتار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۹ ۱۲ ظفیر　اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر زوجین میں نزاع ہو، زوجہ یہ کہے کہ جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے ہدیہ ہے اور شوہر کہتا ہے کہ وہ مہر میں ہے تو قول شوہر کا معتبر ہے اور گواہ زوجہ کے معتبر ہیں اور بعد قسم شوہر جو موجود ہے شوہر کو ولایا جاوے گا اور عورت اپنے مہر کا مطالبہ کرے یعنی اگر وصول نہ کیا ہو انتہی بحاصلہ اور دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ یہ جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ مہر میں ہے اور شوہر یہ کہے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ اشیاء مہر کی جنس سے ہیں، یعنی جیسے نقد روپیہ اور زیور تو قول زوجہ کا معتبر ہے اور اگر اس کے خلاف سے ہے تو قول شوہر کا معتبر ہے الخ

پس اگر صورت مسئولہ میں شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ زیور وغیرہ عاریۃً تھا اور عورت کہے کہ مہر میں تھا تو عورت کا قول معتبر ہے، شوہر اس کو واپس نہیں لے سکتا اور اگر عورت دعوی ہبہ اور ہدیہ کا کرے، اور شوہر کہے کہ مہر میں ہے تو قول شوہر کا معتبر ہے اور اگر مہر دے چکا تھا اور شوہر عاریۃً دعوی کرے تب بھی قول شوہر کا معتبر ہے کیونکہ عادۃً زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے ہبہ نہیں سمجھا جاتا، اب عرف یہ ہے کہ جو اشیاء جہیز میں عورت کے والدین کی طرف سے ہے وہ ملک عورت میں ہیں اور جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے ہے وہ عاریت ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آٹھواں باب (نکاح کافر)

ارتداد و کفر سے متعلق احکام و مسائل نکاح

ایمان کی بے حرمتی کرنے کا حکم کیا ہے

سوال (۱۴۲۵) ایک شخص لکھا پڑھا وکیل باوجود واقفیت کے ایسے کلمات قبیحہ مجمع کثیر میں اپنے منھ سے نکالے کہ میرا ایمان میرے جوتے کے نیچے ہے تو شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ یہ کلمہ کفر کا ہے وہ شخص جس نے یہ کلمہ کہا کافر ہو گیا، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہو گئی جیسا کہ درمختار میں ہے وارتداد احدھما فسخ عاجل[۱] پس اس شخص کو توبہ کرنا اور تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا لازم ہے۔ فقط

اس کلمہ سے مرتد ہو گیا تجدید اسلام و تجدید نکاح ضروری ہے۔

سوال (۱۴۲۶) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ فلاں کام شریعت کا ہے، اس نے جواب دیا کہ شریعت کو اپنے مقعد میں ڈال وہ شخص مرتد ہوا یا نہیں، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی عورت کسی دوسرے سے نکاح کر لیوے یا نہ؟

الجواب:۔ اس کلمہ کے کہنے سے وہ شخص کافر و مرتد ہو گیا، تجدید اسلام و توبہ و استغفار کرنا اس کو لازم ہے اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، بعد تجدید اسلام کے تجدید نکاح کرے[۲] اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور تجدید اسلام نہ کرے تو اس کی عورت

---

[۱] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج۲ ص۵۳۶ ظفیر [۲] ان ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح (رد المحتار باب المرتد ج۳ ص۳۹۹) ظفیر

عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے کذا فی الدر المختار[1] فقط

عورت مرزائی ہو جائے تو نکاح فسخ ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۴۲۷) ایک عورت منکوحہ حنفیہ مرزائی عقیدہ پر ہوگئی، تو اس کا نکاح جو مرد حنفی سے ہوا تھا وہ فسخ ہو گیا یا نہیں زوجہ اور اس کے ورثاء نے شوہر سے طلاق لینے کی بھی تدبیر کی تھی۔

الجواب:- اس صورت میں جس وقت وہ عورت مرزائی عقیدہ پر ہوگئی اسی وقت نکاح اس کا فسخ ہو گیا دوبارہ طلاق لینے کی ضرورت نہ تھی، کما فی الدر المختار و ارتداد احدھما فسخ عاجل[2] الخ (قادیانی کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے تفصیل کے لئے دیکھئے اکفار الملحدین، ظفیر)

شوہر جب تبدیل مذہب کرے تو عورت نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں

سوال (۱۴۲۸) میں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا تھا۔ وہ شخص ایک عورت کو لے کر چلا گیا جس کی کچھ خبر نہیں، بلکہ اس نے اپنا مذہب بھی تبدیل کر لیا، تو لڑکی یعنی اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں۔

الجواب:- اگر یہ تحقیق ہو جاوے کہ اس شخص نے تبدیل مذہب کر لیا ہے یعنی اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب عیسائیوں یا آریوں کا قبول کر لیا ہے تو اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اس کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے۔ درمختار[3]۔ فقط

کلمات کفر سے نکاح فسخ ہو گیا

سوال (۱۴۲۹) زید اور عمر میں عداوت چلی آتی ہے۔ زید نے اس بات کا عہد کیا کہ اگر عمر اپنی لڑکی کی شادی زید کے لڑکے سے کر دیوے تو زید اس بات کا حلف اٹھائے گا کہ وہ کبھی عمر کی لڑکی سے عداوت نہ نکالے گا نہ تکلیف دے گا چنانچہ

---

[1] وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (درمختار) وفرق الامام بان الردۃ منافیۃ للنکاح لما فانھا العصمۃ والطلاق یستدعی قیام النکاح فتعذر جعلھا طلاقا (رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹) ظفیر

[2] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب النکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹ ظفیر

[3] وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرھا لتاکدہ بہ ولو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹) ظفیر

زید نے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھائی، اور زید کے لڑکے سے عمر کی دختر کا عقد ہو گیا زید عقد کے بعد جھگڑا فساد کرنے لگا اور لڑکی کو غیر معمولی تکالیف پہنچانے لگا، عمر نے اپنی ٹوپی زید کے قدموں پر رکھ دی اور معافی کا خواستگار ہوا، زید نے ردمرتبہ یہ کلمہ کہا کہ اگر خداوند کریم آسمان سے اتر آوے اور مجھ سے کہے تب بھی میں معاف نہ کروں گا، عمر نے کہا کہ یہ کلمات کفر کے کیوں زبان سے نکالتے ہو، تب زید نے کہا کہ میں کافر ہو گیا اور یہ بھی کہا کہ اگر عمر کے گھر کی طرف قبلہ ہو جاوے تو میں سجدہ نہ کروں، اس صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے، ازدجین میں علیحدگی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زید نے جو کلمات کفر کہے، اس سے اس کا کافر و مرتد ہونا ثابت ہوا، اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے[1] اور اس کا لڑکا چونکہ اپنی زوجہ کو نہ نان و نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے، اس لئے بموجب حکم بعض ائمہ قاضی شرعی اس کی زوجہ کو اس سے علیحدہ کرنے کا حکم کر دے اور فسخ نکاح کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دیوے یہ کام کسی ریاست اسلامیہ میں جا کر ہو سکتا ہے، وہاں کا قاضی تفریق کرا دیوے[2]۔ فقط

مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو گیا۔

سوال (۱۴۳۰) مسماۃ ہندہ کا نکاح بموجب احکام شریعت مسمیٰ زید کے ساتھ تھا، بوجہ بدسلوکی زید کے ہندہ بھاگ گئی اور ایک ہندو سکھ کے گھر رہنے لگی، اب سنا ہے کہ ایک ماہ سے ہندہ نے ارادۃً مذہب اسلام چھوڑ دیا ہے اور سکھوں کے اکالی پنتھ میں داخل ہو کر اکالن بن گئی ہے یعنی مرتد ہو گئی ہے، ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح جو زید کے ساتھ تھا وہ قائم رہتا ہے یا نکاح فسخ ہو گیا۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے وارتداد احدھما فسخ عاجل الخ وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیہ

---

[1] ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح الخ ویؤمر بالاستغفار والتوبۃ ای تجدید الاسلام او تجدید النکاح (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المرتد ج ۲ ص ۴۱۲) ظفیر

[2] بہار میں قاضی شریعت کے یہاں اور دوسرے صوبوں میں شرعی پنچایت کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے الحیلۃ الناجزہ للتھانویؒ اور کتاب الفسخ والتفریق للرحمانی۔ ظفیر۔

افتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتھا زجراً وتیسیراً لخ فلکل قاض ان یجددہ بمھر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا وتمنع من التزوج بغیرہ بعد اسلامھا ولا یخفیٰ ان محلہ ما اذا طلب الزوج ذٰلک الخ[2] اما لو سکت او ترکہ صریحاً فانھا لا تجبر وتزوج من غیرہ لانہ ترک حقہ بحر[3] ظفیر

اس روایت سے معلوم ہوا کہ احد الزوجین کے مرتد ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کو حاکم اسلام، اسلام لانے پر اور تجدید نکاح پر ساتھ شوہر اول کے مجبور کرے گا، بشرطیکہ شوہر اس کا مطالبہ کرے اور دوسرے شوہر کے ساتھ بعد مسلمان ہونے کے نکاح کرنے سے حاکم عورت کو منع کرے گا اور مشائخ بلخ کا فتویٰ یہ ہے کہ زوجہ کے مرتد ہونے سے زوجین میں تفریق نہیں ہوئی بناء علیہ ہندہ کو تجدید نکاح پر بعد اسلام لانے کے ساتھ شوہر اول کے تھوڑے سے مہر پر حاکم مجبور کرے جب کہ شوہر اول زید بھی اس کا طالب ہو۔

سوال (۱۴۳۱) اگر ہندہ اپنے فعل بد سے توبہ کر کے پھر اسلام قبول کر لے تو اس کا سابقہ نکاح بہمراہی زید بدستور قائم رہا یا ان کو از سر نو نکاح پڑھانا پڑے گا۔

(حاشیہ: اگر دوبارہ مسلمان ہوجائے تو کیا حکم ہے۔)

الجواب:- از سر نو تھوڑے سے مہر پر نکاح مسماۃ ہندہ کا زید کے ساتھ بعد اسلام لانے کے کیا جاوے گا۔

سوال (۱۴۳۲) اگر ہندہ مذہب اکالی سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لے اور وہ زید سے از سر نو نکاح کرنے پر رضامند نہ ہو تو عمر برادر زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح جائز ہو سکتا ہے اور اس میں زید سے طلاق نامہ لینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

(حاشیہ: اسلام کے بعد پہلے شوہر سے راضی نہ ہو تو دوسرے سے نکاح ہوگا یا نہیں۔)

الجواب:- اگر زید ہندہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو ہندہ کا نکاح بعد اسلام لانے

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج۲ ص۵۴۲ ظفیر [2] رد المحتار باب نکاح الکافر ج۲ ص۵۴۰۔ ظفیر۔ [3] ایضاً۔ ظفیر۔

ہندہ کے جبراً زید کے ساتھ کیا جاوے گا۔ ہندہ راضی ہو یا نہ ہو، اور عمر کے ساتھ نکاح کرنے سے ہندہ کو منع کیا جاوے گا۔ البتہ اگر زید ہندہ کو رکھنا نہ چاہے تو اس صورت میں ہندہ عمر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

ذمسلمہ سے نکاح کیا، عرصہ تک ساتھ رہنے کے بعد عورت کافر مرد کے پاس چلی گئی اب پھر مسلمان شوہر کے پاس آگئی کیا حکم ہے

سوال (۱۴۳۳) ایک کافرہ عورت نے مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے نکاح کر لیا، ایک عرصہ تک ساتھ رہنے کے بعد وہ مسلمان اس عورت کو اپنے نکاح ہی میں چھوڑے ہوئے کہیں چلا گیا، چند روز کے بعد یہ عورت ایک کافر کے ساتھ چلی گئی اور ان میں رہ کر ہر قسم کی مذہبی رسوم کفریہ ادا کرتی رہی، ایک عرصہ کے بعد شوہر اول مسلمان واپس آگیا تو یہ عورت بھی مسلمان ہو گئی، اب اس عورت کو اس زوج مسلمان کے ساتھ اسی اول نکاح سے رہنا جائز ہے یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا اس کو استبراء رحم کے لیئے عدت گزارنا ہو تو کتنا زمانہ، مسلمان ہوتے ہی فسخ نکاح کا حکم دے کر عدت گزارے، یا تین حیض کے بعد نکاح فسخ سمجھ کر اب سے فسخ نکاح کی عدت گزارے۔

الجواب:۔ اس صورت میں بھی احتمال ارتداد پر حکم ارتداد عورت مذکورہ کا نہ کیا جاوے گا، لہٰذا نکاح اس کا شوہر اول سے قائم ہے اور وہ عورت دی جاوے گی، اور عدت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی غایۃ یہ کہ احتیاطاً تجدید نکاح کر لی جاوے۔ کما ہو الاحتیاط کذا فی الشامی[۱]۔

جس لڑکے سے لڑکی کی شادی کی وہ اہل قرآن ہو گیا تو نکاح قائم رہا یا فسخ ہو گیا۔

سوال (۱۴۳۴) عمر نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح اپنے بھتیجے زید کے ساتھ کر دیا تھا، لیکن زید نے بعد بلوغ کے اول مذہب اہل حدیث اختیار کیا، بعدہ مولوی عبداللہ چکڑالوی جو کہ اہل قرآن مشہور ہے اس کا متبع ہو گیا اور احادیث شریف کا بالکل منکر ہو گیا ہے، اب زید عمر کو کہتا ہے کہ تم اپنی لڑکی زینب کی شادی میرے ساتھ کرا دو، عمر کہتا ہے کہ تم اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے خارج ہو گئے ہو، آیا اس صورت میں عمر کی دختر زینب کا نکاح زید کے ساتھ قائم رہا یا فسخ ہو گیا۔

[۱] دیکھئے رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۳ ۱۲ ظفیر

الجواب:۔ عمر کی دختر کا نکاح اس صورت میں زید سے فسخ ہو گیا ہے، زینب کو زید کے گھر نہ بھیجا جاوے[1]۔

ارتداد سے نکاح جاتا رہا یا نہیں | **سوال (۱۴۳۵)** ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے والد نے زید غیر کفو سے کر دیا تھا، بعد بلوغ کے ہندہ شوہر کے جانے سے انکار کرتی رہی ہر چند اس کو سب نے سمجھایا کہ شرعاً تمہارا نکاح ہو گیا ہے، اب تم کو وہاں جانا ضروری ہے جس پر ہندہ نے بے ساختہ یہ جواب دیا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے چاہے مسلمان رہیں یا نہ رہیں۔ اب ہندہ کا نکاح زید سے قائم ہے یا نہ۔

الجواب:۔ یہ کلمہ کفر و ارتداد کا ہے اور ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے وارتداد احدھما فسخ عاجل الخ[2] پس نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ قائم نہیں رہا بلکہ فسخ ہو گیا۔ فقط

بیوی مرتد ہو گئی تو نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں۔ | **سوال (۱۴۳۶)** زہرہ اپنے خاوند بکر سے ناراض ہو کر والدین کے گھر چلی گئی اور مذہب عیسائی اختیار کر لیا اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں جس قاضی نے اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا، اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے وارتداد احدھما فسخ عاجل الی ان قال وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیہ وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجراً وتیسیراً[3]۔

پس زہرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی، بکر کے نکاح میں رہے گی اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، لیکن قاضی کو چونکہ علم نہ تھا اور بعض روایات سے فسخ نکاح معلوم ہوتا ہے

---

[1] من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنۃ من سنن المرسلین فقد کفر (عالمگیری مصری باب احکام المرتدین ج ۲ ص ۲۶۳) [2] وارتداد احدھما فسخ عاجل (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹ ظفیر) [3] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹ ظفیر [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ص ۵۳۹ و ۵۴۰ ۱۲ ظفیر۔

اس لیئے قاضی معذور ہے اور شرعاً اس کی امامت دنیضا بلا کراہت جائز و درست ہے آئندہ اس کو احتیاط لازم ہے۔

شوہر مرتد ہو گیا تو نکاح فسخ ہو گیا اب اگر پھر مسلمان ہوا تو دوبارہ نکاح کرنا ہو گا۔

سوال (۱۴۲۷) زید پہلے ہندو تھا بعد بلوغ کے مسلمان ہو گیا، حالت اسلام میں عمر نے اپنی لڑکی بارہ[۱۲] سالہ کا نکاح زید سے کر دیا، بعد چند ماہ کے زید پھر ہندو ہو گیا، اب تو اس کا نکاح فسخ ہو گیا، لیکن بعد ایک سال کے پھر اس نے مسلمان صورت بنالی تو اب اس لڑکی کا نکاح کسی طرح زید سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب کہ وہ شخص مرتد ہو گیا، نکاح اس کا فسخ ہو گیا[۱]، اب اگر وہ شخص پھر مسلمان ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا ہے تو اس لڑکی کی رضامندی سے اگر وہ بالغہ ہے پھر نکاح ہونا چاہیے اور اگر نابالغہ ہے گو یعنی پندرہ برس کی عمر اس کی نہیں ہوئی اور نہ کوئی علامت بلوغ کی مثل حیض وغیرہ ظاہر ہوئی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح دوبارہ کیا جاوے[۲]۔

خدا کے انکار سے نکاح فسخ ہو گیا

سوال (۱۴۲۸) ایک واعظ نے ایک عورت زانیہ کو نصیحت کی کہ وہ زنا چھوڑ دے، اس پر عورت نے جواب دیا کہ نہ مجھے خدا کی ضرورت ہے نہ خدا کی جنت کی، شرعاً اس عورت کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں۔

الجواب:- اس عورت پر حکم کفر و ارتداد کا لاحق ہو گیا[۳]، اور نکاح اس کا فسخ ہو گیا اس کو توبہ کرا کر اور تجدید کرا کر پھر نکاح کیا جاوے۔ فقط

خود کو کافر و مرتد کہنے سے نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۴۲۹) ایک مسلمان نے اپنی نسبت یہ

---

[۱] وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹) ظفیر [۲] ذکر فی نور العین ویجدد بینهما النکاح ان رضیت زوجته بالعود الیه والا فلا تجبر (رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۴۱۲) ظفیر [۳] یکفر اذا وصف الله تعالی بما لا یلیق الخ او انکر وعده ووعیده الخ او قال خدائے مرا کجے داند تا ید الخ فهذا کله کفر (عالمگیری مصری باب المرتد ج ۲ ص ۲۵۸) ان ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة (ای تجدید الاسلام) وتجدید النکاح (رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۹) ظفیر

الفاظ کہے کہ میں بے ایمان کافر وسور ہوں، اور اب تک توبہ بھی نہیں کی، یہ شخص مرتد ہوا یا نہ اور نکاح اس کا فسخ ہو گیا یا نہ۔

الجواب:۔ اس صورت میں وہ شخص کافر اور مرتد ہو گیا، اس کو توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا لازم ہے کیونکہ مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ کما فی الدر المختار وارتداد احدھما فسخ عاجل[1] فقط

قرآن کی توہین سے مرتد ہو گیا اور نکاح فسخ ہو گیا۔

سوال (۱۴۴۰) محمد بخش اور اس کی بیوی مسماۃ بتول میں رنجش اور مقدمہ بازی ہو رہی تھی کہ مسماۃ بتول نے محمد بخش کو بذریعہ بعض آدمیوں کے کہلایا کہ اگر تو مجھے مار پیٹ نہ کرے اور تکلیف نہ دے تو میں تیرے گھر آجاؤں بشرطیکہ تو مسجد میں جا کر قرآن شریف ہاتھ میں لے کر حلف ادا کرے کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا، محمد بخش نے جواب میں یہ کہا کہ قرآن اور مسجد کو کچھ نہیں جانتا سینکڑوں ایسے اڑتے پھرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اس صورت میں محمد بخش مرتد ہوا یا نہ اور اس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں الفاظ مذکورہ کہنے سے شخص مذکور مرتد ہو گیا اور ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے قال فی الدر المختار وارتداد احدھما فسخ عاجل[2] پس شخص مذکور بعد توبہ و تجدید اسلام کے مسماۃ بتول سے دوبارہ نکاح کرے۔ بدون تجدید اسلام و تجدید نکاح کے مسماۃ مذکورہ اپنے شوہر محمد بخش پر حرام ہے[3]۔ فقط

شرک و کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور مسلمان ہونے پر تجدید ہو سکتی ہے۔

سوال (۱۴۴۱) اگر کوئی مرد یا عورت شرک یا کفر کرے تو ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر ٹوٹ جاتا ہے تو پھر توبہ کرنے کے بعد بغیر عدت کے نکاح درست ہوتا ہے یا کچھ عدت ہے۔

الجواب:۔ شرک و کفر کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور پھر تجدید نکاح

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ ظفیر [2] ایضاً ظفیر [3] ما یکون کفراً اتفاقا یبطل العمل والنکاح الخ یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۴۱۲) ظفیر

عدت میں درست ہے[1]۔

ٹوٹنے کے بعد دونوں میں جب کوئی راضی نہ ہو تو

سوال (۱۴۴۲) اگر مذکورہ بالا صورت میں نکاح ٹوٹ گیا اور پھر مرد یا عورت میں سے کوئی آپس میں رضامند نہ ہو تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عورت اگر کلمہ کفر کہے تو تجدید نکاح پر اس کو مجبور کیا جاوے گا۔ اور دوسرے مرد سے اجازت نکاح کی اس کو نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار[2]۔

کلمہ شرک کہا تو

سوال (۱۴۴۳) بے علمی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر کسی عورت نے شرک کر لیا اور وہ کسی کو لے بھاگی یا کوئی اس کو بھگا لے گیا تو اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ غیر مرد کے ساتھ بھاگنے سے تو نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن کلمہ کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جاوے گا۔

بیوی عیسائی ہو گئی تو نکاح باقی رہا یا نہیں

سوال (۱۴۴۴) ایک عورت بدچلن جو ایک عورت سے ملی ہوئی تھی، اس نے اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی ہو کر انگریز کے پاس رہنے لگی، خاوند اس کو رکھنا نہیں چاہتا، اس صورت میں اس مرد کا نکاح عورت مذکورہ

---

[1] وارتد احدهما ای الزوجین فسخ الخ عاجل بلا قضاء (در مختار) وكذا بلا توقف على مضى عدة فى المدخول بها كما فى البحر (رد المحتار باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۹) ظفیر

[2] ولو ارتدت بمجئ الفرقة منها قبل تأكده الخ تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى ولوالجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً لاسيما التى تقع فى الكفر (الدر المختار على هامش رد المحتار باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۹ و ۵۴۰) ظفیر

[3] لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة (ايضاً فصل فى المحرمات ج ۲ ص ۴۰۲) ظفیر

[4] وارتد احدهما ای الزوجين فسخ عاجل الخ ولو ارتدت الخ تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها (ايضاً باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۹ و ۵۴۰) ظفیر

سے جس نے مذہب تبدیل کر لیا ہے قائم ہے یا نہیں۔

الجواب:- اس صورت میں اس شخص کا نکاح عورت مذکورہ سے باطل ہو گیا[1]۔

اس کا مہر واجب ہے یا نہیں

سوال (۱۴۴۵) عورت مذکورہ کا مہر پہلے شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں۔

الجواب:- جب کہ عورت مذکورہ مدخولہ شوہر کی ہے تو مہر عورت کا بذمہ شوہر واجب ہے، عورت کے مرتدہ ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوا[2]۔

میل ملاپ رکھنے والے کا حکم۔

سوال (۱۴۴۶) اگر عورت مذکورہ کے والدین اس کے ساتھ میل ملاپ رکھیں تو والدین کے لیئے کیا حکم ہے۔

الجواب:- ایسے لوگوں سے مقاطعت لازم ہے، جملہ اہل اسلام کو ان سے تعلقات منقطع کر دینا چاہیے۔

نکاح کے بعد شوہر قادیانی ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۴۷) میرے باپ نے اپنی چھوٹی لڑکی یعنی میری چھوٹی ہمشیرہ کا ایجاب وقبول جبار خاں سے کر دیا تھا مگر رسومات شادی ابھی تک انجام نہیں دی تھی کہ جبار خاں احمدی ہو گیا، تو نکاح قائم رہا یا نہیں۔

الجواب:- جو شخص احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہے یعنی قادیانی ہو جاتا ہے اور قادیانی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے وہ مرتد وکافر ہو جاتا ہے اور نکاح اس کا مسلمہ عورت سے باقی نہیں رہتا، لہٰذا سائل اپنی ہمشیرہ کو جبار خاں احمدی کے پاس نہ بھیجیں اور اس کو جبار خاں کی منکوحہ نہ سمجھیں، اور رخصت نہ کریں دوسری جگہ نکاح کر دیں[3]۔ فقط

عیسائی ہونے کے بعد نکاح باقی نہیں رہتا۔

سوال (۱۴۴۸) میاں بیوی میں تکرار ہوا بیوی

---

[1] وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب النکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶) ظفیر

[2] وللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتأکدہ بہ (در مختار) قولہ کل مہرہا الحلفہ فشمل ارتدادہ وارتدادہا (رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶) ظفیر

[3] وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (در مختار) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدۃ فی المدخول بہا (رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶) ظفیر

عیسائی ہوگئی نکاح باقی رہا یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں نکاح باقی نہیں رہا[1]۔

پھر مسلمان ہوجائے تو کیا حکم ہے۔ **سوال (۱۴۴۹)** اگر بیوی پھر مسلمان ہوگئی تو شوہر اول کا کچھ حق باقی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ پھر مسلمان ہونے پر وہ عورت شوہر اول کو ہی دی جاوے گی، یعنی اس عورت کو مجبور کیا جاوے کہ شوہر اول سے نکاح کرے، درمختار وشامی میں یہ مسئلہ لکھا ہے[2]۔ فقط

شوہر رافضی ہوجائے تو کیا حکم ہے۔ **سوال (۱۴۵۰)** میں نے اپنی دختر کا نکاح کرتے وقت خوب تحقیق کرلی تھی، وہ لوگ سنت جماعت تھے، رافضی نہیں تھے۔ اب وہ لوگ عرصہ چھ سال سے رافضی ہوگئے ہیں، میری لڑکی سے بھی رافضی ہونے کو کہا اس نے انکار کیا تو سخت تکالیف دی اور میرے گھر پہنچا گئے، آیا سنت جماعت لڑکی کا نکاح شیعہ رافضی سے رہ سکتا ہے یا نہ، میں لڑکی مذکورہ کا نکاح سنت جماعت کے ساتھ کرسکتا ہوں یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں آپ اپنی دختر کا نکاح ثانی کردیں، کیونکہ رافضی تبرائی سے نکاح سنی عورت کا منعقد نہیں ہوتا اور اگر بعد نکاح کے شوہر رافضی ہوجاوے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے[3]۔ فقط

شوہر عیسائی ہوا پھر مسلمان ہوا اس کی بیوی کا کیا حکم ہے۔ **سوال (۱۴۵۱)** ایک شخص مسلمان عیسائی

---

[1] وارتداد احدهما ای الزوجين فسخ عاجل بلاقضاء (الدر المختار على هامش رد المختار باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۲) ظفیر۔ [2] وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى (در مختار) فلكل قاض ان يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت ام لا وتمنع من التزوج بغيره بعد اسلامها ولا يخفى ان محله ما اذا طلب الزوج ذالك (رد المختار باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۵) ظفیر۔ [3] من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسي وابو الليث، وهو المختار للفتوى (الدر المختار على هامش رد المختار باب المرتد ج ۳ ص ۴۰۲)، وارتداد احدهما ای الزوجين فسخ عاجل بلاقضاء (ایضاً باب نكاح الكافر ج ۲ ص ۵۳۲) ظفیر

ہو گیا اور چھ ماہ تک عیسائی رہا۔ اب پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی زوجہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- جس وقت وہ مرد عیسائی ہوا، اس کی زوجہ اسی وقت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، پس اگر اب عدت اس کی جو کہ تین حیض ہیں گزر گئی ہے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر چاہے پہلے شوہر سے بھی نکاح کر سکتی ہے لیکن یہ اس کی مرضی پر ہے مجبور نہ کیا جاوے گی۔[1]

عیسائی عورت مسلمان ہو گئی تو عیسائی شوہر سے اس کا نکاح باقی نہیں رہا۔

سوال (۱۴۵۲) ہندہ نے مذہب عیسوی کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا، بکر اس کا شوہر ہنوز کافر مذہب عیسوی پر قائم ہے اور کہتا ہے کہ میں اہل کتاب ہوں، میرا نکاح قائم ہے جب تک میں اس کو طلاق نہ دوں، اور ہندہ کو خلع لینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے؟ ہندہ مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور خلع لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح کر سکتی ہے تو کب تک کر سکتی ہے۔

الجواب:- بکر کا قول غلط ہے۔ مرد کتابی کا نکاح عورت مسلمہ سے نہیں ہو سکتا اور نہ باقی رہ سکتا ہے، البتہ ہندہ بفور اسلام اس کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہوئی بلکہ تین حیض گذرنے پر یا حائضہ نہ ہو تو تین ماہ کے بعد ہندہ بکر سے بالکل جدا ہو جاوے گی اگر تین حیض یا تین ماہ کے اندر بکر شوہر اسلام لے آیا تو جدائی نہ ہوئی، بعد تین حیض وغیرہ کے ہندہ دوسرا نکاح مسلمان سے کر سکتی ہے۔[2]

---

[1] ویجدد بینہما النکاح ان رضیت زوجتہ بالعود الیہ والا لا تجبر (رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۴۱۲) ظفیر

[2] ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او ثلاثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب، (در مختار) قولہ لم تبن الخ افاد بتوقف البینونۃ علی الحیض ان الآخر لو اسلم قبل انقضائہا فلا بینونۃ بحر فاذا مضت ہذہ المدۃ صار مضیہا بمنزلۃ تفریق القاضی (رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ و ص ۵۳۷) ظفیر

جس کا شوہر عیسائی ہو جائے وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۴۵۳) حماعیسائی ہوگیا اس سے مجھ سائل کی ہمشیرہ کا نکاح ہوا تھا، تین سال ہوئے کہ اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا، دو سال سے اس کا پتہ نہیں، میرا اور میری بہن کا مذہب سنی ہے تو وہ اپنا نکاح سنی مرد سے کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ حما سے اس کا نکاح فسخ ہوگیا، اب مسماۃ مذکورہ اپنا نکاح کسی مسلمان سنی مرد سے کر سکتی ہے، ہکذا فی الدر المختار[۱]۔ فقط

شوہر مرزائی ہوگیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں

سوال (۱۴۵۴) زید کا نکاح زینب سے ہوا بعد نکاح زید عقائد مرزائیہ کا پیرو ہوگیا اور بجز مرزائیوں کے سب مسلمانوں کو کافر کہتا ہے، یا زید پہلے ہی سے عقائد مرزائیہ کا تھا مگر زینب کے ساتھ نکاح کرنے کے باعث اپنے اس عقیدہ کو پوشیدہ رکھتا تھا بعد نکاح ظاہر کیا، دونوں صورتوں میں زید کا نکاح زینب سے رہ سکتا ہے یا نہیں اور زینب بلا طلاق نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہ۔

الجواب:۔ ہر دو صورت مذکورہ میں زینب کا نکاح زید سے فسخ ہوگیا اور زینب اگر مدخولہ ہے تو بعد عدت گذارنے کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر مدخولہ (موطؤہ) نہیں ہے تو بلا عدت گزارنے کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے کما فی الدر المختار وارتداد احدهما فسخ عاجل بلا قضاء الخ وفی رد المحتار قوله وعليه نفقة العدة ای لو مدخولاً بها اذ غيرها لا عدة عليها وافاد وجوب العدة سواء ارتد اوارتدت الخ شامی[۲] جلد ثانی ص۳۶۲ فقط

بیوہ ہندو عورت اگر مسلمان ہو جائے تو اس پر عدت نہیں

سوال (۱۴۵۵) ایک عورت ہندو سال دو سال سے بیوہ ہے، اگر مسلمان ہو کر فوراً کسی مسلمان سے نکاح کر لے تو درست ہے یا نہیں۔؟

---

[۱] وارتداد احدهما ای الزوجين فسخ عاجل بلا قضاء (در مختار) ای بلا توقف على قضاء القاضی وكذا بلا توقف على مضی عدة فی المدخول بها (رد المحتار باب نكاح الكافر ج۲ ص۵۳۶) ظفير [۲] رد المحتار باب نكاح الكافر ج۲ ص۵۳۹ ظفير

الجواب: وہ عورت ہندوانی بیوہ مسلمان ہوکر فوراً نکاح کرسکتی ہے اس پر عدت اسلام کی کچھ لازم نہیں ہے[1]۔

کافرہ عورت مسلمان ہونے کے بعد عدت گزار کر شادی کرلے تو جائز ہے۔

سوال (۱۴۵۶) زید جو قوم سے چمار نامسلم ہے اس کی زوجہ ہندہ نے بکر مسلمان سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا اور عرصہ تک اس کے پاس رہی اس کے بعد ہندہ نے مسلمان ہوکر بکر کے ساتھ نکاح کرلیا، زید کو جب معلوم ہوا تو بکر کی عدم موجودگی میں ہندہ کو اس کے گھر سے نکال کرلے گیا اب بکر دعوید ہے کہ ہندہ میری منکوحہ مجھ کو دلائی جاوے: اس صورت میں ہندہ شرعاً کس کو ملے گی۔

الجواب: درمختار میں ہے ولو اسلم احدھما ثمہ ای فی دار الحرب وملحق بھا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلثۃ اشھر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب[2] الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کافر کی زوجہ مسلمان ہوجاوے تو تین حیض آنے کے بعد یا اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گذرنے کے بعد وہ عورت اس کافر کے نکاح سے خارج ہوتی ہے پھر کچھ تعلق زوجیت کا درمیان اس کافر اور اس کی زوجہ کے نہیں رہتا، پس زید جب کہ مدت مذکورہ میں اسلام نہ لایا تو اس کی زوجہ ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور بکر سے اگر نکاح مدت مذکورہ کے بعد ہوا تو صحیح ہوگیا، اور اگر عورت کے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کرلیا تو وہ صحیح نہیں ہوا تین حیض آنے کے بعد یا تین ماہ گذرنے کے بعد پھر نکاح ہونا چاہیئے۔ فقط

کافر کی بیوی مسلمان ہوجائے تو عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہیے۔

سوال (۱۴۵۷) ہندہ کافرہ شوہر دار ہے زید سے اس کی آشنائی ومحبت ہوگئی ہے زید نے اس کو مسلمان کراکر اسی وقت عقد کرلیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اس بارہ میں حکم یہ لکھا ہے کہ اسلام کے بعد تین حیض عورت کو پورے کراکر اس سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے اور تفصیل اس کی درمختار شامی میں ہے الحاصل

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ ج ۲ ص ۵۳۷ ظفیر

[2] الدر المختار علی هامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ ظفیر

بفور اسلام جو اس عورت سے نکاح کیا گیا وہ صحیح نہیں ہوا۔[۱] فقط

کافرہ کو اس کا شوہر بطور خود طلاق دے چکا ہے اگر اب وہ عورت مسلمان ہو کر فوراً نکاح کرے تو جائز ہے

سوال (۱۴۵۸) ایک عورت کافرہ کہ جس کے خاوند نے عرصہ پانچ چھ سال کا ہوا اپنے طریق پر طلاق دے دی ہے، وہ اب مسلمان ہونا چاہتی ہے اور ایک مسلمان کے ساتھ نکاح پر راضی ہے کیا وہ مسلمان ہوتے ہی نکاح کر سکتی ہے یا کیا۔

الجواب: مسلمان ہوتے ہی اس سے نکاح کر لینا صحیح ہے۔[۲] فقط

نومسلمہ کا نکاح عدت بعد کیا جائے

سوال (۱۴۵۹) ایک جوان عورت ہمارے یہاں آکر مسلمان ہوئی اور خاوند اس کا مسلمان نہیں ہوا، جس کو عرصہ بیس یوم کا ہوا، اس عورت کو شوہر کی خواہش بے حد ہے، اسی کی طرف سے ہر وقت یہ تقاضا ہے کہ میرا نکاح بہت جلد کر دیا مجھ کو برداشت نہیں ہے، اگر شرعاً جائز ہو تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔

الجواب: در مختار میں یہ لکھا ہے کہ ایسی عورت تین حیض گزرنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا، بلکہ جیسا کہ عدۃ کے اندر نکاح کر دینے سے وہ نکاح باطل ہو جاتا ہے، ایسا ہی یہ نکاح جو تین حیض سے پہلے ہوگا، باطل ہوگا[۳] قال اللہ تعالیٰ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ[۴] لہٰذا اس حکم کا خلاف شرعاً نہیں ہو سکتا۔ فقط

شوہر مسلمان ہوا مگر عیسائی بیوی مسلمان نہ ہوئی تو کیا شوہر اس کی بہن مسلمہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

سوال (۱۴۶۰) زید کا مذہب عیسائی تھا، اب مسلمان ہو گیا اور اس کی زوجہ فاطمہ اس کے ساتھ

---

[۱] ولو اسلم احدھما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثۃ اشہر قبل اسلام الآخر (الدر المختار ـ ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ و ۵۳۷) ظفیر [۲] اس لئے کہ پانچ سال سے مطلقہ ہے اس پر عدت نہیں ہے۔ ظفیر [۳] ولو اسلم احدھما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثۃ اشہر قبل اسلام الآخر الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶۔ ظفیر [۴] سورہ بقرہ ۳۰۔ ظفیر

مسلمان نہ ہوئی، بلکہ اسلام لانے سے انکار کر دیا، زید نے بعد اسلام لانے کے فاطمہ کی بہن حقیقی سے نکاح کر لیا، چونکہ وہ بہن اسلام لے آئی تھی۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اور زید کے اسلام لانے سے نکاح زید اور فاطمہ کا ٹوٹ گیا تھا یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں نکاح زید و فاطمہ کا قائم ہے، فسخ نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے: اسلم الزوج وھی مجوسیۃ فتھودت او تنصرت بقی نکاحھما کما لو کانت فی الابتداء کذلک[1] الخ۔ و در شامی میں ہے: اما اذا اسلم زوج الکتابیۃ فان النکاح یبقیٰ[2] اور جب کہ نکاح زید کا فاطمہ کے ساتھ قائم ہے تو نکاح زید کا فاطمہ کی بہن زینب سے صحیح اور جائز نہیں ہوا، زید کو چاہیئے کہ زینب کو فوراً علیحدہ کر دے اور فاطمہ کو اپنی زوجیت میں رکھے، دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ[3]۔ (الآیۃ) فقط

مرتد ہو کر عورت مسلمان ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۶۱) ایک مسلمان عورت اپنے خاوند کی تکلیفوں کو برداشت نہ کر سکی مجبوراً عیسائی ہو گئی جس کو ایک سال گذر چکا اس کا خاوند اب تک مسلمان ہے اس نے طلاق نہیں دی، اب وہ عورت مسلمان ہو کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے اور بعد اسلام لانے کے وہ عورت دوسرے مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر عورت محض خاوند سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے مرتد ہوا ور کفر کو اختیار کرے تو اس میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ایسی حالت میں اس عورت کو جبراً مسلمان کر کے شوہر اول سے ہی اس کا نکاح کیا جاوے[4]۔ (یہ اس وقت ہے جب پہلا شوہر

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج۲ ص ۳۳۵ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب نکاح الکافر ج۲ ص ۳۳۶ ظفیر۔

[3] سورۃ النساء ظفیر۔ [4] وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عدداً عاجل بلا قضاء الخ لو ارتدت لمجیء الفرقۃ الخ تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتویٰ وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجراً و تیسیراً (در مختار) فقال قاضی انہ یجدد (باقی ص ۳۳۸)

اس کا طالب ہو، لیکن اگر وہ خاموش ہے یا صراحتاً اس کو چھوڑ رکھا ہے تو پھر یہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے[1]۔ ظفیر)

کافرہ کو مسلمان کر کے شادی کر لی جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۶۲) زید نے ایک خاکروب کی بیوی سے آشنائی پیدا کی چند روز کے بعد رسوائی ہوئی اور برادری نے تنبیہ کی اور توبہ کرائی پھر چند روز بعد اس کی بیوی کو بھگا کر لے گیا اور دس بارہ روز میں اس کو مسلمان کرا کر لے آیا اور اس سے عقد شرعی کر لیا تو یہ عقد مسلمان ہونے کے بعد جائز ہوا یا نہیں، اور وہ بخشا جائے گا یا نہیں، اور ان دونوں کا ایمان رہا یا نہیں، اور جو توبہ کر کے توڑ دے اور پھر کرے تو مقبول ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔ وہ مسلمان ہوگئی مگر تین حیض گذرنے سے پہلے اس سے نکاح کرنا درست نہیں ہے اور توبہ سے گنہ معاف ہو جاتا ہے اور بخشش کی امید ہے اور کبیرہ گنہ مثلاً زنا کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا اور اسلام نہیں جاتا اور توبہ کے توڑنے کے بعد پھر توبہ کرے تو بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔

میاں بیوی ساتھ مسلمان ہو گئے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

سوال (۱۴۶۳) اگر خاوند بی بی دونوں مسلمان ہو گئے معہ اپنے بچوں کے تو ان کو اب حالت اسلام میں نکاح جدید کی ضرورت ہے یا وہ ہی کافی ہوگا۔

الجواب:۔ مسئلہ یہ ہے اگر خاوند بی بی دونوں مسلمان ہو جاویں تو ان کو تجدید

(بقیہ صفحہ ۳۳۷) پھر بسبیر و لو بین ینار رضیت ام لا و تمنع من التزوج بغیرہ بعد اسلامہا (رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۲) ظفیر [1] ولا یخفی ان محلہ ما اذا طلب الزوج ذلک اما لو سکت او ترکہ صریحاً فانہ لا یجبر و تزوج من غیرہ لانہ ترک حقہ (رد المختار باب ایضاً) ظفیر

[2] ولو اسلم احدھما ای احد المجوسین او امرأۃ الکتابی الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثاً او تمضی ثلاثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ للشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ و ص ۵۳۷) ظفیر

نکاح کی ضرورت نہیں ہے، پہلا نکاح ان کا باقی ہے، البتہ احتیاطاً بعد اسلام کے اگر پھر ان کا نکاح کر دیا جاوے تو یہ اچھا ہے۔ اسلم المتزوجان بلا سماع شهود او فی عدة کافر معتقدین ذلك اقرا علیه[1]۔

مسلمان میاں بیوی عیسائی ہو گئے پھر دونوں مسلمان ہو گئے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۶۴) ایک مرد اور عورت دونوں عیسائی ہو گئے، چند یوم بعد لڑکی مسلمان ہو گئی۔ پانچ یوم بعد لڑکا بھی مسلمان ہو گیا، ان کا نکاح رہا یا نہیں۔

الجواب:۔ ان کا نکاح نہیں رہا پھر نکاح ہونا چاہیے در مختار میں ہے، و فسد ان اسلم احدهما قبل الآخر الخ[2] فقط

کافر میاں بیوی دونوں مسلمان ہو جائیں تو پھر دوبارہ نکاح کرانا ضروری ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۶۵) زید و ہندہ دونوں کافر تھے، لیکن اب مسلمان ہو گئے، اب ان کا نکاح ہونا چاہیے یا نہیں۔

الجواب:۔ زوجین کافرین اگر دونوں مسلمان ہو جاویں نکاح ان کا باقی رہے گا۔ کذا فی الدر المختار[3]

زوجین میں کوئی کافر ہو جائے تو نکاح جدید عورت کی رضامندی سے ہو گا یا شوہر کی۔

سوال (۱۴۶۶) اگر زوجین میں سے کوئی کافر ہو جاوے تو نکاح جدید عورت کی رضامندی سے ہو گا یا محض شوہر کی خواہش پر اور سابقہ مہر کے علاوہ مہر جدید عورت کی رضامندی کے مطابق ہو گا یا نہیں۔

الجواب:۔ کافر ہو جانا احد الزوجین کا موجب فسخ نکاح ہے پھر اگر تجدید نکاح

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۱ ظفیر [2] الدر المختار علی هامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۴ لان ردة احدهما منافیة للنکاح ابتداءً فکذا بقاء (رد المختار ایضاً) ظفیر [3] والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطه کعدم شهود یجوز فی حقهم اذا اعتقدوه عند الامام ویقرون علیه بعد الاسلام الخ اسلم المتزوجان بلا سماع شهود الخ اقرا علیه (الدر المختار علی هامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۱ و ج ۲ ص ۵۳۲) ظفیر

کی جاوے گی تو عورت کی رضامندی سے ہوگی اور مہر بھی حسب خواہش عورت جدید ہوگا۔ البتہ اس صورت میں کہ عورت کی طرف سے ارتداد سرزد ہو جو موجب فسخ نکاح ہو، فقہاء نے لکھا ہے کہ زجراً اس عورت کو مجبور کیا جاوے گا شوہر اول سے نکاح کرنے پر بمہر جدید کذا فی الدر المختار واقرہ الشامی[۱]۔ فقط

غالی شیعہ کافر ہیں یا مسلمان۔ **سوال** (۱۴۶۷) جو فرقہ شیعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے افک کا قائل اور معتقد ہو اور نیز اس امر کا بھی معتقد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ مرتد و کافر ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ، وہ فرقہ مرتد و کافر ہے یا فاسق۔

الجواب:- فرقہ مذکورہ جس کے عقائد وہ ہیں جو مذکور ہوئے باتفاق اہل سنت وجماعت کافر و مرتد ہے کما فی رد المختار جلد ثالث باب المرتد ص ۲۹۴ نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق رضی اللہ عنہ او اعتقد الالوھیۃ فی علی رضی اللہ عنہ او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن الخ شامی و فی السراج شرح المشکوٰۃ قلت وھذا فی حق الرافضۃ والخارجۃ فی زماننا فانھم یعتقدون کفر اکثر الصحابۃ فضلا عن سائر اھل السنۃ والجماعۃ فھم کفرۃ بالاجماع بلا نزاع اور مظاہر حق میں ہے کہ شیعہ تکفیر صحابہ

---

[۱] وارتد احدھما فسخ فی الحال الخ ولو ارتدت ھو لا تجبر المرأۃ علی التزوج البحر الرائق باب نکاح الکافر ج ۳ ص ۲۲۳، ۲۳۰ وتجبر بکر بالغۃ علی النکاح ای ینفذ عقد الولی بغیر رضاھا الخ انما احرۃ تخاف ان یکون للغیر علیھا ولایۃ ادبناباب الولی ج ۳ ص ۱۱۵ ظفیر[۲] فشمل ارتداد المرأۃ الخ لکنھا تجبر علی الاسلام والنکاح مع زوجھا الاول لان الحسم یحصل بجبرھا الخ ولا یخفی ان محلہ ما اذا طلب الاول ذلک اما اذا رضی بتزوجھا من غیرہ فھو سبب لان الحق لہ وکذلک لو لحقہ بالاب تجدید النکاح واستمرت تنکر لا یجدد فالفاسق (البحر الرائق باب نکاح الکافر ج ۳ ص ۲۳۰ ظفیر[۳] رد المحتار باب المرتد ص ۴۰۵ و ۴۰۶ ظفیر

[۲] دیکھئے شامی باب المرتد ج ۳ ص ۴۰۵ و ۴۰۶ ظفیر

اور قذف عائشہ صدیقہ رضؓ کو کہ اعظم موجبات کفر سے ہے سبب رفع درجات کا جانتے ہیں اور صرف استحلال معصیۃ کفر ہے چہ جائیکہ کفر کو موجب رفع درجات کا گنیں انتہیٰ مظاہر حق۔

شیعہ کی عورت منکوحہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۶۸) کیا ان کی عورتوں منکوحہ کے ساتھ بلا طلاق نکاح جائز ہے اور وہ اہل سنت کا عقیدہ رکھتی ہیں۔

الجواب:- اوپر معلوم ہوا کہ روافض مذکورہ کافر و مرتد ہیں، لہٰذا مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح ان کے ساتھ صحیح نہیں ہوا، اور ان کی عورتوں سے بدون طلاق سنیوں کا نکاح صحیح ہے۔

شیعہ سنّی لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہیں۔

سوال (۱۴۶۹) ایسے فرقہ کے نکاح میں اہل سنت والجماعت کی لڑکیاں آسکتی ہیں یا نہ۔

الجواب:- نہیں آسکتی ہیں۔

جو سنّی لڑکیاں شیعوں کے عقد میں ہوں

سوال (۱۴۷۰) سنیوں کی جو لڑکیاں ان کے نکاح میں ہیں کیا بر تقدیر تکفیر ان کا نکاح فسخ ہوگا یا نہ۔

الجواب:- جب کہ عقائد ان روافض کے بوقت نکاح بھی ایسے ہی تھے تو مسلمہ سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا فسخ کی حاجت نہیں ہے۔

شیعہ لڑکی سے نکاح

سوال (۱۴۷۱) اس فرقہ کی لڑکیوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب:- درست نہیں کیونکہ مابین کافر و مسلم مناکحت صحیح نہیں ہے۔

ان کی خوشی وغم میں شرکت

سوال (۱۴۷۲) اہل سنت والجماعۃ کو اس فرقہ کی شادی وغمی اور ان کے جنازہ وغیرہ کی شرکت درست ہے یا نہیں۔

الجواب:- ایسے فرقوں کے بارے میں حدیث شریف میں ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم وغیرہ الفاظ وارد ہیں لہٰذا ان کی غمی وشادی میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فقط

کافر کی بیوی مسلمان ہوگئی اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۷۳) ہندہ کافرہ تھی اب مسلمہ ہوگئی ہے اور اس کا شوہر بدستور کافر ہے۔ کیا ہندہ کا نکاح کسی مسلمان سے

ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ کتب فقہ میں اس صورت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ عورت مسلمہ تین حیض کے بعد یا اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ کے بعد پہلے شوہر کے نکاح سے جدا ہو گی، اس کے بعد اس کو دوسرا نکاح کرنا درست ہو سکتا ہے، تین حیض یا تین ماہ گزرنے سے پہلے اس عورت کو دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار لو اسلم احدھما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلثۃ اشھر قبل اسلام الآخر اقامۃ شرط الفرقۃ مقام السبب۔ قولہ اقامۃ شرط الفرقۃ وھو مضی ھذہ المدۃ مقام السبب وھو الاباء الخ شامی[1]

مسجد کو برا کہنے والا کیسا ہے

سوال (۱۴۷۴) اگر کوئی شخص اپنی ثروت کے گھمنڈ سے یہ کہے کہ میں مسجد پر پیشاب کرتا ہوں اور امام کو گالیاں دے، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے اور جو اشخاص اس کے مددگار ہیں اور مسجد کے لوٹوں کو خراب کریں اور ان سے طہارت کریں، ان کے لئے کیا حکم ہے، اور وہ لوٹے پاک رہ سکتے ہیں۔

الجواب:۔ ایسے شخص کے لئے شریعت میں کفر کا خوف ہے، توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے اور جو لوگ اس فاسق وفاجر کے مددگار ہوں وہ بھی عاصی وفاسق ہیں توبہ کریں اور آئندہ ایسے حرکات سے باز آویں اور مسجد کے لوٹوں کو خراب نہ کریں اور ان لوٹوں کو ناپاک نہ سمجھیں کیونکہ جب تک نجاست کا لگنا یقینی طور سے معلوم نہ ہوا اس وقت تک ناپاکی کا حکم نہیں کیا جاتا۔ فقط

شریعت کا منکر مرتد ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۴۷۵) اگر کوئی شخص شریعت کا انکار کرے اور کہے کہ ہم شریعت کو نہیں مانتے، تمہاری شرع تمہارے گھر میں، آیا وہ شخص مرتد ہو گیا یا نہیں، اور اس کی زوجہ مطلقہ ہو گئی یا نہیں۔

(۱۴۷۵/۲) ایک مسجد میں ایک مولوی کے ساتھ کچھ مسائل شرعیہ کا تذکرہ ہو رہا تھا

[1] دیکھئے رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ د ج ۲ ص ۵۳۷۔ ظفیر

ناگاہ ایک شخص نے آکر بطور بغض کے علماء کی بہت ہی حقارت و استہزاء و توبیخ کنی کرنی شروع کی ایسے شخص کے لئے کیا حکم شرعی ہے۔

الجواب:۔ اقول وباللہ التوفیق۔ قال فی رد المحتار وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر الخ[1] ص۲۸۵ باب المرتد وفیہ عن جامع الفصولین وعلی ھذا ینبغی ان یکفر من شتم دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولکن یمکن التاویل بان مرادہ اخلاقہ الردیۃ ومعاملتہ القبیحۃ لاحقیقۃ دین الاسلام فینبغی ان لا یکفر حینئذٍ واللہ تعالیٰ اعلم ص۱۸۹ ج۳ شامی وقد سئل فی الخیریۃ عمن قال لہ الحاکم ارض بالشرع فقال لا اقبل فافتی مفت بانہ کفر و بانت زوجتہ فھل یثبت کفرہ بذلک فاجاب بانہ لا ینبغی للعالم ان یبادر بتکفیر اھل الاسلام الیٰ اٰخرہ[2]۔ وفی الدر المختار والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیٔ منھا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیٔ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیٔ منھا[3] الخ ونقل عبارتہ فی الشامی وفی اٰخرہ فعلی ھذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لا یفتی بالتکفیر فیھا ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیٔ منھا[4] اھ کلام البحر باختصار۔ شامی ص۲۸۵ فقط

سوال (۱۴۷۶) وکیل مدعیٰ علیہ نے مدعی سے کہا کہ تم شرع محمدی مانتے ہو یا نہیں تو مدعی نے کہا جس طرح رواج ہے تم اس طرح کرو، یہاں شرع کا کیا کام اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے۔

یہ کہنا کہ رواج پر فیصلہ کر دیا ہے

الجواب:۔ مسلمان کو شرع محمدی کا نہ ماننا اور یہ کہنا کہ رواج کے موافق کرو، یہاں

---

[1] رد المحتار باب المرتد مطلب ما یشک فی انہ ردۃ ج۳ ص۲۹۳ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب المرتد ج۳ ص۲۹۲ ظفیر۔ [3] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب المرتد ج۳ ص۳۹۳ ظفیر۔ [4] رد المحتار باب المرتد ج۳ ص۳۹۹ ظفیر۔

شرع کا کیا کام ہے سخت گناہ ہے جس میں خوف کفر ہے، اس کلمہ سے توبہ کرنی چاہیئے اور تجدید ایمان کرنی چاہیئے[1]۔ فقط

بلا ارادہ کلمہ کفر زبان سے نکل جائے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۴۷۷) ایک شخص کی زبان سے بے ساختہ بلا ارادہ اپنی زوجہ کی نسبت یہ لفظ نکل گیا کہ یہ تو میرا خدا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، آیا یہ شخص مرتکب کفر ہوا یا نہیں اور نکاح قائم رہا یا نہ۔

الجواب:۔ شامی میں ہے کہ اگر خطاءً بلا ارادہ کلمہ کفر زبان سے نکل جاوے تو کافر نہیں ہوتا ومن تکلم بہا مخطئاً او مکرہاً لا یکفر عند الکل الخ[2] لہذا اس صورت میں حکم کفر کا اس شخص پر نہ لیا جاوے اور نہ اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگی لیکن احتیاطاً تجدید نکاح کر لیوے اور توبہ و استغفار کرے۔ فقط

آریہ اور عیسائی ہونے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے یا نہیں

سوال (۱۴۷۸) اگر کوئی مسلمان منکوحہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر آریہ یا عیسائی ہو جائے تو اس کا نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زوجین میں سے کسی ایک کا مرتد ہونا فوراً نکاح کو فسخ کرتا ہے کما فی الدر المختار وارتداد احدہما فسخ عاجل[3] پس جب کہ کوئی عورت مسلمہ آریہ یا عیسائی ہوگئی نکاح اس کا اس کے شوہر سے فوراً فسخ ہوگیا اگر وہ پھر اسلام لاوے گی تو تجدید نکاح ضروری ہے اور فقہائے نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ عورت اگر مرتد ہو جاوے تو اس کو مجبوراً مسلمان کیا جاوے اور شوہر اول سے تھوڑے سے مہر پر اس کا نکاح کیا جاوے[4]۔ فقط

---

[1] رد المختار باب المرتد تحت قولہ والطوع ج ۳ ص ۳۹۴ ظفیر۔ [2] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۱ ظفیر۔ [3] وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی (در مختار) لکل قاض ان یجدد بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا وتمنع من التزوج بغیرہ بعد اسلامہا ولا یخفی ان محلہ ما اذا طلب الزوج (رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۰) ظفیر۔ [4] وبالجملۃ فقد ضم الی التصدیق بالقلب او بالقلب واللسان فی تحقیق الایمان امور الاخلال بہا اخلال بالایمان اتفاقاً کترک السجود لصنم وقتل نبی والاستخفاف بہ وبالمصحف والکعبۃ وکذا مخالفۃ (بقیہ)

قرآن وحدیث کو کوئی شیطان کہے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۴۷۹) ایک مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کے نزدیک اس کو بیان کرتا ہے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ایسے شخص کو ایک مسلمان شیطان کہتا ہے اور قرآن وحدیث کو شیطان کی کتاب کہتا ہے، ایسے شخص کے بارہ میں کیا حکم شرعی ہے۔

الجواب:- پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس کو قرآن شریف اور حدیث شریف پر عمل کرنے والا بتلایا گیا ہے وہ مروج عامل بالحدیث یعنی کہیں غیر مقلد تو نہیں ہے جو سلیقہ قرآن اور حدیث کے سمجھنے کا اور تطبیق بین الاحادیث کا نہیں رکھتے اور فقہ اور کتب فقہ حنفیہ کا انکار اور خلاف کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ دعویٰ ان کا تو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ پورے عامل قرآن وحدیث کے نہیں ہیں کہ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کا خلاف کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور اگر وہ عامل بالحدیث والقرآن حنفی ہے اور موافق فقہ حنفی کی جو عین مطابق قرآن وحدیث کے ہے عمل کرتا ہے اور مقلد ہے حنفی سنی ہے تو ایسے عالم حنفی متبع سنت کو برا کہنا نہایت مذموم وقبیح ہے اور بہرحال قرآن وحدیث اور فقہ کو شیطانی کتاب کہنا والعیاذ باللہ کفر صریح وارتداد قبیح ہے۔ فقط

خدا اور رسول کو جو گالی دے اس کا نکاح رہا یا ختم ہوگیا۔

سوال (۱۴۸۰) ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو مارا عورت نے شوہر سے کہا کہ خدا اور رسول کے واسطے مجھ کو نہ مار اس پر اس کے خاوند نے خدا اور رسول کی شان میں سخت گالیاں دیں وہ کافر ہوا یا نہیں اور اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوئی اور دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور اولاد کی پرورش کا حق کس کو ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۴۲) اذا تكرر تجمع عليه بعض أحد بـ لان ذلك دليل على ان التصديق مفقود (رد المحتار باب المرتد ص ۳۰۳ ج ۳ ۱۴ ظفیر)

سد وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الكافر بسبب نبي من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا (الدر المختار على هامش رد المحتار باب المرتد ص ۳۰۶ ج ۳)

الجواب :- وہ شخص کافر ہوگیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے[1] اور اولاد کی پرورش بھی وہی کرے گی، (ان اخیرت بردۃ زوجہا لہا التزوج باخر بعد العدۃ (رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۴۰ ظفیر)

قرآن کی توہین باعث ارتداد ہے نکاح فسخ ہوگیا۔

سوال (۱۴۸۱) زید نے اپنی دختر مریم نابالغہ کا نکاح عمر سے کر دیا، عمر محض بے علم جاہل فاسق وفاجر تارک صلوٰۃ وصوم وزانی ہے مریم کو ایذاء پہنچاتا ہے، بارہا قرآن شریف بوقت تلاوت پھینک دیا، اگر زید مریم کو اب پھر عمر کے یہاں بھیجے تو مریم ارادہ خودکشی کا رکھتی ہے اور عمر ارادہ مریم کے مارنے یا فروخت کرنے کا رکھتا ہے تو شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب :- قرآن شریف کا از راہ استخفاف پھینک دینا کفر وارتداد ہے، ایسی حالت میں اس کی زوجہ مریم اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، پس مریم عمر کے گھر نہ بھیجی جاوئے اور دوسرا نکاح اس کا بعد عدت کے درست ہے[1]۔ فقط

حرام کو حلال سمجھنے والا مسلمان ہے یا نہیں

سوال (۱۴۸۲) فعل حرام کو حلال سمجھ کر کرنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں۔

الجواب :- اس میں تفصیل ہے جو کہ شامی باب المرتد میں مذکور ہے حاصل ہے کہ ہر ایک حرام کو حلال سمجھنے والا یا برعکس کافر نہیں ہے بلکہ اس میں چند قیود ہیں

اجمع المسلمون ان شاتمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کافر وحکمہ القتل ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر (رد المحتار ایضاً) وارتد احدھما فسخ عاجل بلا قضآ فللموطوءۃ کل مہرھا الخ وعلیہ نفقۃ العدۃ الخ والولد یتبع خیر الابوین دینا (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۲۱ ظفیر

[1] لان الشارع جعل بعض المعاصی امارۃ علی عدم وجودہ الخ کما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورۃ فانہ یکفر الخ (رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۲) ان ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف ایضاً ج ۳ ص ۳۹۹) ظفیر

جوکہ کتاب مذکور کے موقع مذکور میں منقول ہیں ان کا ملاحظہ فرمالیویں[۱]۔ (ماحصل یہ ہے کہ جو چیز بذات خود حرام ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کا حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ظفیر)

شوہر کے ظلم سے جو عورت قادیانی ہوئی پھر مسلمان اس کی شادی۔

سوال (۱۴۸۳) ہندہ زوجہ زید نے مذہب قادیانی اختیار کر لیا، علماء نے حکم ارتداد جاری کر کے فسخ نکاح کا حکم کیا، اب جب کہ ہندہ اپنی عقائد کفریہ سے تائب ہوگئی اس سے تجدید نکاح کے لئے کہا گیا جس کے جواب میں ہندہ نے کہا کہ بوجہ ناراضگی اپنے شوہر کے کہ مجھ کو نان ونفقہ نہیں دیتا تھا اور نہ طلاق دیتا تھا مذہب قادیانی اختیار کیا تھا لہٰذا اگر مجھ کو اسی شخص سے نکاح کرنے پر مجبور کیا جاوے گا تو میں پھر اس مذہب کو اختیار کر لوں گی اور کسی قادیانی سے عقد کر لوں گی، اس صورت میں ہندہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- اوّل وباللہ التوفیق ارتداد سے بچانے کے لیے روایت شامی وظاہرہ ان لہا التزوج بمن شاءت[۲] پر عمل کیا جاوے، اور یہ مسئلہ جو محتالہ کے لئے ہے کہ جبراً اس کو مسلمان کر کے شوہر اول کے ساتھ تجدید نکاح کیا جاوے یہ دارالاسلام میں ہو سکتا ہے نہ کہ دارالحرب میں کما ہو ظاہر۔ فقط

قرآن پاک کو گالی دی تو نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۴۸۴) ایک شخص بحق قرآن عزیز مجمع عام میں بغیر از ارتفاع موانع شرعیہ گالی گلوچ دی، والعیاذ باللہ تعالیٰ تو کیا یہ شخص شرعاً کافر ہوا یا نہ اور تجدید نکاح وتلقین وغیرہ امور شرعیہ بھی ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:- اس کے ارتداد میں کچھ شبہ نہیں ہے، تجدید اسلام وتجدید نکاح

---

[۱] والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لا یکفر وان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر والا فلا وقیل التفصیل فی العالم اما الجاهل فلا یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ وانما الفرق فی حقہ ان ما کان قطعیا کفر بہ الا فلا فیکفر اذا قال الخمر لیس بحرام (رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۳) ظفیر

[۲] رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۴۲۰۔ ظفیر

اس کو ضروری ہے[1]۔ فقط

حکم خدا و رسول سے انکار میں نکاح فسخ ہوا یا نہیں۔

سوال (۱۴۸۵) ایک عالم نے زید کو شادی کے موقع پر رقص و سرود سے منع کیا کہ شریعت میں لہو و لعب سرود و سماع بالخصوص رقص وغیرہ حرام ہے تو اس پر زید کے ایک عزیز نے مجمع عام میں بآواز بلند یہ کہا کہ ہم خدا و رسول کے حکم سے بالکل منکر ہیں اور نہیں مانتے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں اس کا نکاح باطل ہے یا نہیں مسلمانان کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

الجواب:۔ اس صورت میں وہ شخص جس نے کلمہ مذکورہ کہا مرتد ہو گیا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہو گئی[2]، تجدید اسلام و تجدید نکاح اس کو لازم ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو مسلمانان کو اس کے ساتھ میل جول نہ رکھنا چاہیئے اور اس کو بالکل علیحدہ کر دینا چاہیئے۔

شوہر عیسائی ہو گیا تو نکاح فسخ ہو گیا عدت بعد شادی کر سکتی ہے

سوال (۱۴۸۶) زید تنہا عیسائی ہو گیا، اور اس کی زوجہ و دیگر اہل کنبہ بدستور اسلام پر مستقیم رہے تو اس کی زوجہ کو چھ سال بعد نکاح ثانی کرنے کے لئے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زید جب کہ عیسائی ہو گیا اور اس کی زوجہ مسلمان رہی تو نکاح اس کا فوراً فسخ ہو گیا، بعد عدت کے اس کو دوسرا نکاح کرنا جائز اور درست ہے۔ کما فی الدر المختار وارتداد احدھما فسخ عاجل[3]۔

---

[1] اذا انکر الرجل آیۃ من القرآن الخ او عاب کفر الخ رجل یقرأ القرآن فقال رجل این چہ بانگ طرفان است فھذا کفر (عالمگیری ص مرجبات الکفر ج ۲ ص) ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح الخ یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۲) ظفیر۔ [2] وارتداد احدھما فسخ عاجل (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶) ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح الخ یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح (ایضا باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۱) ظفیر۔ [3] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۶ ظفیر

شوہر جب غالی شیعہ ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے

سوال (۱۴۸۷) ہندہ نابالغہ کا نکاح بکر سے ہوا بکر اور اس کے والدین اس وقت سنی تھے۔ ہندہ کے بالغہ ہو جانے کے بعد وہ رافضی ہو گئے جو ہر وقت اصحاب ثلاثہ و حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اصحاب عشرہ بشرہ پر لعن و تبرا کرتے رہتے ہیں، ابھی تک ان کی یہی حالت ہے کہ علانیہ اصحاب و ازواج مطہرات کو برا کہتے ہیں اور امامت کو نبوت سے افضل کہتے ہیں، ہندہ اب والدین کے گھر ہے تو ہندہ و بکر کا نکاح قائم و جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بکر جس وقت رافضی غالی ہو گیا اور رفض اس کا حد کفر کو پہنچ گیا تو نکاح ہندہ کا اس سے فسخ ہو گیا۔ کما فی الدر المختار وارتداد احدهما فسخ عاجل[1] الخ وفی الشامی نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهية فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلك من الکفر الصریح[2] الخ فقط

چمارن مسلمان ہوئی شادی کی پھر ہندو کے گھر رہ گئی اب پھر مسلمان ہے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۸۸) ہندہ ایک چماری مسلمان ہوئی اور اپنا نکاح اہل اسلام سے پڑھوایا، چھ ماہ اس شخص کے گھر میں رہی پھر اس چماری کو ہندو جبراً پکڑ کر لے گئے اس کا خاوند کسی اور مقدمہ میں قید ہو گیا تھا، پانچ ماہ تک چماری ہندوؤں کے گھر رہی حلال حرام کو مباح جانا۔ اب پھر دوبارہ مسلمان ہو گئی، آیا پہلا نکاح اس کا فاسد ہو گیا یا کیا، اس چماری کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے یا نہیں، یا پہلے خاوند سے طلاق لینی چاہیئے۔

الجواب: جو امور سوال میں درج ہیں ان سے اس چماری کا مرتد ہونا معلوم نہیں ہوتا اگر درحقیقت وہ اپنے اسلام پر قائم رہی اور عقیدہ اسلام کا رہا اگرچہ اعمال میں شریک کفار کے رہی تو مرتد نہیں ہوئی اور اس کا پہلا نکاح قائم ہے[3] بدوں اس کے طلاق دینے کے اس کا نکاح دوسرے

---

[1] ایضاً باب نکاح الکافر ج ۳ ص ۱۳۶ ظفیر۔ [2] رد المحتار باب المرتد ج ۳ ص ۴۰۶ ظفیر

[3] لا یخرج الرجل من الایمان الا بجحود ما ادخله فیه ثم ما تیقن انه ردة یحکم بها وما یشک انه ردة لا یحکم بها اذ الاسلام الثابت لا یزول بالشک الخ فینبغی للعالم اذا رفع الیه (باقی بر صفحہ ۳۴۶)

خارج نہ ہوگی، اور دوسرے شخص سے نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنا عقیدہ بدل دیا تھا اور اسلام سے منحرف ہوگئی تھی اور اسلام کا انکار کردیا تھا تو نکاح سابق اس کا فسخ ہوگیا، اب دوبارہ اسلام لانے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح صحیح ہے[۵]۔ فقط

کلمہ کفر سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے

سوال (۱۴۸۹) ہندہ کا نکاح زید سے چھ سات برس ہوئے ہوا تھا زید نے اتنے عرصہ میں کسی قسم کا حق ہندہ کا ادا نہیں کیا، زید کو نہ مجامعت پر قدرت ہے نہ نان و نفقہ دیتا ہے بلکہ زید کو عادت اغلام کرانے کی ہے جس کی وجہ سے مجامعت پر قدرت نہیں رہی اور والدین کے بہکانے کی وجہ سے طلاق نہیں دیتا، زیادہ تکلیف پہنچنے کی وجہ سے اکثر اوقات ہندہ کی زبان سے کلمہ کفر کے بھی جاری ہوجاتے ہیں تو ہندہ بوجہ کلمہ کفر کے عقد نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں، اگر نہیں ہوئی تو ایسی صورت فرمایئے کہ ہندہ زید سے علیحدہ ہوجاوے۔

الجواب:۔ بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت علیحدگی کی نہیں ہے، البتہ اگر کلمہ کفر زوجین میں سے کسی کے زبان سے ایسا نکل گیا ہے جو باتفاق کفر ہے[۱]، تو اس سے نکاح فوراً فسخ ہوجاتا ہے لیکن فسخ نکاح کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ کلمہ کفر ایسا ہو کہ اس میں گنجائش تاویل کی نہ ہو[۲]، اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ شوہر سے زبردستی سے اگر طلاق کا لفظ کہلا دیا جاوے تب بھی طلاق پڑجاتی ہے بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ثلث جدھن جد وھزلھن جد[۳] الحدیث فقط

(بقیہ صفحہ ۳۴۹) ھذا ان لا یبادر بتکفیر اھل الاسلام (رد المختار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۳) ظفیر

[۱] وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب نکاح الکافر ج ۲ ص ۵۳۹) ظفیر [۲] الکفر شئ عظیم فلا اجعل المومن کافرا متی وجدت روایۃ انہ لا یکفر وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم (رد المختار باب المرتد ج ۳ ص ۳۹۳) ظفیر [۳] مشکوۃ باب الخلع والطلاق فصل ثانی ص ۲۸۴، جد کے بعد یہ الفاظ ہیں النکاح والطلاق والرجعۃ رواہ الترمذی و ابوداؤد (ایضاً) ظفیر۔

نواں باب

بیویوں میں عدل، مساوات اور حقوق الزوجین

دو بیویوں میں مساوات

سوال (۱۴۹۰) میرے دو بیویاں ہیں، میں اپنی ہر بیوی کے مکان سکونتی میں دس دس شب ہر ماہ سونا چاہتا ہوں جس میں تخلیہ بھی بسہولت ممکن ہے، اب مہینہ میں دس شب اور باقی رہے ان میں میں اپنی بیوی شادی شدہ کے مکان کے باہر سونا چاہتا ہوں مگر بلا تعلق تخلیہ اگر اس کی نوبت ہو تو مساوی حقوق ہونا چاہیئے یا کیا، جہاں میں دس شب اور سونا چاہتا ہوں وہ ناکتخدا ہیں، اور دوسری بیوی ان صفات میں نہیں ہیں۔

الجواب:۔ زوجات اگر متعدد ہیں تو سب برابر ہیں اور سب کا حق برابر ہے، باکرہ اور ثیبہ اور پہلی اور نئی سب برابر ہیں اور مساوات شب باشی میں ہونی چاہیے، جماع شرط نہیں ہے پس وہ دس شب جو باقی رہے یا توان کو بھی نصفا نصف کرنا چاہیئے یا دونوں کے پاس رات کو نہ رہو کسی علیحدہ مکان میں رہو[1]۔ فقط

کیا دو بیویوں کے زیور اور خرچ میں بھی مساوات ضروری ہے جب کہ ایک صاحب اولاد ہو اور دوسری نہ ہو

سوال (۱۴۹۱) اگر زید کے دو زوجہ ہیں تو دونوں میں زیور وغیرہ میں کمی زیادتی کرنا یا دونوں کو برابر خرچ دینا جب کہ ایک صاحب اولاد بھی ہے جائز ہے یا نہیں۔

---

[1] یجب ظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ الخ والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب القسم ج ۲ ص ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۵۰) ظفیر

الجواب:۔ دونوں زوجہ میں خرچ اور نفقہ میں مساوات کرے کمی بیشی نہ کرے[1] البتہ جو صاحب اولاد ہے اس کو اولاد کا نفقہ علیحدہ دیویں۔

عمر چاہتا ہے کہ سفر میں چھ چھ ماہ دونوں بیویوں کو رکھے قرعہ نہیں ڈالے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۴۹۲) عمر کا روزگار پہاڑ پر ہے اور اس کی دو زوجہ ہیں، عمر چاہتا ہے کہ چھ مہینہ ایک زوجہ کو پاس رکھے اور چھ مہینہ دوسری کو، عمر ایسی بیوی کو سفر میں رکھنا چاہتا ہے جس کا خرچ کم ہو، اور قرعہ اندازی نہیں کرتا، یہ کیسا ہے۔

الجواب:۔ عمر کو اختیار ہے کہ سفر میں جس زوجہ کو چاہے پاس رکھے قرعہ ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر اور مستحب ہے اگر قرعہ نہ کرے گناہ گار نہیں، کما فی الدر المختار ولا قسم فی السفر دفعًا للحرج فلہ السفر بمن شاء والقرعۃ احب تطییبًا لقلوبھن[2] الخ

کیا خرچ اور تحفہ و ہدیہ میں بیویوں کے اندر مساوات نہ کرنے سے شوہر گناہ گار ہوگا

سوال (۱۴۹۳) ایک شخص کی دو زوجہ ہیں وہ ان میں مساوات اور برابری نہیں کرتا، زوجہ ثانیہ کو خرچ وغیرہ کم دیتا ہے اور تحفہ وغیرہ سفر سے لاتا ہے، زوجہ ثانیہ کو نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں نے فتوی منگایا ہے کہ تحفہ و ہدیہ میں مساوات ضروری نہیں ہے اگر اس میں سے زوجہ ثانیہ کو کچھ دے دے تو اس کی خوشی ہے، کیا یہ طرز عمل درست ہے یا نہیں، کیا وہ شخص گنہ گار ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عدل کرنا دو زوجہ میں ضروری ہے، تارک اس کا عاصی آثم تارک فرض ہے اور فاسق ہے، قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الآیۃ[3] در المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والمأکول[4] الخ پس معلوم ہوا کہ دو

---

[1] یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والمأکول والصحبۃ الخ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۲۶، ۵۲۷، ظفیر)
[2] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۳۱، ظفیر۔ [3] سورۃ النساء رکوع ۱، ۲، ظفیر۔ [4] الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۲۶، ظفیر۔ مشکوٰۃ باب القسم [illegible]

زوجہ کے درمیان ہر ایک امر میں کھانے اور کپڑے اور پاس رہنے میں مساوات کرے، حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے دو زوجہ ہوں اور وہ ان میں مساوات اور عدل نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آوے گا کہ اس کی ایک کروٹ ساقط ہوگی۔ وعن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیمۃ وشقہ ساقط رواہ الترمذی وغیرہ[1]

مجامعت ہر ماہ ضروری ہے یا نہیں اور نفقہ سے بے پروائی کیسی ہے

سوال (۱۴۹۴) بیوی کی روٹی کپڑے کی خبر نہ لینا کیسا ہے؟ اور سفر و مجبوری وغیرہ کی وجہ سے مقاربت نہ ہوتی ہو تو کیسا ہے؟ یہ جو مشہور ہے کہ (ہر ماہ میں) صحبت نہ کرنے سے ایک خون کا گنہ ہوتا ہے صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ زوجہ کے نان نفقہ کی خبر نہ لینا گنہ ہے آئندہ خبر گیری رکھنی چاہیے اور بحالت سفر و مجبوری عدم مقاربت کی وجہ سے کچھ گنہ شوہر پر نہیں ہوا، اور یہ غلط ہے کہ ترک وطی سے ایک خون کا گنہ ہر ماہ میں ہوتا ہے یہ بالکل غلط اور باطل ہے[2]۔

زدوکوب کی وجہ سے بیوی شوہر کے گھر نہ جائے تو کیا کیا جائے۔

سوال (۱۴۹۵) زید نے اپنی زوجہ کو مہر میں چند رقمیں اور ایک مکان دے دیا اور بعد از ایک سال اس کو زدوکوب کر کے اشیاء مذکورہ چھین کر نکال دیا، ایک سال تک وہ اپنی والدہ کے

---

[1] فتجب (النفقۃ) للزوجۃ بنکاح صحیح الخ علی زوجھا لانھا جزاء الاحتباس الخ ولو صغیرا (الدر المختار علی رد المختار باب النفقۃ ج ۲ ص ۸۸۶) ظفیر [2] لا فی المجامعۃ کالمحبۃ بل یستحب ویسقط حقھا بمرۃ ویجب دیانۃ احیانا ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاھا ویؤمر المتعبد بصحبتھا احیانا وقدرہ الطحطاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع لامۃ ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتھا (در مختار) قال فی الفتح واعلم ان ترک جماعھا مطلقا لا یحل لہ صرح اصحابنا بان جماعھا احیانا واجب دیانۃ لکن لا یدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأۃ الاولی ولم یقدروا فیہ مدۃ ویجب ان لا یبلغ بہ مدۃ الایلاء الا برضاھا وطیب نفسھا بہ (رد المختار باب القسم ج ۲ ص ۵۴۷، ۵۴۸) ظفیر

یہاں رہی اب زید اس کو لے جانا چاہتا ہے اور بوجہ زد وکوب جانے سے انکار کرتی ہے، شوہر اس کو لے جا سکتا ہے یا نہیں

الجواب:۔ اگر زوجہ زید کو شوہر کے مکان پر جانے سے خوف ہو تو اس کو وہاں جانے پر مجبور نہ کیا جاوے گا۔ فقط

سفر میں بیویوں کے درمیان عدل اور حقوق زوجیت نہ ادا کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں۔

سوال (۱۴۹۶) زید نے پہلے اپنے وطن اصلی اور جائے پیدائش میں مسماۃ ہندہ سے نکاح کیا، پھر ایک دور دراز شہر میں مسماۃ عائشہ سے نکاح کیا، اور وہیں مستقل قیام رکھتا ہے وطنی بیوی کی طرف اس کا قطعی میلان نہیں ہے، البتہ نان نفقہ کے مصارف ادا کرتا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ برسوں اپنی بیوی کی طرف رخ نہیں کرتا گنہگار ہوگا یا نہیں۔ ہندہ یہ بھی خواہش کرتی ہے کہ اگر زید شوہر اپنے پاس بلائے تو فوراً چلی جائے لیکن زید اس کے بلانے میں تامل کرتا ہے کہ اگر بلائے گا تو عدل نہ کر سکے گا، پس اگر زید ہندہ کو اسی شہر میں جس میں مستقل قیام رکھتا ہے بلالے اور سوائے نان نفقہ کے اور مکان کے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے تو ایسی حالت میں اس کو ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں، بحالیکہ وہ ہندہ سے مواخذہ نہ کرنے کا اقرار اور وعدہ لے چکا ہو یا اب لے لے، اگر زید ہندہ کو باوجود اس کی خواہش کے اپنے پاس نہ بلائے تو اس فعل سے گنہ گار ہوگا یا نہیں۔

الجواب:۔ قال فی الدر المختار ولو اقام عند واحدۃ شہراً فی غیر سفر الخ[1] قولہ فی غیر سفر اما اذا سافر باحدٰھما لیس للاخرٰی ان تطلب منہ ان یسکن عندھا مثل التی سافر بھا وعن الھندیۃ شامی ص۲ جلد ثانی ثم قال فی الدر المختار ولا قسم فی السفر دفعاً للحرج الخ قال فی الشامی لانہ قد یتیسر الا بحملھن معہ وفی الزامہ ذلک من الضرر مالا یخفی[1] الخ

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سفر میں جس زوجہ کے ساتھ چاہے رہ سکتا ہے اس پر شوہر ماخوذ نہ ہوگا، لیکن اگر اصلی وطن کی زوجہ کو اپنے پاس بلائے گا تو پھر عدل اس پر

---

[1] ردالمحتار باب القسم ج۲ ص۵۵۱ ۱۲ ظفیر

لازم ہے، ہاں اگر ہندہ اپنا حق ساقط کر دیوے اور دوسری زوجہ کو دے دیوے تو پھر پاس رکھ کر بھی عدل نہ کرنے میں زید گنہگار نہ ہوگا قال فی الدر المختار ولو تركت قسمها ای نوبتها الغیر نهاصح الخ اور عبارت شامی لانہ لا یتیسر الخ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زید کو اپنے پاس بلانا ہندہ کو لازم نہیں ہے اور نہ بلانے سے وہ گنہ گار نہ ہوگا (جب شوہر نے مستقل قیام غیر شہر میں اختیار کر لیا اور وہیں بود و باش اس طرح اختیار کر لی کہ وطن اصلی آنے کا کبھی نام بھی نہیں لیتا، تو پھر یہ سفر کے حکم میں کس طرح رہا، وطن اصلی کے حکم میں ہوگیا۔ فقہاء نے سفر کے سلسلہ میں لکھا ہے ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فله السفر بمن شاء منهن والقرعة احب تطییبا لقلوبهن (درمختار) اس طرح شامی لکھتے ہیں لانه لا یتیسر الا بحملهن معه وفی الزامه ذلك من الضرر مالا یخفی وهو لانه قد یثق باحدهما فی السفر وبالاخری فی الحضر والفرار فی المنزل (ج ۲ ص ۵۵۱) اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے وہ سفر مراد ہے جو مہینہ پندرہ دن کیلئے ہو اور دوسری بالکل نظر انداز نہ ہو،

دوسرے دوسری بیوی کے جو حقوق ہیں اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے اس کو کالمعلقہ بنا کے رکھنا یہ ظلم ہے، مجامعت کبھی کبھی دیانتاً واجب ہے، وتجب دیانة احیانا لا یبلغ مدة الایلاء الا برضاها ویؤمر المتعبد لصحبتها احیانا وقدره الطحاوی بیوم ولیلة من کل اربع (درمختار) قال فی الفتح واعلم ان ترك جماعها مطلقا لا یحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیانا واجب دیانة (رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۵۴۷) واللہ اعلم ظفیر

شوہر کی اطاعت ضروری ہے یا والدین کی۔

سوال (۱۴۹۷): عورت پر شوہر کی فرمانبرداری زیادہ ضروری ہے یا والدین کی[1]۔ ۲۔ جو عورت شوہر سے نفرت رکھتی ہو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری عورت کے لئے زیادہ ضروری

۱۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار باب القسم ج ۲ ص ۱۲ ظفیر ۲۔ عن ابی هریرة (باقی ص ۳۵۶)

ہے اور مقدم ہے دیگر اقربا سے[۱]۔ ع۔ ایسی عورت عاصی اور گنہ گار ہے[۲]۔

بیوی کو شوہر باپ کے گھر جانے سے روکے اور بیوی جائے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۴۹۸) اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کو یہ حکم دے کر تو سسرال میں ہرگز نہ جانا اور اس شخص کا باپ آکر اس کو بجھا بجھا کر لے جاوے تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا اور شوہر کو اس پر کیا کرنا چاہیئے۔

الجواب:۔ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوا یعنی نکاح میں کچھ خلل نہیں آیا لیکن عورت کو خلاف حکم شوہر ایسا نہ کرنا چاہیے تھا، اب شوہر کو بعد علم کے عورت پر کچھ سختی نہ کرنی چاہیئے اگر کوئی اندیشہ اور شبہہ اس کو سسرال جانے میں نہیں ہے، اور اگر ہے تو آئندہ کو روک دے اور جو کچھ اس کے باپ نے کیا کہ اس کی زوجہ کو میکہ سے لے آیا اس پر کچھ مواخذہ نہ کرے[۳]۔ فقط

جب بیوی کو اس کے والدین نہ آنے دیں تو شوہر کیا کرے

سوال (۱۴۹۹) عرصہ ڈیڑھ سال سے زیادہ ہوا میرے سالے کے ضرب لگنے کی اطلاع پہنچی، جس پر میں زوجہ کو لے کر وہاں پہنچا میری سسرال نے زوجہ ام کو بحیلہ صحت رکھ لیا، اور اب ہرگز نہیں بھیجتے چند مرتبہ میں خود اور ایک مرتبہ میرے والدین لینے کے لئے گئے مگر تب بھی نہیں بھیجا اس صورت میں شرعی فتویٰ کیا ہے۔

۱؎ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء ص ۲۸۱) ولا یمنعھا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانھا (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۴) ظفیر۔ ۲؎ قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای النساء خیر قال التی تسرہ اذا نظر وتطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ رواہ النسائی (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء ص ۲۸۳) ظفیر۔ ۳؎ لا یمنعھا من الخروج الی الوالدین وقیل یمنع ولا یمنعھا من الدخول الیھا فی کل جمعۃ وغیرھم من الاقارب فی کل سنۃ ھو المختار اھ وعن ابی یوسف فی النوادر تقیید خروجھا بان لا یقدرا علی اتیانھا فان قدرا لا تذھب وھو حسن (رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۵) ظفیر۔

الجواب:۔ بے وجہ لڑکی کو شوہر کے گھر نہ بھیجنے کا والدین کو کچھ حق نہیں ہے والدین دختر بسبب روکنے اپنی دختر کے گنہ گار ہیں، ان کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس بھیجیں اور لڑکی کو لازم ہے کہ اس بارہ میں والدین کی اطاعت نہ کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے کیونکہ اس بارہ میں شوہر کی اطاعت زوجہ کو کرنا مقدم ہے[1]۔ فقط۔

بیوی جب شوہر کی بات نہ مانے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۵۰۰) عورت اپنے خاوند کی مرضی کے خلاف چلے اور اس کے کہنے پر عمل نہ کرے تو اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ عورت کے ذمہ اپنے خاوند کی اطاعت ان امور میں جو شرعاً ممنوع نہ ہوں ضروری اور لازم ہے اگر وہ اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے گی تو گنہ گار ہوگی اور اگرچہ والدین کی اطاعت ضروری ہے مگر عورت پر خاوند کا حق زیادہ ہے[2]۔

والدین جب لڑکی رخصت نہ کریں اور وہ نہ جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۵۰۱) عورت کے والدین اگر عورت کو اس کے شوہر کے پاس نہ بھیجیں تو اس کے لیئے کیا حکم ہے عورت اپنے والدین کی ترغیب سے خاوند کے پاس نہ جاوے تو کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ والدین کو یہ جائز نہیں ہے کہ بلا کسی اندیشہ کے وہ اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس نہ بھیجیں، البتہ اگر کوئی خوف ہو تو روک سکتے ہیں۔

بیوی والدین اور شوہر میں جھگڑا نہ کرائے۔

سوال (۱۵۰۲) خاوند اگر کوئی بات بطور مذاق اپنی بیوی سے کہے اور عورت اپنے والدین سے شکایت کرے جس کی وجہ سے اس کے والدین جھگڑا فساد کرنے پر آمادہ ہوں، اس کے لیئے شرعاً کیا حکم ہے۔ عورت ہر ایک

---

[1] الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالہم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واہجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا (سورۃ النساء رکوع ۶) قالوا للزوج ان یسکنہا حیث احب ولکن بین جیران صالحین (رد المختار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۴) ظفیر

[2] لیس لہا ان تخرج بلا اذنہ اصلا (رد المختار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۲) ظفیر

بات اپنے خاوند کی والدین سے جاکر کہے جس سے رنجش پیدا اس کے لیئے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ جھگڑے سے ہر حال میں بچنا چاہیئے یعنی عورت کو ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جس سے اس کے شوہر اور والدین میں نزاع پیدا ہو۔

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا کہیں جانا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۰۳) عورت اپنے خاوند کی بلا اجازت کسی رشتہ دار کے گھر یا میکے یا تماشہ میں جاوے اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ عورت کو بلا اجازت والدین کے یا کسی اپنے رشتہ دار کے گھر جانا درست نہیں ہے، اور مرد کو بھی مطلقاً روکنے کا حکم نہیں ہے بلکہ گاہ گاہ رشتہ داروں سے علی قدر مراتب ملنے دینا چاہیئے[1]۔

خاوند کو چھوڑ کر باپ کے پاس عورت کا جانا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۰۴) عورت اپنے خاوند کے پاس لیٹی ہوئی ہے، خاوند کے سو جانے پر اٹھ کر چلی جائے اور باپ کے پاس بیٹھ کر پیر ہاتھ دبوائے اور باپ اس کو اپنے پاس سے جلانہ کرے اور خاوند کے پاس نہ جانے دے جس سے اس کے خاوند کو بدگمانی پیدا ہو، اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ والد کی طرف ایسا گمان نہ کرنا چاہیئے (لیکن والد کو بھی اس طرز عمل سے بچنا لازم ہے، جس سے شوہر کو بدگمانی یا تکلیف ہو[2]۔ ظفیر)

---

[1] لا یمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانها علی ما اختارها فی الاختیار ولو ابوها زمنا مثلا فاحتاجها فعلیها تعاهده ولو کافرا وان ابی الزوج ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیتوتة ومن القرار عندها به یفتی ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب النفقة ج ۲ ص ۵۱۴ و ۵۱۵) ظفیر

[2] ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیتوتة (در مختار) قوله یمنعهم الظاهر ان الضمیر عائد الی الابوین والمحارم قوله من البیتوتة یؤیده ما مر من التعلیل بان النفقة فی المکث وطول الکلام (رد المحتار باب النفقة ج ۲ ص ۹۱۵) ظفیر

عورت کا شوہر کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے۔

سوال (۱۵۰۵) لڑکی کے والدین لڑکی کو خاوند کے ساتھ کھانا نہ کھانے دیں اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب: خاوند کے ساتھ کھانا عورت کو شرعاً درست ہے عورت کے والدین کو اس سے روکنا نہ چاہیئے۔

عورت شوہر کی اجازت کے بغیر باہر جاسکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۰۶) ایک عورت ہندہ جس کا شوہر کہیں باہر گیا ہوا ہے، آیا وہ بلا اجازت شوہر باہر جاسکتی ہے یا نہیں؛ اگر جاسکتی ہے تو کن کن صورتوں میں جاسکتی ہے؛ فقط بینوا توجروا۔

الجواب: ہندہ مذکورہ کو اپنی ضرورتوں میں اور ماں باپ سے ملنے کے لیئے ودیگر اقارب محارم سے ملنے کے لیئے اور حج اگر فرض ہے اور محرم ساتھ جانے والا بھی موجود ہے تو باہر جانا درست ہے کما فی الدر المختار فلا یخرج الا لحق لها او علیها اوزیارة ابویها کل جمعة او المحارم کل سنة ولکونها قابلةً او غاسلةً وفی الشامی وکذا فیما لو ارادت حج الفرض بمحرم وکان ابوها زمناً مثلاً لا یحتاج الی خدمتها الخ او کانت لها نازلة الخ ولم یسأل لها الزوج عنها من عالم فتخرج بلا اذنه فی ذلک کله[1] الغرض ضروریات دینی ودنیوی میں اس کو نکلنا اور باہر جانا درست ہے۔ فقط

بیوی کو مارپیٹ کرنا بُرا ہے۔

سوال (۱۵۰۷) یک شخص اپنی بیوی منکوحہ کو از حد تکلیف جبر وتشدد مارپیٹ کرتا ہو اور وہ عورت اپنی جان کی حفاظت کی وجہ سے بلا اجازت شوہر والدین کے یہاں چلی گئی اور اس کے والدین اس کو بھیجنے سے انکار کریں تو وہ عورت یا اس کے والدین خطاوار ہیں یا نہیں۔

الجواب: اس صورت میں شرعاً خطاوار اور آثم شوہر ہے کہ بے وجہ عورت کو زدوکوب کرتا ہے اور سخت تعزیر ناحق کرتا ہے، ایسی حالت میں عورت کا اپنے والدین کے گھر جانا اور رہنا نافرمانی اور نشوز نہیں ہے، کیونکہ یہ جانا عورت کا ناحق نہیں

---

[1] دیکھیئے ردالمختار باب المہر ج ۲ ص ۴۹۳۔ ظفیر۔

ہے بلکہ حق پر ہے[1]۔

بیوی کو نصیحت کرنا اور اس کے سبب بددعا کرنا یا روٹی کپڑا بند کرنا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۰۸) زید کی بیوی اگر باوجود نصیحت کرنے اور سمجھانے کے نہ مانے اور اپنی حرکات سے باز نہ آوے تو زید کو یہ جائز ہے کہ رات کو سونا چھوڑ دے یا کپڑا، روٹی نہ دے اور یہ بددعا کرے کہ اللہ پاک یا تو اس کو نیک کر دے یا اس کو اٹھالے، یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: سمجھانا اور نصیحت کرنا تو عمدہ ہے لیکن نہ ماننے پر رات کو سونا چھوڑنا یا روٹی کپڑا نہ دینا یا کم دینا درست نہیں ہے، اور دعاؤں میں صرف اسی پر اکتفاء کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت فرماوے اور نیک کرے، موت کی دعا نہ کرے[2]۔

ساس بہو میں نہ بنے تو دونوں کو علیحدہ رکھنا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۰۹) زید کی زوجہ اور زید کی والدہ میں سخت نا اتفاقی رہتی ہے۔ بہو ساس کی دشمن اور ساس بہو کی دشمن ہے۔ زوجہ زید علیحدہ رہنا پسند کرتی ہے، آیا زید کس صورت سے علیحدہ ہو کر رہے کہ والدین کے حقوق بھی ادا کرتا رہے۔

الجواب: زید کو اس حالت میں یہ کرنا چاہیے کہ اپنی زوجہ کو لے کر علیحدہ رہے اور والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کرتا رہے اور جو کچھ ان کا حق ہے ادا کرے تاکہ دارین میں فلاح پاوے[3]۔

---

[1] ولو قالت انہ یضربنی ویؤذینی فمرہ ان یسکن بین قوم الصالحین فان علم القاضی ذلک زجرہ ومنعہ عن التعدی فی حقہا والا یسأل الجیران عن صنیعہ فان صدقوہا منعہ عن التعدی فی حقہا ولا یترکہا ثمہ (رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۴) ظفیر۔ [2] والتی تخافون نشوزہن فعظوہن واھجروہن فی المضاجع واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا (سورۃ النساء ۶) اس سے معلوم ہوا کہ شب باشی چھوڑنا جائز ہے مگر ہو اسی گھر میں اس کے ساتھ نہ ہو ظفیر۔ [3] وتجب لہا السکنی فی بیت خال عن اہلہ الخ واہلہا الخ ببیت منفرد من دار لہ غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفادہ لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء بہ کفایتہا لحصول المقصود الخ لیشترط ان لا یکون فی الدار احد من احماء (ص ۳۶

والدین کے کہنے سے حقوق شوہر میں کوتاہی یا حقوق اللہ میں درست ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۱۰) اگر والدین لڑکی کو جماع سے روکیں اور وہ شہوت کی وجہ سے نہ رکے لیکن والدین کے خوف سے غسل نہ کرے جس کی وجہ سے اکثر نمازیں قضا ہوں عورت گنہگار ہوگی یا والدین اس کے، اور ایسا خوف ولحاظ جس سے نمازوں کے قضاء ہونے کی نوبت آئے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس میں والدین عاصی وگناہ گار ہیں، اور عورت کو ان کی فرمانبرداری اوران کا خوف کرنا جائز نہیں ہے جیساکہ حدیث میں گذرا لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص۳۲۱ ظفیر)

پہلی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں مگر والدین راضی نہیں ادھر مساوات نہیں رکھ سکتا کیا حکم ہے

سوال (۱۵۱۱) کمترین کا نکاح عرصہ چار سال چھ ماہ بیشتر ایک لڑکی سے ہوا۔ جہاں پر میں خوش نہیں تھا مگر والدین کے دباؤ سے وہ نکاح ہوگیا اور میں اس وقت بالغ تھا، نکاح کے ابتدا ہی سے مجھے اپنی منکوحہ سے محبت پیدا نہیں ہوئی اور میرا ارادہ نکاح ثانی کر لینے کا ہوا جس کو والدین پر بھی ظاہر کیا مگر وہ راضی نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے اجازت دی والدین بہت دباؤ دیتے رہے کہ میرے تعلقات اپنی بیوی سے اچھے پیدا ہو جاویں اور میں خود اکثر اپنی طبیعت کو بہت مجبور کرتا تھا مگر کوئی خوشگوار اثر نہ ہوا گو اپنی صورت میں اس کے ساتھ تعلقات زن وشوی رکھا گیا اور اس طرح دو سال کا عرصہ گذر گیا مگر کوئی اولاد وغیرہ بھی پیدا نہیں ہوئی، عرصہ دو سال کے بعد اپنی حسب منشا

(بقیہ صفحہ ۳۶) احد من رحماء الزوج یوذیہا (درمختار) فی البدائع ولو اراد ان یسکنہا مع ضرتہا اومع حماتہا کامہ واختہ وبنتہ فابت فعلیہ ان یسکنہا فی منزل منفرد لان اباءھا دلیل الاذی والضرر الخ وذکر الخصاف ان لہا ان تقول لا اسکن مع والدیک واقربائک فی الدار فافرد لی داراً، قال صاحب الملتقط ھذہ الروایۃ محمولۃ علی الموسرۃ الشریفۃ وماذکرنا ان افراد بیت فی الدار کاف انما ھو فی المرأۃ الوسط (ردالمحتار باب النفقۃ ج ۲ ص۹۱۲ وج ۲ ص۹۱۳) ظفیر

والدین کی مرضی کے خلاف دوسرا نکاح کرلیا جس کے ساتھ خداوند کریم نے مجھے محبت بھی عطا فرمائی اور مجھے جو چاہتا تھا اللہ پاک نے عنایت فرمایا اب میرا ارادہ پہلی بیوی کو طلاق دینے کا تھا کیونکہ دوسرا نکاح کرنے کی صورت میں مجھ سے اس کے رہے سہے تعلقات بھی ضائع ہوجاویں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور میں نے بہت چاہا کہ اسے طلاق دے دوں مگر والدین نہایت سخت ناراض تھے اور انھوں نے ہرگز ہرگز اس بات کی اجازت نہ دی، انھوں نے فرمایا کہ اگر تم اس کو طلاق دیتے ہو تو ہم تم سے اپنی زندگی بھر نہیں ملیں گے، آخر میں نے ملتوی کردیا مگر اس حالت میں مجھے اس سے محبت بالکل نہیں اور نہ میرے اس کے تعلقات اچھے رہے اور اسی طرح دو سال قریباً اور گذر گئے اور میرے اور اس کے تعلقات میں کوئی اچھا اثر پیدا نہیں ہوا، اب میں چاہتا ہوں کہ اسے طلاق ہوجاوے تو وہ بھی اپنے آرام میں ہوجاوے اور مجھے بھی اس سخت مواخذہ سے نجات ہو، مگر والدین کسی طرح نہیں مانتے وہ اپنی اس ضد پر ہیں کہ اگر تم اسے طلاق نہیں دیتے تو ہم ملتے ہیں ورنہ ہم تم سے دور، اب دراصل بات یہ بھی ہے کہ میری پہلی بیوی طلاق لینے پر خوش نہیں ہے اور میری یہ حالت ہے کہ میں دو کا خرچ اور تعلقات وغیرہ کے برداشت کے قابل نہیں اور میں دونوں کو رہنے بھی دوں تو از روئے قوانین خداوندی میں دونوں کے ساتھ مساوات کا سلوک نہ کرنے سے ایک سخت گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں اور اگر طلاق دیتا ہوں تو والدین کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہوں اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔

الجواب:۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدین کی بھی اطاعت کی جاوے اور ان کی مرضی کے خلاف نہ کیا جاوے، اور زوجہ اول کے حقوق بھی ادا کئے جاویں اور اگر طبیعت اور خواہش کے خلاف ہو، مگر طبیعت پر جبر کرکے اور اللہ کے خوف سے ہر دو زوجہ میں عدل اور مساوات کی جاوے، باقی محبت قلبی اگر ایک سے زیادہ اور ایک سے کم ہو، یا بالکل نہ ہو تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ اور جماع وصحبت میں بھی مساوات شرط نہیں ہے مگر البتہ شب باشی یعنی رات کو پاس رہنے میں دونوں کو برابر رکھے ایک

شب ایک زوجہ کے پاس سوئے تو دوسری رات دوسری کے پاس۔ اسی طرح کھانے کپڑے میں برابری کرے[1] لیکن اگر ایک زوجہ اپنے حقوق معاف کر دیوے تو پھر عند اللہ مواخذہ سے بری ہے، الغرض یہ صورت تو ایسی ہے کہ ماں باپ کی بھی خوشی ہو جاوے اور بیوی کی بھی حق تلفی نہ ہو۔

اور اگر اس طرح نہیں کر سکتا اور ایک زوجہ کے حقوق بالکل ادا نہیں کر سکتا اور جس قدر مساوات و عدل ضروری ہے وہ نہیں کر سکتا اور نہ وہ زوجہ اپنے حقوق معاف کرتی ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس کو طلاق دی جاوے[2]، اور ماں باپ کے راضی کرنے کی دوسری صورت کی جاوے، طلاق دینے کے بعد ان کی منت خوشامد کی جاوے اور ہر طرح فرماں برداری کی جاوے، اگر بالفرض وہ پھر بھی راضی نہ ہوں تو تم پر مواخذہ شرعی نہیں البتہ زوجہ کے حقوق ادا نہ کرنے اور اس سے معافی کی صورت نہ ہونے میں سخت مواخذہ ہے کہ اس کی مکافات کسی طرح نہیں ہو سکتی، اور والدین کی اطاعت اسی حد تک ضروری ہے کہ کسی معصیت کا ارتکاب اس میں نہ ہو، اور درصورت اللہ کے حکم کی نافرمانی کے ارتکاب کے والدین کی خوشی کی پیروی نہ کرنی چاہیے، کیوں کہ حکم شرعی یہ ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[3] یعنی کسی مخلوق کی فرماں برداری اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے، پس والدین کی اطاعت کی وجہ سے حق تلفی زوجہ کی جائز نہیں ہو سکتی، حاصل یہ ہے کہ حقوق زوجیت کی رعایت مقدم ہے یا اپنے نفس پر جبر کر کے اس زوجہ کے حقوق ظاہری ادا کئے جاویں، یا اس سے معافی لی جاوے، ورنہ اس کو طلاق دی جاوے۔

---

[1] یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ من یستحب (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب القسم ج ۲ ص ۵۳۶، ۵۳۷) ظفیر

[2] ویجب لو فات الامساک بمعروف ایضاً کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۷۲) ظفیر

[3] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص ۳۲۱) ظفیر۔

باپ بیٹے سے کہے کہ بیوی کو طلاق دے دو تو کیا کرنا چاہیئے۔

سوال (۱۵۱۲) اگر والدین ہیچ شخصے بسبب ہیچ رنجش ادنیٰ بفرزند خود ارشاد فرمایند کہ اہلیہ خود را طلاق بدہ، واگر طلاق نمی دہی تا پردہ مدار، ورنہ ما از تو بیزار خواہد شدیم وتو از ما، دریں صورت طلاق دہدیا نہ؟ وبے پردہ کردن زوجہ راچہ حکم دارد۔

الجواب:۔ طلاق دادن دریں صورت لازم نیست ونہ دادن طلاق در عقوق شمار نخواہد شد[1] وبے پردہ کردن زوجۂ خود را معصیت است و در معصیت طاعت کسے جائز نیست۔ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[2]۔

شوہر سے والدین کی خوشنودی کے لیئے بے رخی کرنا جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۱۳) اگر لڑکی اس خیال سے اپنے خاوند سے بے رخی برتے اور کہنا نہ مانے اور اس کے گھر جانے سے انکار کرے کہ میرے والدین مجھ سے ناراض ہو کر ہمیشہ کو ملنا چھوڑ دیں گے اور میرے لیئے بد دعا کریں گے، ایسے خیالات وتوہمات سے لڑکی کو شوہر کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں اور والدین کی بد دعا کا اثر ہوگا یا نہیں۔

الجواب:۔ عورت کو ایسے خیالات اور توہمات پر اپنے شوہر کی فرماں برداری اور اطاعت کو نہ چھوڑنا چاہیے، اس صورت میں والدین ناحق پر ہیں ان کی بد دعا کا خیال نہ کرے اور شوہر کی خوشنودی کو مقدم رکھے[3]۔

شوہر کے حکم کی مخالفت کا والدین حکم دیں تو عورت کیا کرے۔

سوال (۱۵۱۴) اگر والدین دختر کو کہیں کہ تو اپنے زوج سے بے رخی سے پیش آ، اور ہمارے کہنے کے موافق کام کر اور شوہر کا کہنا نہ مان، اس کی راحت وتکلیف کا کچھ خیال نہ کر، ایسی حالت میں

---

[1] عن ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق ج۲ ص۲۸۳) ظفیر [2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ ص۳۲۱ ظفیر [3] عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المرأۃ اذا صلت خمسہا وصامت شہرہا واحصنت فرجہا واطاعت بعلہا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت رواہ ابونعیم فی الحلیۃ (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء ص۲۸۱) ظفیر

والدین کا کہنا ماننا چاہیئے یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ حکم والدین کا ماننے کے لائق نہیں ہے اور خلاف حکم شرع ہے، موافق حدیث مذکور لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[1] کے اس بارے میں والدین کی اطاعت اور فرماں برداری جائز نہیں ہے اگر لڑکی اس بارہ میں والدین کے کہنے کے مطابق کرے تو گنہ گار ہوگی۔

عورت کے لئے شوہر کا حکم مقدم ہے یا والدین کا۔

سوال (۱۵۱۵) عورت کے ذمہ والدین کا حکم ماننا ضروری اور مقدم ہے یا شوہر کا۔

الجواب:۔ علی قدر مراتب دونوں کی اطاعت ضروری ہے جو امور متعلق حق شوہری کے ہیں ان میں شوہر کی اطاعت ضروری ہے اور جو امور متعلق والدین کی خدمت و راحت کے ہیں ان میں والدین کی اطاعت لازم ہے[2]، یہ نہیں کہ ایک کی وجہ سے دوسرے کے حقوق ادا نہ کرے، کیونکہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت درست نہیں، کما ورد لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[3]۔

جب بیوی اور ماں میں ملاپ نہ رہے اور ماں علیحدہ ہونے کو راضی بھی نہ ہو تو کیا کیا جائے۔

سوال (۱۵۱۶) بکر باہر رہتا ہے زوجہ اور والدہ بکر مکان پر رہتی ہیں اور دونوں میں جھگڑا رہتا ہے، بکر چاہتا ہے کہ والدہ اور زوجہ کو الگ الگ کر دے مگر والدہ الگ ہونے سے راضی نہیں ہے تو بکر کو کیا کرنا چاہیئے۔

الجواب:۔ الگ الگ ہی رکھنا چاہیے، البتہ اگر دونوں موافقت سے رہیں تو والدہ کا کہنا کرے اور جب کہ اکٹھے رہنے میں فساد ہے تو زوجہ کو علیحدہ کر دے بشرطیکہ والدہ کو تکلیف نہ ہو اور اگر تکلیف ہو تو والدہ کی رفع تکلیف مقدم ہے زوجہ کو ان کے پاس رکھے۔

---

[1] دیکھئے مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص ۳۲۱ ۲ ظفیر۔ [2] ولا یمنعھا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانھا الخ ولو ابوھا زمنا فاحتاجھا فعلیھا تعاھدہ ولو کافرا وان ابی الزوج (درمختار) لرجحان حق الوالد (رد المختار باب النفقۃ ج ۲ ص ۵۱۵) ظفیر۔
[3] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص ۳۲۱ ۱۲ ظفیر۔

اپنی بیوی کو اس کی رضا کے بغیر شوہر اپنے گھر لے جاسکتا ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۱۷) زید نے ایک لڑکی سے بلا کسی شرط کے نکاح کیا، لڑکی رخصت ہو کر مکان آ گئی کچھ روز کے بعد پھر لڑکی والد کے یہاں چلی گئی، اب اس کے والدین یہ چاہتے ہیں کہ زید زوجہ کو اس کے والدین کے پاس اسی شہر میں رکھے، اپنے وطن میں نہ لے جائے، آیا زید اپنی زوجہ کو اپنے ہمراہ وطن لے جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے ویسافر بها بعد اداء کله مؤجلا ومعجلا اذا کان مامونا علیها والا یؤد کله اولم یکن مامونا لا یسافر بها وبه یفتی الخ[۱]

اس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو ادائے تمام مہر کے بعد سفر میں لے جاسکتا ہے جب کہ عورت کو کچھ اندیشہ ایذاء دہی وغیرہ کا شوہر کی طرف سے نہ ہو، اور اگر مہر ادا نہیں کیا یا اطمینان نہیں تو نہیں لے جاسکتا، لیکن یہاں سفر کے متعلق نہیں پوچھا گیا ہے، بلکہ اپنے گھر میں لے جانے کے متعلق سوال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے وطن لے جائے گا، اور اس میں بیوی کو انکار کا حق نہیں ہے للزوج ان یسکنها حیث احب ولکن بین جیران صالحین (رد المحتار باب النفقة ج ۲ ص ۹۱۴) ظفیر

جائے ملازمت پر بیوی کو اس کی رضا کے بغیر لے جانا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۱۸) زید باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا حیدرآباد میں ملازم ہے، تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمر کی دختر کے ساتھ حیدرآباد میں ہوا، اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر و آمد و رفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی، بعد نکاح عمر نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطۂ متوسطہ پر اس کی ہمراہ روانہ کیا نکاح کے چھ سال کے بعد مسماۃ ہندہ اور خود ہندہ کے والد کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں، کیونکہ ان کا بیان ہے کہ زید کو شرعاً ایسا حق نہیں ہے کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاوے، مطالبہ مہر باعث نکاح سفر نہیں، قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی

[۱] الدر المختار علی هامش رد المحتار باب المهر مطلب فی السفر بالزوجة ج ۲ ص ۴۶۵ ظفیر

جائے ملازمت وسکونت پر لے جانے کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں، اگر ہندہ عذر اذیت وتکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- قال فی الدر المختار نقلا عن النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبراً علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتویٰ الخ درمختار[1] وفی الشامی وبعد ایفاء المہر اذا اراد ان یخرجہا الی بلاد الغربۃ یمنع من ذلک الخ[2] ان روایات سے معلوم ہوا کہ جائے ملازمت پر لے جانا زوجہ کا بدون اس کی رضا کے نہیں چاہیے، خصوصاً جب کہ اس کو خیال ایذا رسانی وتکلیف پانے کا ہو۔

شوہر کے ذمہ بیوی کے کیا لازم ہیں اور شوہر کا کوئی مالی حق بیوی پر ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۱۹) معمولی روزمرہ کے کپڑا اور غذا حسب استطاعت شوہر اور مہر معین کے علاوہ شوہر پر بیوی کا اور بھی کوئی حق واجب ہے مثلاً عید بقر عید کے یے عمدہ کپڑے قیمتی، بیماری میں قیمت دوا، فیس طبیب، تیمارداری وغیرہ کا خرچ اور رشتہ داروں کے گھر جانے کا سفر خرچ اور تحفہ کی قیمت، اگر شوہر بیوی کو اسی کے اصرار سے اپنے ساتھ سفر میں رکھے تو سفر خرچ کس کے ذمہ ہوگا، اور زیور بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں، اگر اشیاء مذکورہ میں سے کچھ شوہر کے ذمہ واجب نہیں تو اشیائے مذکورہ کو مہر میں محسوب کر سکتا ہے، اگر بیوی اس پر راضی نہ ہو تو شوہر اس کو رشتہ داروں میں جانے سے اور غیر محرم کو خط لکھنے اور ملنے سے روک سکتا ہے یا نہیں، مہر عند اللہ بیوی خود شوہر سے لے گی یا اس کے ورثاء، کیا شوہر کا بھی کوئی حق مالی بیوی پر ہے یا نہیں جس کو شوہر بیوی سے لے سکے گا۔

الجواب :- درمختار میں ہے کما لا یلزم مداوا تہا ای اتیانہ لہا بدواء المرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصد ولا الحجامۃ الخ شامی[3] ج ۲ ص ۶۴۶ وایضاً فی

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب المہر مطلب فی السفر بالزوجۃ ج ۲ ص ۴۹۴ ۱۲ ظفیر۔

[2] رد المختار باب المہر مطلب ایضاً ج ۲ ص ۴۹۵ ۱۲ ظفیر [3] رد المختار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۸۸ ظفیر

الشامی تنبیہ قد علم مما ذکرانہ لایلزمہ لہا القہوۃ والدخان وان تضررت بترکہما لان ذلک ان کان من قبیل الدواء او من قبیل التفکہ فکل من الدواء والتفکہ لا یلزم کما علمت[1] الخ ج ۲ ص ۶۴۹

الحاصل شوہر کے ذمہ سوائے نفقہ معمولی یعنی کپڑے و کھانے وغیرہ ضروریات خانہ داری کے اور کوئی چیز مثل قیمت دوا و اجرت طبیب اور عید کے خاص قیمتی کپڑے اور اقرباء کے گھر جانے کا سفر خرچ واجب نہیں ہے، اگر یہ اشیاء بہ نیت مہر ادا کرے اور زوجہ اس کو منظور کرے تو وہ روپیہ مہر میں محسوب ہو جاوے گا اور اگر شوہر اپنے ساتھ سفر میں لے جاوے تو سفر خرچ بذمہ شوہر ہے اس کو مہر میں محسوب نہیں کر سکتا۔

اور نیز در مختار میں ہے ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ[2] (ترجمہ) اور شوہر منع نہ کرے زوجہ کو والدین کے گھر جانے سے ہر جمعہ میں، اور غیر محرم سے ملنے اور خط لکھنے سے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا ہی چاہیئے[3] مہر مؤجل کے وصول کا وقت طلاق یا موت ہے، اگر شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو بعد طلاق کے وہ عورت خود اپنا مہر لے سکتی ہے، یا شوہر مر گیا تو اس کے ترکہ میں سے لے سکتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے ورثاء لیں گے، ان ورثاء میں خود شوہر بھی داخل ہے، اس کا حصہ ساقط ہو جاوے گا۔ شوہر کا کوئی مالی حق عورت کے ذمہ بسبب نکاح کے نہیں ہے کہ جس کو شوہر بی بی سے وصول کرے قال اللہ تعالیٰ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ[4] مردوں کو حکم ہے کہ مال خرچ کر کے عورتوں کو طلب کریں اور ان کا حق ادا کریں نہ یہ کہ شوہر زوجہ سے کچھ مال لیوے، البتہ اگر مال کے عوض خلع ہوا ہے تو وہ مال شوہر زوجہ سے لے گا۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ ۱۲/۲۲/۱۳۳۹ھ

---

[1] رد المختار باب النفقۃ ج ۲ ص ۸۹۳ ظفیر [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۴ ظفیر [3] ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین وفی البحر لہ منعہا من الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ ومن مجلس العلم (رد المحتار باب النفقۃ ج ۲ ص ۹۱۵) ظفیر

زمانہ حمل میں کب تک مجامعت جائز ہے۔

سوال (۱۵۲۰) شرعاً اپنی زوجہ سے حالت حمل میں کس وقت تک مجامعت درست ہے، سات آٹھ ماہ کی حاملہ سے مجامعت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اپنی زوجہ سے مجامعت کرنے میں حالت حمل میں کچھ حرج نہیں ہے، ساتویں آٹھویں نویں ماہ میں بھی مباشرت درست ہے، شرعاً کچھ ممانعت نہیں ہے، لیکن جس حالت میں مضرت ہو اس حالت میں بچنا بہتر ہے۔ شرعی ممانعت کچھ نہیں ہے[1]۔

---

[1] ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا (در مختار) فعلم من ھذا کلہ انہ لا یحل لہ وطؤھا بما یؤدی الی اضرارھا الخ (رد المحتار باب النسخ ج ۲ ص ۵۴۸ و ۵۴۹) ظفیر۔

دسواں باب احکام الرضاع

آدمی کا دودھ پینے پلانے سے متعلق احکام و مسائل

مدت رضاعت کیا ہے اور اس میں کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۲۱) صحیح مدت رضاعت کیا ہے کسی صورت میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مدت رضاعت کہ جس مدت میں بچہ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اس مدت میں بچے کو دودھ پلانا مباح ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اڑھائی برس ہیں اور صاحبین رحمہا اللہ کے نزدیک دو برس ہیں اور فتویٰ اکثر علماء کا دو برس پر ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ الغرض دونوں قول پر فتویٰ دیا گیا ہے، پس خلاصہ یہ ہے کہ اگر اڑھائی برس کی عمر کے اندر بچہ کو دودھ پلایا جاوے گا تب بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی اور اڑھائی برس کی عمر تک دودھ موافق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ درست اور جائز ہے، لیکن احتیاط یہ ہے کہ دو برس کے بعد بند کر دیا جائے[1] ۔ واللہ اعلم،

---

[1] هو حولان ونصف عنده وهو لان فقط عندهما وهو الاصح فتح به يفتى كما فى تصحيح القدورى عن العون لكن فى الجوهرة انه فى الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم و عليه الفتوى واستدلوا لقول الامام بقوله تعالىٰ وحمله وفصاله ثلثون شهرا اى مدة كل منهما ثلثون الخ ويثبت التحريم فى المدة فقط الخ ولم يبح الارضاع بعد مدة لانه جزء آدمى والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح (در مختار) وحاصله انهما قولان افتى بكل منهما رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۴ و ۵۵۵) ظفير

اپنے بھائی کو کوئی عورت دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۲۲) عورت اپنے حقیقی بھائی کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مدت رضاعت میں پلا سکتی ہے[۱] مگر یہ یاد رکھے کہ آئندہ اس بھائی کی اولاد سے اس کی اولاد کی شادی جائز نہ ہوگی، وہ دودھ کے رشتہ سے رضاعی لڑکے کے حکم میں ہوگا، اپنے دودھ پلانے کا چرچا لوگوں سے کردے تاکہ آئندہ کوئی غلطی نہ ہونے پائے، پھر کوئی مجبوری ہو تو دودھ پلائے خواہ مخواہ یہ شوق نہ کرے[۲]۔ ظفیر)

غیر کا بچہ ہونے کی صورت میں مدت رضاعت دو سال ہے یا زیادہ۔

سوال (۱۵۲۳) اگر کسی غیر دودھ پلانے والی کے بچہ سپرد کیا جاوے ویسے ہی اس بچہ کے دودھ پلانے سے دودھ اتر آیا تو اس کے لئے بھی دو سال دودھ پلانے کی قید ہے یا کچھ وسعت ہے۔

الجواب:۔ اس کے لئے بھی دودھ پلانے میں دو سال کی قید ہے، اس سے زیادہ مدت تک موافق روایت مفتی بہا کے دودھ پلانا اس کو جائز نہیں ہے۔ اور یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہؒ اڑھائی سال تک دودھ پلانے کی اجازت دیتے ہیں[۳]۔

دو ڈھائی سال کے بعد دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۱۵۲۴) اگر کسی شخص نے کسی عورت کا دودھ بطور دوا کے یا یوں ہی پیا ہو تو اس عورت سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس کی اولاد سے اس کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں، اور دودھ کی مدت کتنے دنوں رہتی ہے۔

الجواب:۔ مدت رضاع دو برس یا اڑھائی برس ہے علی اختلاف القولین پس

---

[۱] ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر [۲] والواجب علی النساء ان لا یرضعن کل صبی من غیر ضرورۃ واذا ارضعن فلیحفظن ذلک ولیشہرنہ ویکتبنہ احتیاطاً (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر [۳] ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط وہو الاصح فتح وبہ یفتی (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۴) ظفیر

اگر اس مدت کے بعد کوئی لڑکا کسی عورت کا دودھ پیوے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط

چار سالہ لڑکا کے دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال (۱۵۲۵) ایک عورت نے اپنا دودھ نکال کر پیالہ میں رکھا تھا، اس کا بھتیجہ جس کی عمر چار سال کی تھی، آکر دودھ پی لیا، اس کا نکاح اپنی چچی کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، کیونکہ مدت رضاعت دو یا اڑھائی سال ہے اس سے زیادہ عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کذافی الدر المختار[1] وغیرہ، پس نکاح مذکور صحیح ہوگا۔ فقط

خمس رضاعات کی ناسخ

سوال (۱۵۲۶) آپ ناسخ حدیث خمس رضاعت کا کس حدیث یا آیت کو مقرر کریں گے اور علامہ نووی جو کہ قول عائشہؓ ثم نسخ بخمس معلومات کو آیت منسوخ تلاوت قرار دیتے ہیں، علامہ کے پاس اس کی ناسخ کون آیت یا حدیث ہے یا صرف بقول عائشہؓ وھی فیما یقرأ من القرآن کے ساتھ حجت پکڑتے ہیں۔

الجواب:۔ خمس معلومات کا موافق عشر معلومات کے منسوخ ہونا خود اس سے ظاہر ہے کہ مصاحف میں نہیں ہیں، اور اگر وہ آیات قرآن شریف میں سے ہوتی تو لامحالہ مابین الدفتین مکتوب ہوتی، اسی لئے علی قاریؒ وھی فیما یقرء پر لکھتے ہیں یعنی ان بعض من لم یبلغہ النسخ کان یقرء علی الرسم الاول۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کو نسخ معلوم نہ تھا وہ پڑھتے تھے اور نسخ اس کا معلوم و مشہور و متواتر ہے والا لکان مکتوباً فی المصاحف و من ادعی انہ کان من قبیل منسوخ التلاوۃ لا منسوخ الحکم فعلیہ البیان وکیف یدعی بقاء الحکم والحال ان قولہ تعالیٰ وامھاتکم اللاتی ارضعنکم یدل باطلاقہ علی ان المحرم مطلق مسمی الارضاع لاخصوص الرضعات۔ فقط

---

[1] ویثبت التحریم فی المدۃ فقط وعلیہ الفتوی (در مختار) اما بعدھا فانہ لا یوجب التحریم (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر [2] وھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما الخ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط (در مختار) اما بعدھا فانہ لا یوجب التحریم (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر

دو برس سے زیادہ کے بچہ کو دودھ پلانا کیسا ہے۔

سوال (۱۵۲۷) بچہ بہت لاغر ہے بجز عورت کے دودھ کے اور کوئی غذا اس کے ہضم نہیں ہوتی اور اس کی عمر دو برس سے زیادہ ہے تو اس کو عورت کا دودھ پلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درست نہیں۔ درمختار[1]۔

حولین کاملین اور حملہ وفصالہ ثلثون شہرا میں تطبیق۔

سوال (۱۵۲۸) قرآن شریف میں حولین کاملین مدت رضاعت کے بارے میں آیا ہے جس سے دو سال مدت رضاعت معلوم ہوتی ہے اور دوسری جگہ حملہ وفصالہ ثلثون شہرا وارد ہوا ہے جس سے اڑھائی سال معلوم ہوتے ہیں دونوں میں وجہ تطبیق کیا ہے اور کس پر عمل کیا جاوے فقط۔

الجواب:۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اڑھائی برس کا ہے اور صاحبین کا مذہب دو برس کا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے اور دلائل فریقین کی مطولات میں ہیں اور وجہ تطبیق بھی کتب میں مذکور ہے اس تحریر مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے[2]۔

ثبوت رضاعت میں رویت کا اعتبار ہے یا علم کا۔

سوال (۱۵۲۹) ثبوت رضاعت کے لئے نصاب شہادت کم از کم دو مرد خواہ ایک مرد اور دو عورتیں قرار دی گئی ہیں اور شہادت میں رویت کا اعتبار کیا گیا ہے، حالانکہ رضاعت کے لیے رویت رجال غیر ممکن ہے

---

[1] ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی (درمختار) لو استغنی فی حولین حل الارضاع بعدھما الی نصف فلا تاثم عند العامۃ خلافاً لخلف بن ایوب الخ مستحب الی حولین وجائز الی حولین ونصف (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر

[2] ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما ھو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی واستدلوا لقول الامام بقولہ تعالٰی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون غیر ان النقص فی الاول قام بنزل عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا والآیۃ مؤولۃ لتوزیعہ الاجل علی الاقل والاکثر لم تکن دلالتہا قطعیۃ (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر

کیونکہ مرد کو عورت کا بدن دیکھنا حرام ہے پس جب کہ رویت نہ ہوگی تو رضاعت کیونکر ثابت ہوگی، ثبوت رضاعت میں محض رویت ہی کو دخل ہے یا سماعت کو بھی دخل ہو سکتا ہے جب کہ نکاح وغیرہ کا ثبوت سماعت سے ہو سکتا ہے۔

الجواب:۔ رضاع کو ان اشیاء میں سے نہیں شمار کیا گیا ہے کہ اس میں تسامع پر شہادت معتبر رکھی گئی ہو، اور شبہہ کا جواب یہ ہے کہ بعض محارم مشہودہ ہو سکتے ہیں جن کو دیکھنا درست ہے اور بعض اجانب کی نظر اتفاقاً پڑ جاتی ہے جو کہ موجب مواخذہ نہیں ہے۔ علاوہ بریں شاہد کو علم رضاع ہونا کافی ہے یعنی یہ کہ فلاں بچہ شیر خوار فلاں عورت کا دودھ پیتا ہے جو کہ خبر متواتر وغیرہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، اس مشاہدہ کی ضرورت نہیں ہے کہ بچہ کے منہ میں پستان کو دیکھ کر گواہی دی جاوے اور پستان کے منہ میں ہونے سے بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ دودھ بچہ کے پیٹ میں گیا یا نہیں، لہٰذا اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے، الغرض شہادت کے لئے علم اس بات کا کہ فلاں بچہ فلاں عورت کا دودھ پیتا ہے کافی ہے، چنانچہ درمختار میں لفظ اشہد کہنے کے یہ معنی بیان کئے ہیں، فکانه يقول اقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وانا اخبر به[1] الخ

مدت رضاعت کے بعد دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال (۱۵۳۰) زید نے ہندہ کا دودھ بعد عمر شیر خوارگی پستان سے چوس کر نکالا اور باہر ڈال دیا۔ اس وجہ سے کہ ہندہ کا بچہ مر گیا تھا اور دودھ چڑھا ہوا تھا۔ پھر زید نے ہندہ سے نکاح کر لیا، یہ نکاح ناجائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بضرورت مذکورہ دودھ پستان سے چوس کر نکال دینے اور باہر ڈال دینے سے کچھ حرج نہیں ہے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور بعد مدت شیر خوارگی اگر اندر پیٹ کے بھی چلا جاوے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی[2]، مگر پینا

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المحتار کتاب الشہادات ج ۴ ظفیر [2] واذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم لقوله عليه السلام لا رضاع بعد الفصال (ھدایہ کتاب الرضاع ج ۲ ص ۳۳۹) ظفیر۔

دودھ کا ایسے وقت حرام ہے[1] اور نکاح اس سے درست ہے، یعنی زید کا نکاح اس صورت میں ہندہ سے صحیح ہے۔

رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔

سوال (۱۵۳۱) زینب اور زید نے آگے پیچھے ایک عورت کا دودھ پیا، اب زید کا نکاح زینب کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہ۔؟

الجواب:- زینب اور زید نے جب کہ ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اگرچہ آگے پیچھے پیا، دونوں بہن بھائی رضاعی ہو گئے، زینب کی لڑکی زید کی بھانجی رضاعی ہے، پس زید کا نکاح زینب کی دختر سے جائز نہیں ہے[2]۔ فقط

سوتیلی نانی نے دودھ پلایا

سوال (۱۵۳۲) عمر کا ایک نواسہ ہے اس کو عمر کی دوسری بیوی نے جو اس لڑکے کی سوتیلی نانی ہوتی ہے، دودھ پلایا تو اس لڑکے کا نکاح اپنے چچا یعنی بکر کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہ؟ کیونکہ وہ اس کی حقیقی خالہ کی لڑکی ہے، اور اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہے یا نہ؟۔

الجواب:- اگر ڈھائی برس سے کم کی عمر میں دودھ پیا ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہے اور نکاح درست نہیں[3]۔ فقط

صرف چھاتی سے لگانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۳۳) زید کی والدہ کا انتقال مدت رضاعت میں ہو گیا تھا، زینب نے اپنی چھاتی زید کے منہ میں دی لیکن دودھ بالکل نہیں اُترا، اس صورت میں زید کا نکاح زینب کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔؟

---

[1] وهل يباح الارضاع بعد المدة قد قيل لا يباح لان اباحته ضرورية لكونه جزء الآدمی (ایضاً ج ۲ ص ۴۳۳) ظفیر [2] حرم على المتزوج ذكرا كان او انثى نكاح اصله وفرعه علا او نزل و بنت اخيه واخته وبنتها ولو من زنا (درمختار باب المحرمات ج ۱ ص ۱۸۷) وفيه يحرم منه اى بسبب الرضاع ما يحرم من النسب (كتاب الرضاع ج ۱ ص ۲۱۳) ظفیر [3] وفيه يحرم منه اى بسببه ما يحرم من النسب (الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۳) وهو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الرضاع ج ۲ ص ۴۰۲) ظفیر

الجواب :- اگر یہ یقین ہے کہ زینب کے دودھ نہیں اترا، اور زید کے حلق میں کوئی قطرہ نہیں گیا تو زید کا نکاح زینب کی دختر سے درست ہے۔[1]

شوہر کو دودھ پلانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

سوال (۱۵۳۴) ایک عورت نے اپنے خاوند کو دودھ پلا دیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں۔

الجواب :- اس صورت میں نکاح قائم ہے باطل نہیں ہوا، قال فی الدر المختار مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم[2]

دودھ پلانے والی کی تمام اولاد، دودھ پینے والے کے رضاعی بھائی بہن ہیں۔

سوال (۱۵۳۵) زید نے ہندہ کا دودھ ایام شیر خواری میں پیا تو سب اولاد ہندہ کی زید کے بہن بھائی ہو جاویں گے یا صرف وہ لڑکی یا لڑکا جس کا دودھ زید نے پیا ہے زید کے بھائی بہن ہوں گے؟ کیونکہ زید کا نکاح ہندہ کی نواسی سے ہوا ہے، خلوت ہنوز نہیں ہوئی زید کہتا ہے کہ یہ ہندہ کی نواسی ہندہ کی اس لڑکی سے ہے کہ جس کا دودھ میں نے نہیں پیا لہذا یہ میری بھانجی نہیں ہوئی، میں نے تو ہندہ کے بڑے بکر کا دودھ پیا ہے اگر یہ لڑکی ہندہ کی پوتی ہوتی یعنی بکر کی لڑکی تو میری بھتیجی ہوتی، اس واسطے یہ مجھ پر حرام نہیں ہے چونکہ بکر سب اولاد ہندہ سے چھوٹا ہے، ہندہ کی نواسی پہلی لڑکی سے ہے، ہندہ کے چھ اولاد ہیں۔

الجواب :- اس صورت میں سب اولاد ہندہ کی زید کے بہن بھائی رضاعی ہیں پس ہندہ کی نواسی کے ساتھ نکاح زید کا حرام ہے، اور عذر زید کا غلط ہے اور بسبب جہالت کے ہے کہ وہ مسئلہ شرعیہ سے واقف نہیں، درمختار میں صریح موجود ہے لا حل بین الرضیعۃ وولد مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ولدہا لانہ ولد الاخ باب الرضاع[3] اور شامی میں ہے قولہ وان اختلف الزمن کان ارضعت الولد

---

[1] وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیہا صبیۃ واشتہر ذلک بینہم ثم تقول لم یکن فی ثدی لبن حین القمتہا ثدی ولم یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لابنہا ان یتزوج بہذہ الصبیۃ (رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۶) ظفیر [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۹ ۱۲ ظفیر

الثانی بعد الاول بعشرین سنۃ مثلاً وکان کل منہما فی مدۃ الرضاع الخ و فیہ ایضاً فی البحر عن اٰخر المبسوط لو کانت ام البنات ارضعت احد البنین وام البنین ارضعت احدی البنات لم یکن للابن المرتضع من ام البنات ان یتزوج واحدۃ منہن الخ[۳] فقط

تھوڑا دودھ بھی باعث حرمت رضاعت ہے

سوال (۱۵۳۶) زینب کہتی ہے کہ میری بہن حلیمہ اپنے زمانہ حمل میں بیمار تھی اور اس ہی بیماری کے زمانہ میں اس کے لڑکی سلیمہ پیدا ہوئی، چونکہ وہ نہایت کمزور تھی دودھ نہ کھینچ سکتی تھی، میری لڑکی اس سے کئی ماہ قبل پیدا ہو چکی تھی تو اس لئے کہ دودھ اُتر آئے میں نے اپنی لڑکی ہندہ سے دو مرتبہ دودھ کھچوا دیا، تاکہ دودھ اُتر آنے کے بعد سلیمہ جو نہایت کمزور تھی دودھ پی سکے، دو ہی مرتبہ سلیمہ سے دودھ کھچوایا گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ دودھ اس کے پیٹ میں پہنچا یا نہیں، حلیمہ کا دودھ ہندہ کو محض بغرض اُتر آنے دودھ کے دیا گیا ہے۔ رضاعت کی غرض سے نہیں دیا گیا جو اسم رضاعت کا اطلاق ہو سکے، کیا اس طرح دو مرتبہ دودھ کھینچنے سے ہندہ سلیمہ کی رضاعی بہن ہوئی یا نہیں، یہ قول صرف زینب کا ہے اور اس کی والدہ بھی اس امر کی شہادت دیتی ہے اور کوئی گواہ اس رضاعت کا نہیں ہے، زینب کا شوہر کہتا ہے کہ میں صرف سماعی شہادت اپنی زوجہ سے سن کر دیتا ہوں۔ آیا دو عورتوں کی شہادت اس بارے میں کافی ہو سکتی ہے، اور کسی امام کے نزدیک چوسنے کی کوئی حد بھی مقرر ہے یا نہیں۔ اور وقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب:- اقول وباللہ التوفیق ۔حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مدت رضاعت میں اگر قلیل لبن یعنی دودھ کسی عورت کا بھی شکم رضیع میں چلا جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور بظن غالب اگر بچہ کا دودھ پینا معلوم ہو جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہے، پس صورت مسئولہ میں جب کہ دودھ حلیمہ کا ہندہ سے کھچوا دیا اور دو مرتبہ پستان حلیمہ کی ہندہ شیر خوار بچی کے منہ میں دی گئی، گو غرض اس سے دودھ پلانا نہ تھا،

[۱] رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۱ ظفیر [۲] رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۱ ظفیر

صرف کبھی اکر لپستان[۱] حلیمہ کا ہلکا کرنا تھا کہ سلیمہ جو ضعیف ہے دودھ پی سکے، لیکن ظاہر ہے کہ ہندہ نے دودھ کھینچ کر کلی تو نہیں کر دیا، بلکہ وہ دودھ ہندہ کے پیٹ ہی میں گیا اور جب کہ حلیمہ کی پستان میں دودھ اترا ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ ہندہ جو چند ماہ کی بچی تھی بظن غالب اس نے دودھ پیا اور ظن غالب کا ہی اعتبار ان امور میں ہے، لہذا مذہب حنفیہ کے موافق حرمت رضاعت ثابت ہے ویثبت به وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لاغیر فلو التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لالم یحرم (درمختار) قال العلامة الشامی قوله فلو التقم الخ تفریع[۲] علی التقیید بقوله ان علم وفی القنیة امرأة کانت تعطی ثدیها صبیة واشتهر بذلك بینهم ثم تقول لم تکن فی ثدیی لبن حین القمتها ثدیی ولم یعلم ذلك الامن جهتها جاز لابنها ان یتزوج بهذه الصبیة الخ[۱]

شامی کی اس روایت سے ظاہر ہو کہ اگر مرضعہ کے پستان میں دودھ نہ ہو تو اس وقت پستان منہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر دودھ پستان میں بھرا ہوا ہو جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے اور بچہ دودھ کھینچنے والا قوی ہو تو دودھ پیٹ میں جانے میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا، البتہ اگر یہ واقعہ اس طرح دودھ پلانے کا مسلم نہ ہو تو پھر صرف دو عورتوں کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی کما فی الدر المختار والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین او عدل و عدلتین الخ قوله حجته ای دلیل اثباته وهذا عند الانکار لانه یثبت بالاقرار مع الاصرار کما مر[۲] فی الشامی وان قل اشار به الی نفی قول الشافعی الخ وروی عن ابن عمر رضی الله عنه انه قیل له ان ابن الزبیر رضی الله عنه یقول لاباس بالرضعة والرضعتین فقال قضاء الله خیر من قضائه قال تعالیٰ امهاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة الخ[۳] (شامی باب ایضاع)

---

[۱] ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶ ۱۲ ظفیر۔ [۲] ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۶۸۔ ظفیر

[۳] ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶۔ ظفیر۔

صحیح مدت رضاعت کیا ہے

سوال (۱۵۳۷) عموماً لڑکی کو پونے دو برس اور لڑکے کو سوا دو برس تک دودھ پلایا جاتا ہے مگر شرعاً صحیح کیا ہے، کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنے دن تک مولود کو عورت کا دودھ پلایا جا سکتا ہے بعض عورتیں بچہ کی طاقت یا اور کسی وجہ سے پانچ چھ برس تک بھی اپنا دودھ پلاتی ہیں شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مدت رضاع مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے دو برس ہے اس سے زیادہ مدت تک بچہ کو دودھ پلانا درست نہیں ہے درمختار میں ہے وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح وبه يفتي كما في تصحيح القدوري عن العون الخ ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام[1] الخ

رضاعت ایک عورت کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۱۵۳۸) زید کی خوشدامن کہتی ہے کہ زید کی بیوی کے ماموں کے لڑکے کو میں نے دودھ پلایا ہے لہٰذا زید کی بیوی کو اس سے پردہ کرنا نہ چاہیئے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے حجته حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين[2] الخ اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں رضاعت ثابت نہیں لہٰذا پردہ ضروری ہے۔

جس عورت کا دودھ پلایا گیا اس کی نواسی سے شادی جائز نہیں۔

سوال (۱۵۳۹) زید نے اپنے لڑکے بکر کو دودھ پلانے کے لئے مسماۃ زینب کو ملازم رکھا، اب بکر کا عقد مسماۃ مذکورہ کی نواسی کے ساتھ قرار پایا ہے، تو ایسی صورت میں کہ جب معاوضہ دودھ پلائی زید نے ادا کر دیا بکر کے ساتھ عقد میں کوئی نقص شرعی تو نہیں ہے۔

الجواب:۔ بکر مسماۃ زینب کا پسر رضاعی ہو گیا اور زینب کی دختر بکر کی بہن رضاعی ہوئی اور اس کی لڑکی یعنی زینب کی نواسی بکر کی بھانجی رضاعی ہوئی اور حدیث شریف

---

[1] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۴ و ج ۲ ص ۵۵۵ ۱۲ ظفیر۔ [2] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۸ ۱۲ ظفیر۔

ہیں ہے، یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[1] پس جیسے بھانجی نسبی سے نکاح حرام ہے بقولہ تعالیٰ وبنات الاخت[2] اسی طرح بھانجی رضاعی سے بھی نکاح حرام ہے اور معاوضہ دے دینے سے حرمت رضاعت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ فقط۔

زید نے جب پھوپھی کا دودھ پیا تو اس کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

سوال (۱۵۴۰) زید و بکر دونوں برادر حقیقی ہیں، زید بکر سے بڑا ہے، زید نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے، تو زید کا اس لڑکی سے کہ جس کے ساتھ زید نے دودھ پیا ہے نکاح جائز ہے کہ نہیں، اور اگر اس لڑکی سے جائز نہیں تو ان دونوں لڑکیوں سے کہ جو اور ہیں کہ جن کے ساتھ زید نے دودھ نہیں پیا نکاح جائز ہے کہ نہیں، اور بکر سے تو نکاح ہو سکتا ہو گا۔

الجواب:۔ زید نے جس عورت کا دودھ پیا ہے اس عورت کی تمام لڑکیاں زید پر حرام ہیں، خواہ اس لڑکی نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو[3]، اور البتہ بکر کا نکاح ان تینوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ درست ہے لیکن جس ایک کے ساتھ نکاح کرے گا پھر اس کی موجودگی میں اس کی کسی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔ فقط

رضاعی باپ کے اس بیٹے سے جو دوسری بیوی سے ہے اپنی بیٹی کی شادی کر سکتی ہے یا نہیں

سوال (۱۵۴۱) مسمی فخر الدین مسماۃ مریم بی بی کا رضاعی باپ ہے اور فخر الدین کی دوسری زوجہ سے جو مرضعہ نہیں ہے ایک بیٹا محمد نام ہے اور مریم کی جو شیر خوار ہے ایک مسماۃ نور بی بیٹی ہے پس عند الشرع کیا محمد کا نکاح نور بی سے درست ہے یا نہیں۔

الجواب[1]:۔ صورت مسئولہ میں لبن الفحل کے ساتھ جو تعلق تحریم کا ہے وہ نہیں پایا جاتا، نہ ثدی واحدہ پر دونوں جمع ہوئے ہیں، بدیں وجہ یہ صورت تحریم کی نہیں ہے پس نور بی کا نکاح محمد سے درست ہے۔

---

[1] دیکھئے الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷ ۱۲ ظفیر [2] سورۃ النساء رکوع ۴- ۱۲ ظفیر [3] ویثبت به الخ ابوۃ زوج امومتہا المرضعۃ للرضیع ویثبت مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ لہ الخ فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رد الشیخان (الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷ ۱۲ ظفیر

الجواب[۲]:۔ جب کہ فخر الدین مریم بی کا رضاعی باپ ہوا تو محمد جو بیٹا فخر الدین کا دوسری زوجہ سے ہے مریم بی کا بھائی رضاعی علاتی ہوا، اور مریم بی کی دختر محمد کی بھانجی ہوئی، پس بقاعدہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[۱] نکاح محمد کا مریم بی کی دختر سے ناجائز ہے، اور جواب اول صحیح نہیں ہے، درمختار میں ہے وبنت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ[۲] الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک بیوی نے جب دودھ پلایا تو دوسری بیوی کی اولاد سے بھی حرمت ثابت ہو گی۔

سوال (۱۵۴۲)

ہدایت خاں وعنایت خاں دو بھائی ہیں، عنایت خاں کی دو زوجہ ہیں، ایک موضع امنہورا والی، دوسری موضع اٹکا والی، دونوں بیوی سے ایک ایک لڑکی ہوئی اور ہدایت خاں کے ایک لڑکا ہے، ہدایت خاں کے لڑکے نے عنایت خاں کی بیوی امنہورا والی کا دودھ پیا ہے، تو ہدایت خاں کے لڑکے کا نکاح عنایت خاں کی لڑکی سے جو موضع اٹکا والی زوجہ کے بطن سے ہے جائز ہے یا نہ۔

الجواب:۔ درمختار میں ہے دبنت یہ وان نقل الخ امومۃ المرضعۃ للرضیع وبنت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ[۳] الخ اس عبارت سے واضح ہوا کہ مرضعہ کا شوہر یعنی عنایت خاں ہدایت خاں کے پسر کا رضاعی باپ ہوا تو بقاعدہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[۴] عنایت خاں کی دوسری زوجہ کی دختر بھی ہدایت خاں کے پسر کے بیٹے حرام ہو گئی اور نکاح ہدایت خاں کے پسر کا عنایت خاں کی دختر از بطن زوجہ اٹکا والی سے حرام ہے۔

جس لڑکی کے منہ میں عورت نے اپنا دودھ ڈالا اس سے اس کے لڑکے کی شادی جائز نہیں۔

سوال (۱۵۴۳)

ہندہ کا زید ایک لڑکا ہے اور خالدہ ایک لڑکی ہے، ہندہ نے اپنی دختر خالدہ کی رضاعت کے زمانہ کا دودھ زینب نامی مرضعہ کے منہ میں ڈالا جب کہ زینب کی عمر دو برس کی تھی، زینب وزید کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

---

[۱] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷ ۱۲ ظفیر [۲] ایضاً ۱۲ ظفیر [۳] الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷ ۱۲ ظفیر [۴] ایضاً ۱۲ ظفیر

الجواب :۔ جب کہ زینب کے منہ میں ہندہ نے اپنے پستان کا دودھ ڈالا اور وہ دودھ اگرچہ قطرہ دو قطرہ ہو، زینب کے حلق اور شکم میں گیا تو زینب ہندہ کی دختر رضاعی ہوگئی اور زید کی بہن رضاعی ہوئی، لہٰذا زید کا نکاح زینب سے درست نہیں ہے لانہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[1]۔

ایک لڑکی نے منہ میں چھاتی لے لی مگر دودھ جانے کا یقین نہیں ہے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۵۴۴) مسماۃ زینب نے مسماۃ عظیمہ کی دختر کو سہواً اپنی چھاتی منہ میں دے دی قریب ایک منٹ کے منہ میں رہی مگر دودھ نہیں اترا، لڑکی روتی رہی، چھاتی اچھی طرح نہیں دبائی، جس وقت زینب نے دیکھا کہ میری لڑکی نہیں ہے، اسی وقت چھاتی چھوڑالی جب تک زینب کا بچہ ایک سال سے کم ہوتا ہے اس وقت تک دودھ زیادہ رہتا ہے پھر کم ہو جاتا ہے، اس وقت زینب کی لڑکی بعمر پونے دو سال تھی یہاں تک کہ بعد سال کے زینب کا بچہ چھاتی منہ میں لے کر عرصہ تک دباتا ہے جب دودھ برآمد ہوتا ہے، بعد چار سال کے زینب کے لڑکا پیدا ہوا، اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے ہوا، کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پس اگر دودھ پیٹ میں جانا عظیمہ کی دختر کے مشکوک و مشتبہ ہے اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زینب کے پستان میں اتنی دیر میں دودھ نہیں اُترا تو وہ لڑکی زینب کی دختر رضاعی نہیں ہوئی اور نکاح زینب کے پسر کا اس لڑکی سے درست ہے ھٰکذا فی الدر المختار والشامی[2]۔

---

[1] ویثبت بہ الخ وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ الخ فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔ رواہ الشیخان (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الرضاع ص ۵۵۶ ج ۲ رد ص ۵۵۶ ج ۲ ظفیر) [2] فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا (در مختار) وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیہا صبیۃ واشتہر ذلک بینہم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتہا ثدیی ولم یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لابنہا ان یتزوج بہذہ الصبیۃ اھ وفی الفتح لو ادخلت الحلمۃ فی فم الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمۃ بالشک الخ (رد المختار باب الرضاع ص ۵۵۷ ج ۲ ظفیر)

بچہ جیسے دودھ پیتا تھا تے کر دیتا تھا تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۵۴۵) زید و عمر بحیثیت حقیقی بھائی ہونے کے صاحب اولاد ہیں، زید کے لڑکے کو جس کی عمر چار پانچ ماہ کی تھی، بسبب نہ ہونے شیر زوجہ زید کے اس امر کی کوشش کی گئی کہ اس کی پرورش بکر کی عورت کے دودھ سے کی جائے جس کے ایک لڑکی ہم عمر زید کے لڑکے کے تھی زید کے لڑکے نے قدرتاً اس طرف ارادہ نہیں کیا بلکہ متنفر رہا، جب کہ زید کے لڑکے کا منہ بکر کی زوجہ کے پستان سے لگا دیا اور چند قطرہ اراد تاً اس کے منہ میں ڈالے گئے اس لڑکے نے استفراغ کیا اور دودھ ڈال دیا، اسی طرح چند مرتبہ ہوا، جب اس کو زبردستی دودھ پلاتے تھے تو وہ دودھ ڈال دیتا تھا۔ اب بکر کی دوسری لڑکی پیدا ہوئی ہے، آیا زید کے لڑکے مذکور کا عقد بکر کی اس دوسری لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور زید کا لڑکا بکر کی زوجہ کا پسر رضاعی ہو گیا، بکر اور اس کی زوجہ کی تمام اولاد اس بچہ کے بہن بھائی رضاعی ہو گئے، لہٰذا زوجہ بکر کی کسی دختر سے نکاح زید کے اس پسر کا درست نہیں ہے جیسا کہ عبارات کتب فقہ ذیل سے مستفاد ہے۔ ویثبت بہ ان قل ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ الخ درمختار وایضاً فیہ ھو مص من ثدی آدمیۃ الخ والحق بالمص الوجور والسعوط الخ وفی ردالمحتار ثم اجاب بان المراد بالمص الوصول الی الجوف من المنفذین الخ وفی المصباح الوجور بفتح الواو والدواء یصب فی الحلق والسعوط کرسول دواء یصب فی الانف الخ ص۴۰۳ شامی ج۲[1] وفی الدرالمختار ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونھما اخوین وان اختلف الزمن والاب ولا حل بین الرضیعۃ وولد مرضعتھا ای التی ارضعتھا الخ[2]

خالد کے جس بھائی نے پھوپھی کا دودھ نہیں پیا ہے اس کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے ہو سکتا ہے۔

سوال (۱۵۴۶) زید و ہندہ بہن بھائی حقیقی ہیں، مسماۃ ہندہ نے اپنے لڑکے

---

[1] دیکھئے ردالمختار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶۔ ۱۲ ظفیر [2] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۶۱۔ ۱۲ ظفیر

بکر کے ساتھ زید کے لڑکے کو دودھ پلایا، خالد کی دو تین بہنیں ہیں، اب بکر کا نکاح خالد کی بہن سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بکر کا نکاح خالد کی بہن کے ساتھ جس نے ہندہ کا دودھ نہیں پیا درست ہے کما فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعاً[1] الخ البتہ خالد کا نکاح ہندہ کی کسی دختر سے نہیں ہو سکتا۔

دودھ پینے والے بھائی کی بہن سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے نکاح جائز ہے۔

سوال (۱۵۴۷) ہندہ اور سلمیٰ دو حقیقی بہنیں ہیں، سلمیٰ کے تین بیٹے ہیں دو بڑے ایک چھوٹا، ہندہ کے دو لڑکیاں ہیں ایک بڑی، ایک چھوٹی، سلمیٰ نے ہندہ کی چھوٹی لڑکی کو دودھ پلایا، اور ہندہ نے سلمیٰ کے چھوٹے لڑکے کو اپنا دودھ پلایا تو اس حالت میں ہندہ کی چھوٹی لڑکی سلمیٰ کے چھوٹے لڑکے کی رضاعی بہن ہوئی، آیا سلمیٰ کے دو سابق بڑے لڑکوں میں سے کسی ایک کا نکاح ہندہ کی سابق بڑی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ قاعدہ ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہو جاتے ہیں کما فی ہذا الشعر ۔ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند الخ پس جب کہ ہندہ کی چھوٹی لڑکی نے سلمیٰ کا دودھ پیا تو سلمیٰ کی تمام اولاد یعنی تینوں بیٹے اس دختر ہندہ کے بھائی رضاعی ہو گئے، اور چونکہ سلمیٰ کے چھوٹے پسر نے ہندہ کا دودھ پیا تو ہندہ کی دونوں دختر اس پسر خورد ہندہ کی بہنیں رضاعی ہوئی، لہذا ہندہ کی دختر خورد کا سلمیٰ کے کسی پسر سے نکاح درست نہیں ہے، اور سلمیٰ کے پسر خورد کا نکاح ہندہ کی کسی دختر سے صحیح نہیں ہے، لیکن سلمیٰ کے دو سابق لڑکے ہندہ کی بڑی دختر کے بھائی رضاعی نہیں ہیں۔ ان دونوں لڑکوں میں سے کسی ایک کا نکاح ہندہ کی بڑی دختر سے درست ہے۔ کما فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعاً[2]

زید کا دادا اس کی رضاعی ماں سے نکاح کر سکتا ہے

سوال (۱۵۴۸) زید نے ہندہ کا دودھ پیا، اب زید کا دادا ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۶ ۱۲ ظفیر [2] ایضاً ظفیر

الجواب: اس صورت میں زید کے دادا کو ہندہ سے نکاح کرنا جائز ہے ہندہ زید کی مادر رضاعی ہے لیکن زید کے باپ اور دادا کو اس سے نکاح کرنا درست ہے کما فی الشامی یحل لها ابو ابيها و اخوها و جد ابنها الخ[1]

جب زید کی ساس نے اس کی بچی کو دودھ پلایا تو کیا بیوی کے مرنے کے بعد زید کی شادی سالی سے درست ہوگی

سوال (۱۵۴۹) زید کی زوجہ ہندہ نے انتقال کیا اور زید مذکور سے اس کے ایک لڑکی شیرخوار چھوڑی، ہندہ کی ماں نے اس لڑکی کو اپنا دودھ پلایا اب زید مذکور اپنی حقیقی سالی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں، یہ ہندہ کی رضاعی بہن تو نہ ہوگی، جس زمانہ میں نانی نے نواسی کو دودھ پلایا تھا، زید کی سالی ڈھائی برس سے زیادہ عمر کی تھی۔

الجواب: ہندہ کی لڑکی کو جب کہ ہندہ کی ماں نے بحالت شیرخوارگی دودھ پلایا تو وہ لڑکی ہندہ کی ماں کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور زید کی سالی کی بہن رضاعی ہوئی تو زید کی دختر بھی بہن رضاعی ہوئی، پس اس صورت میں نکاح زید کا اس سالی سے درست ہے کما فی الدرالمختار[2]

چھوٹے لڑکے نے دودھ پیا تو کیا اس کے بھائی کی اولاد سے دودھ پلانے والی کے لڑکے کی شادی جائز ہے۔

سوال (۱۵۵۰) میری والدہ نے میرے ماموں کے چھوٹے لڑکے کو دودھ پلایا تھا، اس وقت ماموں کے بڑے لڑکے کی بیٹی بیوہ ہے، اس سے میرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: ماموں کا چھوٹا لڑکا جس نے تمہاری والدہ کا دودھ پیا تھا وہ تو تمہارا رضاعی بھائی ہوگیا، اس کی اولاد تم پر حرام ہے لیکن ماموں کا بڑا لڑکا

---

[1] ردالمختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۰ ظفیر۔ [2] وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ الخ فہذہ الاربع من الرضاع حلال للرجل (درمختار) بان تقول انما حرمت علیہ اخت ابنہ وبنتہ نسبًا لکونہا بنتہ او بنت امرأتہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع (ردالمختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۱) ظفیر

جس نے دودھ نہیں پیا اس کی لڑکی سے تمہارا نکاح درست ہے۔[1]

شوہر والی زانیہ کے رضاعی بیٹے سے زانی کی پوتی کی شادی درست ہے یا نہیں

سوال (۱۵۵۱) زید نے ہندہ شوہر دار سے زنا کیا، ہندہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی بابت ہندہ نے اعتراف کیا کہ یہ زید کی لڑکی ہے، اسی دفعہ کا دودھ ہندہ نے زید کے حقیقی بھائی بکر کے نواسہ خالد کو پلایا، اس صورت میں عائشہ کا نکاح جو زید کی پوتی ہے اور بکر کی نواسی اور خالد کی خالہ زاد بہن ہے، خالد کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر[2] لہٰذا عورت منکوحہ شوہر دار کی جو اولاد ہوگی وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگی، اور عورت کے اس کہہ دینے سے کہ یہ لڑکی زید کی ہے نسب اس کا شوہر ہندہ سے منتفی نہیں ہوا پس زید سے نسب اس لڑکی کا ثابت نہیں ہے اور زید خالد کا باپ رضاعی نہیں ہے؛ لہٰذا خالد کا نکاح مسماۃ عائشہ زید کی پوتی سے درست ہے کہ ان میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں ہے، کیونکہ لبن زنا سے اولاً حرمت رضاعت مختلف فیہا ہے اور شامی نے کہا کہ زنا وجہ عدم حرمت ہے اور ثانیاً جب کہ ہندہ کی دختر کا نسب شوہر ہندہ سے شرعاً ثابت ہے تو لبن زنا ہونا بھی متحقق نہ ہوا۔[3]

صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے

سوال (۱۵۵۲) محمد کی لڑکی نے حالت رضاع میں محمد کے چچا کی زوجہ کا دودھ پیا ساتھ چچا زاد بھائی کے یعنی محمد کا چچا زاد بھائی علی محمد اور محمد کی لڑکی مسماۃ بختاور دونوں نے چچا کی زوجہ کا جو کہ علی محمد کی والدہ ہے دودھ پیا، جس کا نام

---

[1] اس لئے کہ اس سے رضاعت کا رشتہ قائم نہیں ہوا، ویثبت به الخ وان قل الخ ابو ضیعۃ المرضعة للرضیع ویثبت ابوة زوج مرضعة (رد المحتار باب الرضاع ص۵۵۶، ۵۵۷م ظفیر) [2] مشکوٰۃ

[3] والوطؤ بشبهة كالحلال قيل وكذا الزناء والاوجه لا فتح (درمختار) وذلك يثبت قال ولبن الزنا كالحلال فاذا ارضعت به بنتا حرمت على الزانى وآبائه وابنائه وان سفلوا وفى التجنيس عن الجرجانى ويحل للزانى التزوج بها كالمولودة من الزانى لانه لم يثبت نسبها من الزانى الخ (رد المختار باب الرضاع ج۲ ص۵۶۵ ۵۰۱) ظفیر

راجن ہے، اتفاق سے میاں محمد نے راجن سے جو چچا کی زوجہ تھی نکاح کر لیا جس کی وجہ سے میاں محمد مسماۃ بختاور اور علی محمد کا باپ ہوا۔ آیا علی محمد کا نکاح بختاور کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہ۔

الجواب: علی محمد کا نکاح بختاور کی چھوٹی بہن سے جو محمد کی زوجہ سابقہ سے ہو صحیح ہے لقول الفقہاء وتحل اخت اخیہ رضاعاً وکذا اخت اختہ[1]

جس لڑکے کو دودھ پلایا اس کے بھائی سے مرضعہ کی لڑکی کی شادی جائز ہے۔

سوال (۱۵۵۳) بکر کی زوجہ نے زید کے لڑکے کو دودھ پلایا، دوسری دفعہ بکر کے لڑکا اور زید کے لڑکی پیدا ہوئی، آیا ان دونوں کا نکاح باہم جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: دوسری دفعہ جو زید کے دختر اور بکر کے پسر پیدا ہوا، ان دونوں کا نکاح باہم صحیح ہے کما فی کتب الفقہ وتحل اخت اخیہ رضاعاً الخ در مختار[2]

پستان سے پانی منہ میں جائے تو کیا حکم ہے۔

سوال (۱۵۵۴) بکر کی ماں نے زید کو جب وہ ایک سال کا تھا اپنا پستان زید کے منہ میں دیا۔ جب زید نے پستان چوسا تو بکر کی ماں کے پستان میں جلن معلوم ہوئی، اس نے زید کو علیحدہ کر کے پستان کو دبایا تو اندر سے پانی نکلا، اس پانی کا زید کے حلق میں جانے نہ جانے کا بکر کی ماں کو کچھ علم نہیں ہے اس صورت میں بکر کی ماں زید کی رضاعی ماں ہو سکتی ہے یا نہیں، زید کی لڑکی کا نکاح بکر سے جائز ہے یا نہ؟

الجواب: باب الرضاع در مختار میں ہے، ہو مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آئسۃ[3] الخ اور عالمگیریہ میں ہے دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونہ اصفر تثبت حرمۃ الرضاع لانہ لبن تغیر لونہ[4] الخ اور شامی میں ہے وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیہا صبیۃ واشتہر ذلک بینہم ثم تقول لم یکن فی ثدی لبن حین القمتہا ثدیی ولم یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لابنہا ان

---

[1] الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۱ ظفیر۔ [2] ایضاً ظفیر۔ [3] الدر المختار کتاب الرضاع ج ۲ ص ۲۱۲-۱۲ ظفیر۔ [4] عالمگیری مصری کتاب الرضاع ج ۱ ص ۳۲۲-۱۲ ظفیر

بنتزوج بهذه الصبية[1] الخ وفي الفتح لو ادخلت الحلمة في فم الصبي وشكت في الارتضاع لاتثبت الحرمة بالشك[2] الخ
روایت قنیہ اور فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا اور بچہ کے حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس صورت میں زید کی دختر کا نکاح بکر سے درست ہے، فقط

رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

سوال (۱۵۵۵) زید کی دو بیویاں ہیں ایک کا بکر نے دودھ پیا اور ایک کا زبیدہ نے ایسی حالت میں بکر کے لڑکے کا عقد زبیدہ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؛

الجواب:۔ اس صورت میں زید، بکر اور زبیدہ دونوں کا رضاعی باپ ہے اور دونوں بھائی بہن رضاعی از جانب پدر ہیں، پس زبیدہ بکر کے لڑکے کی رضاعی پھوپھی ہوئی، لہٰذا نکاح ان دونوں میں درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے وتثبت ابوة زوج مرضعة اذا كان لبنها منه له[3] الخ

دادی کا جب دودھ پیا تو پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال (۱۵۵۶) زید نے اپنی دادی کا دودھ اس وقت پیا ہے، جب کہ اس کی دادی کا لڑکا سوا دو برس کا تھا اور پینے کی یہ حالت ہے کہ دودھ خشک ہو گیا تھا، زید نے اپنی دادی کی چھاتی چوسی دودھ قدرے اتر آیا اور صرف تین چار روز وہ دودھ پیا۔ اب زید چاہتا ہے کہ اپنی پھوپھی کی لڑکی سے جس کا نام ہندہ ہے شادی کروں، پس فرمایئے کہ عقد ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں ہو سکتا تو کیا تدبیر ہے۔ اور اگر شادی کر لیوے تو گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ۔

الجواب:۔ زید نے جب کہ مدت رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا۔ اگرچہ وہ ایک قطرہ ہی پیا ہو۔ پس زید اپنی دادی کا رضاعی بیٹا ہو گیا۔ اور ہندہ کا رضاعی بھائی

---

[1] ردالمحتار المعروف بالشامی ج۲ ص۵۵۶ کتاب الرضاع ۱۲ ظفیر
[2] ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶ ۱۲ ظفیر [3] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۷ ۱۲ ظفیر

ہوگیا پس ہندہ کی دختر زید کی بھانجی ہوئی اور رضاعی بھانجی سے مثل نسبی بھانجی کے نکاح قطعی حرام ہے[1] اور گناہ کبیرہ ہے اور وہ ایسا ہی ہے جیسا اپنی بیٹی بہن اور ماں خالہ وغیرہ سے نکاح کیا جاوے، والعیاذ باللہ تعالیٰ. لہٰذا وہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا، کوئی حیلہ اور تدبیر اس نکاح کے حلال ہونے کی نہیں ہے۔

جس بچہ نے دادی کی چھاتی چوسی اس کا نکاح چچا کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۵۵۷) زید نے دو یا پونے دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا پستان چوسنا شروع کیا اور دو تین سال تک ہر روز چوستا رہا، اس کی دادی کی عمر اس وقت ستر اسی سال کی تھی اس کے پستانوں میں کسی نے اس وقت دودھ نکلتا نہیں دیکھا اور نہ اس نے کسی کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ میری پستان میں اس وقت دودھ تھا، اب دادی کا انتقال ہوگیا ورنہ اس سے صاف طور سے معلوم کرلیا جاتا، اس صورت میں زید اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر دادی سے دریافت کیا جاتا اور وہ کہتی کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا تو اس کا قول معتبر ہوتا، لیکن جب کہ اس کا انکار ثابت نہیں اور پستان کا برابر منہ میں لینا اور چوسنا محقق ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اپنے چچا کی لڑکی سے جو کہ اس کی رضاعی بھتیجی ہے نکاح نہ کرے، لیکن قاعدہ کے موافق چونکہ دودھ پیتے دیکھنے کا اور دودھ اترنے اور پستان سے نکلنے کا کوئی گواہ نہیں ہے اور رضاعت بدون دو گواہ کے ثابت نہیں ہوتی، اس وجہ سے زید اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے حکم ایسا ہی ہے[2] اور احتیاط اول صورت میں ہے۔ فقط

---

[1] ویثبت به وان قل الخ امومیة المرضعة للرضیع الخ فیحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب (الدر المختار علی هامش رد المختار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶) ظفیر [2] ولو النقمه الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا (رد مختار) وفی الفتح لو ادخلت الحلمة فی فی الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك (رد المحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۵۶، ۵۵۷) ظفیر

مسائل رضاعت

سوال (۱۵۵۸) عورت اگر بلا رضامندی شوہر کے دودھ پلاوے صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عورت کو نہ چاہیے کہ بدون اجازت شوہر کے کسی کے بچہ کو دودھ پلاوے، لیکن اگر پلاوے گی حرمت رضاعت ثابت ہوجاوے گی۔[1]

شک کی صورت میں حرمت ثابت ہوگی یا نہیں

سوال (۱۵۵۹) اگر رضاعت مشکوک ہو تو کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ اگر رضاعت میں شک ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی کذا فی الدر المختار۔[2]

امام شافعی کے یہاں مدت رضاعت

سوال (۱۵۶۰) مدت رضاعت مذہب شافعیہ میں کتنی ہے۔

الجواب:۔ رضاعت کی مدت دو برس یا ڈھائی برس علی اختلاف القولین ہے (امام شافعیؒ کے نزدیک مدت رضاعت صرف دو سال[3] ہے۔ ظفیر)

شہادت نہ ہونے کی صورت میں

سوال (۱۵۶۱) جس کے لیے شہادت نہیں وہ مشکوک ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ اگر شہادت رضاعت کی نہ ہو، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی[4]۔

---

[1] یکرہ للمرأۃ ان ترضع صبیاً بلا اذن زوجھا الا اذا خافت ھلاکہ (رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۷) ظفیر [2] فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم (درمختار) لو ادخلت الحلمۃ فی فم الصبی وشکت فی الارتضاع لا تثبت الحرمۃ بالشک (رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۶ و ۵۵۷) ظفیر [3] ثم مدۃ الرضاع ثلثون شھرا عند ابی حنیفۃ وقالا سنتان وھو قول الشافعی (ھدایہ کتاب الرضاع ج ۲ ص ۳۲۹) ظفیر [4] وانما یثبت بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین الخ (ھدایۃ کتاب الرضاع ج ۲ ص ۳۳۳) ظفیر

نانی کا جس نے دودھ پیا اس کی شادی ماموں کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں

سوال (۱۵۶۲) ایک شخص نے اپنی نانی کا دودھ بشمول اپنی ہم عمر خالہ کے پیا ہے، آیا یہ شخص اپنی ماموں کی بنت سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں، ماموں عمر میں زیادہ ہے یعنی رشتہ رضاع سے پہلے کا پیدا ہے اور خالہ جو اس وقت رضاعی ہمشیرہ ہے یہ اپنے بھائی سے تیسرے درجہ کی ہے۔

الجواب: شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جس عورت کا کوئی بچہ شیر خوار دودھ پیوے اس عورت کی تمام اولاد اس بچہ کے بہن بھائی رضاعی ہو جاتے ہیں۔ تقدم و تأخر کا اعتبار نہیں، اگلی پچھلی اولاد مرضعہ کی سب اس بچہ رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہیں اور اس اعتبار سے والدہ نسبی بھی بہن رضاعی ہو گئی اور ماموں و خالہ سب بھائی بہن رضاعی ہوئے پس ماموں کی دختر سے اس رضیع کا نکاح درست نہیں ہے ولاحل بین رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب ولاحل بین الرضیعة وولد مرضعتها[1] الخ (درمختار) جملہ ان اختلف الزمن سے یہ صاف طور سے ثابت ہے کہ مرضعہ کی پہلی پچھلی اولاد سب رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہیں۔

کوئی بیوی کا دودھ بیماری کی وجہ سے پیئے تو کیا حکم ہے

سوال (۱۵۶۳) کسی شخص کو ایسی بیماری ہو گئی کہ بغیر کسی عورت کے دودھ پینے ہوئے اچھا نہیں ہو سکتا تو اس حالت میں اگر وہ شخص اپنی زوجہ کا دودھ پی لے تو جائز اور حلال ہے یا حرام اور دودھ پلینے سے نکاح میں کچھ فرق تو نہیں آوے گا۔

الجواب: مص رجل ثدی زوجته لم تحرم[2] کسی مرد نے اپنی زوجہ کے پستان چوسی اور دودھ پیا اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہو گی، درمختار باب الرضاع وفیہا ایضاً ولایبح الارضاع بعد مدته[3] یعنی مباح نہیں ہے دودھ پینا بعد مدت رضاع یعنی زمانہ شیر خوارگی کے، ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی زوجہ کا دودھ پینا مرد کو جائز نہیں ہے اور یہ کہ دودھ پینے سے اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں

---

[1] الدرالمختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ص ۵۶۱ ج ۲ ظفیر [2] ایضاً ص ۵۶۹ ج ۲ ظفیر [3] ایضاً ج ۲ ص ۵۵۵ ج ۲ ظفیر

ہوگی اور تداوی کے لئے اس وقت اس کا استعمال درست ہے کہ اس میں شفا بقول طبیب حاذق مسلمان ثابت ہو اور کوئی دوسری دوا، اس کے قائم مقام نہ ہو[1]۔

جس لڑکی نے دو سال دس مہینہ کی عمر میں دودھ پیا اس سے شادی جائز ہے

سوال (۱۵۶۴) زید نے چھ مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا اور ایک لڑکی مسماۃ کریمہ نے بھی دو برس دس مہینہ کی عمر میں ہندہ کا دودھ پیا تھا، تو زید کا کریمہ سے عقد تزویج درست ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ مدت رضاعت اڑھائی برس یا دو برس ہے، امام ابوحنیفہ رح کا مذہب اول[2] ہے اور صاحبین اور دیگر ائمہ کا مذہب دوسرا ہے، بہرحال اڑھائی برس سے زیادہ عمر میں اگر کسی بچہ نے کسی عورت کا دودھ پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی[3]، لہٰذا اس صورت میں زید کا نکاح کریمہ سے صحیح ہے۔

رضاعی باپ اور رضاعی بیٹے کی بیوی کے متعلق ابن الہمام کا قول۔

سوال (۱۵۶۵) حلیلہ اب و ابن رضاعی کو فقہاء رحمہ اللہ حرام تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے، اور صاحب فتح القدیر اس کے خلاف تحریر فرماتے ہیں، چنانچہ فتح القدیر میں ہے و مقتضی الحدیث ان ما کانت ابا من الرضاعۃ او بنتا او اختنا او بنتا اخ الخ نحرم فاثبات کل حلیلۃ من الاب والابن من الرضاعۃ قول بلادلیل بل دلیل یفید حلھا وھو قید الاصلاب فی الاٰیۃ

الجواب:۔ قولہ ما یحرم من النسب معناہ ان الحرمۃ بسبب الرضاع معتبرۃ بحرمۃ النسب فتشمل زوجۃ الابن والاب من الرضاع لانہا حرام بسبب النسب فکذا بسبب الرضاع وھو قول اکثر اھل العلم کذا فی المبسوط بحر وقد استشکل فی الفتح الاستدلال علی تحریمہا بالحدیث لان حرمتھا

---

[1] ولا یجوز التداوی بالمحرم الخ (درمختار) قیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص للعطشان وعلیہ الفتوی (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر۔

[2] ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح (الدر المختار علی ھامش رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۴) ظفیر۔

[3] ویثبت التحریم فی المدۃ فقط (درمختار) اما بعدھا فانہ لا یوجب التحریم (رد المختار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۵۵) ظفیر

بسبب الصھریۃ لا النسب الخ شامی[1]

اس عبارت نیز تمام کتب فقہ کی عبارت سے حرمت حلیلہ (بیوی) اب وابن رضاعی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور مقتضائے نص قرآنی ولا تنکحوا ما نکح اٰباءکم[2] الاٰیۃ بھی یہی ہے، باقی امام ہمام ابن الہمام کا استدلال بالحدیث میں استشکال فرمانا از قبیل ابحاث محققین ہے جو بعض دلائل میں وہ فرمایا کرتے ہیں اس سے اصل مسئلہ کا ابطال لازم نہیں آتا، علاوہ بریں جب کہ قول اکثر اہل علم کا یہی ہے اور فقہاء نے عموماً محرمات نسبیہ وصہریہ کو رضاعاً بھی حرام فرمایا ہے تو اس صورت میں احوط وارجح باب حرمت میں قول اکثر فقہاء ہے۔ قال فی الدر المختار وحرم الکل مما مر تحریمہ نسباً ومصاھرۃ ورضاعاً[3] الا ما استثنی فی بابہ

سوال (۱۵۶۶) بیوی کا دودھ پینے کا کیا حکم ہے — زید صاحب اولاد نے اپنی زوجہ کا دودھ قصداً پی لیا، شرعی مقررہ ایام میں یعنی ایام رضاعت میں یعنی دو برس کے اندر، کیا اس صورت میں زید پر وہ زوجہ حرام ہو جاوے گی، اور وہ دودھ زید کے لیے حلال تھا یا حرام۔

الجواب:- زید جو کہ صاحب اولاد ہے اس کو یہ کہنا کہ اس نے مدت رضاعت میں دودھ پیا غلط ہے، مدت رضاعت میں دودھ پینے کے یہ معنی ہیں کہ دودھ پینے والا بچہ ہو، اور اس کی عمر دو برس یا ڈھائی برس سے کم ہو، الغرض زید صاحب اولاد نے اگر اپنی زوجہ کا دودھ پی لیا خواہ عمداً خواہ غیر عمداً تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی، لیکن عمداً اگر پیا تو گنہگار ہوا، توبہ کرے کیونکہ وہ جزء انسان ہے، استعمال اس کا بلا ضرورت حرام ہے درمختار میں ہے مص رجل ثدی امرأتہ لم تحرم[3] الخ (ترجمہ) کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی، ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء اٰدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام[4] الخ باب الرضاع درمختار

[1] رد المحتار باب الرضاع ص ۵۵۷ ج ۲ ظفیر [2] سورۃ النساء-۴- ظفیر [3] الدر المختار علی ہامش رد المحتار فصل فی المحرمات ص ۳۸۲ ج ۲ ظفیر
[3] الدر المختار علی ہامش رد المحتار باب الرضاع ج ۲ ص ۵۶۹ ۱۲ ظفیر [4] ایضاً ج ۲ ص ۵۵۵ ۱۲ ظفیر

خوشدامن نے داماد سے کہا کہ میں نے تم کو دودھ پلایا ہے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۵۶۷) زید کی خوشدامن کہتی ہے کہ میں نے تم کو طفلی میں دودھ پلایا ہے، زید نے اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر پھر دریافت کیا کہ سچ بتاؤ، پھر اس نے یہی کہا، جب زید نے منکوحہ کو علیحدہ کرنا چاہا تو خوشدامن نے انکار کر دیا کہ میں نے تو غصہ کی حالت میں کہہ دیا تھا اور جھوٹ کہہ دیا تھا، اور زید کی والدہ کہتی ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی کہ کب دودھ پلایا تھا، اب رضاعت ثابت ہے کہ نہیں۔

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ بدون دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پس صورت مسئولہ میں حجت شرعیہ رضاعت[1] کی موجود نہیں ہے، لہٰذا حکم علیحدگی کا مابین زوجین کے نہ کیا جاوے گا۔ فقط

[1] والرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنھا حق العبد (درمختار) وما فی شرح الوھبانیۃ عن التتف من انہ لا تقبل شہادۃ المرضعۃ عند ابی حنیفۃ واصحابہ فالظاہر ان المراد اذا کانت وحدھا (رد المحتار باب الرضاع ج۲ ص۵۶۸) ظفیر

قد تم الجزء الثامن من فتاوی دار العلوم دیوبند علی ید العبد الضعیف المدعو بمحمد ظفیر الدین المفتاحی تحت اشراف صاحب الفضیلۃ مولانا القاری محمد طیب عبید اللہ فی سنۃ احد وتسعین وثلث مائۃ والف من الہجرۃ النبویۃ ویلیہ الجزء التاسع ان شاء اللہ تعالیٰ